بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

احیاء العلوم، مکتوباتِ امام ربانی اور حجۃ البالغہ

کے بعد اسلامی تعلیمات اور اسلامی زندگی کے تمام پہلوؤں پر مفصل کتاب

جس میں توحید اور اس کے تمام متعلقات، شانِ رسالت میں انتیس آیات اور ان کی جامع تفسیر اور تمام متعلقات، شانِ صحابہ و اہل بیت، اسلام کا اخلاقی ضابطہ، سیاسی ضابطہ، معاشی ضابطہ، تصوف، تبلیغی ضابطہ، ریاضی، سائنس، جغرافیہ، طب، نماز اور زکوٰۃ، روزہ اور حج جیسے بے شمار موضوعات پر مفصل اور عصر حاضر کی ضروریات کے مطابق بحث کر دی گئی ہے جو آپ کو ہزاروں کتب کے مطالعہ سے بے نیاز کر دے ان شاء اللہ!!

ضابطۂ حیات

تصنیف

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت غلام رسول قاسمی دامت برکاتہم العالیہ

ناشر

رحمۃ للعالمین پبلیکیشنز جھوک فقیر پنڈ دادنخان

0303-4367413

Islam The World Religion

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضابطہ

نام کتاب	ضابطہِ حیات
مصنف	شیخ الحدیث والتفسیر
	حضرت غلام رسول قاسمی دامت برکاتہم العالیہ
کمپوزنگ	طارق سعید قادری، محمد کاشف سلیم قادری
	محمد عمران قادری
صفحات	480
قیمت:	1400

بارِاول	1420ھ	تعداد-/1000
بارِدوئم	1422ھ	تعداد-/1000
بارِسوئم	1428ھ	تعداد-/1000
بارِچہارم	1428ھ	تعداد-/2200
بارِپنجم	1431ھ	تعداد-/1000
بارِششم	1435ھ	تعداد-/1000
بارِہفتم	1437ھ	تعداد-/1000
بارِہشتم	1442ھ	تعداد-/2200
بارِنہم	1446ھ	تعداد-/2200
ناشر	رحمۃ للعالمین پبلی کیشنز جھوک فقیر پنڈدادنخان	

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

☆......☆......☆

Islam The World Religion

☆ ...... فہرست مضامین ......☆

مصنف کوخراجِ تحسین ____ 18

اسلام کی بنیادیں ____ 20

☆......باب اوّل: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ____ 21......☆

اللہ موجود ہے ____ 23

اللہ ایک ہے ____ 25

توحید اور شرک ____ 25

لا الہ الا اللہ کی خوبصورتی ____ 26

لا الہ الا اللہ کی تلقین ____ 27

اللہ پر ایمان لانے کے تقاضے ____ 28

ذکر اللہ ____ 29

انفرادی ذکر ____ 30

اجتماعی ذکر ____ 31

خفی ذکر ____ 31

جہری ذکر ____ 32

نماز کے بعد ذکر بالجہر ____ 32

میدانِ جنگ میں ذکر ____ 32

ذکر کے فضائل اور اہمیت پر احادیث ____ 33

ایک شُبہ کا ازالہ ____ 34

ترکِ ذکر پر وعیدیں ____ 35

ذاکرین کے مراتب ____ 36

اطمینانِ قلب ____ 36

صفائے قلب ____ 37

Islam The World Religion

ارتقاءِ قلب 37

فناء وانتہائے قرب 38

بقاء وعبدیت 39

لا الہ الا اللہ کا ذکر 40

استغفار 42

جسمانی امراض 42

استدراک 42

تنگ دستی اور گھریلو مشکلات 43

حکمرانوں کی زیادتیاں 43

پوری دنیا میں فساد 44

فکرِ آخرت 45

استغفار کرنے والوں کے مراتب 45

امیدِ کرم 45

استغفار کے الفاظ 46

دعا 48

دعا مانگنے کا حکم 48

دعا کی فضیلت 49

دعا مانگنے کے آداب 50

دعا قبول کیوں نہیں ہوتی ؟ 51

اور کہاں جائیں؟ 51

دعا میں توسل 52

چند دعائیں 55

محبتِ الٰہی 68

محبت 68

شدید محبت 69

Islam The World Religion

اشد محبت (عشق) ____ 69

☆...... باب دوم: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ____ 73......☆

اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ____ 75

اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معنی ____ 75

اسمِ محمد کا لفظی حسن ____ 77

قاعدہ کلیہ ____ 78

شانِ رسالت میں پہلی آیت: (اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ) ____ 73

تورات میں بشارات ____ 80

زبور میں بشارات ____ 82

عشقیہ غزل ____ 82

نعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ____ 84

انجیل میں بشارات ____ 84

دوسری آیت: (قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ) ____ 88

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اوّل الخلق ہونا ____ 90

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ____ 90

تیسری آیت: (اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا) ____ 92

چوتھی آیت: (لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ) ____ 93

پانچویں آیت: (وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ) ____ 96

چھٹی آیت: (لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ) ____ 97

ساتویں آیت: (وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ) ____ 98

آٹھویں آیت: (ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ) ____ 98

حجیتِ حدیث ____ 98

ایک دلچسپ سوال ____ 100

Islam The World Religion

نویں آیت: (وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ) 101

احکامِ شرعیہ 101

دسویں آیت: (وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی) 102

جامع کلام 103

علم ترجیحات 106

ذاتی معاملات میں ترجیحات 106

معاشرتی معاملات میں ترجیحات 106

دینی معاملات میں ترجیحات 107

مسائل طریقت میں ترجیحات 107

عمومی معاملات میں ترجیحات 107

طبّی معاملات میں ترجیحات 108

گیارہویں آیت: (وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ) 109

اسلام کا اخلاقی ضابطہ 109

اخلاق کی تعریف 109

ہر مسلمان کا عمومی اخلاق 110

اخلاق کی اہمیت 110

بدگمانی مت کرو 113

زبان کو قابو میں رکھو 115

لوگوں سے محبت اور شفقت 117

حسد نہ کر 118

غصہ نہ کر 119

تکبر نہ کر 120

معاف کردیا کرو 122

وعدہ وفا کر 124

وفائے عہد پر قرآنی آیات 124

Islam The World Religion

وفائے عہد پر احادیث ______ 125
وقت کی پابندی ______ 134
اللہ کریم سے اچھے اخلاق مانگو ______ 135
بعثتِ محبوب ﷺ ______ 136
مبلغ اسلام کا خصوصی اخلاق ______ 136
دوستوں کے راز فاش مت کرو ______ 142
اگر تحقیق میں غلطی ہو جائے ______ 143
مبلغین پر شیطان کا خصوصی حملہ ______ 144
تصوف سراسر اخلاق ہے ______ 145
ایثار اور قربانی کا جذبہ ______ 146
نکتہِ خاص ______ 150

اسلام کا معاشرتی ضابطہ ______ 150

میاں بیوی کے حقوق ______ 151
خاندانی منصوبہ بندی ______ 152
اولاد کے حقوق ______ 155
ماں باپ سے حسن سلوک ______ 159
پڑوسیوں کے حقوق ______ 161
مہمان نوازی ______ 162
تمام مسلمانوں کے حقوق ______ 162
حاجت روائی، مشکل کشائی اور پردہ پوشی ______ 163
تمام انسانوں کے حقوق ______ 164
تمام مخلوق کے حقوق ______ 164
نصیحت نامہ ______ 166

بارہویں آیت: (وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ) ______ 169

اسلام کا تعلیمی ضابطہ ______ 171

سابقہ انبیاء کی تعلیمات کا خلاصہ ______ 171

Islam The World Religion

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرضِ منصبی اور تعلیمات ______ 172
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے امین کون کون؟ ______ 174
عظیم ترین شہر علم کے بیشمار دروازے ______ 177
تمام صحابہ کرام کو علم پھیلانے کا اجتماعی حکم ______ 177
جن صحابہ کرام کو علمی خدمات کے لیے نامزد بھی کیا گیا ______ 179
اجتہاد کے لیے قرآن سنت اور ابوبکر و عمر بنیاد ہیں ______ 181
سیدنا عبداللہ بن عباس کی طالب علمی کی عظیم داستان ______ 182
صحابیات میں سب سے بڑی عالمہ ______ 184

تدریس کا شرعی ضابطہ ______ 185

مدرسے کا معیار ______ 185
استاد کا کامل ہونا اور صحیح العقیدہ ہونا ______ 185
نصاب کا کامل ہونا ______ 185
شاگردوں میں حصول علم کا شوق اور علم کے فضائل ______ 186

داخلہ کی شرائط ______ 188
خلوصِ نیت ______ 188
علم حاصل کرنے کے لیے عمر کی قید نہیں ______ 190
علم حاصل کرنے کے لیے ملک اور شہر کی پابندی نہیں ______ 190

طالبعلم کے فرائض ______ 191
استاد کا ادب ______ 191
نوٹ بک میں لکھتے جانا ______ 193
طلباء کا اسباق کا دَور کرنا اور استاد بھائیوں سے مدد لینا ______ 193

طریقہِ تدریس ______ 194
حلقہ بنا کر بیٹھنا ______ 194
ہر جگہ ہر وقت پڑھانے کے لیے تیار ______ 195
تعلیم میں تدراج ______ 196
سوال کرنے کا حکم اور اس کی اجازت ______ 197

Islam The World Religion

سوال کا غلط جواب نہ دیں ______ 198
خود سوال کر کے طلباء میں تجسس پیدا کرنا ______ 199
سمجھا سمجھا کر پڑھانا ______ 201
نقشے (ڈایاگرام) سے سمجھانا ______ 201
شاگردوں کو اولاد کی طرح سمجھنا ______ 202
پردہ پوشی ______ 202
کبھی مار کبھی پیار ______ 203
عصری علوم پر تخصص ______ 204
امتحانات ______ 204
تیرہویں آیت: (وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى) ______ 206
چودھویں آیت: (وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى) ______ 206
پندرہویں آیت: (وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ) ______ 207
سولہویں آیت: (وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ) ______ 210
سترہویں آیت: (اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ) ______ 212
اٹھارہویں آیت: (وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ) ______ 214
اُنیسویں آیت: (عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا) ______ 215
شفاعت کی وجاہت ______ 216
بیسویں آیت: (وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا) ______ 217
دیگر معجزات ______ 218
معجزہ اور کرامت میں فرق ______ 222
قرآن پڑھنے کے آداب ______ 222
اکیسویں آیت: (سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا) ______ 224
نکات ______ 231

Islam The World Religion

تنبیہ ___ 232

بائیسویں آیت:(اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ) ___ 233

مرشد کی ضرورت ___ 234

تئیسویں آیت:(اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِھِمۡ) ___ 235

اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم ___ 235

چوبیسویں آیت:(کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ) ___ 238

شانِ صحابہ وخلفائے راشدین علیہم الرضوان ___ 238

اجماعِ اُمت ___ 242

امر بالمعروف ونہی عن المنکر ___ 243

ترکِ امرونواہی کا وبال ___ 244

اللہ کی لعنت ___ 244

عذابِ الٰہی ___ 245

پھر دُعائیں قبول نہیں ہوں گی ___ 246

امرونہی کرنے والوں کے مختلف طبقات ___ 247

(1)۔خروج وانقلاب ___ 247

(2)۔حدود وتعزیرات کا اجراء اور اقامۃ الصلوٰۃ ___ 248

(3)۔جہاد بالسَّیف ___ 248

(4)۔کلام ومناظرہ وتردیدِ باطل ___ 253

(5)۔تفقہ فی الدین اور فقہی راہنمائی ___ 253

(6)۔اپنی رعایا اور اہل وعیال کو امرونہی ___ 253

(7)۔مِن وعن ابلاغ ___ 253

(8)۔ظاہر اور واضح معروف ومنکر کا ہر کسی کو امرونہی ___ 253

(ا)۔اخلاص ___ 254

(ب)۔حصولِ علم ___ 254

(ج)۔عمل ___ 255

(د)۔بدکلامی سے پرہیز ___ 255

Islam The World Religion

(ھ)۔تعلیم میں تدارج ________ 256
(و)۔ہمہ وقتی اور لمبی تقریر سے پرہیز ________ 256
(ز)۔جہلاء سے مت الجھیں ________ 257
(ح)۔لوگوں کی سمجھ سے بالاتر بات نہ کریں ________ 257
(ط)۔فقہی اختلافات کو ہوا نہ دیں ________ 257
(ی)۔بحث کا طریقہ ________ 257
(ک)۔کسی کو کافر کہنے میں جلدی نہ کریں ________ 257
(ل)۔تبلیغ کو نتیجہ خیز بنانے کی کوشش کریں ________ 258
(م)۔نرمی اور سختی کے مواقع ________ 258
(ن)۔دعائے نصرت ________ 259
(س)۔دل برداشتہ نہ ہوں اور تگڑے رہیں ________ 259

اسلامی حکومت کا قیام ________ 260

اسلام میں سیاست کی اہمیت ________ 260
اسلامی حکومت کا قیام کیوں ضروری ہے ________ 260
جہاد کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے ________ 263
احساسِ ذمہ داری ________ 264

سیاسی انقلاب کا شرعی طریقہ ________ 265

جہاں تک ہو سکے حکمرانوں سے درگزر کرو ________ 265
مسلمانوں کی جمعیت کو قائم رکھو ________ 267
حکمرانوں کی نافرمانی کب ضروری ہے ________ 267
خروج وانقلاب کی نوبت ________ 267
انقلاب کا طریقہ ________ 268

اسلام کا سیاسی ضابطہ ________ 269

شُوریٰ ________ 269
عدالت ________ 270
خارجہ پالیسی ________ 271
اسلام اور جمہوریت ________ 272

Islam The World Religion

پچیسویں آیت :(وَمَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ الآیۃ) 274

تقلید 274

اِجتہاد کا دائرہ اور حدود 275

فقہ حنفی 275

فروعی اختلاف 276

فروعی اختلاف پر پابندیاں 276

پہلی پابندی: امت ایک طرف لگ چکی ہو تو نئی لائن مت دو 277

دوسری پابندی: جب تک اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہ دیکھ لو اختلاف سے بچو 278

تیسری پابندی: بحث وتکرار سے بچو 278

چوتھی پابندی: مشکلات اور تنفُّر سے اجتناب 279

پانچویں پابندی: فیصلہ اکثریت کریگی 279

اجتہاد جاری ہے، مگر کہاں اجتہاد کرنا چاہیے 280

شریعت کے ماخذ 282

چھبیسویں آیت: (مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ......) 282

ختمِ نبوت پر مزید قرآنی آیات 284

ختمِ نبوت پر احادیث 285

حیاتِ مسیح علیہ السلام 289

ردِ عیسائیت اور حیاتِ مسیح علیہ السلام 294

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا 297

ظہورِ مہدی 299

شناخت 300

فردِ واحد کے مختلف دعوے 301

ستائیسویں آیت: (اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ) 302

صلوٰۃ کے لفظی معنی 302

شرعی معنی 303

درود شریف کا مقصود 303

Islam The World Religion

سیاق وسباق اور شانِ نزول ____ 305
فضائل درود پر احادیث ____ 306
چند درود شریف ____ 312
اٹھائیسویں آیت: (لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ) ____ 313
ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ____ 314
اُنتیسویں آیت: (وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ) ____ 315
ایمانِ والدین شریفین ____ 316
نعت کی تاریخ ____ 317
نقطوں کے بغیر نعت ____ 321
عربی نعت ____ 322
فارسی نعت ____ 324
پشتو نعت ____ 326
سندھی نعت ____ 328
انگریزی نعت ____ 330
اُردو نعت ____ 331
پنجابی نعت ____ 332
سرائیکی زبان میں صوفیانہ کلام ____ 333
جمالِ مصطفیٰ ____ 334
الشفاء بجمال المصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا ____ 335
شعراء سے گزارش ____ 336
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے تقاضے ____ 341
(1)۔ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ____ 341
(2)۔ تعظیمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ____ 352
(3)۔ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ____ 355
(4)۔ اللہ کا شکر ____ 356
(5)۔ کثرتِ درود وسلام ____ 357

Islam The World Religion

اسلامی عقائد کا خلاصہ ____ 357

☆......باب سوم: نماز ____ 359......☆

نماز کی اہمیت ____ 361
نماز کے مسائل ____ 362
عورتوں کے مسائل ____ 364
خواتین کے لیے خاص تربیتی باتیں ____ 369
ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی شان میں قطعہ ____ 372
نقش نعلین ____ 373
اوقاتِ نماز ____ 374
اذان ____ 374
شرائطِ نماز ____ 375
نماز کے فرائض ____ 375
نماز کے واجبات ____ 375
نماز کی سنتیں ____ 376
نماز کے آداب ____ 376
سجدۂ سہو ____ 376
امام کے پیچھے قرأۃ نہ کریں ____ 378
رفع یدین نہ کریں ____ 379
آمین آہستہ کہیں ____ 379
امامت ____ 381
نماز میں بے وضو ہو جانا ____ 382
قرأۃ کے مسائل ____ 382
پانچ نمازوں میں رکعتوں کی تعداد ____ 382
بیس رکعات تراویح ____ 383
چند اہم نوافل ____ 383

Islam The World Religion

سجدۂ تلاوت ____ 384
استخارہ ____ 384
مریض کی نماز ____ 385
مسافر کی نماز ____ 385
جمعہ کی نماز ____ 386
عید کی نماز ____ 386
جنازہ کے مسائل ____ 387
غُسلِ میّت ____ 387
کفن میّت ____ 388
نمازِ جنازہ ____ 389
جنازے کے بعد دعا ____ 390
غائبانہ نمازِ جنازہ ____ 391
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمازِ جنازہ ____ 393
دفن کے بعد ____ 394
قبر پر اذان ____ 395
ایصالِ ثواب ____ 395
زیارتِ قبور ____ 396
دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا ____ 397
مردے سنتے ہیں ____ 398
میراث کے مسائل ____ 399
ریاضی، سائنس اور جغرافیہ کی دینی اہمیت ____ 400
خطبات ____ 405
تقریر کرنے کا طریقہ ____ 413
رحم کی اپیل ____ 413

☆...... باب چہارم: زکوٰۃ ____ 415 ......☆

زکوٰۃ کی اہمیت ____ 417
زکوٰۃ کے مسائل ____ 417

Islam The World Religion

صدقۂ فطر ____ 418
صدقات کی اقسام ____ 419
اسلام کا معاشی ضابطہ ____ 420
انفرادی سطح پر ____ 420
دولت کی پیدائش اور تقسیم ____ 420
(1)۔زکوٰۃ ____ 421
(2)۔سود کی ممانعت ____ 421
(3)۔اجارہ داری کی ممانعت ____ 421
(4)۔سٹہ کی ممانعت ____ 422
(5)۔فضول خرچی کی ممانعت ____ 422
سرکاری سطح پر ____ 423
مالیاتی پالیسی ____ 424
ملازم اور مزدور کے مسائل ____ 425
اسلام اور سرمایہ دارانہ نظام ____ 426
اسلام اور اشتراکیت ____ 427
بھیک مانگنا ____ 427
مصنوعی غربت ____ 428
بیمہ پالیسی ____ 429
چند اہم مسائل ____ 429
☆......باب پنجم: روزہ ____ 431......☆
روزے کی اہمیت ____ 433
روزے کے مسائل ____ 435
افطار کا وقت ____ 436
اعتکاف ____ 436
لیلۃ القدر ____ 438

Islam The World Religion

لمس الطبیب من طب الحبیب ______ 439
کلونجی ______ 439
شہد ______ 440
سَنا مکی ______ 441
اہم بات ______ 442
دیگر ادویہ ______ 442
آدابِ طعام ______ 443
طبّی نقشہ ______ 444
نفسیاتی مسائل کا حل ______ 445

☆......باب ششم: حج ______ 447......☆

حج کی اہمیت ______ 449
حج کے مسائل ______ 449
حج کا طریقہ ______ 450
ضروری مسائل ______ 459
حج کے دوران ہونے والی غلطیاں اور ان کا کفارہ ______ 460
خطبہ حجۃ الوداع ______ 462
عمرہ ______ 464
قربانی ______ 465
ذبح کرنے کا طریقہ ______ 467
زیارت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ______ 468
سوالات ______ 478
انتساب ______ 479

☆......☆......☆

Islam The World Religion

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ اَمَّا بَعۡدُ

الحمدللہ دینی مطالعہ رکھنے والے بے شمار احباب کی طرف سے اس کتاب کو پذیرائی ملتی رہی ہے مگر فقیر اسے ان دوستوں کے محض حسن ظن یا ناسمجھی پر محمول کرتا رہا لیکن بعض جید ترین علماء نے وقتاً فوقتاً اپنے طالب علم بھیج کر اس کتاب کے کئی نسخے منگوائے۔

حضرت علامہ محمد فضل رسول صاحب سیالوی نے نہایت مشفقانہ خیالات کا اظہار فرمایا۔

حضرت علامہ محمد انور صاحب قریشی نے فرمایا کہ: میں خود اسی طرح کی کتاب لکھنا چاہتا تھا مگر تمہاری کتاب پڑھنے کے بعد مجھے لکھنے کی ضرورت نہیں رہی۔

شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد اشرف صاحب سیالوی نے فرمایا کہ: اس کتاب میں اچھی معلومات آ گئی ہیں۔

مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے بغیر کسی فرمائش کے ازخود فقیر کے نام خط لکھا۔ انہوں نے لکھا

''آپ کی کتاب ''ضابطۂ حیات'' کا مطالعہ کیا۔ حکیمانہ فکر پر مبارک باد پیش کرتا ہوں''۔

عبدالقیوم ہزاروی

دنیائے اسلام کے اس عظیم سپوت کے اظہارِ خیال کے بعد فقیر اسے پہلی خوشخبری ''عَاجِلُ بُشۡرَی الۡمُؤۡمِنِ'' سمجھتے ہوئے اللہ کریم جل مجدہ کی بارگاہ میں سربسجود ہو کر شکر گزار ہے کہ اس نے اپنے پیاروں کی زبان پر ایسے حوصلہ افزا کلمات جاری فرما دیے اور وہ بھی اس مسکین اور بے مایہ کی تصنیف کے حق میں جو کھرپے سے گھاس کاٹتے کاٹتے، جانور چراتے

Islam The World Religion

چراتے اوران کا گوبرا کٹھا کرتے کرتے شباب کو پہنچا۔ مجھے میری اوقات معلوم ہے مگر کیا عرض کیا جائے اس رب ذوالکمال کے فضل کے بارے میں جو ہماری اوقات کونظر انداز کرتا رہتا ہے اور اپنے بے پایاں فضل اورشان کریمی پر نگاہ رکھتا ہے۔

یا رب تو کریمی و رسول ِ تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

فقیر پر تقصیر غلام رسول قاسمی

☆......☆......☆

Islam The World Religion

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡاَنۡبِیَآءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ

اسلام کی بنیادیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بُنِیَ الۡاِسۡلَامُ عَلٰی خَمۡسٍ شَھَادَۃِ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیۡتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالۡحَجِّ وَصَوۡمِ رَمَضَانَ (بخاری:۸، مسلم:۱۴، ترمذی:۲۶۰۹)۔

ترجمہ: اسلام کی بنیاد پانچ چیزیں ہیں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا۔ نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

اس کتاب میں اسلام کی انہی پانچ بنیادوں کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اس کتاب کے چھ باب ہیں۔

(1)۔لا الہ الا اللہ (2)۔محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (3)۔نماز

(4)۔زکوٰۃ (5)۔روزہ (6)۔حج

☆......☆......☆

Islam The World Religion

باب اوّل:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

Islam The World Religion

Islam The World Religion

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

اللہ موجود ہے

دنیا کا ہر انسان اللہ تعالیٰ کو ماننے پر مجبور ہے۔ زبان سے کوئی اقرار کرے یا نہ کرے اس کا حال ضرور اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ موجود ہے۔ اللہ اپنی قدرت اور کاریگری سے ہر لحظہ پہچانا جا رہا ہے۔ انسان اگر اپنے وجود پر غور کرے تو اس کا ہر ہر عضو اور بدن کا پورا نظامِ حیات اسے جھنجھوڑ کر اپنے خالق کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

اللہ کریم فرماتا ہے: يَآ اَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ یعنی اے انسان تجھے کون سی چیز نے تیرے ربِ کریم سے غافل کر دیا جس نے تجھے پیدا کیا، پھر تجھے سڈول بنایا، پھر تجھے اعتدال اور تناسب بخشا۔ جس صورت میں چاہا تجھے مرکب کر دیا (الانفطار: ۶ تا ۸)۔

انسان اگر اپنے نہ ہونے کا زمانہ یاد کرے، پھر پیدا ہونا اور مرنا یاد کرے اور اس پر غور کرے کہ مرنے کے بعد لوگ کہاں چلے جاتے ہیں اور میں کہاں جاؤں گا، میرے ساتھ کیا ہو گا، تو اس کا ذہن لاعلمی اور بے بسی کے عالم میں کسی علیم و خبیر اور قادرِ مطلق ذات کی طرف منتقل ہو جائے گا جس کے پاس ان باتوں کا جواب موجود ہے۔

اللہ کریم جل شانہ ارشاد فرماتا ہے: كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ یعنی تم اللہ کا انکار کس طرح کر سکتے ہو جب کہ تم نہیں تھے تو اس نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہیں مارے گا، پھر تمہیں زندہ کرے گا، پھر تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے (البقرۃ: ۲۸)۔

اپنی ذات سے باہر نکلے تو تختۂ زمین اور چاروں طرف پھیلا ہوا آسمان، یہ چاند، ستارے، سورج، یہ بارش اور فصلیں، یہ دن رات کا آنا جانا، یہ کشتیاں اور جہاز، چاند سورج کا اپنے وقتِ مقررہ پر طلوع اور غروب ہونا، چاند کا ایک خاص حساب سے گھٹنا اور بڑھنا، سردی اور گرمی کے موسم گویا پوری کائنات ایک نظام کے تحت چل رہی ہے۔

اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے: اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ

Islam The World Religion

وَالنَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ یعنی بے شک آسمانوں اورزمین کی پیدائش میں، رات اوردن کے بدل بدل کرآنے میں،اوردریامیں چلنے والی کشتیوں میں جولوگوں کے لیے فائدہ مندہیں،اوراس پانی میں جواللہ نے آسمان سے نازل کیا، پھراس کے ذریعے سے مردہ زمین کوزندہ کیااورزمین میں ہرطرح کے جانورپھیلائے،اورہواؤں کے پھیرنے میں،اوران بادلوں میں جوآسمان اورزمین کے درمیان اللہ کے حکم کے پابندہیں،ان تمام چیزوں میں عقلمندوں کے لیےاللہ کوپہچاننے کی نشانیاں موجودہیں(البقرۃ:۱۶۴)۔

ایک بڑھیاسے کسی نے پوچھاکہ تیرے پاس اللہ کے موجودہونے کاکیاثبوت ہے؟ اس نے کہامیراچرخہ اس کاثبوت ہے۔جب تک اپنے چرخے کوخوداٹھ کرنہ گھماؤں اوراس میں روئی کاگالانہ لگاؤں یہ کبھی سوت نہیں بناتا۔جب ایک چھوٹاساچرخہ میرے چلانے کامحتاج ہےتو زمین وآسمان کایہ اتنابڑاچرخہ کسی چلانے والے کے بغیرکیسےچل سکتاہے؟

انسان اگرگھوم پھرکردنیاکاجغرافیائی جائزہ لےتودنیاکےمختلف جانور،میدان،پہاڑ، فرشِ زمین اورآسمان کی چھت اسے پکارپکارکران چیزوں کے خالق کی خبردیتی ہیں۔

اللہ کریم فرماتاہے:اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ كَیْفَ خُلِقَتْ وَاِلَی السَّمَآءِ كَیْفَ رُفِعَتْ وَاِلَی الْجِبَالِ كَیْفَ نُصِبَتْ وَاِلَی الْاَرْضِ كَیْفَ سُطِحَتْ یعنی کیایہ لوگ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ اسے کیسابنایاگیاہےاورآسمان کی طرف نہیں دیکھتے کہ اسے کس طرح اٹھایاگیاہےاورپہاڑوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ انہیں کس طرح نصب کیاگیاہےاور زمین کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح بچھائی گئی ہے(الغاشیہ:۱۷تا۲۰)۔

حضرت امام جعفرصادق رضی اللہ عنہ کاایک خداکےمنکرسےمناظرہ ہوا۔آپ نے پوچھا:کیاکام کرتے ہو؟اس نے کہا:سمندری تجارت کرتاہوں۔آپ نے پوچھا:کیاتیری کشتی کبھی طوفان میں پھنسی؟اس نے کہا:جی ہاں ایک مرتبہ پھنس گئی تھی۔آپ نے فرمایا:کیاتونے اس وقت سوچاتھاکہ کاش کوئی مجھے بچانے والاہو۔اس نے کہا:جی ہاں!میراذہن واقعی کسی بچانے والے کی طرف چلاگیاتھا۔آپ نے فرمایا:وہی تیراخداہےجس کی طرف متوجہ ہونے پرتومجبورہوگیاتھا

Islam The World Religion

(تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۲۳۳)۔ معلوم ہوا کہ خدا کا نہ ماننے والا بھی در پردہ خدا کو ماننے پر مجبور ہے۔

اللہ ایک ہے

اللہ ایک ہے وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡكَ لَهٗ ۔ اگر خدا دو ہوتے تو اگر ان میں سے ایک خدا کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا اور دوسرا اس کے برعکس ارادہ کرتا تو ان کے ارادے مختلف ہونے کی وجہ سے فساد ہو جاتا، اس لیے کہ ایک ہی چیز کا ہونا اور اسی وقت میں اسی چیز کا نہ ہونا دو متضاد چیزوں کو واقع ہونا پڑتا۔ اور اگر دونوں خدا ایک ہی جیسا ارادہ کرتے تو ان کا ارادہ ایک ہونے کی وجہ سے بھی فساد ہوتا، اس لیے کہ ایک ہی چیز ایک ہی وقت میں ایک ہی مقام پر دو دفعہ قرار نہ پکڑ سکتی۔ اور اگر ایک ارادہ کرے اور دوسرا نہ کرے تو ایک کو دوسرے پر بلا وجہ ترجیح حاصل ہو جائے گی اور جس پر کوئی ترجیح حاصل کرے وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ اس نہایت علمی گفتگو کو اللہ تعالیٰ نہایت سادہ لفظوں میں اس طرح بیان فرماتا ہے: لَوۡ كَانَ فِيۡهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا یعنی اگر اللہ کے سوا زمین و آسمان کا کوئی خدا ہوتا تو فساد ہو جاتا (انبیآء: ۲۲)۔

اللہ تعالیٰ کی توحید عقل سے ثابت ہے لہٰذا اگر کسی شخص کو ساری زندگی رسالت کا پیغام نہ مل سکا ہو تو اس کے مومن اور مغفور ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ اس نے شرک نہ کیا ہو۔

توحید اور شرک

اللہ کو ایک ماننا توحید کہلاتا ہے۔ ایک سے زیادہ خداؤں کو ماننا شرک کہلاتا ہے۔ عیسائی تین خداؤں کو مانتے ہیں یہ شرک ہے۔ مجوسی آگ کو خدا مانتے ہیں یہ بھی شرک ہے۔ بت پرست بتوں کی عبادت کرتے ہیں یہ بھی شرک ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ کی طرح کسی اور کو ہمیشہ سے موجود سمجھنا یا عبادت کے لائق سمجھنا شرک ہے۔ مشرکین مکہ کا شرک یہی تھا کہ وہ کہتے تھے مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰى یعنی ہم بتوں کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں (الزمر: ۳)۔

یہ بتوں کی عبادت ان کا شرک تھا۔ اللہ کا قرب حاصل کرنا اچھی بات ہے مگر اس کی خاطر کسی کی عبادت کرنے لگ جانا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا قرب فراہم کرنے کے لیے بُت نہیں بنائے بلکہ انبیاء علیہم السلام بھیجے ہیں۔ انبیاء، اولیاء، مشائخ اور اساتذہ کو اللہ کا قرب حاصل

Islam The World Religion

کرنے کے لیے ہی مانا جاتا ہے۔ یہی اللہ کا بتایا ہوا طریقہ ہے۔ جبکہ بتوں کو ماننا ممنوع ہے اور ان کی عبادت کرنا تو نرا ہی ظلم ہے۔ اللہ کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ ہی الوہیت کسی کو عطا ہو سکتی ہے۔ ہاں البتہ علم، قدرت، سننا، دیکھنا وغیرہ ایسی صفات ہیں جو اللہ نے اپنے بندوں کو عطا کردی ہیں۔ اللہ کی صفات مستقل اور ذاتی ہیں جبکہ بندوں کی یہ صفات غیر مستقل اور عطائی ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے لیکن اس نے بندوں کو بھی سمیع و بصیر بنایا ہے (الدھر:۲)۔ مخلوق کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے اِذن و عطا کے ساتھ پرندوں کو خلق کرتے تھے (آلِ عمران:۴۹)۔ کسی کو موت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے لیکن حضرت عزرائیل علیہ السلام ملک الموت ہیں اور اللہ کے اِذن سے لوگوں کو موت دیتے ہیں (السجدہ:۱۱)۔ مردے زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے اِذن و عطا کے ساتھ مردے زندہ کرتے تھے (آلِ عمران:۴۹)۔ اولاد عطا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے مگر حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ: میں آپکو بیٹا دینے آیا ہوں (مریم:۱۹)۔

معلوم ہوا کہ جہاں اللہ کا اِذن و عطا آ جائے وہاں شرک ختم ہو جاتا ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی خوبصورتی

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے معنی ہیں کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے۔

لَآ اِلٰهَ (کوئی معبود نہیں) کے ساتھ مکمل نفی کر دینا اور اِلَّا اللّٰهُ (سوائے اللہ کے) کے ساتھ صرف اور صرف اللہ کی ذات کا اثبات کرنا توحید کے اقرار کا زبردست طریقہ ہے۔ ان الفاظ میں جو کاٹ موجود ہے وہ دنیا کے کسی دوسرے مذہب کو نصیب نہیں۔ لَآ اِلٰهَ کی تلوار کے ساتھ مکمل نفی کر دی گویا قلبِ مومن کے تمام زنگ کو کھرچ ڈالا۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ہر چیز کو صاف کرنے کا ایک آلہ ہوتا ہے اور دل کو صاف کرنے کا آلہ اللہ کا ذکر ہے (مشکوٰۃ:۲۲۸۶ وعزاہ الی البیہقی فی الدعوات الکبیر) اور تمام ذکروں سے افضل لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ذکر ہے (ترمذی:۳۳۸۳، ابن ماجہ:۳۸۰۰)۔ لَآ اِلٰهَ کے ساتھ مکمل صفائی ہو گئی تو اب یہ گھر (یعنی دل) اس قابل ہو گیا کہ وہ معبودِ حقیقی اس میں آ بسے۔ لہٰذا اب اس ذات کا اثبات کرتے ہوئے فرمایا: اِلَّا اللّٰهُ۔

Islam The World Religion

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تلقین

امام احمد، بزار اور طبرانی وغیرہ نے سندِ حسن کے ساتھ نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آپ نے پوچھا کیا یہاں کوئی اہل کتاب ہے؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دروازہ بند کر دو۔ ہاتھ اٹھاؤ اور سب کہو: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ صحابہ کرام نے ہاتھ اٹھائے اور کہا: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! تو نے مجھے یہ کلمہ دے کر بھیجا ہے اور اسی کو آگے پہنچانے کا حکم دیا ہے اور مجھ سے اس پر جنت کا وعدہ کیا ہے تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو فرمایا: تم سب کو بخشش کی خوشخبری ہو (مسندِ احمد: ۱۲۶:۱۷، مسند بزار: ۲۳۶۱، مستدرک حاکم: ۱۸۸۰ کتاب الدعا والتسبیح والتہلیل والذکر)۔

یہ پوری جماعت کو اکٹھے ذکر کی تلقین کرنے کا ثبوت ہے۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اللہ تک پہنچنے کا مختصر، آسان اور افضل راستہ بتائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا ذکر دل میں بھی کرو اور بلند آواز سے بھی کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ذکر تو سب لوگ کرتے ہیں۔ میں نے تو خاص عنایت کے لیے عرض کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے جو کچھ بتایا اس میں سب سے افضل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ذکر ہے۔ ایک پلڑے میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور دوسرے پلڑے میں ساری کائنات ہو تو یہ ذکر بھاری ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا مجھے ذکر دیجیے اور اس کا طریقہ سمجھائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی آنکھیں بند کرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی آنکھیں بند کر لیں اور بلند آواز سے تین بار لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سنتے رہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنکھیں بند رکھتے ہوئے بلند آواز سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فرمایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا (البرہان المؤید / ۶۲)۔

یہ ذکر اسی طرح سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ سے سیدنا امام حسن نے حاصل کیا، ان سے حضرت حسن بصری نے، ان سے حضرت حبیب عجمی نے، ان سے حضرت داؤد طائی نے، ان سے حضرت معروف کرخی نے، ان سے حضرت سری سقطی نے اور ان سے حضرت جنید بغدادی

Islam The World Religion

نے حاصل کیا رضی اللہ عنہم، اور یہ سلسلہ قیامت تک چلے گا۔ اسی طرح بے شمار صحابہ سے سلاسلِ طریقت جاری ہوئے، سب سے زیادہ سلاسل سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے جاری ہوئے۔

اللہ پر ایمان لانے کے تقاضے

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا اولین تقاضا یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کی جائے اس کی یاد اور اس کا ذکر کیا جائے۔ اسی سے دعا مانگی جائے۔ اگر خطا ہو جائے تو اللہ سے معافی مانگی جائے۔ یہ حکم ہر خاص و عام کے لیے ہے۔

خواص کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اللہ سے انتہا درجہ کی محبت کریں۔ اسی پر توکل اختیار کریں اور اس کی رضا پر راضی رہیں۔

ذیل میں اللہ کے ذکر، استغفار، دعا اور اللہ سے محبت کی تفصیل پیش خدمت ہے۔

☆......☆......☆

Islam The World Religion

ذِکْرُ اللہ

ذکر کے لفظی معنی ہیں ''یاد کرنا''۔اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا حکم قرآن کریم میں بار بار ہوا ہے۔فرمایا:

(1)۔ اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا یعنی اللہ کا ذکر کثرت سے کرو(الاحزاب:۴۱)۔

(2)۔ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ یعنی تم میرا ذکر کرو میں تمہارا چرچا کروں گا(البقرۃ:۱۵۲)۔

(3)۔ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ یعنی اللہ کا ذکر کرو۔کھڑے، بیٹھے اور پہلوؤں کے بل(النسآء:۱۰۳)۔

ذکر کے علاوہ تقریباً اسی مفہوم میں قرآن مجید میں متعدد الفاظ استعمال ہوئے ہیں، مثلاً: تسبیح،تقدیس،تکبیر،حمد اور دعا وغیرہ۔

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہنی چاہیے کہ یہاں ذکر سے مراد محض اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے پاک اسماء کو بار بار دہرانا ہے۔جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ یعنی اور اپنے رب کے نام کا ذکر کر(مزمل:۸)۔

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى یعنی اس نے اپنے رب کے نام کا ذکر کیا اور نماز پڑھی (الاعلیٰ:۱۵)۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا یعنی اللہ کے حسین نام ہیں اسے ان ناموں سے پکارو(الاعراف:۱۸۰)۔

محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(1)۔ اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے(ترمذی :۳۳۸۳،ابن ماجہ:۳۸۰۰)۔

(2)۔ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ عَلٰى اَحَدٍ يَّقُوْلُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ یعنی قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک ایک شخص بھی اللہ اللہ کرنیوالا موجود ہوگا(مسلم:۳۷۶)۔

اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کے ننانوے اسماءِ حسنیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بیان فرمائے ہیں۔جو مشکوٰۃ شریف کے صفحہ نمبر ۱۹۹ پر مذکور ہیں۔اس کے علاوہ بے شمار اوراد و وظائف اور ذکرِ الٰہی کے انداز

Islam The World Religion

ہیں جو کتبِ حدیث میں تفصیلاً بیان ہوئے ہیں بلکہ کتبِ حدیث میں ''ذکر'' کے نام سے مستقل ابواب موجود ہیں۔ مثلاً بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۴۸ پر فضل ذکر اللہ، مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۴۳ پر فضل الذکر والدعاء، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۷۳ پر باب ماجاء فی الذکر، ابنِ ماجہ صفحہ ۲۶۸ پر باب فضل الذکر اور مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۶ پر باب ذکر اللہ والتقرب الیہ۔

لہٰذا یہ بات طے ہوگئی کہ ذکر اللہ سے مراد اللہ جل شانہٗ کے نام کی تسبیح اور اسی کے اسمِ پاک کو جپنا اور دہراتے رہنا ہے۔ ذکر کے لفظی معنی کی وسعت کے لحاظ سے قرآن مجید میں نماز وغیرہ پر لفظ ذکر کا اطلاق ہوا ہے۔ جیسے: فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللہِ وغیرہ۔ لیکن اصطلاح میں ذکر سے مراد یہی اوراد و وظائف ہیں۔ اسی لیے قرآن مجید میں نماز کا لفظ ذکر کے تغائیر میں استعمال ہوا ہے۔ فرمایا: فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللہِ وَاذْکُرُوا اللہَ کَثِیْرًا ''یعنی جب نماز پڑھی جاچکی ہو تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو'' (الجمعہ: ۱۰)۔ اس آیت نے صاف طور پر ذکر کو نماز سے ممتاز کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتبِ حدیث میں بھی نماز، روزہ کے ابواب الگ ہیں اور ذکر کے ابواب الگ ہیں۔

انفرادی ذکر

اللہ کا ذکر فرداً فرداً بھی کیا جاسکتا ہے اور اجتماعی صورت میں بھی۔ انفرادی ذکر کا حکم قرآن مجید کی اس آیت میں ہے: اُذْکُرُوا اللہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ یعنی اللہ کا ذکر کرو۔ کھڑے، بیٹھے اور اپنے پہلوؤں کے بل (النسآء: ۱۰۳)۔

حدیث شریف میں ہے: کَانَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ یَذْکُرُ اللہَ فِیْ کُلِّ اَحْیَانِہٖ یعنی نبی کریم ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے (مسلم: ۸۲۶، بخاری کتاب الأذان باب : هل يتتبع المؤذن فاه هاهنا وهاهنا؟ وهل يلتفت فى الآذان؟ صفحہ ۱۳۷، ابوداؤد: ۱۸، ترمذی: ۳۳۸۴، ابن ماجہ: ۳۰۲)۔ یہ انفرادی ذکر ہے۔

گوشہ نشینی اور چلہ کشی کی اصل قرآن میں موجود ہے۔ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤی اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً (بقرہ: ۵۱)۔ اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ کے حکم سے چالیس دن کے لیے کوہِ طور پر جانا صراحتاً مذکور ہے۔ اسی چالیس کے عدد سے چلہ ماخوذ ہے۔ نبی کریم ﷺ غارِ حرا

میں تشریف لے جاتے اور وہاں پر طویل مدت تک قیام فرماتے تھے۔ اور اللہ کے ذکر وعبادت میں مصروف رہتے تھے۔ رمضان شریف کے آخری عشرے کا اعتکاف بھی چلہ کشی ہی کی ایک صورت ہے۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ شریف سے مدینہ منورہ کی طرف صحابہِ کرام کے ہمراہ سفر کر رہے تھے۔ راستے میں ایک پہاڑ کے پاس سے گزرے جس کا نام جُمدان ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سِيْرُوْا هٰذَا جُمْدَانَ سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ ، قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ الذَّاكِرُوْنَ اللهَ كَثِيْرًا وَالذَّاكِرَاتُ یعنی جُمدان پہاڑ کی سیر کرو مفرد مرد اور عورتیں آگے نکل گئے ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ مفرد کون ہیں؟ فرمایا: اللہ کا ذکر کثرت سے کرنے والے مرد اور عورتیں (مسلم: ۶۸۰۸)۔

اجتماعی ذکر

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ یعنی جو لوگ صبح وشام اپنے رب کا ذکر کرتے ہیں ان کے پاس بیٹھو (الکہف: ۲۸)۔

حدیث شریف میں ہے کہ: اللہ کے فرشتے زمین میں گردش کرتے ہیں اور ذکر کرنے والوں کو تلاش کر کے انکے گرد حلقہ بنا لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ذاکرین کی مغفرت کا اعلان فرماتا ہے اور جو کوئی انکے پاس آکر محض بیٹھ جائے اسے بھی انکی برکت سے بخش دیا جاتا ہے (مسلم: ۶۸۳۹، بخاری: ۶۴۰۸، مسندِ احمد: ۸۹۹۵)۔

ایک اور حدیث میں ہے: اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا مِنْهَا قَالُوْا مَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ یعنی جب جنت کے باغیچوں کے پاس سے گزرو تو ان سے چرلیا کرو۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ! جنت کے باغیچوں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ذکر کے حلقے (ترمذی: ۳۵۱۰)۔

اجتماعی ذکر کے بے شمار فوائد ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ حاضرینِ محفل کی قلبی کیفیات کا انعکاس ایک دوسرے پر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مخصوص دائرہ (FLUX) جو ہر ذاکر کے گرد قائم ہوتا ہے اس کے برکات دیگر حاضرین تک بھی پہنچتے ہیں۔

خفی ذکر

دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہنے کا حکم قرآن میں موجود ہے۔

Islam The World Religion

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ یعنی اپنے رب کو عاجزی اور خوف کے ساتھ آہستہ آواز سے یاد کر (الاعراف:۲۰۵)۔

جہری ذکر

حدیث شریف میں ہے کہ: اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَكَرَنِیْ وَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَكَرْتُهٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْهُمْ (مسلم:۶۸۰۵، بخاری:۷۴۰۵، ترمذی:۲۳۸۸)۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں۔ جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔ اگر وہ دل میں میرا ذکر کرے تو میں بھی تنہا اسے یاد کرتا ہوں اگر وہ محفل میں میرا ذکر کرے تو میں اس کا ذکر اس سے بہتر محفل میں کرتا ہوں۔

اس حدیث میں ذکر فی النفس یعنی دل میں ذکر سے مراد خفی ذکر ہے اور ذکر فی الملاء یعنی محفل ذکر سے مراد ذکر بالجہر ہے۔ اسی لیے ذکر فی الملاء کو ذکر فی النفس کے مقابلے پر بولا گیا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: اُذْكُرُوا اللّٰهَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ یعنی اللہ کا ذکر اس طرح کیا کرو کہ لوگ تمہیں پاگل کہیں (مسندِ احمد:۱۱۶۵۹)۔ ظاہر ہے جہر کے بغیر مجنونیت کا الزام کوئی معنی نہیں رکھتا۔ الغرض ذکرِ خفی اور ذکر بالجہر دونوں طریقے شرعاً جائز وثابت ہیں۔

نماز کے بعد ذکر بالجہر

پاکستان کی چھپی ہوئی بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۱۶، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۱۸، مشکوٰۃ صفحہ ۸۸ پر ''باب الذکر بعد الصلوٰۃ'' کے نام سے مستقل ابواب موجود ہیں۔ ان ابواب میں سے ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں: اِنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِيْنَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ كَانَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ یعنی بلاشبہ فرض نماز کا سلام پھیرتے ہی بلند آواز سے ذکر کرنا نبی کریم ﷺ کے زمانے میں رائج تھا (مسلم:۱۳۱۸، بخاری:۸۴۱، ابوداؤد:۱۰۰۳)۔

میدانِ جنگ میں ذکر

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا

Islam The World Religion

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا یعنی اے ایمان والو! جب تم دشمن سے مقابلہ کرو تو تگڑے رہو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو (الانفال:۴۵)۔

عین میدانِ جنگ میں اللہ کا ذکر کثرت سے کرنے سے دشمن مرعوب و خائف ہو کر مغلوب ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لشکروں کی پہچان لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور یا مُحَمَّدٌ کے نعروں سے ہوا کرتی تھی (فتوح الشام صفحہ ۲۴۹ و صفحہ ۴۱۷)۔

ذکر کے فضائل اور اہمیت پر احادیث

(1)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ فَاَخْبِرْنِيْ بِشَيْءٍ اَتَشَبَّثُ بِهٖ قَالَ لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (ترمذی:۳۳۷۵، ابن ماجہ:۳۷۹۳)۔

ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ اسلام کے احکام بہت سارے ہیں۔ آپ مجھے مختصر سی بات بتا دیں جس پر عمل کروں۔ فرمایا تیری زبان پر ہر وقت اللہ کا ذکر جاری رہنا چاہیے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ذکر ایک نہایت جامع عبادت ہے۔ یہ تسبیح کی درمیانی ڈوری کی مانند ہے جس پر تمام موتی پرو دیے گئے ہوں۔

(2)۔ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَثَلُ الَّذِيْ يَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِيْ لَا يَذْكُرُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ (مسلم:۱۸۲۳، بخاری:۶۴۰۷)۔

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے رب کا ذکر کرنے والا زندہ کی طرح ہے اور ذکر نہ کرنے والا مردہ کی طرح ہے۔

(3)۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ (مسلم:۶۸۵۵، ترمذی:۳۳۷۸، ابن ماجہ:۳۷۹۱)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب بھی کچھ لوگ مل کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو فرشتے ان کا گھیراؤ کر لیتے ہیں۔ رحمت ان پر چھا

Islam The World Religion

جاتی ہے۔ان پر سکون نازل کر دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرشتوں میں ان کا ذکر کرتا ہے۔

اس حدیث میں اجتماعی ذکر کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔فرشتوں اور رحمتِ خداوندی کا گھیراؤ، نزولِ سکینہ اور بندوں کا مذکورِ خدا بن جانا بلاشبہ بڑی فضیلت کی باتیں ہیں۔

(4)۔ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ وَاَزْکٰھَا عِنْدَ مَلِیْکِکُمْ وَاَرْفَعِھَا فِیْ دَرَجٰتِکُمْ وَخَیْرٍ لَّکُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّھَبِ وَالْوَرَقِ وَخَیْرٍ لَّکُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّکُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَھُمْ وَیَضْرِبُوْا اَعْنَاقَکُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ ذِکْرُاللہِ

(ترمذی:۳۳۷۷،ابن ماجہ:۳۷۹۰،مسندِ احمد:۲۷۵۹۳)۔

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں بہترین عمل بتاؤں جو تمہارے اعمال سے افضل ہو، تمہارے مالک کو سب سے زیادہ پسند ہو، اور تمہارے درجات کو سب سے زیادہ بلند کرنے والا ہو، اور تمہارے لیے سونا اور چاندی کی خیرات کرنے سے بہتر ہو، کفار کی گردنیں کاٹنے اور ان سے اپنی گردنیں کٹوانے سے بھی افضل ہو۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضور بتائیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ اللہ کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں ذکر کو تمام اعمال سے افضل، خدا کا پسندیدہ ترین عمل، رفع درجات کا باعث، سونے چاندی کی خیرات سے بڑھ کر اور حتی کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے کرتے شہید ہو جانے سے بھی افضل قرار دیا گیا ہے۔

ایک شُبہ کا ازالہ

یہاں قارئین کے ذہن میں یہ تعجب آ سکتا ہے کہ ذکرِ الٰہی، جہاد اور شہادت سے افضل کیسے ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تلوار کا جہاد جہادِ اصغر ہے جبکہ ذکر میں لَآ اِلٰہَ کی تلوار کے ذریعے نفس اور شیطان جیسے گُرگوں کے خلاف جہاد کیا جاتا ہے۔اسی لیے اس جہاد کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہادِ اکبر قرار دیا ہے (کنز العمال)۔ایک اور حدیث میں ہے کہ: اَلْمُجَاھِدُ مَنْ جَاھَدَ نَفْسَہٗ یعنی بڑا مجاہد وہ ہے جس نے اپنے نفس کے خلاف جہاد کیا (شعب الایمان للبیہقی:۱۱۱۲۲، مسندِ احمد:۲۴۰۱۳)۔

جہادِ اصغر کا قتیل اگر شہید ہے تو جہادِ اکبر کا قتیل درجہ شہادت میں یقیناً فائق ہوگا۔

ترکِ ذکر پر وعیدیں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ یعنی جو اللہ کے ذکر کو چھوڑ دیتا ہے ہم اس پر شیطان مسلّط کر دیتے ہیں پھر وہ اسے مشورے دیتا ہے (الزخرف:۳۶)۔

گویا جو شخص اللہ کے ذکر میں غفلت کرے اس کا مشیر اور رہبر شیطان ہوتا ہے۔ مولا علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کا یہ فرمان اس آیت کی بہترین تفسیر ہے۔ آپ نے فرمایا: مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ شَيْخاً فَشَيْخَهٗ شَيْطَانٌ (صوفیا نے اسے حدیثِ مرفوع لکھا ہے جبکہ محدثین نے اسے مولا علی تک موقوف قرار دیا ہے) مراد یہ ہے کہ جس شخص کا کوئی مرشد نہ ہو (جس سے وہ ذکر اخذ کرے) اس کا مرشد شیطان ہے۔

محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی اس امر کی خوب وضاحت فرمائی ہے۔

(1)۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةً وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْطَجِعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ (ابوداؤد:۴۸۵۶)۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کہ جو شخص کہیں بیٹھا اور اپنے بیٹھنے کے دوران اس نے اللہ کا ذکر نہ کیا تو اس پر اللہ کی طرف سے افسوس ہے۔ اور جو شخص لیٹا اور اس نے اپنے لیٹنے کے دوران اللہ کا ذکر نہ کیا تو اس پر بھی اللہ کی طرف سے افسوس ہے۔

(2)۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُوْمُوْنَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ فِيْهِ إِلَّا قَامُوْا عَنْ مِّثْلِ جِيْفَةِ حِمَارٍ وَكَانَتْ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً (ابوداؤد:۴۸۵۵)۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ: جو لوگ کسی محفل میں جمع ہو کر اللہ کا ذکر کیے بغیر اٹھ جاتے ہیں ان کی مثال ایسے ہے جیسے وہ مردار گدھے پر سے اٹھ کر چلے گئے ہوں۔ اور یہ بات ان کے لیے حسرت اور پشیمانی کا باعث ہوگی۔

Islam The World Religion

(3)۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : مَاجَلَسَ قَوْمٌ مَّجْلَساً لَمْ یَذْکُرُوااللّٰہَ فِیْہِ وَلَمْ یُصَلُّوْا عَلٰی نَبِیِّہِمْ اِلَّا کَانَ عَلَیْہِمْ تِرَۃٌ فَاِنْ شَاءَ عَذَّبَہُمْ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَلَہُمْ (ترمذی:۳۳۸۰)۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کچھ لوگ کسی جگہ اکٹھے بیٹھتے ہیں اور اللہ کا ذکر نہیں کرتے اور اپنے نبی پر درود نہیں پڑھتے تو یہ بات ان کے لیے حسرت وافسوس کا باعث ہوگی۔ اللہ کی مرضی ہے کہ انہیں بخش دے یا عذاب دے۔

قلب کی اس حالتِ غفلت کو قرآن قساوتِ قلب سے تعبیر فرماتا ہے: فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَۃِ قُلُوْبُہُمْ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ یعنی خرابی ہے ان دلوں کے لیے جو اللہ کا ذکر ترک کرنے کی وجہ سے سخت ہو چکے ہیں (الزمر:۲۲)۔

ذاکرین کے مراتب

(1)۔ اطمینانِ قلب

انسان کا محبوبِ حقیقی دراصل اللہ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ہے۔ جب تک انسان اپنے اس محبوب کی طرف رجوع نہیں کرتا، اس کا قلب مضطرب رہتا ہے۔ خواہ اس اضطراب کا انسان کو شعور ہو یا نہ ہو لیکن جب وہ اتفاقاً یا شعوری طور پر کہیں یادِ الٰہی میں مشغول ہو جائے یا کسی ذکر کرنے والے کی صحبت میں چند لمحے بیٹھ جائے تو اس کے قلب کی پیاس بجھنے لگتی ہے اور وہ ایک اطمینان سا محسوس کرنے لگتا ہے۔ دنیا کے تمام ڈاکٹر اور طبیب جس مرض کا علاج تو کیا محض اس کی تشخیص تک نہ کر سکے، ذکر کی برکت سے اس کا درماں میسر آنے لگتا ہے۔ انسان ہزار پریشانیوں اور نفسیاتی الجھنوں سے بری ہو کر خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ دل کی لو جس ذات کے ساتھ ازل سے لگ چکی ہے اسی کا نام اطمینان وتسکین فراہم کرتا ہے۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ سُنیا دل میرے
نِت قَالُوْا بَلٰی کوکیندی ہو

Islam The World Religion

حُب وطن دی غالب ہوئی
ہک پل سَون نہ دیندی ہو

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ عرصہ دراز تک عقلیات میں پھنسے رہے مگر بالآخر اگر اطمینان نصیب ہوا تو صحبتِ ذاکرین اور نگاہِ ولی سے ہوا۔

قرآنِ مجید نے ان تمام حقائق کو چند لفظوں میں بیان کر دیا ہے: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ یعنی خبردار! اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے(الرعد:۲۸)۔

(2)۔صفائے قلب

اطمینانِ قلب کے بعد قلب کی صفائی اور صقالت کا درجہ ہے۔ اللہ کا ذکر قلب کے زنگ کو کھرچنے کے لیے ریتی کا کام دیتا ہے۔ دل کے دروازے پر پڑا ہوا پرانے سے پرانا زنگ آلود تالا بھی اسم اللہ کی ضرب سے ٹوٹ جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةٌ وَصِقَالَةُ الْقَلْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ یعنی ہر چیز کی صفائی کے لیے آلہ ہوتا ہے اور قلب کی صفائی کا آلہ اللہ کا ذکر ہے(مشکوٰۃ:۲۲۸۶وعزاہ الی البیہقی فی الدعوات الکبیر)۔

(3)۔ارتقاءِ قلب

ارتقاءِ قلب سے مراد قلب کی کیفیت کا ارتقاء ہے۔ قلب کی صفائی کے بعد قلب فیض پذیر ہونے لگتا ہے۔ قربِ خداوندی کے مراحل طے کرنے لگتا ہے۔ یہ فیض طالبِ سلوک کے ظرف اور برداشت کے مطابق آہستہ آہستہ اس کے قلب پر وارد کیا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت حنظلہ اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما دونوں مل کر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت حنظلہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں منافق ہو گیا ہوں۔ حضور کریم ﷺ نے فرمایا: کیا کہہ رہے ہو؟ عرض کیا حضور جب آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں تو قلب کی کیفیت اچھی ہوتی ہے مگر جب آپ سے دور ہوتے ہیں تو دنیا کا غلبہ ہو جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰى مَا تَكُوْنُوْنَ عِنْدِيْ وَفِي الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ عَلٰى فُرُشِكُمْ وَفِيْ طُرُقِكُمْ وَلٰكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً سَاعَةً ثَلٰثَ مَرَّاتٍ (مسلم:۶۹۶۶)۔

Islam The World Religion

ترجمہ: اگر تمہاری کیفیت ہر وقت وہی رہے جو میرے پاس اور ذکر کے دوران ہوتی ہے تو فرشتے تمہارے بستروں اور راستوں پر اتر کر تم سے مصافحہ کیا کریں۔ حنظلہ! بہتر یہی ہے کہ آہستہ آہستہ فیض ملے۔ آپ نے تین مرتبہ یہی فرمایا۔

اس حدیث میں ''عِنۡدِیۡ وَفِی الذِّکۡرِ'' کے الفاظ قابل غور ہیں اور پھر سَاعَۃً وَسَاعَۃً بھی قابل غور ہیں۔ آخر وہ کون سا انقلاب تھا جو محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہی اور محفل ذکر میں قدم رکھتے ہی صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دلوں میں برپا ہو جاتا تھا۔ اور آخر وہ کون سا سیلاب تھا جس کے تلاطم میں آہستگی پیدا کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ آہستہ آہستہ کے الفاظ بار بار دہرا رہے ہیں۔

''لَوۡتَدُوۡمُوۡنَ'' سے ظاہر ہے کہ قلبی کیفیات میں یہ تبدیلی حکمت و مصلحت پر مبنی ہوتی ہے۔ قلب کی ان دو حالتوں کو تصوف کی اصطلاح میں قبض اور بسط کہتے ہیں۔

(4)۔ فنا و انتہائے قرب

قبض اور بسط کی ان کیفیات کے ذریعے قلب کا ارتقاء وصلِ الٰہی پر انتہا پذیر ہوتا ہے۔ وصل سے مراد یہ ہے کہ بندہ اپنی ذات کی مکمل طور پر نفی کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود اس بندے کے اعضاء بن جاتا ہے اور بندہ خدائی اعضاء کی قوت و طاقت کے ذریعے عمل کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جب دشمن پر کنکریاں پھینکیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی یعنی اے محبوب جب آپ نے کنکریاں پھینکیں تو یہ آپ نے نہیں پھینکیں بلکہ اللہ نے پھینکیں (الانفال:۱۷)۔

صحابہ کرام نے حدیبیہ کے موقع پر جب محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے دستِ اقدس پر بیعت کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡھِمۡ یعنی جو لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے (الفتح:۱۰)۔

ایک حدیثِ قدسی میں اس مقام کو قدرے وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے: مَا یَزَالُ عَبۡدِیۡ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحۡبَبۡتُہٗ فَاِذَا اَحۡبَبۡتُہٗ

Islam The World Religion

فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا یعنی میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرے قریب آتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان، آنکھیں، ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں۔ وہ مجھ سے سنتا، دیکھتا، پکڑتا اور چلتا ہے (بخاری: ۶۵۰۲)۔

بقول حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ:

ایہہ تن رب سچے دا حجرہ، وچ پا فقیرا جھاتی ہو
ناں کر منت خواج خضر دی، تیرے اندر آب حیاتی ہو
عشق دا ڈیوا بال ہنیرے، مت لبھی جھوک کھڑاتی ہو
مرن تھیں اگے مردے باہو، جنہاں حق دی رمز پچھاتی ہو

(5)۔ بقاو عبدیت

جب انسان اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہو جاتا ہے تو اگر وہ اسی فنا میں رک جائے تو اسے مجذوب کہتے ہیں۔ اور اگر وہاں سے لوٹ کر مقامِ عبدیت پر اتر آئے تو اسے سالک کہتے ہیں۔ عارف لوگ جو لطف و لذت عبدیت میں محسوس کرتے ہیں، فنائیت میں وہ لطف نہیں۔ ایسی عبدیت کو ہوش اور صحو کہا جاتا ہے۔ یہی سنتِ انبیاء علیہم السلام ہے۔ یہیں پہنچ کر صحیح معنی میں شریعت پر عمل شروع ہوتا ہے۔ اتباعِ سنت کی چاشنی صرف اور صرف انہی لوگوں کو کماحقہٗ معلوم ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ہر ادا کو اپنانے کی اہمیت یہی لوگ سمجھتے ہیں۔ سنت ایسے لوگوں کے خُلق میں داخل ہو جاتی ہے وہ اس پر بلا تکلف عمل کرتے ہیں۔ محبوب کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ انہیں ایسا تعلق اور ربط حاصل ہو جاتا ہے کہ یہ جو عمل بھی کرتے ہیں وہ ہی سنت ہوتا ہے۔

اس مقام پر پہنچ کر بندہ مذکورِ خدا ٹھہرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس کے چرچے کرتا ہے۔ مخلوقِ خدا اس بندے کے ذکر اور محبت میں لگ جاتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے: اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ فَقَالَ اِنِّيْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّهُ قَالَ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ ثُمَّ يُنَادِيْ فِي السَّمَآءِ فَيَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ اَهْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقُبُوْلُ فِي الْاَرْضِ (مسلم:

Islam The World Religion

٦٧٠٥)۔

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو لہٰذا جبریل امین اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر آسمان میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ فلاں شخص سے محبت فرماتا ہے لہٰذا سب اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اس کے بعد زمین میں بھی اسے مقبولیت بخش دی جاتی ہے۔

یہاں فَاذْكُرُونِيٓ اَذْكُرْكُمْ کا کامل مظاہرہ ہوتا ہے۔ یعنی تم میرا ذکر کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔ اسی کے متعلق حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ:

متاعِ بے بہا ہے درد و سوزِ آرزو مندی
مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ کا ذکر

تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اسی کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ کی تبلیغ فرمائی ہے اور اپنی اپنی اُمتوں کو تلقین فرمائی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا یعنی ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کی طرف یہ وحی بھیجی کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ (الانبیآء:۲۵)۔

قرآن شریف میں کہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ، کہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، کہیں لَا اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا، کہیں لَا اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ وغیرہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ ان سب کا مفہوم ایک ہی ہے یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ۔

حدیث شریف میں بھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ کو تمام اذکار سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا: اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ (ترمذی: ۳۳۸۳، ابن ماجہ: ۳۸۰۰)۔ طریقت کے تمام سلاسل میں اس ذکر کو یکساں مقبولیت حاصل ہے، مبتدی سے لیکر منتہی تک کے لیے کارگر ہے۔

حضرت پیر سائیں محمد راشد روضے دھنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''طالب کو اولاً ذکر لسانی میں ذوق حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد ذکر قلبی سے، پھر فکر سے، پھر قرآن مجید کی تلاوت

Islam The World Religion

سے، پھر درود شریف سے، اس کے بعد تہلیل سے۔ اس طرح اسکا ذوق درجہ بدرجہ ترقی پذیر رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اشغال میں آخری شغل تہلیل ہے۔ یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنا'' (ملفوظات شریف اردو صفحہ ۶۳)۔

اے میرے بھائی! اس کتاب کو پڑھنے کے بعد یہ کوشش کریں کہ آپ کی زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہے۔ بلکہ کسی مرشدِ کامل سے ذکر کی اجازت حاصل کریں اور اگر آپ نے مرشدِ کامل سے ذکر اخذ کرلیا ہے تو پھر اس گوہرِ بے بہا کی قدر کریں اور کبھی اس سے غافل نہ ہوں۔

وَصَلَّى اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَسَلَّمْ

☆......☆......☆

Islam The World Religion

استغفار

انسان جب اپنی ذات سے لے کر آفاق تک کا جائزہ لیتا ہے تو اسکی نظر سب سے پہلے اپنی ذات پر پڑتی ہے۔ پھر اپنے اہلِ خانہ اور گھر بار پر، پھر علاقے اور ملک پر، پھر پوری دنیا اور پھر موت کے بعد کی زندگی پر۔ آج اہلِ اسلام کو ان تمام سطحوں پر جن پریشانیوں کا سامنا ہے۔ ذیل میں ہم ہر مشکل کے لیے الگ عنوان قائم کر کے اسکا حل قرآن و سنت کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔

جسمانی امراض

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ یعنی تمہیں جو مصیبت بھی آتی ہے وہ تمہارے اپنے اعمال کی وجہ سے آتی ہے اور بہت سے گناہ تو اللہ تعالیٰ ویسے ہی معاف فرما دیتا ہے (الشوریٰ: ۳۰)۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا مِنْ خَدْشِ عُوْدٍ وَلَا عَثْرَةِ قَدَمٍ وَلَا اِخْتِلَاجِ عِرْقٍ اِلَّا بِذَنْبٍ یعنی اللہ کی قسم اگر کسی کو خارش بھی ہوتی ہے یا کسی کا قدم بھی لڑکھڑاتا ہے یا کسی کی رگ بھی پھڑکتی ہے تو یہ سب کچھ کسی نہ کسی گناہ کیوجہ سے ہوتا ہے (خازن ۴ / ۹۸)۔ اور ظاہر ہے کہ گناہوں کا ازالہ و تدارک توبہ و استغفار ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا یعنی جو برا عمل کرے یا اپنے اوپر ظلم کر بیٹھے، پھر اللہ سے معافی مانگے تو اللہ کو معاف کرنے والا مہربان پائے گا (النسآء: ۱۱۰)۔

دوسری جگہ فرماتا ہے: وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ یعنی اللہ ایسا نہیں ہے کہ یہ استغفار کر رہے ہوں اور وہ انہیں عذاب دینے لگے (الانفال: ۳۳)۔

استدراک

یہاں قاری کے ذہن میں یہ سوال آ سکتا ہے کہ جب گناہوں کی سزا دنیا میں ہی مل گئی تو پھر آخرت میں کس بات پر سزا ملے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیوی تکالیف اخروی عذاب کی

Islam The World Religion

محض جھلک ہیں۔ دنیا میں تکلیف دینے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس سے اخروی عذاب کی شدت کا اندازہ کرلیں اور برے اعمال سے باز رہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ یعنی ہم انہیں بڑے عذاب سے پہلے چھوٹا عذاب ضرور چکھائیں گے تاکہ یہ باز آجائیں (السجدہ:۲۱)۔

ایک اور جگہ فرماتا ہے: كَذَٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ یعنی ایسا ہوتا ہے عذاب اور آخرت کا عذاب تو اور بھی بڑا ہے (القلم:۳۳)۔

تنگدستی اور گھریلو مشکلات

محبوب کریم ﷺ نے فرمایا: مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ یعنی جس نے استغفار کو لازم پکڑا۔ اللہ تعالیٰ اسے ہر تنگی سے نکال دے گا۔ اور ہر مشکل آسان کردیگا اور اسے وہاں سے رزق دیگا جہاں سے وہ سوچ بھی نہیں سکتا (مسندِ احمد:۲۲۳۸، ابوداؤد:۱۵۱۸، ابن ماجہ:۳۸۱۹)۔

گویا یہ تنگدستی اور مشکلات بھی کسی نہ کسی درجے میں ہمارے ذنوب ہی کا نتیجہ ہیں اور اس کا بہترین علاج استغفار ہے۔

حکمرانوں کی زیادتیاں

اچھے یا برے حکمران بھی ہمارے ہی اعمال کے نتیجے میں برسرِ اقتدار آتے ہیں۔ حضور محبوب کریم ﷺ نے فرمایا: كَمَا تَكُونُونَ كَذَٰلِكَ يُؤَمَّرُ عَلَيْكُمْ یعنی جیسے تم خود ہوگے ویسے ہی تمہارے اوپر حکمران آئیں گے (شعب الایمان للبیہقی:۷۳۹۲، مشکوٰۃ:۳۷۱۷)۔

ایک حدیثِ قدسی کے یہ الفاظ ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔ حکمرانوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں، جب لوگوں کے اعمال اچھے ہوتے ہیں تو میں حکمرانوں کے دل انکے حق میں نرم کردیتا ہوں اور جب لوگ میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں حکمرانوں کے دل ان کے لیے سخت کردیتا ہوں۔ اور جب تم حکمرانوں کو سختی کرتا ہوا دیکھو تو حکمرانوں کے خلاف کارروائی کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا بلکہ ایسے

Islam The World Religion

موقع پر میرے ذکر میں اور میرے سامنے آہ وزاری کرنے میں مصروف ہو جاؤ تاکہ میں تمہاری کفالت کروں (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۲/۳۸۹،مشکوۃ:۳۷۲۱)۔اس حدیثِ پاک میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کے سامنے آہ وزاری دونوں چیزوں کو یکجا بیان کر دیا گیا ہے۔

قرآنِ مجید بھی اس بات کی تائید فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ یعنی وہ لوگ جب گناہ کا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جان پر ظلم کر لیتے ہیں تو اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں (آلِ عمران:۱۳۵)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ (محمد:۱۹)۔

اس آیت میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اور استغفار دونوں کو یکجا بیان فرمایا گیا ہے۔

پوری دنیا میں فساد

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (الروم:۴۱)۔

ترجمہ: خشکی اور سمندر میں فساد لوگوں کے اعمال کیوجہ سے پھیل گیا۔تاکہ اللہ انہیں انکے اعمال کا تھوڑا سا مزہ چکھائے تاکہ یہ باز آجائیں۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت علامہ ابوالبرکات نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ نَحْوُ الْقَحْطِ وَقِلَّةِ الْاَمْطَارِ وَالرُّبْحِ فِي الزِّرَاعَاتِ وَالرُّبْحِ فِي التِّجَارَاتِ وَوُقُوْعِ الْمُوْتَانِ فِي النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَ كَثْرَةِ الْحَرْقِ وَالْغَرْقِ وَمَحْقِ الْبَرَكَاتِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (مدارک علی الخازن ۳/۴۶۵)۔

خشکی اور سمندر میں فساد پھیلنے سے مراد قحط اور بارش کی کمی، تجارت میں منافع کی کمی، زراعت میں فصلوں کی کمی، انسانوں اور جانوروں کا کثرت سے مرنا، کثرت سے جلنا اور غرق ہونا اور ہر چیز سے برکت کا اٹھ جانا ہے۔

گویا یہ سب کچھ ہمارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے اور اس مسئلے کا حل رجوع الی اللہ اور

Islam The World Religion

استغفار ہے۔

فکرِ آخرت

اُخروی فلاح کا بہت بڑا سبب توبہ و استغفار ہے۔ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا: طُوْبٰی لِمَنْ وَجَدَ فِیْ صَحِیْفَتِہٖ اِسْتِغْفَارًا کَثِیْرًا یعنی اسے خوشخبری ہو جسکے نامہِ اعمال میں کثرت سے استغفار موجود ہو (ابن ماجہ: ۳۸۱۸، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۲۸۹)۔

آپ نے دیکھ لیا کہ استغفار دنیا و آخرت میں ہر موڑ اور ہر سطح پر ضروری ہے۔ یہ ہر مرض کا علاج ہے اور ہر زہر کے لیے تریاق ہے۔

استغفار کرنے والوں کے مراتب

ہم جیسے گناہگار تو کجا، خواص اور اخص الخواص تک نے اپنے اپنے مرتبے کے مطابق استغفار فرمایا۔ حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''عوام کی توبہ خطا سے ثواب کی طرف ہوتی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَلَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ یعنی جب وہ لوگ فاحش کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اپنے گناہوں پر استغفار کرتے ہیں (آلِ عمران: ۱۳۵)۔

خواص کی توبہ چھوٹی نیکی سے بڑی نیکی کی طرف ہوتی ہے۔ جیسے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: تُبْتُ اِلَیْکَ یعنی میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں (الاحقاف: ۱۵)۔ اور محبت کی توبہ اپنے وجود سے خدا کی طرف ہوتی ہے۔ جیسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً (بخاری: ۶۳۰۷، ابن ماجہ: ۳۸۱۶، مسندِ احمد: ۸۵۱۴) یعنی میں اللہ سے ہر روز ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں (کشف المحجوب صفحہ ۳۲۵)۔

امیدِ کرم

تائب کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کو دل سے غفور اور رحیم سمجھے۔ اس مہربان ذات سے اچھا گمان رکھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ یعنی اللہ تمہیں

Islam The World Religion

عذاب دے کر کیا کرے گا؟ (النساء: ۱۴۷)۔

اللہ تعالیٰ ہر گناہگار کو توبہ کی دعوت دیتا ہے اور ہر تائب کی توبہ قبول کرنیکا وعدہ فرماتا ہے۔ وہ تو یہاں تک فرماتا ہے کہ ''یہ ہو نہیں سکتا کہ تم توبہ کرو اور اللہ تمہیں عذاب دے'' (الانفال: ۳۳ کا حاصل)۔ حدیث شریف میں ہے: اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ یعنی گناہ سے توبہ کرنیوالا ایسے ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں (ابن ماجہ: ۴۲۵۰، شعب الایمان للبیہقی: ۷۰۴۰)۔

سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَلٰی عَفْوِہٖ بَعْدَ قُدْرَتِہٖ وَعَلٰی حِلْمِہٖ بَعْدَ عِلْمِہٖ

اِستغفار کے الفاظ

(1)۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ (مسلم: ۱۳۳۴، ابوداؤد: ۱۵۱۳، ترمذی: ۳۰۰، نسائی: ۱۳۳۷، ابن ماجہ: ۹۲۸)۔

(2)۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ (ترمذی: ۳۵۷۷، ابوداؤد: ۱۵۱۷)۔

(3)۔ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ (ابوداؤد: ۱۵۱۶، ترمذی: ۳۴۳۴، ابن ماجہ: ۳۸۱۴، مسند احمد: ۴۷۲۵)۔

(4)۔ مندرجہ ذیل استغفار کو محبوب کریم ﷺ نے استغفاروں کا بادشاہ قرار دیا ہے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ (بخاری: ۶۳۰۶، ترمذی: ۳۳۹۳، نسائی: ۵۵۲۲)۔

(5)۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (الانبیا: ۸۷)۔

اِن الفاظ کے علاوہ بھی بے شمار الفاظ قرآن وحدیث میں بیان ہوئے ہیں۔ محض مطالعہ کرنے والوں کے لیے دفتروں کے دفتر بھی کم ہیں لیکن عمل پیرا ہونے والوں کے لیے اتنا کچھ بہت ہے۔

Islam The World Religion

اے میرے بھائیو! اس تحریر کو پڑھ لینے کے بعد سچے دل سے توبہ کریں۔ گناہوں سے باز آ جائیں اور اللہ جَلَّ مجدہٗ اور اس کے حبیب کریم ﷺ کے دروازے سے چمٹ جائیں۔ انسان خطا کا پتلا ہے اگر خدانخواستہ آئندہ کبھی خطا سرزد ہو جائے تو فوراً اپنے آقا و مولا کی طرف رجوع کریں۔

وَمَا التَّوْفِيْقُ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہِ الْکَرِیْمِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ

وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ اَجْمَعِیْنَ

☆......☆......☆

Islam The World Religion

دُعا

دُعا کے لفظی معنی ہیں ''پکارنا''۔ یہ تقریباً ندا کا ہم معنی ہے۔ یہ لفظ موقع محل کے مطابق مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

مثلاً آواز لگانا جیسے اس آیت میں ہے: كَمَثَلِ الَّذِىْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً (البقرۃ:۱۷۱)۔

یا نام لینا جیسے اس آیت میں ہے: لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضاً (النور:۶۳)۔

یا پوچھنا اور سوال کرنا جیسے اس آیت میں ہے: قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ (البقرہ: ۶۸)۔

یا مدد مانگنا جیسے اس آیت میں ہے: اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ (الانعام:۴۰)۔

یا رغبت دلانا جیسے اس آیت میں ہے: وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ (یونس:۲۵)۔

یا طلب کرنا جیسے اس آیت میں ہے: وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (فصلت:۳۱)۔

یا عبادت کرنا جیسے اس آیت میں ہے: فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَداً (الجن:۱۸)۔

یا فخریہ دعوی کرنا جیسے اس آیت میں ہے: فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَأْسُنَآ (الاعراف:۵)۔

یا دعا مانگنا جیسے اس آیت میں ہے: هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ (آلِ عمران:۳۸)۔

تقریباً یہ ساری تفصیل مفرداتِ راغب صفحہ ۱۷۰ پر موجود ہے۔ ان متعدد معانی میں سے ایک معنی کو دوسری جگہ فٹ کر دینا بہت بڑی خطا اور فساد کی جڑ ہے۔

ہمارا موضوع ''دُعا'' اپنے معروف معنی میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا۔

دُعا مانگنے کا حکم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اُدْعُوْنِىْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ یعنی مجھ سے دُعا مانگو میں قبول کروں گا (المؤمن:۶۰)۔

Islam The World Religion

اورفرمایا: وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ یعنی خوف اور طمع کی حالت میں اس سے دعا کرو بیشک اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہے(الاعراف:۵۶)۔

اورفرمایا: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ یعنی اپنے رب سے گڑ گڑا کر دعا کرو اور چپکے چپکے دعا کرو۔ بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا (الاعراف:۵۵)۔

حبیب رب العلمین ﷺ نے فرمایا: مَنْ لَمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ یعنی جو اللہ سے سوال نہ کرے اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے(ترمذی:۳۴۳۳)۔

اورفرمایا: سَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّسْئَلَ وَاَفْضَلُ الْعِبَادَةِ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ یعنی اللہ سے اس کا فضل مانگو۔ اللہ کو پسند ہے کہ لوگ اس سے سوال کریں اور بہترین عبادت یہ ہے کہ اسکی عطا کا انتظار کیا جائے(ترمذی:۳۵۷۱)۔

مولانا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

گر نہ گرید طفل کے جوشد لبن   گر نہ گرید ابر کے خندد چمن
طفلِ یک روزہ ہمیں داند طریق   کہ بگریم تا رسد دایہ شفیق

ترجمہ: اگر بچہ نہ روئے تو دودھ کیسے جوش مارے۔ اگر بادل نہ روئے تو باغ کیسے ہنسے۔ ایک دن کا بچہ بھی یہ طریقہ جانتا ہے کہ میں روؤں تا کہ مہربان ماں دودھ پلانے کے لیے آئے۔

دعا کی فضیلت

سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ فُتِحَ لَهٗ مِنْكُمْ بَابُ الدُّعَآءِ فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ وَمَا سُئِلَ اللّٰهُ شَيْئًا يَعْنِيْ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَنْ يُّسْئَلَ الْعَافِيَةَ یعنی تم میں سے جس پر دعا کا دروازہ کھولا گیا اس پر رحمت کے دروازے کھل گئے۔ اللہ کو سب سے زیادہ پسند یہ ہے کہ اس سے عافیت طلب کی جائے(ترمذی:۳۵۴۸)۔

اورفرمایا: اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ یعنی دعا عبادت کا مغز ہے(ترمذی:۳۳۷۱)

اورفرمایا: اِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ اَنْ

Islam The World Religion

يَرُدَّهُمَا صِفْرًا یعنی بیشک تمہارا رب حیا والا کریم ہے۔اسکو اپنے بندے کے اٹھے ہوئے ہاتھ خالی لوٹانے سے حیا آتی ہے (ابوداؤد:۱۴۸۸،ترمذی:۳۵۵۶،ابن ماجہ:۳۸۶۵)۔

دعا مانگنے کے آداب

حدیث شریف میں ہے کہ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَآءِ وَيَدَعُ مَاسِوٰى ذٰلِكَ یعنی نبی کریم ﷺ جامع دعا کو پسند فرماتے اور اس کے علاوہ کو چھوڑ دیتے تھے (ابوداؤد:۱۴۸۲)۔

اِنَّ اَسْرَعَ الدُّعَآءِ اِجَابَةً دَعْوَةُ الْغَائِبِ لِلْغَائِبِ یعنی سب سے جلدی قبول ہونے والی دعا وہ ہے جو کسی کی غیر موجودگی میں کی جائے (ابوداؤد:۱۵۳۵،ترمذی:۱۹۸۰)۔

اُدْعُوا اللهَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللهَ لَا يَسْتَجِيْبُ دُعَآءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ یعنی قبولیت کے یقین کے ساتھ اللہ سے دعا مانگو۔جان لو کہ اللہ تعالیٰ غفلت اور لاپرواہی سے مانگی گئی دعا کو قبول نہیں فرماتا (ترمذی:۳۴۷۹)۔

يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَالَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ مَا لَمْ يَسْتَعْجِلْ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللهِ مَا الْاِسْتِعْجَالُ قَالَ يَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ رَبِّيْ وَ قَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ اَرَ يُسْتَجَابُ لِيْ فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ وَيَدَعُ الدُّعَآءَ یعنی بندے کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی رہتی ہے جب تک وہ گناہ اور قطع رحم کی دعا نہ مانگے اور جب تک جلد بازی نہ کرے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ جلد بازی کیا ہے۔فرمایا بندہ کہے کہ میں نے بار بار دعا کی ہے مگر میری دعا قبول نہیں ہوئی۔ایسی حالت میں تنگ آ کر دعا چھوڑ دے تو یہ جلد بازی ہے (مسلم:۶۹۳۶)۔

ثَلَاثَةٌ لَاتُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ حِيْنَ يُفْطِرُ وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ يَرْفَعُهَا اللهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَتُفْتَحُ لَهَا اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَيَقُوْلُ الرَّبُّ وَعِزَّتِيْ لَاَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِيْنٍ یعنی تین آدمی ایسے ہیں جن کی دعا رد نہیں ہوتی۔روزہ دار جب روزہ کھولنے لگے۔عادل حکمران اور مظلوم۔ان کی دعا کے لیے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ فرماتا ہے مجھے اپنی عزت کی قسم میں تمہاری ضرور مدد کرونگا خواہ کچھ دیر کے بعد سہی (ترمذی:۳۵۹۸،ابن ماجہ:۱۷۵۲)۔

Islam The World Religion

دعا قبول کیوں نہیں ہوتی؟

ہماری بعض دعائیں بظاہر مقبول نظر نہیں آتیں۔ اس کی کچھ وجوہات مذکورہ بالا احادیث میں آ چکی ہیں۔ مکمل تفصیل اس طرح ہے۔

(1)۔ بے دھیانی اور غفلت میں کی جانیوالی دعا قبول نہیں ہوتی (ترمذی:۳۴۷۹)۔

(2)۔ رزقِ حرام کھانے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی (مسلم:۲۳۴۶، ترمذی:۲۹۸۹، دارمی:۲۷۱۹، مسندِ احمد:۸۳۶۹)۔

(3)۔ اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں "وَلَوْ بَعْدَ حِيْنٍ" (ترمذی:۳۵۹۸، ابن ماجہ:۱۷۵۲)۔

(4)۔ جو کچھ مانگا جائے اس کی بجائے دوسری چیز عطا ہو جاتی ہے جو بندے کے لیے بہتر ہو (ترمذی:۳۶۰۴)۔

(5)۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرنے والوں کی دعا قبول نہیں ہوتی (ترمذی:۲۱۶۹، ابن ماجہ:۴۰۰۴، مسندِ احمد:۲۳۳۶۳)۔

(6)۔ دعا کے ساتھ درود شریف نہ پڑھا جائے تو پھر بھی دعا قبول نہیں ہوتی (ترمذی:۴۸۶)۔

(7)۔ جو شخص مشکل میں مدد چاہتا ہو اُسے چاہیے کہ آسانی کے وقت میں کثرت سے دعا کیا کرے (ترمذی:۳۳۸۲)۔

اور کہاں جائیں؟

دعا بذاتِ خود ایک عبادت ہے۔ دعا میں جو کچھ مانگا وہ ملے نہ ملے، دعا بہر حال کرتے رہنا چاہیے۔ اپنے رب کی بارگاہ سے ہٹنا نہیں چاہیے اور جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔

دو بزرگ حج کر رہے تھے۔ طوافِ کعبہ کے دوران لبّیك لبّیك کی صدائیں بلند کر رہے تھے۔ ایک بزرگ نے دوسرے سے فرمایا کہ: آپ کی لبیک کے جواب میں لَا لَبَّيْكَ (تیری کوئی لبیک نہیں) کا جواب آ رہا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں یہ جواب چالیس سال سے سن رہا ہوں۔ لیکن میں اس کا در چھوڑ کر اور کہاں جاؤں؟ حاضر رہنا میرا کام ہے۔ قبول فرمانا اس کا کام ہے۔ اُن کی اس ثابت قدمی پر فوراً اللہ کریم کی طرف سے جواب آیا کہ تمہاری یہ لبّیك بھی قبول

Islam The World Religion

ہوئی اور گزشتہ چالیس سال کی لبّیك بھی قبول ہوئی۔

مولانا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

چوں نشینی بر سرِ کوے کسے　　　عاقبت بینی تو ہم روئے کسے
گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے　　　عاقبت زاں در بروں آید سرے

ترجمہ: جب تو محبوب کے دروازے پر ڈیرہ ہی جمالے گا تو تجھے ایک دن اسکا چہرہ دیکھنا ضرور نصیب ہوگا۔ جب تو دروازے پر مسلسل دستک دیتا رہے گا تو ایک دن محبوب باہر ضرور نکلے گا۔

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جے لیلاء لیلاء نہ لہیں تاں پن لیلا ھیج
آسرو مِ لاھیج جو سجن با جھیندڑ گھٹو

ترجمہ: اگر منّت کرتے کرتے تھک جاؤ تو پھر بھی منّت ہی کرتے جاؤ۔ منّت کرتے رہنے والوں کو جب یار نوازتا ہے تو خوب نوازتا ہے۔

دعا میں توسُّل

سخت، مشکل اور مافوق العادت کاموں کے لیے اللہ تعالیٰ کو منانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کے پیاروں کا واسطہ دیا جائے اور اُنکے توسُّل سے دعا کی جائے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُ وْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا یعنی جب یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کربیٹھیں تو (اے محبوب) یہ آپکے پاس آجائیں۔ اللہ سے معافی مانگیں اور رسول انکے لیے معافی مانگے تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے (النسآء: ٦٤)۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طریقہ یہ تھا کہ اپنے مسائل اور مشکلات کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے اور ان کا حل چاہتے تھے۔

حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: فَمِنْهُمْ ذُو الْحَاجَةِ وَمِنْهُمْ ذُوا الْحَاجَتَيْنِ وَمِنْهُمْ ذُوا الْحَوَائِجِ فَيَتَشَاغَلُ بِهِمْ وَيَشْغُلُهُمْ فِيمَا يُصْلِحُهُمْ یعنی لوگوں میں کوئی ایک حاجت لیکر آتا کوئی دو حاجتیں لیکر اور کوئی کئی حاجات لیکر آتا تھا۔ آپ ﷺ سب کی

Islam The World Religion

حاجتیں پوری فرمایا کرتے تھے (شمائل ترمذی صفحہ ۲۴)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک نابینا صحابی حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ مجھے آنکھیں چاہییں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر صبر کرو تو اچھا ہے۔ انہوں نے عرض کیا مجھے آنکھیں ہی چاہییں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تازہ وضو کرو اور دو رکعت پڑھ کر یہ دعا کرو۔ صحابی نے اسی طرح کیا اور آنکھیں درست ہوگئیں۔ دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتُوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَةِ یَانَبِیَّ اللهِ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ یعنی اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی رحمت محمد کے ذریعے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ یا نبی اللہ میں آپکا وسیلہ لیکر اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تا کہ میری یہ حاجت پوری ہو۔ اے اللہ! میرے بارے میں اپنے نبی کی شفاعت قبول فرما (ترمذی: ۳۵۷۸، ابن ماجہ: ۱۳۸۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۴۹۵)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل، اُمت کا طریقہ چلا آ رہا ہے۔ مذکورہ بالا حدیث کے راوی حضرت عثمان بن حُنَیف رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک آدمی بار بار حضرت عثمان کی خدمت میں کسی کام کے لیے حاضر ہوتا تھا مگر اس کی بات نہیں سنی جاتی تھی۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے اسے مشورہ دیا کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ والی یہی دعا پڑھ کر حضرت عثمان غنی کے پاس جاؤ۔ وہ آدمی یہی دعا پڑھ کر حضرت عثمان کے دروازے پر گیا تو دربان نے آکر آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور حضرت عثمان کے پاس لے گیا۔ انہوں نے اسے اپنے پاس چٹائی پر بٹھا لیا اور حاجت پوچھی۔ اس نے اپنی حاجت بتائی اور آپ نے اس کی حاجت پوری کردی۔ پھر فرمایا کہ تم نے مجھے اپنا مسئلہ پہلے کیوں نہیں بتایا؟ آئندہ بھی اگر کوئی مسئلہ ہو تو فوراً آجایا کرو۔ پھر وہ آدمی وہاں سے نکلا اور حضرت عثمان بن حنیف کے پاس آکر یہ دعا سکھانے کا شکریہ ادا کیا (المعجم الصغیر للطبرانی ۱/ ۱۸۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۲۳۲)۔

محمد بن حرب فرماتے ہیں کہ: میں قبرِ انور کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اَعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا، یا خیر الرّسل اللہ تعالیٰ نے آپ پر سچی کتاب نازل فرمائی

Islam The World Religion

جس میں ارشاد فرمایا ہے: **وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا** ، یعنی میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور اپنے رب کے حضور میں آپکے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں۔ پھر دو شعر پڑھے:

اَتَيْتُكَ رَاجِلاً وَوَدِدْتُ اَنِّي   مَلَكْتُ سَوَادَ عَيْنِيْ أُمْتَطِيْهِ
وَمَالِيْ لَا أَسِيْرُ عَلَى الْمَسَاقِيْ   اِلٰى قَبْرٍ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِيْهِ

ترجمہ: ''میں پیدل چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ لطف نہیں آیا۔ کاش میری پلکیں میرا کہنا مانتیں اور میں پلکوں پر سوار ہو کر حاضر ہوتا'' (الوفا صفحہ ۸۰۱)۔

بلکہ نور الایضاح جو ایک درسی کتاب ہے اور احناف کے تمام مدارس میں سبقاً پڑھائی جاتی ہے اس میں پوری امت کو یہی طریقہ سکھایا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں **وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا** پوری آیت پڑھ کر آپ ﷺ سے براہِ راست شفاعت کا طلبگار ہو۔ اور کہے **اَلشَّفَاعَةَ اَلشَّفَاعَةَ اَلشَّفَاعَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ** (نور الایضاح صفحہ ۱۹۱)۔

حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے روضہ اقدس پر جا کر بارش کیلیے عرض کیا۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں خواب میں فرمایا کہ بارش ضرور ہوگی۔ عمر کو میرا اسلام کہنا اور اُنہیں کہنا کہ احتیاط سے کام لیں (ابن ابی شیبۃ ۷/ ۴۸۲، دلائل النبوۃ للبیہقی ۷/ ۴۷)۔

ایک مرتبہ بارش نہیں ہو رہی تھی۔ لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ مسئلہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کی قبرِ انور میں آسمان کی طرف سوراخ کر دو۔ جلوہِ محبوب کو بے حجاب دیکھ کر ابرِ رحمت برسنے لگا (سنن الدارمی: ۹۳، الوفا ۲/ ۸۰۱)۔

ایک شخص نے سو قتل کیے تھے۔ معافی حاصل کرنے کے لیے اللہ والوں کے پاس جا رہا تھا کہ راستے میں ہی فوت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے بخش دیا (بخاری: ۳۴۷۰، مسلم: ۷۰۰۸، ابن ماجہ: ۲۶۲۶)۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا کی (بخاری: ۱۰۱۰، صحیح ابن حبان: ۲۸۶۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۴۳۷)۔

حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ نبی کریم ﷺ کے وسیلے سے قبول ہوئی

Islam The World Religion

(مستدرکِ حاکم:۴۲۸۱،المعجم الاوسط للطبرانی:۶۵۰۲،الوفا صفحہ ۳۳،الشفاء جلد ا صفحہ ۱۰۴، المعجم الصغیر للطبرانی جلد ۲ صفحہ ۸۲)۔

نبی کریم ﷺ کی اس دنیا میں تشریف آوری سے پہلے اہلِ حق آپ کے وسیلے سے دعائیں کرتے تھے۔ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا یعنی یہ لوگ کافروں کے مقابلے پر (آپ کے وسیلے سے) فتح حاصل کیا کرتے تھے (البقرہ:۸۹)۔

نبی اور غیر نبی سے حیاتِ ظاہریہ میں اور بعد از وصال ہر حال میں توسل ثابت ہوا۔ یہ توسل مباح ہے۔ مباح ہونے کے لیے ممانعت کا نہ ہونا ہی ثبوت ہے۔ چہ جائیکہ بے شمار دلائل اور مضبوط براہین سے اس کا ثبوت مل رہا ہے۔

چند دُعائیں

(1)۔ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ یعنی اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا (البقرہ:۲۰۱)۔

(2)۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ یعنی اے ہمارے رب ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر۔ ہمیں اپنی خاص رحمت سے نواز بیشک تو خاص نوازنے والا ہے (آلِ عمران:۸)۔

(3)۔ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي یعنی اے میرے رب میرے لیے میرے سینے کو کھول دے اور میرے لیے میرا کام آسان کردے اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ یہ میری بات سمجھیں (طٰہٰ:۲۵تا۲۸)۔

(4)۔ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا یعنی اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما (طٰہٰ:۱۱۴)۔

(5)۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي وَجَهْلِي وَإِسْرَافِي فِي أَمْرِي وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي جِدِّي وَهَزْلِي وَخَطَئِي وَعَمْدِي وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِي اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ یعنی اے اللہ میری خطاؤں

Islam The World Religion

اور جہل اور بے اعتدالی کو معاف فرما اور وہ جو تو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ اے اللہ میری سنجیدگی، مذاق، خطا اور عمد کو معاف فرما۔ یہ سب کچھ میرے پاس موجود ہے۔ اے اللہ جو کچھ میں نے مقدم کیا اور جو کچھ مؤخر کیا۔ اور جو کچھ میں نے چھپ کر کیا اور جو کچھ میں نے اعلانیہ کیا اور جو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ سب بخش دے۔ تو ہی مقدم و مؤخر کرنیوالا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے (مسلم :٦٩٠١، بخاری:٦٣٩٨، ٦٣٩٩، مسندِ احمد:١٩٧٦١)۔

(6)۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ یعنی اے اللہ ہم تجھ سے دین، دنیا اور آخرت میں عفو و درگزر کا سوال کرتے ہیں (ترمذی: ٣٥٥٨، ابن ماجہ: ٣٨٤٩، مسندِ احمد:٦)۔

(7)۔ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ یعنی میں اللہ کے کامل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں ہر اُس چیز کے شر سے جو اُس نے پیدا کی (مسلم :٦٨٧٨، ترمذی :٣٤٣٧، ابن ماجہ:٣٥٤٧)۔

(8)۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ یعنی اے اللہ ہم تجھے دشمن کے مقابلے پر آگے کرتے ہیں اور ان کے شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں (مسندِ احمد : ١٩٧٤٢، ابوداؤد:١٥٣٧)۔

(9)۔ اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَاَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ یعنی اے اللہ میں تیری رحمت کی امید رکھتا ہوں۔ مجھے میرے نفس کے حوالے ایک لمحہ کے لیے بھی نہ کر اور میرے تمام معاملات درست کر دے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں (ابوداؤد:٥٠٩٠)۔

(10)۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعِجْزِ وَالْكَسْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ (ابوداؤد :١٥٥٥)۔

ترجمہ: اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں۔ غم و حزن سے، عجز اور کاہلی سے۔ بخل اور بزدلی سے، قرض کی زیادتی اور لوگوں کے قہر و غلبہ سے۔

(11)۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكَسْلِ وَالْهَرَمِ وَالْمَغْرَمِ وَالْمَأْثَمِ اَللّٰھُمَّ

Islam The World Religion

إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَفِتْنَةِ النَّارِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنٰى وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرْدِ وَنَقِّ قَلْبِيْ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (بخاری:٦٣٦٨، ٦٣٧٥، مسلم:١٣٢٥، ٦٨٧١، ابن ماجہ:٣٨٣٨، مسند احمد:٦٧٤٣)۔

ترجمہ: اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں۔ کاہلی، بڑھاپے، خسارے اور گناہ سے۔ اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں آگ کے عذاب سے اور آگ کے فتنے سے اور قبر کے فتنے سے اور قبر کے عذاب سے۔ غنیٰ کے فتنے کے شر سے اور فقر کے فتنے کے شر سے اور مسیح دجال کے فتنے کے شر سے۔ اے اللہ میری خطاؤں کو برف اور ٹھنڈک کے پانی سے دھو ڈال۔ اور میرے دل کو اس طرح پاک کر دے جس طرح سفید کپڑا میل سے صاف ہو کر چمکیلا ہو جاتا ہے۔ میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اتنا فاصلہ پیدا کر دے جتنا مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ ہے۔

(12)۔ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْاَرْبَعِ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ (مسند احمد:٦٥٦٩، ابوداؤد:١٥٤٨، ابن ماجہ:٣٨٣٧)۔

ترجمہ: اے اللہ میں چاروں چیزوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ بے فائدہ علم، بے خوف قلب، نہ بھرنے والا نفس اور نہ قبول ہونے والی دعا۔

(13)۔ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِيْ يُبَلِّغُنِيْ حُبَّكَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ وَمَالِيْ وَأَهْلِيْ وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ (ترمذی:٣٤٩٠)۔

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اس کی محبت مانگتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہو اور وہ عمل کرنے کی توفیق مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے اللہ تو اپنی محبت میری جان، مال، اہل وعیال اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ پیاری بنا دے۔

(14)۔ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ أَعْمَلْ (مسلم:٦٨٩٥، ابوداؤد:١٥٥٠، نسائی:١٣٠٧، ابن ماجہ:٣٨٣٩)۔

Islam The World Religion

ترجمہ: اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس عمل سے جو میں نے کیا اور اس عمل سے جو میں نے نہیں کیا۔

(15)۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِكَ مِنَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ (ابوداوٗد: ۱۵۴۶، نسائی: ۵۴۷۱)۔

ترجمہ: اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں بدبختی سے، منافقت سے اور برے اخلاق سے۔

(16)۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسْئَلُكَ الصِّحَةَ وَالْعِفَّةَ وَالْاَمَانَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضٰی بِالْقَدَرِ یعنی اے اللہ میں تجھ سے صحت، عافیت، حسن اخلاق اور تقدیر پر راضی رہنے کا سوال کرتا ہوں (اخرجہ البزار، الدعوات الکبیر للبیہقی، مشکوٰۃ: ۲۵۰۰)۔

مخصوص اوقات میں پڑھنے کی دعائیں

کھانا شروع کرنے کی دعا

(1)۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ یعنی اللہ کے نام سے اور اللہ کی برکت سے (مستدرکِ حاکم: ۷۲۳۶)۔

(2)۔ اگر کوئی شخص کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو یاد آنے پر یہ پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَآخِرَہٗ یعنی اللہ کے نام سے، اس سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی (ابوداوٗد: ۳۷۶۷، ترمذی: ۱۸۵۸)۔

کھانا کھانے کے بعد کی دعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیۡنَ یعنی اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں کھانا کھلایا اور پانی پلایا اور ہمیں مسلمانوں میں سے بنایا (ابوداوٗد: ۳۸۵۰، ترمذی: ۳۴۵۷، ابن ماجہ: ۳۲۸۳، مسندِ احمد: ۱۱۲۸۲)۔

پانی پینے کا طریقہ اور دعا

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: اونٹ کی طرح ایک ہی سانس میں پانی مت پیا کرو بلکہ دو تین سانسوں میں پیا کرو۔ پانی پینے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یعنی "

Islam The World Religion

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت رحم کرنے والا مہربان ہے'' پڑھا کرو۔اور پانی پینے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پڑھا کرو(ترمذی:۱۸۸۵)۔

دودھ پینے کے بعد کی دعا

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ یعنی اے اللہ ہمارے لیے اِسمیں برکت ڈال اور ہمارے لیے اِسمیں اضافہ فرما(ترمذی:۳۴۵۵،ابوداؤد:۳۷۳۰،ابن ماجہ:۳۳۲۲،مسند احمد:۱۹۸۳)۔

افطاری کی دعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَكَ صُمْتُ وَ عَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ یعنی اے اللہ میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق سے افطار کیا(ابوداؤد:۲۳۵۸)۔

سونے اور جاگنے کی دعا

سوتے وقت اپنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر یہ دعا پڑھنی چاہیے اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيٰی یعنی اے اللہ میں تیرے نام سے مرتا اور جیتا ہوں۔اور جب صبح جاگیں تو یہ دعا پڑھنی چاہیے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ یعنی اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں موت کے بعد زندہ کیا اور ہم نے اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے(بخاری:۷۳۹۴، مسلم:۶۸۸۷،ابوداؤد:۵۰۴۹،ابن ماجہ:۳۸۸۰،مسند احمد:۲۱۴۲۴)۔

مرغ کی آواز اور گدھے کی آواز سن کر کیا پڑھیں

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: جب مرغ کی آواز سنو تو پڑھو اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ یعنی اے اللہ میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں،مرغ نے فرشتے کو دیکھا ہوتا ہے۔ اور جب گدھے کی آواز سنو تو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھا کرو،اس نے شیطان کو دیکھا ہوتا ہے(مسلم:۶۹۲۰، بخاری:۳۳۰۳،ابوداؤد:۵۱۰۲،ترمذی:۲۴۵۹)۔

سواری پر بیٹھنے کی دعا

نبی کریم ﷺ جب شتر پر سوار ہو جاتے تو تین بار اللہ اکبر فرماتے پھر فرماتے:

Islam The World Religion

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِیۡنَ وَاِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ. اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسۡئَلُكَ فِیۡ سَفَرِنَا هٰذَا الۡبِرَّ وَ التَّقۡوٰی وَمِنَ الۡعَمَلِ مَا تَرۡضٰی. اَللّٰهُمَّ هَوِّنۡ عَلَيۡنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطۡوِ لَنَا بُعۡدَهٗ. اَللّٰهُمَّ اَنۡتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالۡخَلِيۡفَةُ فِی الۡاَهۡلِ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِكَ مِنۡ وَعۡثَآءِ السَّفَرِ وَ كَاٰبَةِ الۡمَنۡظَرِ وَسُوۡءِ الۡمُنۡقَلَبِ فِی الۡمَالِ وَالۡاَهۡلِ (مسلم:۳۲۷۵، ابوداؤد:۲۵۹۹، ترمذی:۳۴۴۷)۔

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے لیے مسخر فرمایا اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ ہم اپنے اِس سفر میں تجھ سے نیکی اور تقویٰ کا سوال کرتے ہیں اور اُس عمل کا سوال کرتے ہیں جس سے تو راضی ہو۔ اے اللہ ہمارے اِس سفر کو ہمارے لیے آسان بنا دے اور اِسکی دوریاں ہمارے لیے سمیٹ دے۔ اے اللہ سفر میں تو ہی ساتھی ہے اور گھر والوں کا نگہبان ہے۔ اے اللہ میں سفر کی صعوبتوں سے اور برے مناظر سے اور مال اور اہل میں بُری واپسی سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور جب واپس تشریف لاتے تو یہی الفاظ فرماتے اور ان الفاظ کا اضافہ بھی فرماتے آئِبُوۡنَ تَائِبُوۡنَ عَابِدُوۡنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوۡنَ یعنی ہم توبہ کرتے ہوئے، اللہ کی عبادت کرتے ہوئے اور اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے واپس آتے ہیں

منزلِ مقصود پر پہنچ کر پڑھنے کی دعا

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: جب کوئی شخص منزلِ مقصود پر پہنچنے کے بعد یہ پڑھے: اَعُوۡذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ یعنی میں اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں ہر اس چیز سے جو اس نے پیدا کی ہے، تو اسے وہاں سے رخصت ہونے تک کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی (مسلم:۶۸۷۸، ترمذی:۳۴۳۷، ابن ماجہ:۳۵۴۷)۔

چاند دیکھنے کی دعا

نبی کریم ﷺ جب چاند دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيۡنَا بِالۡاَمۡنِ وَالۡاِيۡمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالۡاِسۡلَامِ رَبِّیۡ وَرَبُّكَ اللّٰهُ یعنی اے اللہ اِس چاند کو ہم پر امن اور ایمان کے ساتھ، سلامتی اور اسلام کے ساتھ طلوع فرما۔ اے چاند تیرا اور میرا رب اللہ ہے (ترمذی:۳۴۵۱، مسندِ احمد:۱۴۰۱)۔

Islam The World Religion

بیمار کو دیکھ کر پڑھنے کی دعا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جب کوئی آدمی کسی بیمار کو دیکھ کر یہ دعا پڑھے تو وہ بیماری اسے نہیں لگے گی خواہ کچھ بھی ہو جائے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِيْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا یعنی اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اُس مرض سے بچایا جس میں تجھے اُس نے مبتلا کیا اور اپنی اکثر مخلوقات پر مجھے خوب فضیلت سے نوازا (ترمذی: ۳۴۳۱)۔

بیمار پرسی کے وقت پڑھنے کی دعا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی بیمار کے پاس تشریف لے جاتے تو سیدھا ہاتھ مبارک اس کے جسم پر پھیرتے اور فرماتے: اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا یعنی اے لوگوں کے رب بیماری کو ہٹا دے اور شفا عطا فرما دے، تو ہی شفا دینے والا ہے تیری شفا کے سواء کوئی شفا نہیں، وہ ایسی شفا ہے جو مرض کا نشان تک نہیں رہنے دیتی (ابوداؤد: ۳۸۸۳، ابن ماجہ: ۳۵۳۰)۔

چھینک آئے تو کیا پڑھیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شخص کو چھینک آئے تو اسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا چاہیے اور اس کا ساتھی جب یہ سنے تو کہے يَرْحَمُكَ اللّٰهُ یعنی اللہ تجھ پر رحم فرمائے۔ پھر چھینکنے والا یہ کہے يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ یعنی اللہ آپ کو ہدایت پر رکھے اور آپ کے معاملات درست فرما دے (بخاری: ۶۲۲۴، ترمذی: ۲۷۴۱، ابوداؤد: ۵۰۳۳، ابن ماجہ: ۳۷۱۵، مسندِ احمد: ۸۶۵۲)۔

جمائی کے وقت کیا کریں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جمائی شیطان کی طرف سے ہے، جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اسے دبانے کی کوشش کرے جب کسی کو جمائی آتی ہے تو شیطان ہنستا ہے (بخاری: ۶۲۲۶، ابوداؤد: ۵۰۲۸، ترمذی: ۲۷۴۷، مسندِ احمد: ۹۵۴۲)۔

Islam The World Religion

بازار میں چلتے وقت پڑھنے کی دعا

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص بازار میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ** یعنی ''اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں۔ وہ واحد لاشریک ہے۔ اُسی کا ملک ہے اور اُسی کی تعریف ہے، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، وہ خود زندہ ہے اُسے کبھی موت نہیں آئے گی، اُسی کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چاہت پر قادر ہے''۔ اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں دس لاکھ نیکیاں لکھ دے گا، دس لاکھ گناہ معاف کر دے گا، دس لاکھ درجات بلند کر دے گا اور اسکا گھر جنت میں بنائے گا (ترمذی:۳۴۲۹، ابن ماجہ:۲۲۳۵)۔

مجلس میں پڑھنے کی دعا

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور کثرت سے باتیں کیں، پھر کھڑا ہونے سے پہلے اس نے یہ دعا پڑھ لی: **سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ** یعنی ''اے اللہ تو پاک ہے اور تیری ہی حمد ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سواء کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں''۔ تو اللہ تعالیٰ اس مجلس میں ہونے والی اسکی ہر غلطی معاف فرما دے گا (ترمذی: ۳۴۳۳)۔

کسی قوم سے خوف کے وقت کی دعا

حضور ﷺ کو جب کسی قوم سے خطرہ ہوتا تو آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے: **اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ** یعنی اے اللہ ہم تجھے انکی کوششوں کے مقابلے پر درمیان میں لاتے ہیں اور انکے شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں (مسندِ احمد: ۱۹۷۴۲، ابوداؤد: ۱۵۳۷)۔

مشکل کے وقت کی دعا

نبی کریم ﷺ کو جب پریشانی لاحق ہوتی تو آپ ﷺ فرماتے: **يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ**

Islam The World Religion

بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ یعنی اے زندہ اور قائم رکھنے والے میں تیری رحمت سے مدد مانگتا ہوں (ترمذی: ۳۵۲۴)۔

قرض کی ادائیگی کے لیے دعا

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مقروض آدمی نے قرض کی شکایت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میں تمہیں ایسے کلمات سکھاتا ہوں جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے سکھائے ہیں۔ اگر بڑے پہاڑ کے برابر بھی تجھ پر قرض ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے ادا کردے گا۔ اَللّٰھُمَّ اکْفِنِی بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِی بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ یعنی اے اللہ مجھے حرام سے بچا کر اپنے حلال کے ذریعے میری کفایت فرما اور اپنے فضل سے مجھے اپنے سواء ہر کسی سے بے نیاز کردے (ترمذی: ۳۵۶۳)۔

بیوی کے پاس جاتے وقت پڑھنے کی دعا

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جانے کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے: بِسْمِ اللهِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّیْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا یعنی ”اللہ کے نام سے شروع، اے اللہ ہمیں شیطان سے بچا اور جو تو ہمیں اولاد دے اُسے شیطان سے دور رکھ“۔ اگر انکے نصیب میں اولاد ہے تو اسے شیطان کبھی نہیں چھو سکے گا (مسلم: ۳۵۳۳، بخاری: ۵۱۶۵، ترمذی: ۱۰۹۲، ابن ماجہ: ۱۹۱۹، ابوداؤد: ۲۱۶۱)۔

چڑھائی پر چڑھنے اور اترنے کی دعا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جب بلندی پر چڑھتے تھے تو اَللّٰهُ اَكْبَر کہتے تھے اور جب نیچے اترتے تھے تو سُبْحَانَ اللهِ کہتے تھے (بخاری: ۲۹۹۳، سنن الدارمی: ۲۶۷۶، مسند احمد: ۱۴۵۸۰)۔

مسجد کو دیکھ کر پڑھنے کی دعا

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: جب جنت کے باغیچوں کے پاس سے گزرو تو کچھ چرلیا کرو۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ جنت کے باغیچے کون سے ہیں؟ فرمایا: مسجدیں۔ عرض کیا گیا

Islam The World Religion

یارسول اللہ ﷺ چرنے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: پڑھا کرو سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ یعنی اللہ پاک ہے اور اللہ کے لیے ساری حمد ہے اور اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اور اللہ بڑا ہے (ترمذی: ۳۵۰۹)۔

مسجد میں داخل ہونے کی دعا

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِی اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ یعنی اے اللہ مجھ پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے (مسلم: ۱۶۵۲، ابوداود: ۴۶۵، ابن ماجہ: ۷۷۲، نسائی: ۷۲۹)۔

مسجد سے نکلنے کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ یعنی اے اللہ میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں (مسلم: ۱۶۵۲، ابوداود: ۴۶۵، ابن ماجہ: ۷۷۲، نسائی: ۷۲۹)۔

بیت الخلاء میں داخل ہونے کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ یعنی اے اللہ میں خباثت اور خبیثوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں (مسلم: ۸۳۱، بخاری: ۱۴۲، ابوداود: ۴، ترمذی: ۵، ابن ماجہ: ۲۹۸، نسائی: ۱۹، سنن الدارمی: ۶۷۳، مسند احمد: ۱۱۹۵۳)۔

بیت الخلاء سے نکلنے کی دعا

غُفْرَانَكَ یعنی اے اللہ مجھے (کچھ دیر غافل رہنے پر) معاف کردے (ترمذی: ۷، ابوداود: ۳۰، ابن ماجہ: ۳۰۰، سنن الدارمی: ۶۸۴، مسند احمد: ۲۵۲۷۴)۔

نیا کپڑا پہننے کی دعا

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: جس نے کپڑا پہنا اور یہ دعا پڑھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی کَسَانِی ھٰذَا وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّی وَلَا قُوَّۃٍ یعنی اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے یہ لباس پہنایا اور میری ہمت اور طاقت کے بغیر مجھے عطا کردیا۔ اسکے اگلے پچھلے گناہ معاف ہو گئے (ابوداود: ۴۰۲۳)۔

Islam The World Religion

مصافحہ کرتے وقت پڑھنے کی دعا

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب دو مسلمان آپس میں ملاقات کرتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں اور اَلْحَمْدُ لِلّٰه، اَسْتَغْفِرُ الله یعنی "سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں"۔ پڑھتے ہیں تو اللہ ان دونوں کی مغفرت کر دیتا ہے(ابن ماجہ: ۳۷۰۳، ابو داؤد: ۵۲۱۱، ترمذی: ۲۷۲۷، مسند احمد: ۱۸۵۷۴)۔

آئینہ دیکھنے کی دعا

نبی کریم ﷺ جب آئینہ دیکھتے تو یہ دعا فرماتے: اَللّٰهُمَّ اَحْسَنْتَ خَلْقِي فَاَحْسِنْ خُلُقِي یعنی اے اللہ تو نے میری صورت کو اچھا بنایا، میرے اخلاق کو بھی اچھا بنا دے (مسند احمد: ۲۵۲۷۵)۔

کڑک اور بجلی کی آواز سن کر پڑھنے کی دعا

اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِصَعِقِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ یعنی اے اللہ ہمیں اپنی بجلیوں کے ذریعے قتل نہ کر اور ہمیں اپنے عذاب کے ذریعے ہلاک نہ فرما اور ان باتوں سے پہلے ہمیں معاف کر دے (بخاری فی الادب المفرد: ۷۲۲، ترمذی: ۳۴۵۰، مسند احمد: ۵۷۶۵)۔

بارش مانگنے کی دعا

اَللّٰهُمَّ اَغِثْنَا، اَللّٰهُمَّ اَغِثْنَا، اَللّٰهُمَّ اَغِثْنَا یعنی اے اللہ ہمیں بارش دے، اے اللہ ہمیں بارش دے، اے اللہ ہمیں بارش دے (مسلم: ۲۰۷۸، بخاری: ۱۰۱۴، نسائی: ۱۵۱۸)۔

بارش روکنے کے لیے دعا

اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، اَللّٰهُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَالظِّرَابِ وَ بُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ یعنی اے اللہ اسے ہمارے ارد گرد لے جا، ہمارے اوپر نہ رہنے دے، اے اللہ اسے چٹانوں پر، کھردرے پتھروں پر، وادیوں کے مراکز میں اور درختوں کے اُگنے کی جگہ پر برسا (مسلم: ۲۰۷۸، بخاری: ۱۰۱۴، نسائی: ۱۵۱۸)۔

Islam The World Religion

طوفان کے وقت پڑھنے کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَخَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ یعنی اے اللہ میں تجھ سے اِس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں، اور جو کچھ اِس کے اندر ہے اُس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور جو کچھ اِسکے ذریعے سے بھیجا گیا ہے اُس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور میں اِس کے شر سے، اور جو کچھ اِسکے اندر ہے اُس کے شر سے اور جو کچھ اِس کے ذریعے سے بھیجا گیا ہے اُس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں (مسلم: ۲۰۸۵)۔

وضو کے بعد دعا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کامل وضو کرے اور بعد میں یہ کلمات پڑھے، اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں، وہ واحد ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اُس کے بندے اور رسول ہیں (مسلم: ۵۵۳، ترمذی: ۵۵، نسائی: ۱۴۸، ابن ماجہ: ۴۷۰)۔

سجدہِ تلاوت کی دعا

حضور ﷺ نے سجدہِ تلاوت میں تین بار یہ دعا پڑھی: سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ یعنی میرا چہرہ اس کے آگے سجدہ ریز ہوا جس نے اِسے خلق کیا اور صورت عطا فرمائی اور اِس میں سننے دیکھنے کے آلات نصب فرمائے (ابوداؤد: ۱۴۱۴، ترمذی: ۵۸۰)۔

اذان کا جواب

اذان توجہ سے سُنی چاہیے۔ سننے والے کو چاہیے کہ مؤذن کے کلمات خود بھی آہستہ آہستہ دہرائے لیکن حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ سن کر کہے: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا

Islam The World Religion

بِاللّٰہِ (مسلم: ۸۵۰، ابوداؤد: ۵۲۷)۔

اذان کے بعد پڑھنے کی دعا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اذان سُن کر یہ پڑھا اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ آتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ یعنی ''اے اللہ، اے اِس مکمل دعوت کے رب اور اِسکے نتیجے میں کھڑی ہونے والی نماز کے رب، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما، اور اُن کو اُس مقامِ محمود پر پہنچا دے جس کا تو نے اُن سے وعدہ فرمایا ہے'' قیامت کے دن میری شفاعت اس کے لیے حلال ہوگئی (بخاری: ۶۱۴، ابوداؤد: ۵۲۹، ترمذی: ۲۱۱، نسائی: ۶۸۰، ابن ماجہ: ۷۲۲)۔

صبح وشام پڑھنے کی دعا

(1)۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص ہر صبح وشام تین مرتبہ یہ پڑھے تو اسے کسی چیز سے نقصان نہ پہنچے گا بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ یعنی اللہ کے نام سے، جس کے نام کی برکت سے زمین اور آسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچاتی، اور وہ سننے والا علم والا ہے (ابوداؤد: ۵۰۸۸، ابن ماجہ: ۳۸۶۹)۔

(2)۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص صبح وشام سات بار یہ وظیفہ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے دین و دنیا کے تمام فکر دور کر دیتا ہے خواہ وہ دل سے نہ بھی پڑھی حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ یعنی میرے لیے اللہ کافی ہے، اُسکے سواء کوئی معبود نہیں ہے، اُسی پر میرا توکل ہے اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے (ابوداؤد: ۵۰۸۱، قرطبی: ۸/ ۲۷۵)۔

میت کو قبر میں اتارتے وقت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب میت کو قبر میں اتارتے تو یہ پڑھتے: بِسْمِ اللّٰہِ وَ عَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یعنی اللہ کے نام سے اور رسول

Islam The World Religion

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر (تجھے قبر میں رکھا جا رہا ہے: مسندِ احمد: ۴۸۱۱، ابو داؤد: ۳۲۱۳، ترمذی :۱۰۴۶، ابن ماجہ: ۱۵۵۰)۔

قبرستان میں پڑھنے کی دعا

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ یعنی اے قبروں والو! تم پر سلام ہو۔ اللہ ہماری بھی مغفرت کرے اور تمہاری بھی۔ تم ہم سے پہلے آ چکے ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں (ترمذی: ۱۰۵۳)۔

شبِ برأت اور لیلۃ القدر کو مانگنے کی دعا

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي یعنی اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند فرماتا ہے، مجھے معاف کردے (ترمذی: ۳۵۱۳، ابن ماجہ: ۳۸۵۰، مسندِ احمد: ۲۵۴۳۸)۔

☆......☆......☆

محبتِ الٰہی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ یعنی ایمان والے اللہ سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں (البقرہ: ۱۶۵)۔ محبت کے تین مرتبے ہیں۔

(1)۔ محبت

جب انسان اپنے ربِ کریم سے محبت کرتا ہے تو وہ ہر وقت اسی کی یاد میں رہتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ یعنی جو کسی چیز سے محبت کرے اس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے (کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۴۲۵)۔

کسی شخص نے مجنوں کو ریگستان میں بیٹھے دیکھا وہ انگلیوں کا قلم بنا کر ریت کے کاغذ پر کچھ لکھ رہا تھا گویا کسی کو خط لکھ رہا ہو۔ اس آدمی نے پوچھا کہ اے مجنوں یہ خط کس کے نام لکھ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں خط نہیں لکھ رہا۔ بلکہ لیلیٰ کے نام کی مشق کر رہا ہوں۔ اس طرح اپنے دل کو تسلی دے رہا ہوں۔

Islam The World Religion

مولانا روم علیہ الرحمۃ نے یہ واقعہ ان اشعار میں بیان فرمایا ہے:

دید مجنوں را یکے صحرا نورد　　در بیابانِ غمش بنشستہ فرد
ریگ کاغذ بود انگشتاں قلم　　مے نمودے بہر کس نامہ رقم
گفت اے مجنوں شیدا چیست ایں　　مے نویسی نامہ بہر کیست ایں
گفت مشق نامِ لیلیٰ مے کنم　　اطرِ خود را تسلی مے دہم

گویا محبوب کے نام سے محب کو تسلی ملتی ہے۔

(2)۔شدید محبت

محبت کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ محب اپنے محبوب کا عیب نہ دیکھ سکے اور نہ سن سکے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حُبُّكَ الشَّئَ يُعْمِي وَيُصِمُّ یعنی کسی چیز کی محبت انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے (ابوداؤد: ۵۱۳۰، مسندِ احمد: ۲۱۷۵۱)۔

گویا اب محبت انسان کے حواس پر اثر انداز ہوگئی۔ اب یا تو وہ اپنے محبوب کے حق میں اندھا اور بہرا ہے کہ اسے محبوب میں کوئی عیب نظر نہیں آتا اور نہ ہی کسی کی زبان سے اس کا عیب سن سکتا ہے۔ یا پھر وہ دوسرے لوگوں کے حق میں اندھا اور بہرا ہے کہ وہ محبوب کے سواء کچھ دیکھنا اور محبوب کی آواز کے سواء کچھ سننا گوارا نہیں کرتا۔ یا پھر وہ اپنے مقصود کی راہ میں حائل ہونے والی کسی بھی چیز کی پرواہ کیے بغیر آنکھیں اور کان بند کر کے حصولِ مقصد میں کوشاں رہتا ہے۔

سانوں دسیا عشق دے مفتی　جیہڑا مُڑ مُڑ کے فرموندا
اُعظم جتھے دل لگ جاوے　اُتھے عیب نظر نہیں اَوندا

(3)۔اشد محبت (یعنی عشق)

محبت میں اندھا اور بہرہ ہونے کا جب یہ عالم ہوجائے کہ انسان اپنے محبوب کے معاملے میں عقل کی مداخلت کو ہی روا نہ سمجھے تو یہی اشد محبت یا عشق ہے۔ یہ محبت کی سب سے بڑی ڈگری ہے۔ جب محبت عشق کی حد تک بڑھ جائے تو اس وقت محبوب کے سوا ہر چیز پھونک دی جاتی ہے۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: اس اشد محبت کے لیے اس دنیا میں عشق کا لفظ سب سے مناسب ہے (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۱۷۷)۔ صوفیاء کا قول ہے: اَلْعِشْقُ نَارٌ يُحَرِّقُ مَا سِوَاى

Islam The World Religion

اَلْمَحْبُوْبِ یعنی عشق وہ آگ ہے جو محبوب کے سواء ہر چیز کو جلا دیتی ہے (عام کتب تصوف)۔

گویا اب محبت انسان کی عقل اور جان وجگر پر اثر انداز ہوگئی۔ عاشق اپنے محبوب پر دنیا کی ہر چیز کو قربان کر دیتا ہے۔ حتیٰ کہ اپنی جان بھی اسی پر نچھاور کر دیتا ہے۔

اعظم بلا سے اپنی وہ ہستی ہی کیوں نہ ہو
جو چیز اس کی راہ میں حائل ہو پھونک دو

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: جمہور متکلمین کے نزدیک محبت کا تعلق اطاعت، انعامات، احسانات اور ثواب سے ہوا کرتا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی اپنی ذات سے محبت ناممکن ہے۔ لیکن عارفین فرماتے ہیں کہ بندے کو اللہ کی اپنی ذات سے محبت ہوا کرتی ہے۔ باقی رہی خدمت اور ثواب سے غرض، تو یہ نچلے درجے کی چیزیں ہیں (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۱۷۶)۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جنت اللہ تعالیٰ کے جمال کا گھر ہے اور دوزخ اللہ تعالیٰ کے جلال کا گھر ہے۔ جلال اور جمال دونوں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اور اولیاء اللہ کی نظروں میں اللہ کی صفات سب برابر ہیں اور انہیں صفات سے بڑھ کر اسکی ذات سے محبت ہوا کرتی ہے۔ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کو کسی نے دیکھا کہ لوٹے میں پانی اور دیا سلائی لے کر جا رہی ہیں۔ کسی نے پوچھا کہاں جا رہی ہیں؟ فرمایا دوزخ بجھانے اور جنت کو آگ لگانے جا رہی ہوں تاکہ لوگ دوزخ کے خوف سے اور جنت کے لالچ میں عبادت نہ کریں۔ یہ سب باتیں اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ کے الفاظ میں اسم ذات کی گہرائی میں پوشیدہ ہیں۔

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کفار سے فرمائے گا کہ اگر تم میرے سچے محب ہو تو میری خاطر دوزخ میں چھلانگ لگا دو مگر وہ ایسا نہ کر سکیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے سچے مومنوں کو بلا کر فرمائے گا۔ اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو میری خاطر دوزخ میں چھلانگ لگا دو۔ وہ فوراً آگ میں کود پڑیں گے (اور انہیں کچھ بھی نہ ہوگا: بغوی جلد ۱ صفحہ ۱۳۶، مظہری جلد ۱ صفحہ ۱۶۳)۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: عقل کے امین کی بات عشق کا اسیر نہیں مانا کرتا۔ عشق کی مملکت میں عقل کی حکمرانی نہیں چل سکتی۔ عقل تعمیر کرتی ہے جبکہ عشق تباہ کرتا ہے۔ عقل تجارت کرتی ہے جبکہ عشق غارت گری میں مصروف ہے۔ قصیدہ بردہ میں ہے:

Islam The World Religion

مَحَّضْتَنِيَ النُّصْحَ لٰكِن لَّسْتُ اَسْمَعُهُ
اِنَّ الْمُحِبَّ عَنِ الْعُذَّالِ فِيْ صَمَمٖ

ترجمہ: ناصح تیرا خیال بجا مشورہ درست، کچھ سوجھتا نہیں دِرجانا ناں دیکھ کر۔

قصیدہ بردہ کے اس شعر میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ ''محبت کرنے والا اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے''۔ اسے احمد و ابوداؤد اور بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے (الزبدۃ العمدۃ صفحہ ۳۹)۔

محبت کی حقیقت یہ ہے کہ: محبوب کی عطا سے محبت میں اضافہ نہ ہو اور محبوب کی جفا سے محبت میں کمی نہ آئے (مرقاۃ جلد ا صفحہ ۵۷ عن یحییٰ بن معاذ رازی قدس سرہ)۔

محبت کے یہ اعلیٰ مدارج صرف خواص کے لیے ہیں۔ عوام ان کے مکلف نہیں۔

طالبِ طریقت کو جذب و مستی کے اس عالم میں تبلیغِ دین کی اجازت نہیں ہوتی۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت کے یہ تمام مدارج طے کرنے کے بعد اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ پر عمل کرتے ہوئے اتباعِ سنت پر گامزن نہیں ہوجاتے وہ اگر تصنیف و تالیف اور تبلیغ کا کام شروع کر دیں تو اندھیر ہی مچاتے ہیں۔

روحانیت کا دائرہ مکمل ہونے سے پہلے کی باتیں ایک خاص کیفیت کی باتیں ہوا کرتی ہیں۔ ایسے لوگ کبھی دین اور شریعت کے خلاف بول جاتے ہیں، کبھی علم اور علماء کے خلاف باتیں کہہ دیتے ہیں اور کبھی امت کے اجماعی اور متفقہ فیصلوں کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ کبھی کوئی دین کو سیاست سے جدا کہتا ہے اور کبھی کوئی کافر اور مسلم میں کوئی فرق نہیں سمجھتا۔ اس کے علاوہ ان سے نہایت غیر سنجیدہ اور نازیبا حرکات کا صدور بھی دیکھنے میں آیا ہے۔

ایسے لوگوں کی ان حرکتوں پر اللہ کریم کی طرف سے کوئی روحانی گرفت نہیں ہوا کرتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی مثال قرآنی قاعدہ پڑھنے والے اس بچے کی سی ہے جو آیات پڑھنے میں غلطیاں کرتا ہے مگر گناہگار نہیں ہوتا۔ ایسے لوگ جب دیکھتے ہیں کہ اللہ کریم کی طرف سے انکا فیض نہیں رکا، تو وہ اپنے قبیح افعال پر مطمئن اور مسرور ہو جاتے ہیں۔ پھر جب وہ روحانی اور شعوری طور پر بالغ ہو جاتے ہیں تو انہیں اپنے کہے پر خود پچھتانا پڑتا ہے۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ فی الحال تبلیغ سے باز رہیں یا پھر کم از کم شریعت کو حق اور باطل کا معیار سمجھیں۔

Islam The World Religion

اول بھی شریعت ہے اور آخر بھی شریعت۔ جب کہ درمیان میں سمندر ہے جس میں نہ کشتی ہے نہ ملّاح۔

در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق
ہر ہوس نا کے نہ داند جام و سنداں باختن

ترجمہ: ایک ہاتھ میں شریعت کا پیالہ ہو دوسرے ہاتھ میں عشق کا لوہا کوٹنے والی آئرن ہو۔ لیکن ہر کوئی لالچی اس پیالے اور اس آئرن کو اکٹھے لے کر چلنے والا کام نہیں جانتا۔

تصوف کا موضوع توحید اور محبتِ الٰہی ہے۔ تصوف کے موضوع پر لکھی جانے والی اہم کتابیں یہ ہیں:

کشف المحجوب (حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ)، فتوح الغیب (حضور سیدنا قطب الاقطاب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ)، عوارف المعارف (حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ)، کتاب اللمع فی التصوف (حضرت ابونصر سراج رحمۃ اللہ علیہ)، رسالہ قشیریہ (حضرت امام ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ)، سبع سنابل (حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ)، مثنوی معنوی (حضرت مولانا جلال الدین رومی المعروف بہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ)، مکتوباتِ امامِ ربانی (حضرت مجدد الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ)۔

فقیر راقم الحروف نے اس موضوع پر اسرار السلوک کے نام سے ایک مستقل کتاب تحریر کردی ہے۔ جس میں عصرِ حاضر کی ضروریات کے مطابق اس موضوع کے اہم گوشوں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

☆......☆......☆

Islam The World Religion

باب دوم:

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Islam The World Religion

Islam The World Religion

اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معنی

محمد کے معنی ہیں ''بہت زیادہ تعریف کیا گیا''۔ مفرداتِ راغب میں لکھا ہے: **مُحَمَّدٌ اِذَا کَثُرَتْ خِصَالُہُ الْمَحْمُوْدَۃُ** یعنی محمد وہ ہے جس کے خصائلِ محمودہ بے شمار ہوں (مفرداتِ راغب صفحہ ۱۳۰)۔

عیسائی لغت نویس ''لوئس معلوف'' اپنی کتاب المنجد میں لکھتا ہے: **اَلْمُحَمَّدُ** بہت عمدہ خصلتوں والا (المنجد صفحہ ۲۳۷)۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس نام کے ساتھ موسوم ہونے کی کئی وجوہات لکھی ہیں۔ آپ کی عبارت کا خلاصہ اس طرح ہے:

آپ کا نام ''محمد'' رکھے جانے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ: آپ کے عمدہ خصائل کثیر التعداد ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ: آپکی حمد بار بار کی جارہی ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ: خود اللہ تعالیٰ نے آپ کی حمد کثرت سے کی ہے اور اس میں اتنا مبالغہ کیا ہے کہ حمد کی انتہا کردی ہے (حمداً کثیراً بالغاً غایۃ الکمال) اور اسی طرح فرشتوں، انبیاء اور اولیاء نے بھی آپکی حمد کی حد کردی ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ: اوّلین و آخرین سارے کے سارے آپکے جھنڈے کے نیچے آپ کی حمد کریں گے۔ اسی لیے اس جھنڈے کو لواءِ حمد کا نام دیا گیا ہے۔ نیک فال کے طور پر آپ کا نام محمد رکھا گیا تاکہ آپکی حمد کثرت سے ہو۔ چنانچہ بالکل ایسا ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپکے گھر والوں کو الہام کیا کہ میرے حبیب کا نام محمد رکھو۔ آپکا یہ نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے (جمع الوسائل جلد ۲ صفحہ ۲۲۶)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے یہ نام دنیا بھر میں کسی کا نہ تھا چنانچہ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اس نام کی کسی اہم اور مشہور شخصیت سے تاریخ کے صفحات خالی ہیں۔

آج دنیا کا کوئی مذہب اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کثرت سے ہورہی ہے، بار بار ہورہی ہے اور دنیا کے کونے کونے میں ہورہی ہے۔ دن میں

Islam The World Religion

پانچ مرتبہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی صدا دنیا کے چپے چپے پر گونجتی ہے۔حمد وثنا کا یہ اہتمام دنیا کے کسی دوسرے پیشوا کے لیے نہیں ہو رہا۔ درود شریف کے نذرانے ہر وقت آپ کی خدمت میں پیش ہو رہے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قیل وقال اور تعلیمات کا لامتناہی سلسلہ جاری وساری ہے۔آپ کی رسالت کی ہمہ گیریت، عالم گیریت اور خاتمیت اسمِ محمد کے ساتھ زبردست مطابقت رکھتی ہے۔

ذرا سوچیے! کیا یہ محض اتفاق ہے کہ اِدھر جس ہستی کی حمد وثنا کا یہ عالم ہے اُدھر اس کا نام ''محمد'' ہے؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ عین خدائی تجویز اور اللہ تعالیٰ کا منصوبہ ہے۔

اور انجیل برناباس کے الفاظ ہیں Muhammad is his blessed name

محمد اس کا خدادادنام ہے (انجیل برناباس صفحہ ۱۲۳)۔

مزید غور فرمایئے! آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب کا نام قرآن ہے۔قرآن کے معنی ہیں ''بہت زیادہ پڑھا جانے والا'' قرآن کا ایک معنی یہ بھی ہے ''جس میں تمام علوم جمع کر دیے گئے ہوں''۔واقعی یہ کتاب پوری دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جارہی ہے۔مسلمانوں کا بچہ بچہ اس کا ناظرہ خوان ہے۔اس کے حافظ اور قاری اتنے ہیں کہ ان کی مردم شماری بس سے باہر ہے۔اس کے مفسر ومدرس ہر وقت اس کی خدمت پر کمربستہ ہیں۔اس کی تفسیروں کی تعداد کا احاطہ آج تک کسی سے نہیں ہوسکا۔رمضان شریف میں نمازِ تراویح کے دوران قرآن پڑھنے اور سننے کا منظر اتنا دلکش ہوتا ہے کہ اہل ایمان پر وجد طاری ہوجائے اور یہ منظر اتنا بارُعب ہوتا ہے کہ مخالفین کے دل دہل جائیں۔

یہ کتاب علوم سے اس قدر لبریز ہے کہ خود اعلان کرتی ہے کہ مجھ میں تمام علوم کا بیان موجود ہے (تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے اونٹ کی رسی بھی اگر گم ہوجائے تو میں قرآن کھول کر معلوم کرسکتا ہوں کہ وہ کہاں رکھی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام محمد۔اور آپ کی کتاب کا نام قرآن۔کتنا گہرا تعلق ہے اور کیسی حسین مناسبت۔سبحان اللہ! اس سے بھی آگے چلیے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لائے ہوئے دین کا نام اسلام ہے۔اسلام کے معنی ہیں ''مان لینا اور تسلیم کر لینا''۔اس لفظ کے اپنے اندر ہی دعوت وتبلیغ کا مفہوم صاف صاف موجود ہے۔گویا اسلام کی تعلیمات محدود لوگوں، محدود علاقوں اور محدود زمانے کے لیے نہیں ہیں

Islam The World Religion

بلکہ جو بھی ''مان لے'' اس کے لیے اسلام کے دروازے کھلے ہیں۔ جسطرح اسمِ محمد سے ہمہ گیریت، عالم گیریت اور خاتمیت کا مفہوم جھلکتا ہے اسی طرح لفظِ اسلام بھی اپنے اندر ہمہ گیریت، عالم گیریت اور خاتمیت کی خصوصیات رکھتا ہے۔ دنیا کے کسی دوسرے مذہب کے نام میں یہ خوبصورتی موجود نہیں۔

ہم اللہ کے رب ہونے پر راضی اور خوش ہیں، اسلام کے دین ہونے پر راضی اور خوش ہیں۔ قرآن کے کتاب ہونے پر راضی اور خوش ہیں اور محمد کریم ﷺ کے نبی ہونے پر راضی اور خوش ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

اسمِ محمد کا لفظی حسن

لفظ ''محمد'' اپنے حروف کے لحاظ سے مختلف وجوہ سے لفظ ''اللہ'' کے مشابہ ہے۔ محمد میں چار حروف ہیں تو اللہ میں بھی چار ہی حروف ہیں۔ محمد میں ایک تشدید ہے تو اللہ میں بھی ایک ہی تشدید ہے۔ محمد کا تیسرا حرف مشدد ہے تو اللہ کا بھی تیسرا ہی حرف مشدد ہے۔ محمد پر کوئی نقطہ نہیں تو اللہ پر بھی کوئی نقطہ نہیں۔ محمد کے کسی حرف پر جر (زیر) نہیں تو اللہ کے کسی حرف پر بھی زیر نہیں۔ دراصل زیر میں اتار اور جھکاؤ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے حبیب کے نام میں رفعت ہی رفعت رکھی ہے۔ جھکاؤ نہیں آنے دیا۔

لفظ اللہ کے تمام حروف بامعنی ہیں۔ الف ہٹا دو تو للہ رہ جائے گا۔ اس کے معنی ہیں ''اللہ کے لیے''۔ پہلا لام ہٹا دو تو ''لہ'' رہ جائے گا۔ اس کے معنی ہیں ''اسی کے لیے''۔ دوسرا لام بھی ہٹا دو تو ''ہو'' رہ جائے گا۔ اس کے معنی ہیں ''وہی ذات''۔

اسی طرح محمد کے بھی تمام حروف بامعنی ہیں۔ پہلا میم ہٹا دو تو باقی ''حمد'' رہ جائے گا۔ اس کے معنی ہیں تعریف۔ ح بھی ہٹا دو تو ''مد'' رہ جائے گا۔ اس کے معنی ہیں ''لمبا کرنا اور دوام بخشنا''۔ دوسرا میم بھی ہٹا دو تو ''دال'' رہ جائے گا۔ اس کے معنی ہیں ''دلیل بننا اور ثبوت دینا''۔

گویا اسمِ محمد اپنے لفظی حسن کے اعتبار سے اسم اللہ کا عکسِ کمال ہے۔ باقی باتوں کو بالائے طاق رکھ کر اگر صرف اسمِ محمد کو ہی لے لیا جائے تو یہ اسلام کی صداقت و حقانیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

Islam The World Religion

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا تعارف اور ثبوت فراہم کرنے کیلیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو بطور دلیل پیش کیا ہے، چنانچہ فرمایا: هُوَالَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ یعنی وہی اللہ ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا (الفتح:۲۸)۔

مراد یہ کہ اگر تم لوگ مجھے جاننا چاہتے ہو تو میں وہی ہوں جس نے یہ رسول بھیجا ہے۔ یہ رسول میری الوہیت کا چلتا پھرتا ثبوت ہے۔ گویا لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللہ کے دعوے پر مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللہ بطور دلیل وارد ہوا ہے۔

یہ دلیل جتنی کامل، حسین، محمود اور بے عیب ہوگی۔ اللہ کی توحید اسی قدر نکھرتی چلی جائے گی۔ دلیل میں جتنی قوت ہوگی دعوے کو اتنی ہی تقویت فراہم ہوگی۔ لہٰذا مزید کسی دلیل کے بغیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کی طرف ہر وصفِ کمال کا انتساب درست ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ یعنی میرے نبی کی تعظیم کرو اور توقیر کرو (الفتح:۹)۔ مبرّد کا قول ہے کہ: تُوَقِّرُوۡهُ تُبَالِغُوۡا فِیۡ تَعۡظِیۡمِهٖ یعنی اس آیت میں توقیر سے مراد یہ ہے کہ تعظیم میں مبالغہ سے کام لو (الشفا جلد ۲ صفحہ ۲۸)۔

لہٰذا تعظیم مصطفی علیہ التحیۃ والثنا میں جائز مبالغہ کرنا عین قرآنی حکم ہے۔ اسے عام مبالغہ آرائی نہیں سمجھنا چاہیے اور احتیاط کی آڑ میں تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔

اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ۔ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ۔ یہ تینوں بے جا احتیاطوں میں سخت مانع ہیں اور بخل کے تالے توڑ ڈالنے پر مجبور کرتے ہیں۔

قاعدہ کلیہ

یہ اصول ہمیشہ کے لیے یاد کر لیجیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اور تعظیم میں کہی جانے والی ہر بات درست ہے۔ بغیر کسی دلیل کے ہر وہ بات مانتے چلے جایئے جس کا تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفعتِ شان سے ہو۔ ''اسمِ محمد'' کا یہی تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اپنی توحید کے دعوے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دلیل بنانے کا بھی یہی تقاضا ہے اور ہمارے اوپر بحیثیت غلام یہی فرض عائد ہوتا ہے کہ جب مخالفوں کی طرف سے مخالفت کی انتہا ہو رہی ہو تو غلاموں کی طرف سے

Islam The World Religion

عزت وتوقیر کی بھی انتہا ہی ہونی چاہیے۔ ایک سچے امتی کا اپنے آقا کے ساتھ یہی رویہ ہونا چاہیے۔ ہاں ایک خدائی اور الوہیت کا عقیدہ نبی کریم ﷺ کے حق میں درست نہیں۔

حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ میں لکھتے ہیں:

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّهِمْ وَاحْکُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحاً وَّاحْتَکِمٖ

وَانْسُبْ اِلٰی ذَاتِهٖ مَاشِئْتَ مِنْ شَرُفٍ وَانْسُبْ اِلٰی قَدْرِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمٖ

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَیْسَ لَهٗ حَدٌّ فَیُعْرِبَ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمٖ

ترجمہ: جو بات عیسائیوں نے اپنے نبی کے بارے میں کہی اسے چھوڑ کر باقی ہر طرح اپنے حبیب ﷺ کی مدح کر۔ آپ کی ذات کی طرف ہر شرف اور ہر عظمت کو بے دریغ منسوب کر دے۔ آپ ﷺ کی فضیلت اور شان کی کوئی حد ہی نہیں پھر آپ کی تعریف کا حق کوئی کس طرح ادا کر سکتا ہے۔

قرآن مجید نبی کریم ﷺ کی شان سے لبریز ہے۔ کتب حدیث میں فضائل اور مناقب کے نام سے نبی کریم ﷺ کی شان میں مستقل ابواب موجود ہیں مثلاً بخاری شریف میں کتاب المناقب، مسلم شریف میں کتاب الفضائل اور مشکوٰۃ شریف میں باب فضائلِ سید المرسلین موجود ہے۔

سیرت، خصائص اور معجزات پر الگ کتب کا ایک لامحدود ذخیرہ ضبطِ تحریر میں لایا جا چکا ہے اور اس سلسلے کی کوئی انتہا نظر نہیں آتی۔ آپ ﷺ کے سوا کسی شخصیت پر آج تک اتنی کتب نہیں لکھی گئیں۔ حضور ﷺ کی شان میں قرآن کی بے شمار آیات میں سے صرف چند منتخب آیات اور ان کی تفسیر پیش کی جاتی ہے۔

شانِ رسالت میں پہلی آیت:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یعنی وہ لوگ اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو اُمّی نبی ہے۔ وہ اسے اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں (الاعراف: ۱۵۷)۔

باوجود یہ کہ ترجمہ در ترجمہ کے بے شمار مراحل سے گزرنے کے بعد بائیبل کا اصل حلیہ

Islam The World Religion

مکمل طور پر بگڑ چکا ہے اور اسکی غلطیاں، غلطان بن چکی ہیں، ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں موجودہ بائیبل میں بھی بے شمار بشارات موجود ہیں۔ ان میں سے چند بشارات لکھنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

تورات میں بشارات

(1)۔ ''تب خدا نے ابراہیم سے کہا...... اسماعیل کے حق میں بھی میں نے تیری دعا سُنی۔ دیکھ میں اسے برکت دوں گا۔ اسے نہایت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اسے ایک بڑی قوم بناؤں گا'' (پیدائش ۱۷: ۲۰)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوں۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی۔ اس دعا کا ذکر قرآن شریف کی اس آیت میں موجود ہے: رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ یعنی اے ہمارے رب! ان میں ایک شان والا رسول بھیج جو انہی میں سے ہو۔ ان پر تیری آیات پڑھے۔ انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور انہیں پاک کردے (البقرہ: ۱۲۹)۔

(2)۔ خداوند نے مجھ سے کہا ''انہوں نے اچھا کہا۔ میں ان کے بھائیوں کے درمیان سے تیری طرح ایک نبی برپا کردوں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اس کو حکم دوں گا وہ ان سے کہے گا۔ اور جو انسان میرے کلام کو جو وہ میرے نام سے کہے گا نہ مانے گا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا'' (استثناء ۱۸: ۱۸، ۱۹)۔

یہ کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے جو تورات میں موجود ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور یہودی بنی اسرائیل میں سے تھے یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد۔ اِن کے بھائیوں میں نبی برپا ہونے سے مراد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے نبی کا مبعوث ہونا ہے۔

اے موسیٰ! ''تیری طرح ایک نبی برپا کروں گا''۔ اس میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف واضح اشارہ موجود ہے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحبِ شریعت نبی ہیں اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی صاحبِ شریعت نبی ہیں۔ قرآن شریف اسکی تائید ان الفاظ سے کرتا ہے: اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ

Islam The World Religion

اِلَيۡكُمۡ رَسُوۡلًا شَاهِدًا عَلَيۡكُمۡ كَمَآ اَرۡسَلۡنَآ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا یعنی ہم نے تم لوگوں کی طرف رسول بھیجا جوتم پر شاہد ہے جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا (مزمل: ۱۵)۔

''میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا''۔اس جملے کی تائید قرآن ان الفاظ سے کرتا ہے۔

وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰىؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى یعنی میرا نبی اپنی مرضی سے نہیں بولتا بلکہ یہ جو کچھ بولتا ہے وہ اللہ کی طرف سے وحی ہوتی ہے (النجم: ۳، ۴)۔

''جو کچھ میں اس کو حکم دوں گا وہ ان سے کہے گا''۔اس جملے کی تائید قرآن سے اس طرح ہوتی ہے: فَاِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلٰغُ یعنی آپ کے ذمے بات پہنچا دینا ہے (الرعد: ۴۰)۔

''جو نہ مانے گا میں اِسکا حساب اُس سے لوں گا''۔اسکی تائید قرآن سے اسطرح ہوتی ہے۔ وَعَلَيۡنَا الۡحِسَابُ یعنی نہ ماننے والوں سے حساب لینا ہمارے ذمے ہے (الرعد: ۴۰)۔

(4)۔ یہ وہ برکت ہے جس سے مردِ خدا موسیٰ نے اپنی وفات سے پیشتر بنی اسرائیل کو دعا دی۔اس نے کہا خداوند سینا سے آیا۔اور سعیر سے اپنی قوم پر طلوع ہوا۔وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا اور دس ہزار قدسیوں میں آیا۔اس کے داہنے ہاتھ سے شعلہ زن آتش پھوٹ نکلی۔اس کے قہر نے اقوام کو تباہ کر دیا (استثناء ۳۳: ۲،۱)۔

خداوند سینا سے آیا۔اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی کا نازل ہونا ہے۔ سعیر سے طلوع ہونے سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی کا نزول ہے اور کوہِ فاران سے جلوہ گر ہونے سے مراد نبی کریم ﷺ پر وحی کا نزول ہے۔دس ہزار قدسیوں میں فتح مکہ کے اس منظر کی طرف اشارہ ہے جب دس ہزار صحابہ کرام علیہم الرضوان کا لشکر نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھا۔شعلہ زن آتش سے مراد شریعت ہے اور ''اس کے قہر نے اقوام کو تباہ کر دیا'' سے مراد جنگ اور جہاد کے ذریعے دشمنوں کو مغلوب کرنا ہے۔

یاد رہے کہ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی جنگ اور جہاد نہیں کیا۔لہٰذا تورات کی یہ پیشن گوئی صاف نبی کریم ﷺ پر فٹ بیٹھتی ہے۔اس سے ملتی جلتی آیت قرآن میں اسطرح موجود ہے:

Islam The World Religion

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ یعنی مجھے قسم ہے انجیر اور زیتون کی (وہ جنگل جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عبادت کی) اور مجھے قسم ہے طورِ سینا کی (یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چلہ گاہ تھی) اور مجھے قسم ہے اس امین شہر کی (یعنی مکہ شریف)۔ (التین: ۱ تا ۳)۔

زبور میں بشارات

زبور نمبر ۴۴ کے الفاظ یہ ہیں۔

عشقیہ غزل

''میرا دل ایک نفیس مضمون سے لبریز ہے۔ میں بادشاہ کے لیے اپنی غزل سناتا ہوں۔ میری زبان ماہر کاتب کا قلم ہے۔ تو بنی نوع انسان سے بڑھ کر خوش اندام ہے۔ تیرے لبوں میں لطافت انڈیلی ہوئی ہے۔ اس لیے خدا نے ہمیشہ کے لیے تجھے مبارک ٹھہرایا ہے۔ اے جلیل القدر! تو اپنی تلوار کو یعنی اپنے جلال و جمال کو اپنی ران سے باندھ۔ حقیقت اور صداقت کی خاطر اقبال مندی سے سوار ہو۔ اور تیرا دستِ راست تجھے عجیب کام دکھائے۔ تیرے تیر تیز ہیں۔ قومیں تیرے ماتحت ہوتی ہیں۔ بادشاہ کے دشمن ہمت ہارتے ہیں۔ اے خدا! تیرا تخت ابدالآباد تک قائم ہے۔ تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے۔ تو صداقت سے محبت اور شرارت سے نفرت رکھتا ہے۔ اس لیے خدا تیرے خدا نے شادمانی کے تیل سے تجھ کو تیرے ہم دستوں کی نسبت زیادہ مسح کیا۔ تیرے لباس مُر اور عود اور تج سے زیادہ خوشبودار ہیں۔ عاج کے ایوانوں سے تاردار سازوں کی آواز تجھے خوشی دلاتی ہے۔ شاہوں کی بیٹیاں تیرا استقبال کرتی ہیں۔ ملکہ تیرے داہنے ہاتھ اوفیر کے سونے سے مزین کھڑی ہے۔ اے بیٹی! سن غور کر کے کان لگا۔ اپنی قوم اور اپنے باپ کا گھر بھول جا۔ اور بادشاہ تیرے حسن کا مشتاق ہوگا۔ وہی خداوند ہے تو اس کی مطیع ہو۔ اور صُور کے باشندے ہدیہ لے کر آتے ہیں۔ قوم کے دولت مند تیرے کرم کے خواہاں ہیں۔ شہزادی سرتاپا حسن افروز داخل ہوتی ہے۔ اس کا لباس زربفت کا ہے۔ وہ منقش لباس سے بادشاہ کے حضور لائی جاتی ہے۔ اس کے پیچھے اس کی کنواری خواصیں تیرے سامنے حاضر کی جاتی ہیں۔ وہ خوشی اور شادمانی سے پہنچائی جاتی ہیں۔ وہ شاہی محل میں داخل ہوتی ہیں۔ تیرے بیٹے تیرے آباء کے جانشیں ہوں گے۔ تو ان کو تمام روئے

Islam The World Religion

زمین پر سردار مقرر کرے گا۔ میں تیرے نام کی یاد پشت در پشت قائم رکھوں گا۔ اس لیے اُمتیں ابد ال آباد تک تیری تعریف کریں گی'' (زبور نغمہ نمبر: ۴۴)۔

زبور کی اس طویل غزل پر ذرا غور کیجیے۔ یہ دراصل نبی کریم ﷺ کی نعت ہے جسے بائیبل کے مترجم نے عشقیہ غزل کہہ دیا ہے۔

''تو بنی نوع انسان سے بڑھ کر خوش اندام ہے'' یہ اَنَا سَیِّدُ وَلَدِ آدَمَ کا ترجمہ ہے۔ ''تلوار کو ران سے باندھنا'' یہ جہاد بالسیف کی صراحت ہے۔ ''قومیں تیرے ماتحت ہوتی ہیں'' یہ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا کا ترجمہ ہے۔ ''دشمن ہمت ہارتے ہیں'' یہ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کا ترجمہ ہے۔ ''تیرا تخت ابد ال آباد تک قائم ہے'' یہ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ کا ترجمہ ہے۔ ''تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے'' یہ مدینہ شریف میں سلطنت کی بنیاد رکھنے کی بات ہو رہی ہے۔ ''تو صداقت سے محبت اور شرارت سے نفرت کرتا ہے'' یہ صادق اور امین کا ترجمہ ہے۔ ''خدا نے شادمانی کے تیل سے تجھ کو تیرے ہم دستوں سے زیادہ مسح کیا ہے'' یہ کَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا کا ترجمہ ہے۔ ''لباس سے تج، مُر اور عود کی خوشبو کا آنا'' اس سے نبی کریم ﷺ کے لباس اور پسینہ کی خوشبو مراد ہے جو مسلمانوں میں مشہورِ عام ہے۔ ملاحظہ ہو (بخاری: ۳۵۶۱، مسلم: ۶۰۵۳، دارمی: ۶۷، مسندِ احمد: ۱۳۳۸۶)۔

شہزادی کے شاہی محل میں داخل ہونے سے سیدہ شہر بانو کی طرف اشارہ ہے جو شاہِ ایران کی بیٹی تھیں اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں سیدنا امام حسین کے عقد میں دیا تھا۔ ''تیرے بیٹے آباء کے جانشین ہوں گے۔ تو انکو روئے زمین پر سردار مقرر کرے گا''۔ اس سے مراد حضور ﷺ کی آل کے افراد کا دنیا کے مختلف ممالک میں حکمران بننا ہے جس پر پوری تاریخ گواہ ہے۔ ''تیرے نام کی تعریف پشت در پشت قائم رکھوں گا''۔ اس میں اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ کی طرف اشارہ ہے۔ ''اُمتیں ابد ال آباد تک تیری تعریف کریں گی''۔ اس میں آپ ﷺ کے ذاتی نام محمد کا ترجمہ صاف موجود ہے اور آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کی تصریح ہے (بائیبل کے مترجمین کی عادت ہے کہ وہ نام کا بھی ترجمہ کر دیتے ہیں)۔

فقیر راقم الحروف نے زبور کی اس پوری غزل کا مفہوم اردو نعت میں منتقل کر دیا ہے ملاحظہ فرمائیں (اس میں ''اظہار الحق'' کی توضیحات شامل ہیں)۔

Islam The World Religion

نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہر اک حسیں سے بڑھ کر حسن وجمال تیرا
ہر اک نبی نے مانا فضل وکمال تیرا
تیری کمر سے لٹکی تیغِ بہادری ہے
رحمت بھرا ہے پیارے طیش وجلال تیرا
حق کے لیے نکل کر تیرا سوار ہونا
لایا عجب کرشمے دستِ کمال تیرا
ہرقل، نجاشی منذر زیرِ نگین تیرے
اے تیز تیروں والے دبنا محال تیرا
حق آ گیا ہے باطل جڑ سے اُکھاڑ ڈالا
لہرا رہا ہے جھنڈا اب لازوال تیرا
صدق وصفا کے داعی اعلیٰ خصال والے
باتیں تیری مُعطر عنبری خیال تیرا
تج، مُر سے بھی زیادہ مہکے لباس تیرا
خوشبو پسینہ دیتا ہے بے مثال تیرا
شاہزادیاں ہیں تیرے شاہی محل کی رونق
شاہِ ایراں کی بیٹی اہل وعیال تیرا
تیرے کرم کو ترسیں جاہ وجلال والے
شاہ وگدا پہ شاہا عطیہ بحال تیرا
یمن وحجاز وہند میں سلطان تیرے بیٹے
آخر زماں میں مہدی بھی فردِ آل تیرا
تجھ پر درود ہوں گے ہوں گے سلام دائم
آذاں پڑھے گا تیری ہر اک بلال تیرا
نعتِ نبی یہ ساری نغمہ زبور کا ہے
اے قاسمی نگہباں وہ ذوالجلال تیرا

(زبور: نغمہ نمبر ۴۴)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ
الذَّاکِرُوْنَ وَکُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ

اِنجیل میں بشارات

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

(1)۔ میں باپ سے درخواست کروں گا اور وہ تمہیں دوسرا وکیل بخشے گا کہ ابد آباد تک تمہارے ساتھ رہے (یوحنا ۱۴:۱۶)۔

اس آیت میں وکیل سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ۱۸۹۰ء کے ترجمے اور دوسرے قدیم ترجموں میں وکیل کی جگہ فارقلیط کا لفظ موجود ہے۔ آج کل کے ترجموں میں وکیل، شفیع اور مددگار کے الفاظ موجود ہیں۔ فارقلیط ایک نام ہے۔ اور نام کا ترجمہ کرنا بالکل بے تکی بات ہے،

Islam The World Religion

جس سے مترجم کی نیت کی خرابی کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔ پھر فارقلیط کا ترجمہ کہیں وکیل، کہیں شفیع اور کہیں مددگار کرنا بھی تعجب انگیز ہے۔ آج ہماری آنکھوں کے سامنے انجیل کے ترجموں کا جو حشر ہو رہا ہے اس سے دو ہزار سالہ مشق کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں ''ابدال آباد تک ساتھ رہے گا'' سے نبی کریم ﷺ کے آخری نبی ہونے کی تصریح کر دی گئی ہے۔

(2)۔ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سُنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبر دے گا۔ وہ میری بزرگی بیان کرے گا (یوحنا ۱۶: ۱۳، ۱۴)۔

ان آیتوں میں ''وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا'' یہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى کا صاف ترجمہ ہے۔ آئندہ کی خبر دینے سے نبی کریم ﷺ کا غیب کی خبریں دینا مراد ہے۔ آپ ﷺ نے بے دریغ غیب کی خبریں دی ہیں جن سے قرآن و حدیث لبریز ہیں۔ قرآن شریف میں ہے۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ یعنی اے نبی یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپکی طرف وحی کر رہے ہیں (آلِ عمران: ۴۴)۔

انجیل کا اگلا جملہ یہ ہے ''وہ میری بزرگی بیان کرے گا''۔ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا پر یہودیوں نے جو الزامات لگائے تھے۔ ان الزامات کا صحیح جواب نبی کریم ﷺ دیں گے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کی صفائی میں طویل بیانات موجود ہیں۔ ایک پوری سورت قرآن شریف میں مریم کے نام سے موجود ہے۔ یہود کے جن الزامات کا جواب عیسائی حضرات کبھی نہ دے سکے۔ قرآن نے وہ تمام الزامات دھو ڈالے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بزرگی ثابت کر دی۔

(3)۔ یوحنا اصطباغی نے کہا ''آسمان کی بادشاہی قریب آ گئی ہے'' (متی ۳: ۲)۔

عیسائی کہتے ہیں کہ یہ پیش گوئی حضرت یحییٰ علیہ السلام (یوحنا) نے مسیح کے حق میں کی تھی۔ ہم کہتے ہیں کہ خود حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی انہی الفاظ کے ساتھ پیش گوئی فرمائی ہے۔ انجیل کے الفاظ یہ ہیں ''اس وقت یسوع نے منادی کرنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے'' (متی ۴: ۱۷)۔

Islam The World Religion

یہ منادی تو حضرت یحییٰ علیہ السلام نے نہیں کی۔ بلکہ اس میں صاف یسوع کا لفظ موجود ہے۔ بتایئے یسوع کس کے حق میں منادی کر رہے ہیں؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آج تک ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سواء کوئی نبی نہیں آیا جس کے حق میں یسوع (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی یہ منادی تسلیم کی جا سکے اور آسمان کی مذکورہ بادشاہی منسوب کی جا سکے۔

(4)۔ یوحنا کی شہادت یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی اس کے پاس یہ پوچھنے کو بھیجے کہ تو کون ہے۔ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا۔ بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ تب انہوں نے اس سے پوچھا۔ پھر کیا تو الیاس ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ کیا تو النبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں (یوحنا باب نمبر ۱، آیت ۱۹۔۲۱)۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ یوحنا (حضرت یحییٰ علیہ السلام) حضرت مسیح علیہ السلام کے ہم عصر اور حضرت مریم کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ مذکورہ بالا آیت میں حضرت یحییٰ علیہ السلام پر تین سوال ہیں۔

(1)۔ کیا تو مسیح ہے؟ (2)۔ کیا تو الیاس ہے؟ (3)۔ کیا تو النبی ہے؟

ان سوالات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں لوگوں کو مسیح کے علاوہ بھی کسی کا انتظار تھا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے تینوں سوالوں کا جواب نفی میں دیا۔

مسیح اور الیاس کی شخصیات تو کسی نہ کسی طرح معلوم و متعین ہیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ''النبی'' سے کون مراد ہے؟

باقی اردو تراجم میں ''النبی'' کی جگہ ''وہ نبی'' کا لفظ ہے۔ انگریزی ترجمہ میں ''The prophet'' کا لفظ موجود ہے۔ نام لیے بغیر اسے النبی اور وہ نبی کہنے سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اس زمانے میں النبی یا وہ نبی سے مراد ہر کوئی سمجھتا تھا۔ اور ہر کوئی النبی کے لیے چشم براہ تھا۔ مسیح کے زمانے میں مسیح کے آ جانے اور اعلانِ نبوت کر دینے کے بعد کسی اور کا انتظار! کیا معنی؟

اِدھر قرآن کو پڑھیے۔ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے لیے قرآن میں نبی اور رسول کے الفاظ موجود ہیں مگر النبی کا لفظ صرف نبی کریم حضرت سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہی استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً: یَا اَیُّہَا النَّبِیُّ ۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وغیرہ۔ لہٰذا انجیل میں

Islam The World Religion

''النبی'' یاوہ نبی سے مراد ہمارے نبی کریم ﷺ ہیں۔

(5)۔ انجیل برنباس میں ہے:

''محمد کا انتظار کرو۔ جس کی خاطر میں نے جنت، پوری دنیا اور روز بروز بڑھتی ہوئی مخلوقات پیدا کی ہیں'' (انجیل برنباس باب ۹۷ صفحہ ۱۳۳)۔

حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں: میں اس کے جوتے کے تسمے کھولنے کے قابل بھی نہیں ہوں۔ میں نے خدا سے اس بات کی دعا کی ہے کہ میں اسے دیکھ سکوں (انجیل برنباس ۹۷:۱)۔

(6)۔ اس نے کہا خدا کی بادشاہی ایسی ہے جیسے کوئی آدمی زمین میں بیج ڈالے اور رات کو سوئے اور دن کو اٹھے اور بیج اُگے اور بڑھے اور وہ جانے بھی نہ کہ یہ کیسے ہوتا ہے۔ زمین خود بخود پھل لاتی ہے۔ پہلے پتی پھر بال میں پورے دانے اور جب پھل پک جاتا ہے تو وہ فوراً درانتی لگاتا ہے کیونکہ کاٹنے کا وقت آ پہنچا (مرقس کی انجیل ۴:۲۶۔۲۹)۔

انجیل کی ان آیات میں نبی کریم ﷺ کے دین کی بنیاد رکھنے سے لے کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی کثیر التعداد جماعت کے مرتبہ کمال کو پہنچ کر دنیا کے کونے کونے کو فیض یاب کرنیکا بیان ہے۔ اس بات کو کھیت اور فصل کی مثال دے کر سمجھایا گیا ہے۔ قرآنِ پاک میں اس کی تصدیق اس آیت سے ہوتی ہے: ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ یعنی صحابہ کرام کی یہی مثال تورات اور انجیل میں بھی ہے۔ وہ مثال ایک کھیتی کی سی ہے جس نے باریک کونپل نکالی پھر اسے قوت دی اور وہ موٹی ہوگئی پھر وہ اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی۔ کاشتکار کو بہت اچھی لگتی ہے تاکہ انکی وجہ سے کفار کے دل جل جائیں (الفتح:۲۹)۔

انجیل کی مذکورہ آیات کو بھی بار بار پڑھیے اور قرآن کی آیت بھی بار بار دیکھئے، نبی کریم ﷺ کو ماننے والوں کی تعداد کا شروع شروع میں کم ہونا اور پھر آہستہ آہستہ بڑھتے جانا حتیٰ کہ حجۃ الوداع کے موقع پر سوا لاکھ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عظیم الشان اجتماع جس سے واقعی کفار کے دل ہل جائیں۔ یہ سب کچھ ان آیات میں بیان ہوا ہے۔

مختلف انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نے زندگی بھر صرف ایک شخص کو مسلمان کیا کسی

Islam The World Religion

نے دو کو۔ کسی نے بارہ کو اور کسی نے اَسی کو۔ لیکن یہ صرف اور صرف ہمارے نبی کریم ﷺ کا کارنامہ ہے کہ فوج درفوج افراد کو راہِ ہدایت پر گامزن کر دیا اور لاکھوں قدسیوں کو اپنی نگاہِ کرم سے فیض یاب کر دیا۔

خالق اپنی مخلوق سے، کاریگر اپنی صنعت سے اور استاد اپنے شاگرد سے پہچانا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی کثیر تعداد اور ان کا زہد وتقویٰ و اخلاص ہمارے نبی کریم ﷺ کی افضلیت کا کھلا ثبوت ہے۔

بائیبل میں لکھا ہے کہ ''وہ ہزاروں قدسیوں میں آیا'' (استثناء ۲:۳۳)۔

اور قرآن میں ہے کہ: وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا یعنی تو نے دیکھا کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہو رہے ہیں۔ یہ اعزاز نبی کریم ﷺ سے پہلے کسی نبی کو حاصل نہیں ہوا۔

عیسائیت کے رد میں لکھی جانے والی دنیا میں سب سے اچھی کتاب اظہار الحق ہے یہ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی علیہ الرحمہ کی تصنیف ہے۔ فقیر راقم الحروف نے بھی اس موضوع پر ایک ہمہ پہلو کتاب لکھی ہے جس کا نام ''عیسائیت سے اسلام تک'' ہے۔

دوسری آیت:

قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (المائدۃ:۱۵)۔

یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور واضح کتاب آ گئی۔

اس آیت میں نور سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں۔ اس سے پچھلے جملے میں قَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلُنَا کے الفاظ ہیں جن میں صاف نبی کریم ﷺ کا ذکر ہے۔ تفسیرِ خازن، تفسیر بیضاوی، تفسیر جلالین اور تفسیر مدارک وغیرہ میں لکھا ہے کہ نور سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں۔

خود نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا (المصنف لعبدالرزاق الجزء المفقود حدیث رقم: ۱۸، مواہبِ لدنیہ جلد ا صفحہ ۹)۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اپنی ان آنکھوں سے دیکھا ہے، آپ ﷺ سراپا نور تھے بلکہ اللہ کے نور میں سے نور تھے

Islam The World Religion

(المصنف لعبد الرزاق الجزء المفقود حدیث:١٧)۔

اور فرمایا میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے (نور ظلم صفحہ ۱۳ از حماد بن امام اعظم ابوحنیفہ رحمہما اللہ)۔

نیز حدیث شریف میں ہے کہ: اِنِّیْ لَسْتُ کَمِثْلِکُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ یعنی میں تمہاری طرح کا نہیں ہوں میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے (بخاری: ۷۲۹۹)۔

نیز فرمایا: اَیُّکُمْ مِثْلِیْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ یعنی تم میں سے کون مجھ جیسا ہے۔ میرا رب مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے (بخاری: ۱۹۶۵، مسلم: ۲۵۷۱)۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس کی چمک سورج پر بھی غالب تھی اور چراغ پر بھی غالب تھی (الوفا صفحہ ۴۰۷)۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑنے دیا تاکہ کوئی انسان اس پر پاؤں نہ رکھے (مدارک جلد ۳ صفحہ ۳۴۳)۔

حضرت ذکوان تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ ہی دھوپ میں دیکھا گیا اور نہ ہی چاندنی میں دیکھا گیا (حکیم ترمذی، خصائص کبریٰ ۱/۱۱۶)۔

ابن سبع رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہیں اور آپ نور تھے (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۱۶)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت نصِ قطعی سے ثابت ہے۔ اسکا انکار کفر ہے، مگر اس کے ساتھ آپ کی نورانیت بھی دلائل سے ثابت ہے۔ ایک اعلیٰ وصف کے ہوتے ہوئے عامیانہ وصف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کرنا بے ادبی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا یعنی جس طرح ایک دوسرے کو بلاتے ہو اس طرح رسول کو مت بلاؤ (النور: ٦٣)۔

یہی وجہ ہے کہ ازواجِ مطہرات، سیدۃ فاطمۃ الزہراء، حضرت عباس، سیدنا صدیق اکبر، سیدنا فاروقِ اعظم، سیدنا عثمانِ غنی، مولا علی اور حسنین کریمین علیہم الرضوان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Islam The World Religion

کو اپنے رشتے سے پکارنے سے اجتناب فرماتے تھے اور آپ کو یارسول اللہ کہہ کر پکارتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کی بشریت کے معلوم ہونے کے باوجود آپ کو نور ہی کہنا زیب دیتا ہے۔اسی میں ادب ہے خصوصاً جب کہ آپ کی نورانیت قوی دلائل سے ثابت ہے۔

آپ ﷺ کا اوّل الخلق ہونا

حدیثِ پاک میں ہے کہ:

عَن جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ سَالۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ عِنۡ اَوَّلِ شَیءٍ خَلَقَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فَقَالَ ھُوَ نُوۡرُ نَبِیِّكَ یَا جَابِرُ یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پہلی چیز کے بارے میں پوچھا جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔فرمایا: وہ تیرے نبی کا نور ہے(المصنف لعبدالرزاق:۱۸)۔

میلادُ النبی ﷺ

یہ آیت کہ ''اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور آ گیا اور کتاب آ گئی''۔اس میں نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کا ذکر ہے۔مسلمان نبی کریم ﷺ کے میلاد شریف کی خوشی ہمیشہ سے مناتے چلے آئے ہیں۔ یہ اللہ کی نعمت کا شکر ہے اور اس کے فضل پر فرحت وشادمانی کا اظہار ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰہِ وَبِرَحۡمَتِہٖ فَبِذٰلِكَ فَلۡیَفۡرَحُوۡا یعنی کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشیاں مناؤ(یونس:۵۸)۔

حضور ﷺ اللہ کا سب سے بڑا فضل اور اسکی سراپا رحمت بلکہ رَحۡمَۃٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ہیں۔لہٰذا آپ کی تشریف آوری پر خوشی منانا بدرجۂ اولیٰ ثابت ہوا۔

ایک اور آیت میں فرمایا: وَاَمَّا بِنِعۡمَتِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ یعنی اور اپنے رب کی نعمت کو بیان کر(الضحیٰ:۱۱)۔نبی کریم ﷺ اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہیں لہٰذا اس نعمت کو بیان کرنا بھی دوسری نعمتوں سے بڑھ کر ثابت ہوا۔

خود نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ ہر سوموار کو روزہ رکھتے تھے۔پوچھا گیا یارسول اللہ آپ ہر سوموار کو روزہ کیوں رکھتے ہیں۔فرمایا اس دن میں پیدا ہوا تھا اور اس دن مجھ پر قرآن

Islam The World Religion

اتارا گیا(مسلم: ۲۷۵۰)۔

صحیح بخاری میں ہے کہ ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے گھر کے ایک فرد (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) نے خواب میں دیکھا۔ آپ نے اس سے اس کا حال پوچھا۔ اس نے کہا کہ حال برا ہے۔ صرف اس انگلی میں سے پینے کا پانی مل جاتا ہے جس سے اشارہ کر کے میں نے محمد ﷺ کی ولادت کی خوشی میں اپنی کنیز ثویبہ کو آزاد کیا تھا(بخاری: ۵۱۰۱)۔

ترمذی شریف میں ایک باب موجود ہے جس کا نام "بَابُ مَاجَاءَ فِيْ مِيْلَادِ النَّبِيِّ ﷺ" ہے۔

میلاد شریف کے موقع پر نعت، درود، محافل کا انعقاد، جلوس نکالنا اور رسالت کے نعرے بلند کرنا سب جائز ہے۔ جب نبی کریم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو لوگوں نے آپ کا زبردست استقبال کیا۔

حدیث شریف میں ہے: فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ فَوْقَ الْبُيُوْتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ فِي الطُّرُقِ يُنَادُوْنَ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُوْلَ اللهِ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُوْلَ اللهِ یعنی مرد اور عورتیں مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے۔ نوجوان اور غلام راستوں میں پھیل گئے۔ سب نعرے لگا رہے تھے یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوْلَ اللهِ یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوْلَ اللهِ (مسلم: ۷۵۲۲)۔

میلاد کے موضوع پر علامہ ابن جوزی نے اَلْمِيْلَادُ النَّبَوِی، علامہ جلال الدین سیوطی نے حَسَنُ الْمَقْصَدِ فِيْ عَمَلِ الْمَوْلَد، ملا علی قاری نے اَلْمَوْرِدُ الرَّوِيّ فِي الْمِيْلَادِ النَّبَوِي، نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے اَلشَّمَامَةُ الْعَنْبَرِيَّةُ فِيْ مَوْلِدِ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ نام کی مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی علیہ الرحمہ نے میلاد النبی نام کا ضخیم اور محققانہ رسالہ تحریر فرمایا ہے جو مقالاتِ کاظمی حصہ اوّل میں چھپا ہوا دستیاب ہے۔ فقیر راقم الحروف نے اس موضوع پر ایک ہمہ پہلو رسالہ لکھا ہے جس کا نام "جواز الاحتفال بمیلادِ صاحب الجمال" ہے۔

ویسے بھی ایک سچے غلام اور امتی کیلیے ضروری ہے کہ اس کے دل میں اپنے نبی کریم ﷺ کی والہانہ محبت موجزن ہو۔ سچا عاشق میلاد منانے کے لیے مزید کسی دلیل کا محتاج نہیں ہوتا۔ مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ یعنی جو کسی چیز سے محبت کرتا ہے اسی کی یاد میں رہتا ہے۔

Islam The World Religion

تیسری آیت:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا (الاحزاب:۴۵،۴۶)۔

ترجمہ: اے نبی ہم نے آپ کو شاہد بھیجا ہے اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور اللہ کی طرف اس کے اذن سے دعوت دینے والا اور چمکتا ہوا سورج بنا کر بھیجا ہے

اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاہد قرار دیا گیا ہے۔ قرآنی لغت کی دنیا بھر میں سب سے اچھی کتاب مفردات الفاظ القرآن ہے، اس میں لکھا ہے:

اَلشُّهُوْدُ وَالشَّهَادَةُ اَلْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوْ بِالْبَصِيْرَةِ

یعنی شہود اور شہادت حاضر ہونے اور مشاہدہ کرنے کو کہتے ہیں خواہ نظر سے ہو یا بصیرت سے (مفردات صفحہ ۲۷۴)۔

حدیث شریف میں ہے کہ: اللہ نے میرے لیے زمین سکیڑ دی اور میں نے اسکے مشرق ومغرب سب دیکھ لیے (مسلم: ۷۲۵۸، ابوداؤد: ۴۲۵۲، ترمذی: ۲۱۷۶، ابن ماجہ: ۳۹۵۲)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ قبر میں ہر مرنے والے پر یہ سوال ہوتا ہے کہ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ یعنی تو اس مرد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کیا کہتا تھا (مسلم: ۷۲۱۶، بخاری: ۱۳۷۴، نسائی: ۲۰۵۰، ابوداؤد: ۴۷۵۲)۔

"اس مرد" کے لفظ سے ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت سامنے موجود ہوتے ہیں۔

اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبرِ انور میں زندہ تشریف رکھتے ہیں۔ پوری دنیا آپ کے سامنے اس طرح سمٹی ہوئی ہے جیسے ہاتھ کی ہتھیلی اور آپ جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں اور ایک وقت میں کئی مقامات پر بھی تشریف لے جاسکتے ہیں۔

اس حقیقت پر حاضر وناظر کا اطلاق جائز ہے۔ حاضر وناظر کا لفظ قرآن وحدیث میں کسی جگہ بھی اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال نہیں ہوا اور نہ ہی یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کوئی نام ہے۔ اور اگر یہ اللہ تعالیٰ کا نام ہوتا بھی تو پھر کیا تھا، اللہ تعالیٰ کے کتنے ہی نام ایسے ہیں جو حبیب

Islam The World Religion

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی نام ہیں۔ حاضر و ناظر کے موضوع پر حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تسکین الخواطر'' نہایت محققانہ اور لاجواب چیز ہے۔

چوتھی آیت:

لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (التوبہ:۱۲۸)۔

ترجمہ: یقیناً تمہارے پاس ایک شان والا رسول آ گیا جو تم ہی میں سے ہے۔ تمہاری مشقت اس پر گراں گزرتی ہے۔ تمہاری بہتری کا بہت ہی خواہشمند ہے اور مومنوں پر رؤف اور رحیم ہے۔

اس آیت مبارکہ میں حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان جس گہرے انداز سے بیان ہوئی ہے شاید کسی دوسری آیت میں نہیں ہوئی۔

فرمایا: لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِكُمْ یعنی یقیناً تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آ گیا۔ مِنْ اَنْفُسِكُمْ یعنی تم ہی میں سے۔ اس کے چار مختلف مفاہیم ہیں۔ پہلا یہ کہ مِنْ اَنْفُسِكُمْ کا خطاب تمام انسانیت سے ہو اور مراد یہ ہو کہ ہمارا رسول بنی نوع انسان میں سے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انسانوں میں ہونا کمال درجہ کی شفقت اور رحمت ہے۔ اگر آپ انسانوں میں سے نہ ہوتے، فرشتوں میں سے ہوتے تو انسانیت کے دکھ درد اور ضروریات کو سمجھنا آپ کے لیے مشکل ہوتا۔

اَنْفُسِكُمْ کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عربوں میں سے بھیجا گیا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قرآن شریف کی آیت ''اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (الشوریٰ:۲۳) کے بارے میں پوچھا گیا کہ قربیٰ سے کیا مراد ہے؟ پاس سے حضرت سعید بن جبیر تابعی نے فرمایا: قربیٰ سے مراد آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ سیدنا ابن عباس نے فرمایا: آپ نے جلدی کی ہے۔ قریش کا کوئی ایسا گھر نہیں جس کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت داری نہ ہو۔ لہٰذا اس سے مراد یہ ہے کہ ''اے قریش کے لوگو! میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت داری ہے اس کا لحاظ کرو'' فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: عَجِلْتَ، اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَكُنْ بَطْنٌ مِنْ قُرَيْشٍ اِلَّا كَانَ لَهٗ فِيْهِمْ قَرَابَةٌ، فَقَالَ: اِلَّا اَنْ تَصِلُوْا مَا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ مِنَ الْقَرَابَةِ

Islam The World Religion

(بخاری:۴۸۱۸)۔

مِنۡ اَنۡفُسِکُمۡ کا تیسرا مفہوم یہ ہے کہ اَنۡفُسِکُمۡ کو ف پر زبر کے ساتھ اَنۡفَسِکُمۡ پڑھا جائے۔اس طرح اس کا معنی یہ ہوا کہ تمہارے پاس تمہارے نفیس ترین لوگوں میں سے رسول آ گیا۔اس میں حبیبِ کریم ﷺ کی خاندانی عظمت اورنسبی شرافت کا بیان ہے۔ جس کی تفصیل ہم نے آیت وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيۡنَ کی تفسیر میں بیان کردی ہے۔

مِنۡ اَنۡفُسِکُمۡ کا چوتھا مفہوم صوفیانہ ہے۔مِنۡ اَنۡفُسِکُمۡ میں حقیقتِ محمدیہ کا بیان ہے جو کائنات کے ذرے ذرے میں تعینِ اول کے طور پر جلوہ افروز ہے۔اسی تعلق کی وجہ سے حضور ﷺ پر ہر کسی کا دکھ گراں گزرتا ہے عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ۔اور یہیں پر اگر وَمَا اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ کو یاد کرلیں تو بات مزید واضح ہوجائے گی۔عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ میرا محبوب تم لوگوں کو جہنم میں جانا پسند نہیں فرماتا۔

حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ یعنی تم پر حریص ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ تمہارے ایمان لانے اور جنت میں جانے پر حریص ہے۔جب ماں اپنے بچے کو آگ میں گرتا ہوا دیکھ کر اس کی طرف یکسو ہو کر لپکتی ہے،فرطِ ارادہ کی اس کیفیت کو حرص کہتے ہیں۔

بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ یعنی مومنوں پر رؤف ورحیم ہیں،رحمت سے بڑھ کر رافت ہوتی ہے شدت میں بھی اور کثرت میں بھی۔اَلرَّأفَةُ اَشَدُّ مِنَ الرَّحۡمَةِ ...اَلرَّأفَةُ اَكۡثَرُ مِنَ الرَّحۡمَةِ (قرطبی جلد ۲ صفحہ ۱۵۴)۔

یہ دونام اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بھی استعمال فرمائے ہیں۔ارشادِ گرامی ہے :اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر رؤف اور رحیم ہے(البقرۃ:۱۴۳)۔

حدیث پاک میں ہے کہ :قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ سَبۡيٌ، فَاِذَا امۡرَأَةٌ مِنَ السَّبۡيِ تَحۡلُبُ ثَدۡيَهَا تَسۡقِي، اِذَا وَجَدَتۡ صَبِيًّا فِي السَّبۡيِ، اَخَذَتۡهُ، فَاَلۡصَقَتۡهُ بِبَطۡنِهَا وَ اَرۡضَعَتۡهُ، فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ: اَتُرَوۡنَ هٰذِهِ طَارِحَةٌ وَلَدَهَا فِي النَّارِ؟ قُلۡنَا: لَا، وَهِيَ تَقۡدِرُ عَلٰی اَنۡ لَا تَطۡرَحَهُ، فَقَالَ: لَلّٰهُ اَرۡحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنۡ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا (بخاری: ۵۹۹۹،مسلم:۶۹۷۸)۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کے پاس قیدی آئے،ان میں ایک عورت تھی جو اپنے بچے کو دودھ

Islam The World Religion

پلانے کے لیے بے قرار تھی، جب اس نے قیدیوں میں اپنے بچے کو دیکھا تو جھٹ سے اسے پکڑ لیا اور اپنی چھاتی سے لگا کر اسے دودھ پلانے لگی، نبی کریم ﷺ نے ہم لوگوں سے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈالنا چاہے گی؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کا بس چلے گا تو ایسا ہرگز نہیں کرے گی، فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے جتنا یہ عورت اپنے بچے پر مہربان ہے۔

شیخ اکبر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رأفتہ دو طریقوں سے فرماتا ہے۔ اولاً جب بندہ فنا کے بعد بقاء کی طرف لوٹتا ہے تو اسے شرحِ صدر اور رفعِ حجاب کی دولت سے نوازتا ہے۔ ثانیاً فنائیت کے عرصہ میں کیے گئے تمام اعمال کو قبول فرما لیتا ہے خواہ بندے کو معلوم ہی نہ ہو کہ وہ کیا کرتا رہا ہے وَاِنْ لَّمْ يَعْلَمُوْا مَا يَفْعَلُوْنَ (تفسیر ابن عربی جلد ا صفحہ ۷۸)۔

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے میرے عرقِ انفعال کے

اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ وتم برہانہ نے اپنے یہی دو نام مذکورہ آیت میں اپنے محبوب ﷺ کو بھی عطا فرمائے ہیں۔ اور دنیا میں کسی دوسرے پیغمبر کو یہ دو نام اکٹھے عطا نہیں ہوئے (قرطبی جلد ۸ صفحہ ۲۷۴)۔

یہاں نبی کریم رؤف رحیم ﷺ انسانی سمجھ سے بالاتر ہو جاتے ہیں۔ یہ بات بالکل حق ہے کہ حضور کریم رؤف رحیم ﷺ کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اتنا یاد ہے کہ فقیر کو وقت کے اغیاث واقطاب نے ان دو آیتوں کا ورد رکھنے کا حکم دیا تھا۔

ہمارے مرشد کریم قطب الاقطاب حضرت پیر سائیں محمد قاسم مشوری قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت کو صبح شام صرف تین بار پڑھ لینے والے کو موت بھی نہیں آئے گی۔

آپ نے ایک واقعہ ارشاد فرمایا کہ ایک خاتون یہی دو آیتیں صبح شام پڑھتے پڑھتے 120 سال کی ہو گئی۔ خواب میں اسے محبوب کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ فرمایا: مائی تم ہمارے پاس نہیں آنا چاہتی؟ اس نے عرض کیا حضور آنا تو چاہتی ہوں مگر موت میرے بس میں نہیں۔ حضور نے فرمایا: ان دو آیتوں کا صبح شام وِرد چھوڑ دو۔ جیسے ہی اس خاتون نے یہ وظیفہ چھوڑا

Elam The World Religion

اگلے ہی دن وصال فرما گئی۔

پانچویں آیت:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (الانبیا:۱۰۷)۔

ترجمہ: اور اے نبی ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

آپ ﷺ کے لیے قرآن میں آنے، مبعوث ہونے اور بھیجے جانے کے الفاظ بار بار استعمال ہوئے ہیں۔ اس میں آپ ﷺ کی تشریف آوری کی اہمیت اور ولادت باسعادت پر اظہارِ مسرت کا واضح اشارہ موجود ہے۔

تمام جہانوں کی طرف تشریف لانے سے آپ ﷺ کی رسالت کی عالم گیریت ظاہر ہے اور تا قیامت آپ ہی کی رسالت کا اجراء ثابت ہے۔

اسی آیت سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام، تمام فرشتوں اور تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔

جو ہستی تمام جہانوں کے لیے رحمت ہو اس کے تشریف لے آنے کے بعد مزید کسی نبی کی ضرورت نہیں ہو سکتی لہٰذا اس آیت میں ختم نبوت کی طرف بھی واضح اشارہ موجود ہے۔

رحمۃ للعالمین ہونا ہمارے نبی کریم ﷺ کا خاصہ ہے (خصائصِ کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۳۲۲)۔ آپ ﷺ کے سواء کسی کو رحمۃ للعالمین کہنا یا سمجھنا کفر ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ کی رحمت مومن اور کافر سب کے لیے ہے۔ مومن کے لیے دنیا اور آخرت میں رحمت اور کافر کے لیے دنیا میں عذاب کے ٹلے رہنے اور شکلیں مسخ ہو جانے اور زمین میں دھنس جانے سے بچے رہنا اسی رحمت کی برکت سے ہے (ابن جریر جزء ۱۷ جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۷)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اِنَّمَآ اَنَا رَحۡمَةٌ مُّھۡدَاةٌ یعنی میں رحمت ہوں اور اللہ کی طرف سے ہدایت ہوں (مستدرکِ حاکم: ۱۰۰، بغوی جلد ۳ صفحہ ۲۷۲، قرطبی جلد ۱۱ صفحہ ۳۰۶)۔

رحمت کے لفظ سے آپ کی رحم دلی اور بندہ نوازی عیاں ہے۔ رحمت کا الٹ لعنت ہے۔
آپ ﷺ نے دعا فرمائی تھی کہ: اے اللہ اگر میں کسی مسلمان پر لعنت بھیج دوں تو آپ اس لعنت کو

Islam The World Religion

رحمت میں تبدیل کر دینا (مسلم: ۶۶۲۵)۔ ایک دفعہ کسی آدمی نے آپ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ابوجہل پر لعنت بھیجیں، آپ ﷺ نے فرمایا: **اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَّاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَۃً** یعنی میں لعنت بھیجنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں (مسلم: ۶۶۱۳)۔

رحمت ہی کے لفظ سے ظاہر ہے کہ آپ ﷺ آج بھی زندہ ہیں ورنہ کسی پر رحمت کرنا ممکن نہ ہوگا۔ اور آپ ﷺ حالات سے مکمل طور پر باخبر ہیں ورنہ بے خبری میں رحمت نہ ہو سکے گی۔ آپ ﷺ ہر کسی کے قریب ہیں ورنہ دوری کی وجہ سے رحم کرنا ممکن نہ ہوگا۔ اور آپ ﷺ کو یہ قدرت حاصل ہے کہ کسی کی مشکل کو حل کر سکیں ورنہ قدرت نہ ہونے کی صورت میں رحمت بے معنی ہو کر رہ جائے گی (مقالاتِ کاظمی جلد ۱ صفحہ ۱۱۵ تا ۱۱۷، از غزالی دوراں سیدنا احمد سعید کاظمی قدس سرہٗ)۔

چھٹی آیت:

لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ (البلد: ۱، ۲)۔

ترجمہ: کیا میں اس شہر (مکہ) کی قسم نہ کھاؤں جبکہ تو بھی اس شہر میں موجود ہو؟

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ساتھ لاڈ کی انتہا کر دی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے وجودِ مسعود کی وجہ سے مکہ شریف کو قسم کھائے جانے کے قابل ٹھہرایا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جس چیز کی بھی نسبت ہو جائے وہ متبرک ہو جاتی ہے۔ پوری امت کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کے قدم مبارک کی خاک عرش سے افضل ہے اس لیے کہ اسے نبی کریم ﷺ سے وہ نسبت حاصل ہے جو عرشِ بریں کو حاصل نہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی قمیض مبارک اپنے والد ماجد سیدنا یعقوب علیہ السلام کے پاس بھیجی جو نابینا ہو چکے تھے۔ وہ قمیض جب آپ کی آنکھوں پر لگائی گئی تو آپ کی بینائی درست ہو گئی۔ یہ واقعہ قرآن شریف کی سورہ یوسف میں مذکور ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نبی کریم ﷺ کے کپڑے مبارک، بال مبارک، تھوک مبارک، وضو کا پانی، آپ کا خون مبارک اور بول مبارک تبرک کے طور پر استعمال کیے۔ یہ سب باتیں بخاری، مسلم اور کتبِ سیرت میں موجود ہیں۔

Islam The World Religion

ساتویں آیت:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (الانفال: ٣٣)۔

ترجمہ: اللہ کو یہ گوارا نہیں کہ انہیں عذاب دے جب کہ تو ان میں موجود ہو۔

پہلی امتوں پر گناہوں کی وجہ سے دنیا میں ہی عذاب نازل ہو جاتا تھا۔ان کی بستیاں اُلٹ جانا اور چہرے مسخ ہو جانا قرآن میں بیان ہوا ہے۔لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے آئندہ کے لیے یہ عذاب روک دیا گیا۔

آٹھویں آیت:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (الجمعہ: ٢)۔

ترجمہ: وہی اللہ ہے جس نے اُمّیوں میں انہی میں سے رسول بھیجا جو ان پر اسکی آیات پڑھتا ہے۔اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور یہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

اس آیت میں چار امور کا ذکر کیا گیا ہے۔(1)۔آیات کی تلاوت کرنا۔(2)۔پاک کرنا (تزکیہ)۔(3)۔کتاب کی تعلیم دینا۔(4)۔حکمت کی تعلیم دینا۔

تلاوت سے مراد قرأتِ قرآن ہے۔تزکیہ سے مراد نگاہ اور توجہ کے ذریعے پاک کرنا ہے۔کتاب کی تعلیم سے مراد قرآن کے معانی و معارف کا بیان ہے جو حدیث کے ذریعے بیان ہوئے۔حکمت سے مراد قول اور عمل میں پایۂ کمال کو پہنچانا اور حقائق الاشیاء کی معرفت دے کر فارغ التحصیل کرنا ہے۔

حجیتِ حدیث

کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اضافی الفاظ استعمال فرمائے انہیں حدیث کہا جاتا ہے۔حدیث کے بغیر قرآن شریف کو سمجھنا محال اور کھلی گمراہی ہے بلکہ قرآن کا قرآن ہونا ہی حدیث شریف کے بیان پر موقوف ہے۔جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ

Islam The World Religion

فرمائیں کہ ''یہ قرآن ہے''۔ قرآن کی شناخت ممکن نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ یعنی ہم نے قرآن آپ پر اس لیے نازل کیا کہ آپ لوگوں پر اسکی وضاحت کریں جو کچھ ان کی طرف نازل کیا گیا ہے (النحل: ۴۴)۔

جن الفاظ سے نبی کریم ﷺ نے قرآن کی یہ وضاحت فرمائی انہیں حدیث کہا جاتا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا: اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ یعنی اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو (النسآء: ۵۹)۔

رسول کی اطاعت حدیث کو مانے بغیر ممکن نہیں ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ یعنی تمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی میں عملی نمونہ موجود ہے (الاحزاب: ۲۱)۔

اس عملی نمونہ کو سنّت کہا جاتا ہے اس کے بغیر قرآن فہمی ناممکن ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا: اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یعنی اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا (آلِ عمران: ۳۱)۔

نبی کریم ﷺ کی اتباع ہی اتباعِ سنّت ہے اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے اور اس کا محبوب بننے کا ذریعہ ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا یعنی نہیں! تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک اپنے اختلافات میں آپ کا ہر فیصلہ نہ مان لیں۔ پھر اپنے دلوں میں آپکے فیصلے پر معمولی شک بھی نہ رکھیں اور اس طرح مان لیں جس طرح ماننے کا حق ہے (النسآء: ۶۵)۔

اگر کوئی حدیث کا منکر اس آیت پر دیانت سے غور کرے گا تو وہ اپنی نام نہاد تحقیقات سے حدیث کے انکار پر مجبور ہونے کے باوجود احتیاطاً حدیث کی حجیت کا قائل ہوجائے گا۔ اس لیے کہ حکم رسول ﷺ کے مقابلے میں دل کا معمولی کھٹکا اور حرج بھی ایمان کو سلب کر دیتا ہے۔

قرآن کے ایک ایک لفظ کے کئی کئی معنی ہیں۔ کس جگہ پر کونسا معنی مراد ہے اس بات کا حتمی فیصلہ صرف اور صرف نبی کریم ﷺ ہی دے سکتے ہیں۔ مثلاً لغت میں صلوٰۃ کے کئی معنی لکھے

Islam The World Religion

ہیں۔ رحمت، دعا، تسبیح، نماز، گھوڑے کا دوڑ میں دوسرے نمبر پر آنا، آگ میں ڈالنا، سیدھا کرنا۔

اسی طرح بے شمار الفاظ کے لغوی اور اصطلاحی یا مرادی معنی میں فرق ہوتا ہے اور یہ فرق محبوب کریم ﷺ کی حدیث کے سواء سمجھ میں نہیں آ سکتا۔

حدیث کا انکار کرنے سے قرآن میں اپنی من مانی کا راستہ ملتا ہے۔ یہ گمراہی کی بنیاد اور فساد کی جڑھ ہے اور فسادی لوگ ہر دور میں حدیث کا انکار کر کے قرآن کے مطالب کو اپنی مرضی کے مطابق پھیرتے رہے ہیں۔ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اس بات کا اعلان کر رکھا تھا کہ جو شخص تم لوگوں سے قرآن پڑھ کر بحث کرے تم اسے حدیث کے ذریعے پکڑو۔

يُجَادِلُوْنَكُمْ بِالْقُرْآنِ فَخُذُوْهُمْ بِالسُّنَنِ یعنی یہ لوگ تم سے قرآن کے ذریعے بحث کرتے ہیں تم انہیں سنت کے ذریعے جکڑو (الشفا جلد ۲ صفحہ ۱۱)۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو خوارج کے خلاف مناظرے کے لیے بھیجا تو انہیں نصیحت فرمائی کہ ”لَا تُخَاصِمْهُمْ بِالْقُرْآنِ فَإِنَّ الْقُرْآنَ حَمَّالٌ ذُوْ وُجُوْهٍ فَتَقُوْلُ وَيَقُوْلُوْنَ وَلٰكِنْ خَاصِمْهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنَّهُمْ لَنْ يَّجِدُوْا مِنْهَا مَحِيْصًا یعنی اُن سے قرآن کے ذریعے بحث مت کرنا۔ قرآن کے ایک ایک لفظ کے کئی کئی معنی ہوتے ہیں۔ آپ کہیں گے یہ معنی ہے اور وہ کہیں گے یہ معنی ہے۔ بلکہ آپ ان سے حدیث کے ذریعے بحث کرنا۔ حدیث انہیں بھاگنے نہیں دے گی“۔

نبی کریم ﷺ کی تعلیمات قیامت تک کے لیے باقی ہیں لہٰذا حدیث شریف پر عمل قیامت تک جاری رہے گا۔ یہ عمل صرف صحابہ کرام علیہم الرضوان تک محدود نہیں۔ اسی لیے کتاب وحکمت کی تعلیم والی مذکورہ آیت کے فوراً بعد فرمایا: وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ یعنی اور انکے بعد والے لوگ بھی جو ابھی ان سے نہیں ملے (الجمعہ: ۳)۔

معلوم ہوا کہ جب تک اسلام باقی ہے اس وقت تک حدیث کی حجیت قائم ہے اور ضرورت باقی ہے۔

ایک دلچسپ سوال

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ۔ فَإِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ۔

Islam The World Religion

ثُمَّ اِنَّ عَلَيۡنَا بَيَانَهٗ یعنی بلاشبہ قرآن کو جمع کرنا اور اسے پڑھانا ہمارے ذمے ہے۔ جب ہماری طرف سے پڑھا جا رہا ہو تو آپ غور سے سنتے رہیں پھر اس کے معانی کا بیان کرنا ہماری ذمہ داری ہے (القیامۃ: ۱۷ تا ۱۹)۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کے معانی بیان کرنے کی ذمہ داری اٹھائی ہے۔ سوال یہ ہے کہ قرآنی معانی اور مفہوم کے وہ ذخائر کہاں محفوظ ہیں جو اللہ نے خود بیان فرمائے ہوں؟

ماننا پڑے گا کہ ذخیرۂ احادیث ہی قرآن کے معانی ومفاہیم کا حقیقی حامل ہے۔ کتاب وحکمت کی تعلیم سے یہی مراد ہے۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ۔

حجیتِ حدیث کے موضوع پر حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''حجیتِ حدیث'' نہایت زبردست تصنیف ہے۔ جو مقالاتِ کاظمی حصہ اوّل میں چھپ چکی ہے۔

نویں آیت:

وَمَاۤ اٰتٰكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ وَمَا نَهٰكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا (الحشر: ۷)۔

ترجمہ: جو کچھ تمہیں رسول دے اسے لے لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے باز رہو۔

یہ آیت بھی حجیت حدیث پر زبردست دلیل ہے جو کچھ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے دیا اس سے مراد نبی کریم ﷺ کے تمام اوامر ہیں اور جس چیز سے منع کیا اس سے مراد تمام نواہی ہیں۔ ایمان کی مختصر ترین تعریف یہی ہے کہ ''نبی کریم ﷺ کے ہر حکم کو ماننا''۔

احکامِ شرعیہ

شریعت کے احکام دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جن کا نبی کریم ﷺ نے حکم دیا اور ایک وہ جن سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا۔ جن کا حکم دیا ان میں سے کچھ فرض ہیں، کچھ واجب، کچھ سنتِ موکدہ اور کچھ سنتِ غیر موکدہ۔ جن سے منع فرمایا ان میں سے کچھ حرام ہیں، کچھ مکروہِ تحریمی، کچھ مکروہِ تنزیہی اور کچھ خلافِ اولیٰ۔ جن کے بارے میں خاموشی اختیار فرمائی وہ مباح ہیں۔

فرض وہ ہے جو ایسی دلیل سے ثابت ہو جس کا ثبوت اور دلالت قطعی ہوں اور اس میں عمل کا سخت مطالبہ کیا گیا ہو مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ۔ اس کا الٹ حرام ہے۔

Islam The World Religion

واجب وہ ہے جو کسی ایسی دلیل سے ثابت ہو جس کے ثبوت یا دلالت میں سے ایک ظنی ہو اور اس پر عمل کا سخت مطالبہ کیا گیا ہو مثلاً وتر، قربانی، فطرانہ وغیرہ اس کا الٹ مکروہِ تحریمی ہے۔

سنتِ مؤکدہ وہ ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے اکثر کیا ہو یا اس کے کرنے کی تاکید فرمائی ہو مثلاً اذان، اقامت اور مٹھی بھر داڑھی وغیرہ، اسکا الٹ اساءت ہے۔

سنتِ غیر موکدہ وہ ہے جسے نبی کریم ﷺ نے اکثر چھوڑا ہو اور کبھی کبھی کیا ہو یا اسکی تاکید نہ کی ہو مثلاً عشاء اور عصر کی چار سنتیں۔ اسکا الٹ مکروہِ تنزیہی ہے۔

مستحب وہ ہے جو ایسی دلیل سے ثابت ہو جس میں عمل کا سخت مطالبہ نہ کیا گیا ہو یا وہ حدیثِ ضعیف سے ثابت ہو یا وہ علماءِ امت کے عمل سے ثابت ہو یا وہ سنتِ زائدہ ہو۔ لَا فَرْقَ بَيْنَ النَّفْلِ وَسُنَنِ الزَّوَائِدِ مِنْ حَيْثُ الْحُكْمِ (شامی جلد ۱ صفحہ ۷۶)۔ مثلاً مسافر کے لیے روزہ رکھنا، نبی کریم ﷺ کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنا، محافل میلاد کا انعقاد، گیارہویں، سوئم، چالیسواں، عرس منانا، کھانے پینے کے آداب یعنی داہنے ہاتھ سے کھانا، اپنے سامنے سے کھانا، ایک گھٹنا کھڑا کر کے کھانا یا التحیات کی طرح یا اکڑوں بیٹھ کر کھانا، کھانا کھا کر انگلیاں چاٹنا، اوّل و آخر ہاتھ دھونا اور پانی تین سانس میں پینا، سر کے بال، لباس، عمامہ وغیرہ۔ اس کا الٹ خلافِ اولیٰ ہے۔

مباح وہ کام ہے جس کا شریعت میں حکم نہ ہو اور نہ اس سے منع کیا گیا ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خاموشی اختیار کی اس کی معافی ہے (ترمذی: ۱۷۲۶، ابن ماجہ: ۳۳۶۷)۔

مثلاً سردی، گرمی کے لباس، مختلف نظام ہائے حکومت، پکی مسجد بنوانا، قرآن چھاپہ خانہ پر چھپوانا، لاؤڈ سپیکر کا استعمال وغیرہ۔

دسویں آیت:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى. اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى یعنی (میرا نبی) اپنی خواہش سے نہیں بولتا یہ جو کچھ بولتا ہے وہ اس پر بھیجی گئی وحی ہوتی ہے (النجم: ۳، ۴)۔

آپ ﷺ کی گفتگو یا تو قرآن ہے (وحی متلو) یا حدیث ہے (وحی غیر متلو)۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ: میں جو کچھ کہوں لکھ لیا کرو۔ اللہ کی قسم اس منہ سے حق کے سوا

Islam The World Religion

کچھ نہیں نکلتا (ابوداؤد: ۳۶۴۶)۔

آپ ﷺ کا کلام نہایت جامع ہے۔ فرمایا: بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ یعنی مجھے جامع کلام عطا ہوا ہے (مسلم: ۱۱۶۸، بخاری: ۲۹۷۷، نسائی: ۳۰۸۷، مسندِ احمد: ۷۶۰۲)۔

جامع کلام

آئندہ سطور میں ہم آپ ﷺ کے کلامِ مبارک کے چند نمونے تحریر کر رہے ہیں مگر انکے لکھنے سے پہلے ہم اہلِ عقل و دانش کو ان میں غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور دنیا کے عقلاء و فصحاء کے کلام سے موازنہ کرنے کا چیلنج دیتے ہیں۔ دل کی آنکھوں سے پڑھو اگر سینے میں دل ہے۔

(1)۔ اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلًا یعنی بعض علوم بھی عین جہالت ہیں۔

(2)۔ اَلْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ یعنی غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہو۔

(3)۔ اَلْاِقْتِصَادُ فِي النَّفْقَةِ نِصْفُ الْمَعِيْشَةِ یعنی میانہ روی آدھی معیشت ہے۔

(4)۔ اِنَّ الْوَلَدَ مَبْخَلَةٌ مَجْبَنَةٌ یعنی اولاد بخل اور بزدلی کا سبب بنتی ہے۔

(5)۔ اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى یعنی اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔

(6)۔ اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی قیامت کے دن ظلم، ظلمات ہوگا۔

(7)۔ اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يُطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ یعنی نیکی اچھا اخلاق ہے اور برائی وہ ہے جو تیرے سینے میں چھبے اور تو اسے لوگوں سے چھپانا چاہے۔

(8)۔ لَا حَلِيْمَ اِلَّا ذُوْ عَثْرَةٍ وَلَا حَكِيْمَ اِلَّا ذُوْ تَجْرُبَةٍ یعنی حلیم وہی ہو سکتا ہے جسے ٹھوکریں لگی ہوں اور حکیم وہی ہو سکتا ہے جس کے پاس تجربہ ہو۔

(9)۔ لَا عَقْلَ كَالتَّدْبِيْرِ یعنی تدبیر جیسی کوئی عقل نہیں۔

(10)۔ اَلتَّوَدُّدُ اِلَى النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ یعنی لوگوں سے محبت آدھی عقل ہے۔

(11)۔ لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ یعنی سنی اور دیکھی میں فرق ہے۔

(12)۔ اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ یعنی لوگوں سے حسبِ مرتبہ پیش آؤ۔

(13)۔ اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا یعنی بعض بیانات میں جادو ہے۔

Islam The World Religion

(14)۔ اَلْعُجْلَۃُ مِنَ الشَّیْطٰنِ یعنی جلدی شیطان کراتا ہے۔

(15)۔ اَلْوَحْدَۃُ خَیْرٌ مِّنْ جَلِیْسِ السَّوْءِ یعنی برے ساتھی سے تنہائی بہتر ہے۔

(16)۔ مَنْ صَمَتَ نَجَا یعنی جو چپ رہا نجات پا گیا۔

(17)۔ اَلصِّدْقُ طُمَانِیَۃٌ وَالْکِذْبُ رِیْبَۃٌ یعنی سچ اطمینان ہے اور جھوٹ شک ہے۔

(18)۔ اَصْدَقُ الرُّؤْیَاءِ بِالْاَسْحَارِ یعنی سب سے سچے خواب سحر کے وقت آتے ہیں۔

(19)۔ اَلرِّزْقُ یَطْلُبُ الْمَرْءَ کَمَا یَطْلُبُہٗ اَجَلُہٗ یعنی رزق آدمی کو موت کی طرح تلاش کرتا ہے۔

(20)۔ اِیَّاکَ وَاللَّوْ فَاِنَّ اللَّوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّیْطٰنِ یعنی کاش کہہ کرمت پچھتاؤ۔ کاش کے لفظ سے شیطانی عمل کا دروازہ کھلتا ہے۔

(21)۔ اِزْھَدْ فِی الدُّنْیَا یُحِبُّکَ اللہُ وَازْھَدْ فِیْمَا عِنْدَ النَّاسِ یُحِبُّکَ النَّاسُ یعنی دنیا سے بے نیاز ہو جاؤ اللہ تم سے محبت کریگا جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے پرواہ ہو جاؤ لوگ تمہیں چاہنے لگیں گے۔

(22)۔ اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَۃِ یعنی باہمی گفتگو امانت ہوتی ہے۔

(23)۔ اَلْخَمْرُ جِمَاعُ الْاِثْمِ یعنی شراب گناہوں کا مجموعہ ہے۔

(24)۔ مَطْلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ یعنی امیر آدمی کی ٹال مٹول ظلم ہے۔

(25)۔ سَیِّدُ الْقَوْمِ فِی السَّفَرِ خَادِمُھُمْ یعنی قوم کا سردار سفر میں انکا خادم ہوتا ہے۔

(26)۔ مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ یعنی جو کسی قوم سے مشابہت رکھے وہ انہی میں سے ہے۔

(27)۔ حُبُّکَ الشَّیْءَ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ یعنی کسی چیز کی محبت انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

(28)۔ حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ یعنی دنیا کی محبت ہر خطا کی جڑھ ہے۔

(29)۔ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُ مَالَا یَعْنِیْہِ یعنی کسی کے اچھے اسلام کی علامت یہ ہے کہ غیر متعلقہ چیزوں میں دلچسپی نہ لے۔

(30)۔ تُحْفَۃُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ یعنی مومن کا تحفہ موت ہے۔

(31)۔ یَدُ اللہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ یعنی اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔

Islam The World Religion

(32)۔ اِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ یعنی جس سے مشورہ لیا جائے ، وہ اس کے پاس امانت ہے۔

(33)۔ اِنَّ مِنَ الْقَوْلِ عِيَالًا یعنی بعض باتیں بولنے والے کے لیے مصیبت ہوتی ہیں۔

(34)۔ كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ یعنی کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے کرتا پھرے۔

(35)۔ اِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّوَالُ یعنی جہالت کی بیماری کا علاج سوال ہے۔

(36)۔ دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلٰى مَا لَا يُرِيْبُكَ یعنی مشکوک کو چھوڑ کر مضبوط کو اختیار کرو۔

(37)۔ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ یعنی جس نے عاجزی اختیار کی اللہ نے اسے بلند کر دیا۔

(38)۔ مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ یعنی جو بندوں کا ناشکرا ہے وہ اللہ کا بھی ناشکرا ہے۔

(39)۔ مَنْ سَكَنَ الْبَادِيَةَ جَفَا یعنی جو گاؤں میں رہائش پذیر ہو گیا وہ علم سے دور ہو گیا۔

(40)۔ بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً یعنی میری بات آگے پہنچا دو، خواہ ایک جملہ ہی ہو۔

یہ احادیث مختلف کتب سے چنی گئی ہیں اور سب کی سب مشکوٰۃ میں موجود ہیں۔

نبی کریم ﷺ کو جب دو کاموں میں سے ایک کام کا اختیار ملتا تو آپ آسان کام کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو (شمائل ترمذی صفحہ ۲۵)۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ دانشمند کون ہے؟ انہوں نے کہا دانشمند وہ ہے جو اچھائی اور برائی میں تمیز کر سکے۔ آپ نے فرمایا: اتنی بات تو جانوروں کو بھی معلوم ہے۔ جب کوئی کتے کو تنگ کرتا ہے تو وہ اسے کاٹتا ہے اور جو اسے روٹی کھلائے وہ اس سے مانوس ہو جاتا ہے۔ دانشمند تو وہ ہے جو دو اچھائیوں میں سے بڑی اچھائی کو اور دو بُرائیوں میں سے مصلحتاً چھوٹی برائی کو ترجیح دے سکے (تذکرۃ الاولیآء صفحہ ۴)۔

یہاں سے علمِ ترجیحات کی نورانی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں اور اس کے مکمل دھارے متعین ہو رہے ہیں۔

Islam The World Religion

علمِ ترجیحات

انسان دین و دنیا کے تمام معاملات میں ترجیحات قائم کیے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔ وہ ایک قدم بھی اٹھاتا ہے تو کسی ترجیح کی بنا پر اٹھاتا ہے اور اگر رکتا ہے تو کسی نہ کسی ترجیح کی بنا پر رکتا ہے۔ یہ ایک مستقل علم ہے جسے آج تک مدوّن نہیں کیا گیا۔ ذیل کی سطور میں اس علم کی باقاعدہ بنیاد رکھی جارہی ہے اور یہ سب شہنشاہِ دوعالم ﷺ کی بانٹی ہوئی خیرات ہے۔

یاد رکھیے! سیاسیات، معاشیات اور سائنس وغیرہ تمام علوم میں سب سے زیادہ ماہر وہ ہے جو ان علوم میں سب سے زیادہ ترجیحات کو جانتا ہے۔

ذاتی معاملات میں ترجیحات

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا تیری جان کا بھی تجھ پر حق ہے۔ لہٰذا کثرتِ مجاہدہ اور اپنی صحت کی حفاظت میں حسبِ ضرورت ترجیحات جاننا ضروری ہے۔ روزمرہ کے معاملات مثلاً طعام، آرام، کام اور دوستوں سے ملاقات میں ترجیحات معلوم ہوں کہ کس وقت کون سا کام صحیح ہے۔ انسان کی کمزوری ہے کہ اپنے سامنے والی چیز کو دور والی چیز پر ترجیح دیتا ہے اور اپنی ذاتی بات خواہ کتنی ہی فضول ہو، اسے دوسروں کی قیمتی بات پر ترجیح دیتا ہے۔ یہ غلط ترجیح ہے اسے اخلاق سیکھ کر درست کیا جائے۔

معاشرتی معاملات میں ترجیحات

اس کا تعلق مخلوق کے حقوق، انسانوں کے حقوق، مسلمانوں کے حقوق، دوستوں اور رشتہ داروں کے حقوق اور ماں باپ، میاں بیوی، اولاد، مہمان، پڑوسی وغیرہ کے حقوق سے ہے۔ ان میں ترجیحات کا جاننا ضروری ہے۔ عام مخلوق پر انسان کو، عام انسان پر مسلمان کو، عام مسلمان پر رشتہ دار کو اور عام رشتہ دار پر قریبی رشتہ دار کو ترجیح دی جائے۔ فرد اور معاشرے کے مفاد میں ترجیح، ذاتی اور دوسروں کے مفاد میں ترجیح جاننا ضروری ہے اور یہ کہ کس صورتحال میں مختلف افراد سے کس قسم کا معاملہ کرنا ہے۔ مثلاً کسی کی اولاد کے سامنے اسکی پردہ پوشی اور اس کے والدین کے سامنے اس کی غلطی پر اسے صاف صاف ٹوک دینا راجح ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَنْزِلُوْ

Islam The World Religion

النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ یعنی لوگوں سے انکے مرتبے کے مطابق پیش آ وَ(ابوداوَد: ۴۸۴۲)۔

دینی معاملات میں ترجیحات

اس کا تعلق اختلافی معاملات یعنی اصولی وفروعی اختلاف میں ترجیحات، علمِ حدیث میں سند وصحت کے لحاظ سے ترجیحات، فقہی واجتہادی مسائل میں ترجیحات، حرام اور حلال میں ترجیحات، خاموشی اورکلام میں ترجیحات، زکوٰۃ اور عفو کی تقسیم میں ترجیحات، امرونہی میں ترجیحات (جن کا جاننا ایک مبلغ کے لیے نہایت ضروری ہے) اور تقسیمِ میراث وغیرہ میں ترجیحات سے ہے۔

مسائلِ طریقت میں ترجیحات

اسکا تعلق دین اور دنیا میں ترجیحات، عقل اور نقل میں ترجیحات، سائنس اور مذہب میں ترجیحات اور کشف والہام میں ترجیحات (تا کہ کشف صحیح اور باطل میں امتیاز معلوم ہو اور قابل عمل ہونے نہ ہونے کا پتہ چلے) سے ہے۔ان تمام باتوں میں وہم پرظن کو اور ظن پر قطعیت کو ترجیح حاصل ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دَعْ مَا يُرِيبُكَ إِلَى مَالَا يُرِيبُكَ یعنی شک سے بالاتر کو مشکوک پر ترجیح دو(مسندِ احمد:۱۷۲۸، ترمذی:۲۵۱۸، نسائی:۵۷۱۱، سنن الدارمی:۲۵۳۵)۔

گھریلو، معاشی، تعلیمی اور سیاسی معاملات میں ترجیحات

اس کا تعلق ان چیزوں سے ہے۔گھریلو کاموں میں ترجیحات یعنی کونسا کام زیادہ اہم اور پہلے کرنے کے قابل ہے۔معاشی ترجیحات مثلاً گھر میں آٹا اور سبزی دونوں موجود نہیں جبکہ رقم صرف ایک چیز کو خریدنے کی ہے تو یقیناً پہلے آٹا خریدا جائے گا۔

تعلیم حاصل کرنے کے لیے تعلیم کے مختلف شعبوں میں سے کسی ایک کو اپنی ضرورت اور طبیعت کے مطابق ترجیح دینے اور پھر پیشہ کے انتخاب میں ترجیحات کو سمجھنے سے ہی زندگی کو مناسب رُخ پر موڑا جا سکتا ہے۔

Islam The World Religion

اس کے علاوہ سرکاری اور قومی معاملات میں ترجیحات کو سمجھنے والے ملک اور قوم کو صحیح سمت میں چلا سکتے ہیں۔ بنیادی ضرورتوں کو سہولیات پر ترجیح دی جائے گی۔ جنگی تدابیر میں ترجیحات کو سمجھنے والا کمانڈر بھی ایک بہترین سالار ثابت ہوسکتا ہے۔

کونسا کام کس شخص کی ذمہ داری ہے، کسی قوم کی ترقی میں اس ترجیح کا بہت بڑا دخل ہے۔ مثلاً عورت سے حکومت کرانا، مرد سے روٹیاں پکوانا، مفسّر سے کتابت کرانا غلط ترجیحات ہیں۔ لِكُلِّ فَنٍّ رِجَالٌ (ہر کام کے لیے ماہرین ہوتے ہیں)۔

کون سا کام کس وقت مناسب ہے اس میں ترجیح دینا مثلاً میدانِ جہاد میں مجاہد سے گھریلو مشورے مانگنا، یا ایک مریض مر رہا ہو جبکہ دوسرا مریض طبیب سے صرف مشورہ مانگ رہا ہو تو یہ غلط ترجیحات ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اسکا تعلق تدبیر اور حکمتِ عملی سے ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لَا عَقْلَ كَالتَّدْبِيرِ یعنی تدبیر جیسی کوئی عقل نہیں (شعب الایمان للبیہقی: ۴۶۴۶، ابن ماجہ: ۴۲۱۸)۔

طبی معاملات میں ترجیحات

اسکا تعلق مرض کی تشخیص میں ترجیحات اور دواؤں کے انتخاب میں ترجیحات سے ہے۔ مثلاً نبض اگر منخفض اور سست ہے تو مرض بلغمی ہے اور اگر نبض مشرف اور سریع ہے تو مرض سوداوی ہے۔ علاج کرتے وقت صفراء کو خارج کرنے کے لیے ریوند عصارہ پر سقمونیا کو ترجیح دینا، بلغم اگر پتلی ہو تو اطریفل و معاجین کا استعمال اور اگر متعفن ہو جائے تو شربتِ صدر کو ترجیح دینا۔ متعدد علامات پر پوری اترنے والی ایک ہی دوا کا انتخاب کرنا۔ اس کا تعلق تجربے اور مہارت سے ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لَا حَكِيمَ إِلَّا ذُو تَجْرِبَةٍ یعنی حکیم وہی ہے جس کے پاس تجربہ ہو (ترمذی: ۲۰۳۳، مسندِ احمد: ۱۱۶۶۷، شعب الایمان للبیہقی: ۴۶۴۸)۔ نیز فرمایا: لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ یعنی کوئی مرض لا علاج نہیں (مسلم: ۵۷۴۱، مسندِ احمد: ۱۴۶۰۹)۔

نیز فرمایا: اللہ نے ایسی کوئی بیماری نہیں بھیجی جس کا علاج نہ بھیجا ہو (بخاری: ۵۶۷۸، ابن ماجہ: ۳۴۳۹)۔

ان تمام معاملات میں نبی کریم ﷺ کی احادیث راہنمائی کر رہی ہیں۔ اور ہر

Islam The World Religion

حدیث اپنی تصریح اور عبارت کے لحاظ سے دلالت کناں ہے۔

اللہ اللہ حضور کی باتیں عین ربِ غفور کی باتیں
چند لفظوں میں بند سمندر ہیں میرے آقا حضور کی باتیں

اِنۡ ہُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی

علمِ ترجیحات کے موضوع پر فقیر راقم الحروف نے ایک مستقل رسالہ ''علمِ ترجیحات'' کے نام سے لکھ دیا ہے جس میں اس موضوع پر کافی تفصیل سے بحث موجود ہے۔

گیارہویں آیت:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (القلم:۴)۔

ترجمہ: (اے نبی) بلاشبہ آپ عظیم اخلاق والے ہیں۔

اسلام کا اخلاقی ضابطہ

خُلق باطنی اوصاف کو کہتے ہیں جبکہ خَلق (خ پر زبر کے ساتھ) ظاہری شکل وصورت کو کہتے ہیں۔ ہمارے نبی کریم ﷺ خَلق اور خُلق دونوں کے لحاظ سے نیّرِ اعظم ہیں بقول شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی علیہ الرحمۃ والرضوان:

در خَلق ودر خُلق توئی نیّرِ اعظم
لا تدرک اوصافک لم تدر کماہی

ترجمہ: خَلق اور خُلق میں آپ ہی نیّرِ اعظم (سب سے بڑا سورج) ہیں آپ کے اوصاف اور کمالات کا ادراک اور احاطہ کرنا ناممکن ہے۔

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب پوچھا گیا کہ نبی کریم ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ تو آپ نے فرمایا: آپ ﷺ ا اخلاق ،قرآن تھا۔

ہمہ خُلقِ اوشد کلامِ الٰہی
دِل و جاں فدائے ادائے محمد

اخلاق کی تعریف

اخلاق خُلق کی جمع ہے۔ خَلق ظاہری شکل وصورت کو کہتے ہیں اور خُلق طبیعت مزاج اور

Islam The World Religion

عادت کو کہتے ہیں۔ اہل علم کے لیے ہم یہی بات امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں: اَلْخَلْقُ وَالْخُلُقُ فِي الْاَصْلِ وَاحِدٌ كَالشَّرْبِ وَالشُّرْبِ وَالصَّرْمِ وَالصُّرْمِ. لٰكِنْ خُصَّ الْخَلْقُ بِالْهَيْئَاتِ وَالْاَشْكَالِ وَالصُّوَرِ الْمُدْرَكَةِ بِالْبَصَرِ، وَخُصَّ الْخُلُقُ بِالْقُوٰى وَالسَّجَايَا الْمُدْرَكَةِ بِالْبَصِيْرَةِ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (مفردات صفحہ ۱۵۹)۔

حسن اخلاق کی تعریف یہ ہے کہ: هُوَ الْاِنْصَافُ فِي الْمُعَامَلَةِ وَبَذْلُ الْاِحْسَانِ وَالْعَدْلُ فِي الْاَحْكَامِ، وَالْاَظْهَرُ اَنَّهُ هُوَ الْاِتِّبَاعُ بِمَا اَتٰى بِهٖ مُحَمَّدٌ ﷺ مِنْ اَحْكَامِ الشَّرِيْعَةِ وَآدَابِ الطَّرِيْقَةِ وَاَحْوَالِ الْحَقِيْقَةِ، وَلِذَا لَمَّا سُئِلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ خُلُقِهٖ ﷺ اَلْوَارِدِ فِي حَقِّهٖ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ، فَقَالَتْ: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ (مرقاۃ جلد ۹ صفحہ ۲۶۵)۔

ترجمہ: یہ لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں انصاف، اور احکام پر عمل کرنے میں زور لگا دینے کا نام ہے۔ زیادہ واضح تعریف یہ ہے کہ شریعت کے جو احکام اور طریقت کے جو آداب اور حقیقت کے جو احوال سیدنا محمد ﷺ لیکر آئے ان کے اتباع کو اخلاق کہتے ہیں۔ اسی لیے جب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ یعنی آپ کا اخلاق قرآن تھا۔

ہر مسلمان کے لئے با اخلاق ہونا ضروری ہے مگر دین کے مبلغ کے اخلاق کا معیار کچھ جداگانہ ہے۔ ذیل میں ہم ہر مسلمان کے عمومی اخلاق اور مبلغ اسلام کے خصوصی اخلاق پر جدا جدا بحث کریں گے۔

ہر مسلمان کا عمومی اخلاق

اخلاق کی اہمیت

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی شان میں فرماتا ہے: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ یعنی اے محبوب بے شک آپ عظیم اخلاق پر فائز ہیں (القلم: ۴)۔

اس آیت میں اللہ کریم نے اپنے حبیب ﷺ کے اخلاق کو عظیم قرار دیا ہے۔ حسن

Islam The World Religion

اخلاق سے کہیں بڑھ کر عظمتِ اخلاق کا مرتبہ ہے۔ پھر عَلٰی خُلُق کا معنی ہے: اخلاق پر فائز ہونا۔ گویا اعلیٰ ترین اخلاق کے مظاہرے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی تکلف سے کام نہیں لینا پڑتا بلکہ آپ کو اس پر مکمل کنٹرول اور عبور حاصل ہے۔ پھر اللہ کریم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کی عظمت کو اِنَّ اور لامِ تاکید کے ذریعے دوبار مؤکد فرمایا ہے۔

اب اس موضوع پر احادیث ملاحظہ فرمائیے:

(1)۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ فَاِنَّ خُلُقَ نَبِیِّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ الْقُرْآنَ یعنی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق قرآن تھا (مسلم ۱۷۳۹:۱، ابوداود: ۱۳۴۲)۔

(2)۔ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ الْحُسَیْنُ سَأَلْتُ اَبِی عَنْ سِیْرَۃِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِی جُلَسَآئِہٖ ، فَقَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم دَائِمَ الْبِشْرِ ، سَھْلَ الْخُلُقِ، لَیِّنَ الْجَانِبِ، لَیْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِیْظٍ وَلَا سَخَّابٍ وَلَا فَحَّاشٍ وَلَا عَیَّابٍ وَلَا مُشَّاحٍ، یَتَغَافَلُ عَمَّا لَا یَشْتَھِی وَلَا یُؤْیِسُ مِنْہُ رَاجِیَہٗ، وَلَا یُجِیْبُ فِیْہِ قَدْ تَرَکَ نَفْسَہٗ مِنْ ثَلَاثٍ، اَلرِّیَآءِ وَالْاِکْثَارِ وَمَا لَا یَعْنِیْہِ، وَتَرَکَ النَّاسَ مِنْ ثَلَاثٍ، کَانَ لَا یَذُمُّ اَحَدًا وَلَا یَعِیْبُہٗ وَلَا یَطْلُبُ عَوْرَتَہٗ وَلَا یَتَکَلَّمُ اِلَّا فِیْمَا رَجَا ثَوَابَہٗ، وَاِذَا تَکَلَّمَ اَطْرَقَ جُلَسَآءُہٗ کَاَنَّمَا عَلٰی رُؤُسِھِمُ الطَّیْرُ ، فَاِذَا سَکَتَ تَکَلَّمُوْا لَا یَتَنَازَعُوْنَ عِنْدَہُ الْحَدِیْثَ، وَمَنْ تَکَلَّمَ عِنْدَہٗ اَنْصَتُوْا لَہٗ حَتّٰی یَفْرُغَ حَدِیْثُھُمْ عِنْدَہٗ حَدِیْثُ اَوَّلِھِمْ ، یَضْحَکُ مِمَّا یَضْحَکُوْنَ مِنْہُ ، وَیَتَعَجَّبُ مِمَّا یَتَعَجَّبُوْنَ مِنْہُ ، وَیَصْبِرُ لِلْغَرِیْبِ عَلَی الْجَفْوَۃِ فِی مَنْطِقِہٖ وَمَسْئَلَتِہٖ حَتّٰی اِنْ کَانَ اَصْحَابُہٗ لَیَسْتَجْلِبُوْنَھُمْ وَیَقُوْلُ اِذَا رَأَیْتُمْ طَالِبَ حَاجَۃٍ یَطْلُبُھَا فَأَرْفِدُوْہُ، وَلَا یَقْبَلُ الثَّنَآءَ اِلَّا مِنْ مُکَافِیٍٔ، وَلَا یَقْطَعُ عَلٰی اَحَدٍ حَدِیْثَہٗ حَتّٰی یَتَجَوَّزَہٗ فَیَقْطَعَہٗ بِاِنْتِھَاءٍ اَوْ قِیَامٍ (شمائل الترمذی مع المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ صفحہ ۲۵۷، الشفاء ۱/ ۹۴، ۹۵)۔

ترجمہ: حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حسین نے کہا کہ میں نے اپنے والد ماجد سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے ہم مجلس لوگوں میں اخلاق واطوار کے بارے میں پوچھا تو

Islam The World Religion

فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہمیشہ خوش رو، نرم خو اور نرم مزاج رہتے تھے۔ آپ نہ ہی بد خلق تھے نہ درشت مزاج، نہ ہی شور مچانے والے تھے نہ بدگو، نہ ہی عیب جو تھے نہ بخیل۔ جس چیز سے آپکو خواہش نہ ہوتی اس سے اعراض فرماتے اور دوسروں کو اس سے مایوس نہ کرتے، تین چیزوں کو آپ نے ترک کر دیا تھا، جھگڑا، تکبر اور بے مقصد کام، لوگوں کے معاملات میں بھی تین چیزوں کو ترک کر دیا تھا، نہ ہی کسی کی مذمت کرتے تھے نہ اس کو عیب لگاتے تھے، کسی کا عیب تلاش نہیں کرتے تھے، جس چیز میں ثواب کی امید ہو اس کے ماسواء میں بات نہیں کرتے تھے، جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو آپ ﷺ کے اصحاب اس طرح سر جھکا کر بیٹھ جاتے جیسے انکے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں، جب آپ ﷺ خاموش ہو جاتے تو پھر وہ بات شروع کرتے تھے، آپ ﷺ کے سامنے وہ کسی بات پر بحث نہیں کرتے تھے، جو شخص آپ ﷺ سے بات کرتا تو سب خاموش ہو جاتے، حتیٰ کہ وہ شخص اپنی بات سے فارغ ہو جاتا، جس بات پر لوگ ہنستے آپ ﷺ بھی ہنستے تھے اور جس پر لوگ تعجب کرتے آپ ﷺ بھی تعجب کرتے تھے، کسی اجنبی شخص کی بات اور سوال میں سختی ہوتی تو اس پر صبر فرماتے، حتیٰ کہ آپ ﷺ کے اصحاب (سوال کیلیے) اجنبیوں کو لے آتے، آپ ﷺ فرماتے جب تم کسی ضرورت مند کو سوال کرتے دیکھو تو اس کی حاجت پوری کرو، آپ ﷺ صرف اسی شخص کی تعریف قبول کرتے جو کسی احسان کے بعد تعریف کرتا، کسی شخص کی بات نہیں کاٹتے تھے۔ سوائے اس کے کہ وہ حد سے بڑھ جائے پھر اس کو منع فرماتے یا اٹھ کر چلے جاتے۔

(3)۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَكَانَ يَقُولُ إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا یعنی حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نہ فاحش تھے اور نہ فحاشی کو پسند کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں (بخاری:۳۵۵۹، مسلم:۲۳۲۱، ترمذی:۱۹۷۵)۔

(4)۔ عَنْ عَائِشَةَ رَحِمَهَا اللهُ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ (ابوداود:۴۷۹۸)۔

Islam The World Religion

ترجمہ: بے شک مومن اپنے اچھے اخلاق کے ذریعے سے دن کو روزہ رکھنے والے اور رات کو تہجد پڑھنے والے کا درجہ پا لیتا ہے۔

(5)۔ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُمَا کُنْتَ وَأَتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُھَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ (ترمذی:۱۹۸۷)

ترجمہ: تم جہاں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو، اگر گناہ ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کرو وہ اسے مٹا دے گی، اور لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آ و۔

(6)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ خِیَارِکُمْ اَحْسَنَکُمْ اَخْلَاقًا (مسلم: ۶۰۳۳، بخاری: ۳۵۵۹، ترمذی: ۱۹۷۵، مسند احمد: ۶۸۲۹)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔

(7)۔ وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَکْمَلِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنَھُمْ خُلُقًا وَاَلْطَفُھُمْ بِاَھْلِہٖ (ترمذی: ۲۶۱۲، مسند احمد: ۲۴۲۵۹)۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومنوں میں سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جو ان میں سب سے اچھے اخلاق والا ہے اور اپنے گھر والوں کے لیے سب سے زیادہ نرم دل ہے۔

بدگمانی مت کرو

شرعی قائدہ یہ ہے کہ ہر انسان بے قصور ہے جب تک اس کا جرم کسی دلیل سے ثابت نہ ہو جائے۔ کسی انسان کو دیکھتے ہی اس کی شکل سے اندازہ لگانے کی کوشش کرنا اور تحقیق سے پہلے اس کے کسی ظاہری فعل کی وجہ سے فوراً بدگمان ہو جانا ایک بہت بڑی معاشرتی برائی ہے۔ اگر ہر انسان کو ایک شریف آدمی اور باعزت آدمی سمجھ کر اس سے معاملہ کریں تو آپ کو معاشرے کا ایک کامیاب ترین ماہر نفسیات تسلیم کر لیا جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طُوْبٰی لِمَنْ شَغَلَہٗ

Islam The World Religion

عُيُوبُهُ عَنْ عُيُوبِ النَّاسِ یعنی خوشخبری ہو اسے جو اپنے عیب دیکھنے سے فارغ ہی نہ ہوا کہ دوسروں کے عیب دیکھتا (بلوغ المرام حدیث:۱۵۳۹)۔

اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ (الحجرات:۱۲)۔

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو بے شک بعض گمان گناہ ہیں اور عیبوں کی جستجو نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت بھی نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ تو تم اس سے انتہائی کراہت محسوس کرتے ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ توبہ کو بہت قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

حسن ظن سے متعلق احادیث ملاحظہ کیجیے:

(1)۔ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ وَيَقُوْلُ مَا اَطْيَبَكَ وَاَطْيَبَ رِيْحَكَ ، مَا اَعْظَمَكَ وَ اَعْظَمَ حُرْمَتَكَ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ حُرْمَةً مِنْكَ مَالُهُ وَدَمُهُ وَاِنْ نَظُنَّ بِهِ اِلَّا خَيْرًا (ابن ماجہ:۳۹۳۲)۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ کعبہ کا طواف کر رہے تھے اور فرما رہے تھے، تو کتنا ہی پاکیزہ ہے اور تیری ہوا کیسی پاکیزہ ہے، تو کتنا ہی عظمت والا ہے اور تیری کتنی ہی عظیم شان ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے، اللہ کے ہاں ایک مومن کی شان تیری شان سے بڑھ کر ہے، اس کا مال بھی اور اسکا خون بھی اور یہ کہ ہم اس کے بارے میں حسن ظن سے کام لیں۔

(2)۔ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَ كُوْنُوْا عِبَادَ اللهِ اِخْوَانًا (مسلم:۶۵۳۶، بخاری:۶۰۶۶، ابوداود:۴۹۱۷، موطا امام مالک کتاب حسن الخلق باب ما جاء

Islam The World Religion

فی المہاجرۃ حدیث:۱۵)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی سے بچو، بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔ ایک دوسرے پر کان نہ دھرو، ایک دوسرے پر تجسس نہ کرو، ایک دوسرے سے بڑھ کر بولی نہ دو، ایک دوسرے پر حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے بے وفائی نہ کرو اور اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی ہو جاؤ۔

زبان کو قابو میں رکھو

حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: لوگ اپنی زبان درازی کی وجہ سے ناک کے بل گرائے جائیں گے۔ بعض حکماء فرماتے ہیں کہ کوئی چیز زبان سے زیادہ قید کی حقدار نہیں۔ اللہ تعالی نے اسے دو ہونٹوں اور پھر دانتوں کے ذریعے پابند کیا ہے، یہ پھر بھی دروازے توڑ دیتی ہے اور فضول بکنے لگتی ہے (رسائل ابن عربی صفحہ ۴۰۷)۔

زبان کو قابو میں رکھنے سے متعلق احادیث دیکھیے:

(1)۔ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں تمام اعمال کا سردار عمل بتاؤں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ لیا اور فرمایا: كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا یعنی اسے قابو میں رکھ (ترمذی:۲۶۱۶)۔

(2)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ یعنی جو بھی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات کہے یا پھر چپ رہے (مسلم:۱۷۳، بخاری:۶۰۱۸)۔

(3)۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ (مسلم:۱۶۲، بخاری:۱۱، ترمذی:۲۵۰۴)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان وہ ہے جس نے مسلمانوں کو اپنی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رکھا۔

(4)۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ يَضْمَنْ لِيْ مَا بَيْنَ

Islam The World Religion

لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ (بخاری: ۶۴۷۴)۔

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا: جو شخص مجھے دو جبڑوں کے درمیان والی چیز یعنی زبان اور دو ٹانگوں کے درمیان والی چیز یعنی شرمگاہ کی ضمانت دے تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

(5)۔ معلمِ اخلاق ﷺ نے فرمایا: عَلَيْكَ بِطُوْلِ الصَّمْتِ فَاِنَّهُ مَطْرَدَةٌ لِلشَّيْطَانِ وَعَوْنٌ لَكَ عَلٰى اَمْرِ دِيْنِكَ یعنی دیر تک خاموش رہا کرو۔ یہ چیز شیطان کو بھگانے والی ہے اور تیرے دینی معاملات میں تیری مددگار ہے (شعب الایمان للبیہقی: ۴۹۴۲)۔

(6)۔ مَنْ صَمَتَ نَجَا یعنی جس نے خاموشی اختیار کی وہ نجات پا گیا (ترمذی: ۲۵۰۱)۔

(7)۔ اَلْمُسْتَبَّانِ شَيْطَانَانِ يَتَهَاذَيَانِ وَيَتَكَاذَبَانِ یعنی ایک دوسرے کو گالی دینے والے دونوں شیطان ہیں، بکواس کرتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں (مسند احمد: ۱۷۴۹۵)۔

(8)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ (بخاری: ۵۹۷۳)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کبیرہ گناہوں میں چوٹی کا گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ پر لعنت بھیجے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ کوئی آدمی اپنے ماں باپ کو کیسے گالی دے سکتا ہے؟ فرمایا: جب کوئی دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے تو پھر وہ جواباً اس کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔

خدا جانے کس کا قول ہے کہ:

It Is Strange That Sword & Words Have the Same Alphabets & Even More Strange Is That They Have The Same Effect If Not Handled Properly.

ترجمہ: عجیب بات ہے کہ انگریزی میں تلوار اور الفاظ کے ایک ہی ہجے ہیں، اور اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ ان دونوں کو اگر صحیح طریقے سے استعمال نہ کیا جائے تو دونوں ایک جیسے

Islam The World Religion

خطرناک ہیں۔

لوگوں سے محبت اور شفقت

اللہ تعالیٰ رحمن اور رحیم ہے۔اللہ کریم کے محبوب ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْ بَکْر یعنی میری امت میں سے میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ابوبکر ہے (ترمذی:۳۷۹۱)۔مشکوۃ شریف میں پورا باب اس نام سے موجود ہے: بَابُ الشَّفْقَةِ وَالرَّحْمَةِ عَلَى الْخَلْقِ۔

(1)۔ حبیب کریم ﷺ نے فرمایا: اَلتَّوَدُّدُ اِلَی النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ یعنی لوگوں کے ساتھ محبت سے پیش آنا آدھی عقل ہے (شعب الایمان:۶۵۶۸)۔

(2)۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ وَإِنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ وَأَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِيْ إِنَاءِ أَخِيْكَ (ترمذی:۱۹۷۰)۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نیکی صدقہ ہے، اور نیکیوں میں یہ بھی شامل ہے کہ تم اپنے بھائی سے کھلے ماتھے ملاقات کرو، اور تم اپنے ڈول میں سے اپنے بھائی کے برتن میں بھی ڈال دو۔

(3)۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ (بخاری:۲۹۸۹)۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا: اچھا بول بھی صدقہ ہے۔

(4)۔ وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُرْحَمُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ (مسلم:۲۰۳۰، بخاری:۷۳۷۶، ترمذی:۱۹۲۲، مسندِ احمد:۱۹۱۹۴)۔

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

Islam The World Religion

(5)۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ، اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رحم کرنے والوں پر رحمن رحم کرتا ہے۔ جو زمین پر ہیں تم ان پر رحم کرو، جو آسمان میں ہے وہ تم پر رحم کرے گا (ابوداؤد: ۴۹۴۱، ترمذی: ۱۹۲۴، مسند احمد: ۶۵۰۱)۔

(6)۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَيَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ (ترمذی: ۱۹۲۱)۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جس نے ہمارے چھوٹے پر رحم نہیں کیا اور بڑے کا احترام نہیں کیا اور نیکی کا حکم نہیں دیا اور برائی سے منع نہیں کیا۔

حسد نہ کر

کسی پر اللہ کا انعام دیکھ کر جلنا اور اس انعام کے زوال کی آرزو کرنا حسد ہے۔ حسد کرنے والا اگلے کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ہے مگر اپنے اعمال اور نیکیوں کو ضرور برباد کر لیتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ: وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ، فَاِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ (ابوداؤد: ۴۹۰۳)۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا: حسد سے بچو، حسد نیکیوں کو اسطرح کھا جاتا ہے جیسے آگ ایندھن کو کھا جاتی ہے۔

حسد کا بہترین علاج یہ ہے کہ اللہ کی رضا پر راضی رہا جائے۔ مزید علاج یہ ہے کہ جس پر حسد آ رہا ہے اس کے لیے مزید ترقی کی دعا کی جائے، اس طرح حسد کا علاج بھی ہو جائے گا اور نفس کی مخالفت اور اس کی اصلاح بھی ہو جائے گی۔ اگر کچھ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم حسد کا تقاضا اور مطالبہ پورا نہیں کرنا چاہیے یعنی حسد میں آ کر اگلے کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرنی چاہیے۔ یہ

Islam The World Religion

ایسا موذی مرض ہے کہ عوام سے لے کر خواص تک اس میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

اگر کسی سے نعمت کے زوال کی آرزو نہ کی جائے مگر ویسی ہی نعمت کی اپنے لیے بھی تمنا کی جائے تو اسے حسد نہیں کہتے بلکہ رشک اور غِبطہ کہتے ہیں، حسد نا جائز ہے اور غبطہ جائز ہے۔

غصہ نہ کر

نکتہ یاد رکھیے کہ! غصے کا اکثر سبب تکبر ہوا کرتا ہے۔ اللہ کے مقابلے پر تکبر کرنا شیطان کا وصفِ خاص ہے جسے قرآن نے خود بیان فرمایا ہے۔ شیطان آگ سے بنا ہے اور آگ سے ہی صفراء بنتا ہے اور انسان صفراوی تحریک سے ہی غصے میں آتا ہے، اسی لیے غصے کا علاج پانی پینا اور وضو کرنا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: بے شک غصہ شیطان کی طرف سے ہے، اور بے شک شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے، اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے، لہذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے چاہیے کہ وضو کرلے (ابوداؤد: ۴۷۸۲)۔

اس موضوع پر مزید احادیث ملاحظہ کیجیے:

(1)۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِیْ، قَالَ لَا تَغْضَبْ، فَرَدَّدَ ذٰلِكَ مِرَارًا، قَالَ لَا تَغْضَبْ (بخاری: ۶۱۱۶، ترمذی: ۲۰۲۰، مؤطا امام مالک، باب ماجاء فی الغضب: ۱۱، مسند احمد: ۶۶۴۳)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا مجھے نصیحت فرمائیں۔ فرمایا: غصہ نہ کر۔ اس نے کئی بار یہی سوال کیا آپ نے فرمایا غصہ نہ کر۔

(2)۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَةِ، اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ (مسلم: ۶۶۴۳، بخاری: ۶۱۱۴، ابوداؤد: ۴۷۷۹، مسند احمد: ۷۲۳۸)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: طاقتور وہ نہیں جو پچھاڑ دے بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔

(3)۔ اَلْغَضَبُ یُفْسِدُ الْاِیْمَانَ کَمَا یُفْسِدُ الصِّبْرُ الْعَسَلَ یعنی غصہ ایمان کو اسطرح خراب کر دیتا ہے جس طرح مصبر شہد کو خراب کر دیتا ہے (شعب الایمان للبیہقی: ۸۲۹۴)۔

Islam: The World Religion

(4)۔ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا إِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ فَإِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَإِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ یعنی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جائے، اگر غصہ چلا جائے تو ٹھیک ورنہ لیٹ جائے (ابوداؤد: ۴۷۸۲)۔

انجیل میں لکھا ہوا تھا کہ: عَبْدِيْ اُذْكُرْنِيْ حِيْنَ تَغْضَبُ اَذْكُرْكَ حِيْنَ اَغْضَبُ یعنی اے میرے بندے جب تجھے غصہ آئے تو مجھے یاد رکھ، جب میں جلال میں ہوں گا تو تجھے یاد رکھوں گا (رسالہ قشیریہ صفحہ ۲۷۸)۔

تکبر نہ کر

انسان کا نفس اللہ تعالیٰ کی ضد ہے۔ تکبر اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ انسان اپنے نفس کو جس قدر گرائے گا اسی قدر اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا اعتراف کرے گا۔ جس قدر اپنے نفس کو فنا کرے گا اسی قدر اللہ تعالیٰ کو بقاء کے ساتھ پہچانے گا۔ اسی لیے صوفیاء علیہم الرضوان فرماتے ہیں: مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ بِالْفَنَاءِ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ بِالْبَقَاءِ یعنی جس نے اپنے نفس کو فناء کے ساتھ پہچانا، اس نے اپنے رب کو بقاء کے ساتھ پہچان لیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا یعنی رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر جھک کر چلتے ہیں (الفرقان: ۶۳)۔

(1)۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ (مسلم: ۲۶۶، ۲۶۷، ابوداؤد: ۴۰۹۱، ترمذی: ۱۹۹۸، مسند احمد: ۳۷۸۸، ابن ماجہ: ۵۹)۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا۔

(2)۔ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَا اَيُّهَا النَّاسُ تَوَاضَعُوْا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ

Islam The World Religion

فَهُوَ فِي نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ ، وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِي أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ وَفِي نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ ، حَتّٰى لَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ أَوْ خِنْزِيْرٍ (شعب الایمان للبیہقی: ۸۱۴۰)۔اسنادہ صحیح

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: اے لوگو! عاجزی اختیار کرو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے اللہ کی خاطر عاجزی اختیار کی اللہ نے اسے بلند کر دیا۔ وہ لوگوں میں اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتا ہے مگر لوگوں کی نظر میں عظیم ہوتا ہے اور جس نے تکبر کیا اللہ نے اسے گرا دیا۔ وہ لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوتا ہے اور اپنے خیال میں بڑا ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ لوگوں کی نظروں میں خنزیر اور کتے سے بھی بدتر ہوتا ہے۔

(3)۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ اللّٰهَ أَوْحٰى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ (مسلم: ۷۲۱۰)۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ عاجزی اختیار کرو، حتیٰ کہ کوئی شخص دوسرے کے سامنے فخر کا اظہار نہ کرے۔

(4)۔ حبیب کریم ﷺ نے فرمایا: حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ أَنْ لَا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ یعنی اللہ تعالیٰ کو یہ حق حاصل ہے کہ دنیا میں جو بھی تکبر کرتے ہوئے سر اٹھائے، اللہ اسے گرا ڈالے (بخاری: ۲۸۷۲)۔

(5)۔ ایک حدیث شریف میں ہے: وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ یعنی جو کوئی اللہ کی خاطر عاجزی کرتا ہے اللہ اسے بلند ہی کرتا ہے (مسلم: ۶۵۹۲)۔

تواضع کند ہوش مندِ گزیں
نہد شاخ پر میوہ سر بر زمیں

حضور سیدنا غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ: خود کو سب سے کمتر سمجھو۔ اگر کسی چھوٹے کو دیکھو تو کہو اس نے چھوٹی عمر کی وجہ سے میری نسبت تھوڑے گناہ کیے ہیں لہٰذا بلا شبہ یہ مجھ سے افضل ہے۔ اگر کسی بڑے کو دیکھو تو کہو: اس نے مجھ سے پہلے اللہ کی عبادت کی ہے۔ کسی عالم کو دیکھو تو کہو اسے اللہ نے وہاں پہنچایا ہے جہاں میں نہیں پہنچ سکا، یہ وہ کچھ جانتا ہے جو میں نہیں جانتا اور اپنے علم پر عمل کرتا ہے۔ کسی جاہل کو دیکھو تو کہو اس نے جہالت کی وجہ

Islam The World Religion

سے اللہ کی نافرمانی کی ہے اور میں جاننے کے باوجود نافرمانی کرتا ہوں اور معلوم نہیں اس کا خاتمہ کس پر ہوگا اور میرا خاتمہ کس پر ہوگا (فتوح الغیب حاصل مقالہ نمبر ۷۸)۔

معاف کر دیا کرو

انسان کے دل میں اگر کسی کے خلاف بغض، ناراضگی اور لگت بازی موجود ہو تو یہ بات اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان پہاڑ کی طرح حائل رہتی ہے۔ معاف کر دینا دراصل اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا ہے اور اس پر صوفیاء کا اجماع ہے کہ رضا ہی وصل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ یعنی متقی وہ ہیں جو آسانی میں اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں، اور غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے (آل عمران: ۱۳۴)۔

(1)۔ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ لَقِيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قُلْتُ أَخْبِرْنِيْ عَنْ صِفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي التَّوْرَاةِ قَالَ أَجَلْ وَاللّٰهِ إِنَّهُ لَمَوْصُوْفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا) وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّيْنَ أَنْتَ عَبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيْظٍ وَلَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَغْفِرُ (بخاری: ۲۱۲۵)۔

ترجمہ: حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی شان بتائیں جو تورات میں لکھی ہے، فرمایا اچھا: اللہ کی قسم تورات میں انکی بعض شانیں وہ ہیں جو قرآن میں بھی مذکور ہیں (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا (الاحزاب: ۴۵) آپ ﷺ امیوں کے لیے پناہ ہیں، آپ میرے بندے اور رسول ہیں، میں آپ کا نام متوکل رکھا ہے، آپ تشدد پسند اور سخت دل والے نہیں ہو، اور نہ ہی بازاروں میں چیخنے والے ہو، اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہو بلکہ درگزر کرتے ہو اور معاف کر دیتے ہو۔

Islamic The World Religion

(2)۔ عَنۡ اَبِیۡ هُرَيۡرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنۡهُ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: قَالَ مُوۡسَی بۡنُ عِمۡرَانَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ يَا رَبِّ مَنۡ اَعَزُّ عِبَادِكَ عِنۡدَكَ؟ قَالَ: مَنۡ اِذَا قَدَرَ غَفَرَ (شعب الایمان للبیہقی: ۸۳۲۷)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب، تیرے ہاں تیرے بندوں میں سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ فرمایا: جو قدرت کے باوجود معاف کردے۔

(3)۔ عَنۡ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنۡهَا قَالَتۡ مَا ضَرَبَ رَسُوۡلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ شَيۡئًا قَطُّ بِيَدِهٖ وَلَا اِمۡرَأَةً وَلَا خَادِمًا إِلَّا أَن يُّجَاهِدَ فِیۡ سَبِيۡلِ اللهِ وَمَا نِيۡلَ مِنۡهُ شَيۡءٌ قَطُّ فَيَنۡتَقِمُ مِنۡ صَاحِبِهٖ إِلَّا أَنۡ يُّنۡتَهَكَ شَيۡءٌ مِنۡ مَحَارِمِ اللهِ فَيَنۡتَقِمُ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ (مسلم: ۶۰۵۰)۔

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے کبھی کسی کو نہیں مارا، اور نہ ہی کسی زوجہ کو اور نہ ہی کسی خادم کو، سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب بھی کوئی تکلیف پہنچائی گئی تو آپ نے کبھی تکلیف پہنچانے والے سے بدلہ نہیں لیا، سوائے اس کے کہ اللہ کی حرمتوں کو پامال کیا جائے، آپ اللہ کے دین کے لیے بدلہ لیتے تھے۔

(4)۔ عَنۡ اَبِیۡ هُرَيۡرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنۡهُ عَنۡ رَسُوۡلِ اللهِ ﷺ قَالَ: مَا نَقَصَتۡ صَدَقَةٌ مِنۡ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللهُ عَبۡدًا بِعَفۡوٍ اِلَّا عِزًّا (مسلم: ۶۵۹۲)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: صدقہ مال میں سے نقصان نہیں کرتا، اور معاف کرنے سے اللہ کسی بندے کی عزت میں اضافہ ہی کرتا ہے۔

(5)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنگ میں زخمی کردیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چہرہ اقدس سے خون پونچھتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! میری قوم کو بخش دے یہ مجھے پہچانتے نہیں وَهُوَ يَمۡسَحُ الدَّمَ عَنۡ وَجۡهِهٖ وَيَقُوۡلُ اللّٰهُمَّ اغۡفِرۡ لِقَوۡمِیۡ فَإِنَّهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ (بخاری: ۳۴۷۷، مسلم: ۴۶۴۶)۔

(6)۔ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کے پیچھے پیچھے ایک آدمی چل پڑا جو آپ کو گالیاں

Islam The World Religion

دے رہا تھا۔ جب آپ اپنے قبیلے کے پاس پہنچ گئے تو ٹھہر گئے اور فرمایا: اے نوجوان! ابھی کچھ مزید کہنا باقی ہے تو کہہ لو، تمہاری گالیاں میرے قبیلے کے کچھ نادان لوگ نہ سن لیں اور وہ تمہارے خلاف کارروائی نہ کریں كَيْلَا يَسْمَعَكَ بَعْضُ سُفَهَاءِ الْحَيِّ فَيُجِيبُوكَ (رسالہ قشیریہ صفحہ ۲۷۷)۔

وعدہ وفا کر

عہد کی تین قسمیں ہیں۔ ایک عہد وہ ہے جو عالمِ ارواح میں ہر انسان نے اپنے رب سے کیا تھا۔ جس کا ذکر اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰى میں ہے (الاعراف:۱۷۲)۔

دوسرا عہد وہ ہے جو ہر مسلمان نے اس دنیا میں اسلام قبول کر کے اسے نبھانے اور اس پر قائم رہنے کے لیے کیا۔ یہی بیعتِ اسلام ہے جو ایک عظیم وعدہ ہے۔

تیسرا عہد وہ ہوتا ہے جو کوئی بھی شخص انفرادی اور ذاتی طور پر کسی کے ساتھ کرتا ہے جیسے کسی جگہ پر پہنچنے کا وعدہ یا رقم دینے کا وعدہ، امانت لوٹانے کا وعدہ اور حکومت کا عوام سے وعدہ وغیرہ۔ یہی تیسرا عہد ہمارا موضوع ہے۔

وفائے عہد پر قرآنی آیات

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ (المائدۃ:۱)۔

ترجمہ: اے ایمان والو اپنے عہد پورے کرو۔

وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا (الاسراء:۳۴)۔

ترجمہ: اور عہد پورا کرو، بے شک عہد کے متعلق پوچھا جائے گا۔

بَلٰى مَنْ أَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَإِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ (آل عمران:۷۶)۔

ترجمہ: کیوں نہیں؟ جس نے عہد پورا کیا اور اللہ سے ڈرا تو بے شک اللہ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔

وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ (المومنون:۸، المعارج:۳۲)۔

ترجمہ: مومن وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھتے ہیں۔

وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا (البقرۃ:۱۷۷)۔

Islam The World Religion

ترجمہ: (اصل نیکیوں اور ایمان کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ ایسے لوگ) اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہیں جب عہد کریں۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا (مریم: ۵۴)۔

ترجمہ: اور اے حبیب کتاب میں اسماعیل کو یاد کیجیے، بے شک وہ وعدے کے سچے تھے۔

وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا (النحل: ۹۱)۔

ترجمہ: اور اللہ کا عہد پورا کرلو جب تم عہد کرو، اور قسموں کو پکا کرنے کے بعد انہیں مت توڑو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۔ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ (الصف: ۲، ۳)۔

ترجمہ: اے ایمان والو وہ بات کیوں کرتے ہو جو کرتے نہیں، اللہ کے نزدیک یہ بات سخت ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں۔

وفائے عہد پر احادیث

حدیث کی کتابوں میں وعدہ پورا کرنے پر مستقل ابواب موجود ہیں۔ مثلاً بخاری شریف میں: بَابُ مَنْ أَمَرَ بِإِنْجَازِ الْوَعْدِ۔ ابوداؤد میں: بَابٌ فِي الْعِدَةِ اور مشکوٰۃ شریف میں: بَابُ الْوَعْدِ موجود ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سُفْيَانَ أَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لَهُ سَأَلْتُكَ مَاذَا يَأْمُرُكُمْ فَزَعَمْتَ أَنَّهُ أَمَرَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ قَالَ وَهٰذِهِ صِفَةُ نَبِيٍّ (بخاری: ۲۶۸۱)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوسفیان نے خبر دی کہ: ہرقل نے ان سے کہا: میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ وہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟ تو تم نے بتایا کہ وہ تم کو نماز پڑھنے سچ بولنے، پاکیزگی، عہد پورا کرنے اور امانت ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں، ہرقل نے کہا: اور یہی نبی کی صفات ہوتی ہیں۔

Islam: The World Religion

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي الْحَمْسَاءِ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بِبَيْعٍ قَبْلَ أَنْ يُبْعَثَ وَبَقِيَتْ لَهُ بَقِيَّةٌ فَوَعَدْتُهُ أَنْ آتِيَهُ بِهَا فِي مَكَانِهِ فَنَسِيتُ ثُمَّ ذَكَرْتُ بَعْدَ ثَلَاثٍ فَجِئْتُ فَإِذَا هُوَ فِي مَكَانِهِ فَقَالَ: يَا فَتًى لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَيَّ أَنَا هٰهُنَا مُنْذُ ثَلَاثٍ أَنْتَظِرُكَ (ابوداود:۴۹۹۶ بَابٌ فِي الْعِدَةِ)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ آپ کی بعثت سے پہلے کچھ خرید وفروخت کی۔ میری طرف کچھ بقایا جات رہ گئے۔ میں نے وعدہ کیا کہ آپ ادھر ہی ٹھہریں میں لے کر آتا ہوں۔ میں جا کر بھول گیا۔ پھر تین دن کے بعد مجھے یاد آیا، تو میں آ گیا تو آپ ﷺ اسی جگہ موجود تھے۔ تو فرمایا: اے نوجوان! تم نے مجھے بہت تکلیف دی، میں تین دن سے ادھر تمہارا منتظر ہوں۔

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ: اِضْمَنُوْا لِيْ سِتًّا مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ: اُصْدُقُوْا اِذَا حَدَّثْتُمْ ، وَاَوْفُوْا اِذَا وَعَدْتُمْ ، وَاَدُّوْا اِذَا اؤْتُمِنْتُمْ وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَكُمْ ، وَغُضُّوْا اَبْصَارَكُمْ ، وَكُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ (مسند احمد:۲۲۶۵۶)۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے چھ چیزوں کی اپنی طرف سے ضمانت دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ جب وعدہ کرو تو وفا کرو، جب امانت دی جائے تو ادا کرو، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو، اور اپنی نگاہیں نیچی رکھو اور اپنے ہاتھوں پر قابو رکھو۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوہیثم رضی اللہ عنہ سے خادم فراہم کرنیکا وعدہ فرمایا۔ آپکے پاس تین خادم آ گئے۔ ان میں سے دو تقسیم ہو گئے اور ایک باقی بچا۔ اسی دوران آپ ﷺ کی شہزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی خادم مانگنے کے لیے حاضر ہوئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: كَيْفَ بِمَوْعِدِي لِأَبِي الْهَيْثَمِ یعنی ابوالہیثم کے ساتھ میرے وعدے کا کیا ہوگا؟ پھر آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ضرورت پر اپنے وعدے کو ترجیح دی (احیاء العلوم صفحہ ۱۰۶۴)۔

بخاری شریف میں صلح حدیبیہ کے موقع پر پیش آنے والا ایک ایمان افروز واقعہ مذکور ہے۔ قریش مکہ کے نمائندہ سہیل بن عمرو سے معاہدہ طے پایا کہ اگر قریش کا کوئی آدمی مسلمانوں کے

Islam The World Religion

پاس آئے گا تو وہ اسے واپس کر دیں گے، اور اگر مسلمانوں کا کوئی آدمی قریش مکہ کے پاس آئے گا تو وہ اسے واپس نہیں کریں گے۔ سہیل بن عمرو کے بیٹے حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ مسلمان ہو چکے تھے مگر ان کے والد سہیل بن عمرو نے انہیں گھر میں باندھ رکھا تھا۔ جب یہ معاہدہ طے پا چکا تو عین اس موقع پر حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ زنجیروں سمیت اچانک پہنچ گئے۔ حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں:

فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ دَخَلَ أَبُو جَنْدَلِ بْنُ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو يَرْسُفُ فِي قُيُودِهٖ وَقَدْ خَرَجَ مِنْ أَسْفَلِ مَكَّةَ حَتّٰى رَمٰى بِنَفْسِهٖ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ سُهَيْلٌ هٰذَا يَا مُحَمَّدُ أَوَّلُ مَا أُقَاضِيكَ عَلَيْهِ أَنْ تَرُدَّهُ إِلَيَّ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّا لَمْ نَقْضِ الْكِتَابَ بَعْدُ قَالَ فَوَاللّٰهِ إِذًا لَمْ أُصَالِحْكَ عَلٰى شَيْءٍ أَبَدًا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَجِزْهُ لِي قَالَ مَا أَنَا بِمُجِيزِهٖ لَكَ قَالَ بَلٰى فَافْعَلْ قَالَ مَا أَنَا بِفَاعِلٍ قَالَ مِكْرَزٌ بَلْ قَدْ أَجَزْنَاهُ لَكَ قَالَ أَبُو جَنْدَلٍ أَيْ مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ أُرَدُّ إِلَى الْمُشْرِكِيْنَ وَقَدْ جِئْتُ مُسْلِمًا أَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ لَقِيتُ وَكَانَ قَدْ عُذِّبَ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي اللّٰهِ (بخاری: ۲۷۳۲)۔ فَرَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَبَا جَنْدَلِ بْنَ سُهَيْلٍ يَوْمَئِذٍ إِلٰى أَبِيْهِ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو وَلَمْ يَأْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَحَدٌ مِنَ الرِّجَالِ إِلَّا رَدَّهُ فِي تِلْكَ الْمُدَّةِ وَإِنْ كَانَ مُسْلِمًا وَجَاءَ تِ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَكَانَتْ أُمُّ كُلْثُومِ بِنْتُ عُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ مِمَّنْ خَرَجَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ا وَهِيَ عَاتِقٌ فَجَاءَ أَهْلُهَا يَسْأَلُونَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَرْجِعَهَا إِلَيْهِمْ حَتّٰى أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الْمُؤْمِنَاتِ مَا أَنْزَلَ (بخاری: ۴۱۸۱)۔

ترجمہ: جس وقت ان کے درمیان یہ باتیں ہو رہی تھیں، اچانک حضرت ابوجندل بن سہیل بن عمرو اپنی ایڑیوں کو گھسیٹتے ہوئے آ گئے، وہ مکہ کے نچلے حصہ سے نکلے اور انہوں نے خود کو مسلمانوں کے درمیان ڈال دیا، تب سہیل نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ پہلا شخص ہے جس کے لیے میں معاہدہ کے مطابق مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ اسکو ہمیں واپس کر دیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی تک ہم نے معاہدہ مکمل نہیں لکھا ہے، اس نے کہا: اللہ کی قسم! پھر میں آپ سے کبھی بھی کسی بات پر صلح نہیں کروں گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا میری خاطر اسکو اجازت دے دو، اس نے کہا: میں اسکو آپ کی خاطر بھی اجازت نہیں دوں گا، آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! تم ایسا کر لو، اس نے کہا

Islam The World Religion

: میں ایسا نہیں کروں گا، قریش کے ایک آدمی مکرز نے کہا: کیوں نہیں! ہم آپ کی خاطر اسکو اجازت دیتے ہیں (مگر چونکہ مکرز معاہدہ کرنے میں ذمہ دار آدمی نہیں تھا لہٰذا اس کی بات نہ سنی گئی)۔ حضرت ابو جندل نے کہا: اے مسلمانو! کیا مجھے مشرکین کی طرف واپس کیا جائے گا حالانکہ میں مسلمان ہو کر تمہارے پاس آیا ہوں، کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ مجھے کتنی اذیت دی گئی ہے اور ان کو واقعی اللہ پر ایمان لانے کی وجہ سے بہت سخت عذاب دیا گیا تھا۔

پس اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو جندل بن سہیل کو اس کے باپ سہیل بن عمرو کے حوالے کر دیا، اور اس مدت کے دوران جو شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتا آپ اسکو واپس کر دیتے خواہ وہ مسلمان ہو اور ہجرت کرنے والی مسلمان عورتیں آئیں، تو حضرت ام کلثوم بنتِ عقبہ بن ابی معیط ان خواتین میں شامل تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نکلیں تو انکے گھر والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے کہ آپ انکو واپس کریں، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کے متعلق آیت نازل کی۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يُسْلِفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ فَقَالَ ائْتِنِي بِالشُّهَدَاءِ أُشْهِدُهُمْ فَقَالَ كَفَى بِاللهِ شَهِيدًا قَالَ فَأْتِنِي بِالْكَفِيلِ قَالَ كَفَى بِاللهِ كَفِيلًا قَالَ صَدَقْتَ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضَى حَاجَتَهُ ثُمَّ الْتَمَسَ مَرْكَبًا يَرْكَبُهَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ لِلْأَجَلِ الَّذِي أَجَّلَهُ فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا فَأَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا فَأَدْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ وَصَحِيفَةً مِنْهُ إِلَى صَاحِبِهِ ثُمَّ زَجَّجَ مَوْضِعَهَا ثُمَّ أَتَى بِهَا إِلَى الْبَحْرِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ تَسَلَّفْتُ فُلَانًا أَلْفَ دِينَارٍ فَسَأَلَنِي كَفِيلًا فَقُلْتُ كَفَى بِاللهِ كَفِيلًا فَرَضِيَ بِكَ وَسَأَلَنِي شَهِيدًا فَقُلْتُ كَفَى بِاللهِ شَهِيدًا فَرَضِيَ بِكَ وَأَنِّي جَهَدْتُ أَنْ أَجِدَ مَرْكَبًا أَبْعَثُ إِلَيْهِ الَّذِي لَهُ فَلَمْ أَقْدِرْ وَإِنِّي أَسْتَوْدِعُكَهَا فَرَمَى بِهَا فِي الْبَحْرِ حَتَّى وَلَجَتْ فِيهِ ثُمَّ انْصَرَفَ وَهُوَ فِي ذٰلِكَ يَلْتَمِسُ مَرْكَبًا يَخْرُجُ إِلَى بَلَدِهِ فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهِ فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ الَّتِي فِيهَا الْمَالُ فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ

Islam The World Religion

وَالصَّحِيفَةَ ثُمَّ قَدِمَ الَّذِيْ كَانَ أَسْلَفَهُ فَأَتَى بِالْأَلْفِ دِيْنَارٍ فَقَالَ وَاللهِ مَا زِلْتُ جَاهِدًا فِي طَلَبِ مَرْكَبٍ لِآتِيَكَ بِمَالِكَ فَمَا وَجَدْتُ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِيْ أَتَيْتُ فِيْهِ قَالَ هَلْ كُنْتَ بَعَثْتَ إِلَيَّ بِشَيْءٍ قَالَ أُخْبِرُكَ أَنِّيْ لَمْ أَجِدْ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِيْ جِئْتُ فِيْهِ قَالَ فَإِنَّ اللهَ قَدْ أَدَّى عَنْكَ الَّذِيْ بَعَثْتَ فِي الْخَشَبَةِ فَانْصَرِفْ بِالْأَلْفِ الدِّيْنَارِ رَاشِدًا (بخاری:۲۲۹۱)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا۔اس نے کسی اسرائیلی سے سوال کیا کہ وہ اسے ایک ہزار دینار قرض دے،اس نے کہا:تم میرے پاس گواہ لاؤ جن کو میں اس پر گواہ کروں،اس نے کہا:اللہ کا گواہ ہونا کافی ہے اس نے کہا: پھر تم میرے پاس کفیل لاؤ،اس نے کہا:اللہ کا کفیل ہونا کافی ہے،اس دوسرے نے کہا:تم نے سچ کہا،پھر اس کو ایک مدتِ معین کے وعدہ پر وہ دینار دے دیئے،وہ شخص دریا کے پار نکل گیا،پھر اس نے اپنی ضرورت پوری کی،پھر اس نے کوئی کشتی تلاش کی جس میں سوار ہو کر مدتِ معینہ پر اس کی رقم پہنچائے تو اس کو،کوئی کشتی نہ ملی،تب اس نے لکڑی کو کھوکھلا کیا اور اس کے اندر ایک ہزار دینار رکھ دیئے اور اس قرض خواہ کے نام ایک پرچا لکھ دیا اور (کسی چیز سے) اس کا منہ بند کر دیا،پھر وہ اس لکڑی کو لے کر دریا پر آیا اور یہ دعا کی: اے اللہ! تجھے خوب علم ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیے تھے،اس نے مجھ سے کفیل کا سوال کیا تو میں نے کہا:اللہ کافی کفیل ہے،پس وہ تیری کفالت پر راضی ہو گیا اور اس نے مجھ سے گواہ کا سوال کیا تو میں نے کہا :اللہ کافی گواہ ہے،پس وہ تیری گواہی پر راضی ہو گیا اور میں نے کشتی تلاش کرنے کی پوری کوشش کی تا کہ میں اس کی طرف اسکی رقم بھیج دوں لیکن میں اس پر قادر نہیں ہوا اور اب میں یہ رقم والی لکڑی تیری امان میں دیتا ہوں،پھر اس شخص نے وہ لکڑی دریا میں ڈال دی حتیٰ کہ وہ لکڑی دریا میں داخل ہو گئی،پھر وہ واپس آ گیا اور وہ اس عرصہ میں کشتی تلاش کرتا رہا،جس سے وہ اس شہر کی طرف نکلے،پھر جس شخص نے اس کو قرض دیا تھا وہ دریا کی طرف نکلا کہ شاید اسے کوئی کشتی نظر آئے جو اس کا مال لے کر آ رہی ہو،تو اس کو وہ لکڑی مل گئی جس میں اس کا مال تھا،وہ اس لکڑی کو اپنے گھر والوں کے لیے اٹھا کر لے آیا اور جب اس لکڑی کو کھولا تو اس کو وہ مال مل گیا اور وہ پرچا بھی مل گیا، ادھر وہ مقروض بھی آ پہنچا،جس کو اس نے قرض دیا تھا،اس نے قرض خواہ کو ایک ہزار دینار ادا کر

Islam The World Religion

دیے اور کہا: اللہ کی قسم! میں مسلسل کشتی تلاش کرتا رہا تاکہ میں وقت پر تمہاری رقم پہنچا دوں، لیکن مجھے اس سے پہلے کوئی کشتی نہیں مل سکی، قرض خواہ نے کہا: کیا تم نے میری طرف کوئی چیز بھیجی تھی؟ مقروض نے کہا: میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ مجھے اس سے پہلے کوئی کشتی نہیں ملی، جس میں تمہارے پاس آتا، اس قرض خواہ نے کہا: بے شک اللہ نے تمہاری وہ رقم مجھے پہنچا دی ہے جو تم نے لکڑی میں رکھ کر میرے پاس بھیجی تھی، پھر وہ شخص وہ ایک ہزار دینار لے کر خوشی اور کامیابی کے ساتھ چلا گیا۔

ایک مرتبہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کسی سے وعدہ کیا کہ میں فلاں جگہ آ جاؤں گا تم بھی آ جانا۔ آپ وعدے کے مطابق پہنچ گئے مگر وہ آدمی بھول گیا۔ آپ اس کے انتظار میں رات بھر اسی جگہ موجود رہے۔ اگلے دن وہ آدمی آیا اور اس نے کہا میں بھول گیا تھا۔ آپ نے فرمایا جب تک تم نہ آتے میں نے اسی جگہ انتظار کرنا تھا (ابن جریر:۱۷۹۱۶)۔

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَأَلَنِي يَهُودِيٌّ مِنْ أَهْلِ الْحِيرَةِ أَيَّ الْأَجَلَيْنِ قَضٰى مُوسٰى قُلْتُ لَا أَدْرِي حَتّٰى أَقْدَمَ عَلٰى حَبْرِ الْعَرَبِ فَأَسْأَلَهُ فَقَدِمْتُ فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ قَضٰى أَكْثَرَهُمَا وَأَطْيَبَهُمَا إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ فَعَلَ (بخاری:۲۶۸۴)۔

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ مجھ سے اہل حیرہ کے ایک یہودی نے سوال کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (حضرت شعیب علیہ السلام کے ہاں) کون سی مدت کو پورا کیا تھا، میں نے کہا: میں نہیں جانتا حتیٰ کہ میں عرب کے کسی عالم کے پاس جا کر اس سے سوال کروں، پھر میں آیا اور میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت موسیٰ نے زیادہ لمبی اور زیادہ پاکیزہ مدت کو پورا کیا تھا (یعنی حضرت شعیب علیہ السلام نے آٹھ یا دس سال خدمت کرنے کی شرط رکھی تھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال ان کی خدمت کی)، بے شک اللہ کے کوئی بھی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کوئی بات فرماتے تو اس کو پورا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی وفات کا وقت آیا تو فرمانے لگے: قریش کے ایک آدمی نے اپنے بیٹوں کے لیے میری دو بیٹیوں کا رشتہ مانگا تھا اور میں نے کھل کر وعدہ نہیں کیا تھا مگر وعدے سے ملتی جلتی بات کی تھی (وَقَدْ كَانَ مِنِّي إِلَيْهِ شِبْهُ الْوَعْدِ)۔ اللہ کی قسم میں

Islam The World Religion

اللہ تعالیٰ سے ایک تہائی منافقت کی حالت میں نہیں ملوں گا۔ میں آپ سب کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے اپنی دونوں بیٹیوں کا رشتہ دیا (احیاء العلوم صفحہ ۱۰۶۳)۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَیْنِ قَدْ أَعْطَیْتُكَ ھٰكَذَا وَھٰكَذَا وَھٰكَذَا فَلَمْ یَجِیءْ مَالُ الْبَحْرَیْنِ حَتّٰی قُبِضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَاءَ مَالُ الْبَحْرَیْنِ أَمَرَ أَبُوْ بَکْرٍ فَنَادٰی مَنْ کَانَ لَہٗ عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ عِدَۃٌ أَوْ دَیْنٌ فَلْیَأْتِنَا فَأَتَیْتُہٗ فَقُلْتُ إِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِیْ کَذَا وَکَذَا فَحَثٰی لِیْ حَثْیَۃً فَعَدَدْتُھَا فَإِذَا ھِیَ خَمْسُ مِائَۃٍ وَقَالَ خُذْ مِثْلَیْھَا (بخاری:۲۲۹۶، مسلم:۶۰۲۳)۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر بحرین کا مال آیا تو میں تمہیں اتنا اور اتنا دوں گا، پھر بحرین کا مال نہیں آیا حتی کہ نبی کریم ﷺ کی وفات ہو گئی، پھر جب بحرین کا مال آیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ جس سے نبی کریم ﷺ نے کوئی وعدہ کیا ہو یا جس کا نبی کریم ﷺ پر کوئی قرض ہو، وہ ہمارے پاس آئے تو میں انکے پاس گیا، سو میں نے کہا نبی کریم ﷺ نے مجھ سے اس طرح اور اس طرح فرمایا تھا، تو حضرت ابوبکر نے مجھے لپ بھر کر دیا، میں نے ان کو شمار کیا تو وہ پانچ سو تھے، حضرت ابوبکر نے فرمایا: تم انکی دو مثل اور لے لو۔

عَنْ أَبِیْ أُسَیْدٍ مَالِكِ بْنِ رَبِیْعَۃَ السَّاعِدِیِّ قَالَ بَیْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَہٗ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ سَلِمَۃَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّ أَبَوَیَّ شَیْءٌ أَبَرُّھُمَا بِہٖ بَعْدَ مَوْتِھِمَا قَالَ نَعَمِ الصَّلَاۃُ عَلَیْھِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَھُمَا وَإِنْفَاذُ عَھْدِھِمَا مِنْ بَعْدِھِمَا وَصِلَۃُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ إِلَّا بِھِمَا وَإِکْرَامُ صَدِیْقِھِمَا (ابوداؤد:۵۱۴۲، ابن ماجہ:۳۶۶۴)۔

ترجمہ: حضرت ابواسید مالک بن ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ بنی سلمہ میں سے ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور کہا: یا رسول اللہ میرے ماں باپ کی وفات کے بعد ان کے ساتھ کیا بھلائی کا کوئی طریقہ موجود ہے؟ فرمایا: ہاں، ان پر جنازہ پڑھنا، اور ان کے لیے استغفار کرنا، اور ان کے لوگوں سے وعدے

Islam The World Religion

پورے کرنا، اوران کے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا، اوران کے دوستوں کا احترام کرنا۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرٍ أَنَّهُ قَالَ دَعَتْنِي أُمِّي يَوْمًا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ قَاعِدٌ فِي بَيْتِنَا فَقَالَتْ هَا تَعَالَ أُعْطِيكَ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَمَا أَرَدْتِ أَنْ تُعْطِيهِ. قَالَتْ أُعْطِيهِ تَمْرًا فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَمَا إِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِيهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكِ كِذْبَةٌ (ابوداود:۴۹۹۱)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے کہ ایک دن میری والدہ نے مجھے بلایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے۔ میری والدہ نے مجھ سے کہا آ ؤ میں تمہیں دیتی ہوں۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم اسے کیا دینا چاہتی ہو؟ اس نے کہا کھجور دوں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا: اگر تم اسے کچھ نہ دیتی تو تمہارا جھوٹ لکھا جاتا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ (بخاری:۳۳،مسلم:۲۱۱)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: منافق کی تین علامتیں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔ اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ (بخاری:۳۴ ،مسلم:۲۱۰)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں پائی جائیں خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک خصلت پائی جائے اس میں وہ منافقت کی خصلت ہوگی جب تک وہ اسے چھوڑ نہ دے۔ جب امانت دی جائے تو خیانت کرے، اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے، اور جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالیاں دے۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ مَا خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

Islam The World Religion

وَسَلَّم اِلَّا قَالَ : لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهٗ، وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهٗ (مسندِ احمد: ۱۲۳۲۴، ۱۲۵۰۵، ۱۳۱۳۲، ۱۳۵۷۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۹۲۳، ۲۶۰۶)۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی ہمیں خطاب فرماتے تو یہ الفاظ ضرور فرماتے تھے: جس کی کوئی امانت نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں، اور جس کا کوئی عہد نہیں اسکا کوئی دین نہیں۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعْرَفُ بِهٖ (بخاری: ۳۱۸۶، مسلم: ۴۵۳۳)۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ: إِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ أَخَاهُ وَمِنْ نِيَّتِهٖ أَنْ يَّفِيَ لَهٗ فَلَمْ يَفِ وَلَمْ يَجِيْءْ لِلْمِيْعَادِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ (ابوداؤد: ۴۹۹۴، ترمذی: ۲۶۳۳)۔

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا: جب کوئی آدمی اپنے بھائی سے وعدہ کرے اور اس کی نیت میں ہو کہ وہ وعدہ وفا کرے گا مگر وہ ایسا کر نہ سکا اور مقررہ وقت پر پورا نہ اتر سکا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام سے کیا ہوا وعدہ بھولنا قصداً نہ تھا۔

حضور غوثِ اعظم قدس سرہ الاقدس نے فرمایا کہ مجاہدہ اور نفس کا محاسبہ کرنے والے اور اولوالعزم صوفیاء کی دس خوبیاں ہیں۔ وہ دس کی دس خوبیاں آپ قدس سرہ نے بیان فرمائی ہیں اور ان میں سے تیسری خوبی یہ بیان فرمائی ہے کہ اول تو ایسا صوفی وعدہ کرے ہی نہیں اور اگر وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی نہ کرے۔ اصل الفاظ یہ ہیں:

اَنْ يَحْذَرَ اَنْ يَعِدَ اَحَداً شَيْئًا فَيَخْلُفَهٗ ، وَيَقْطَعَ الْعِدَةَ اَلْبَتَّةَ ، فَاِنَّهٗ اَقْوٰى لِاَمْرِهٖ، وَاَقْصَدُ بِطَرِيْقِهٖ، لِاَنَّ الْخُلْفَ مِنَ الْكِذْبِ، فَاِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ فُتِحَ لَهٗ بَابُ السَّخَآءِ وَدَرَجَةُ الْحَيَآءِ ، وَاُعْطِيَ مَوَدَّةً فِي الصَّادِقِيْنَ وَرِفْعَةً عِنْدَاللهِ جَلَّ ثَنَاؤُهٗ (شرح فتوح الغیب مقالہ نمبر ۷۸، غنیۃ الطالبین صفحہ ۳۱۴)۔

Islam The World Religion

ترجمہ: صوفی کسی سے وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی سے پرہیز کرے، اور سرے سے وعدہ ہی نہ کرے تو بہتر ہے تاکہ وعدہ خلافی کی نوبت ہی نہ آئے، یہ چیز اس کی روحانیت کے لیے قوت بخش ہے اور راہِ سلوک کے لیے اعتدال پیدا کرتی ہے، جب صوفی ایسا کرے گا تو اس کے لیے سخا کا دروازہ اور حیاء کا مرتبہ کھلے گا، اور صادقین کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہوگی اور اللہ جَلَّ ثَنَاءُہٗ کے ہاں اسے بلند رتبہ ملے گا۔

وقت کی پابندی

وقت کی تعریف امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح لکھی ہے: اَلْوَقْتُ نِهَايَةُ الزَّمَانِ الْمَفْرُوْضِ لِلْعَمَلِ یعنی وقت اس زمانے کی انتہا کو کہتے ہیں جو فرض عمل کی ادائیگی کے لیے مقرر کیا گیا ہو (مفردات الفاظ القرآن صفحہ ۵۶۶)۔

نماز کا وقت مقرر ہے، اللہ کریم فرماتا ہے: إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا بے شک نماز مومنوں پر فرض کر دی گئی ہے وقتِ مقررہ پر (النساء: ۱۰۳)۔ روزے رمضان کے مقرر مہینے میں فرض ہیں، زکوٰۃ سال میں ایک مرتبہ دینا ہوتی ہے، حج سال کے مقررہ دن میں کیا جاتا ہے، سورج وقت پر نکلتا اور ڈوبتا ہے، چاند اپنے وقت کے مطابق نکلتا ڈوبتا ہے اور گھٹتا اور بڑھتا ہے، دن رات کا آنا جانا اور موسموں کی تبدیلی سب وقت کے مطابق ہے اور یہ چیزیں کبھی غلطی نہیں کرتیں۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے وقت کی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے قرآن شریف میں وقت کی قسمیں اٹھائی ہیں، فرمایا: وَالْفَجْرِ، وَالصُّبْحِ، وَالضُّحٰى، وَاللَّيْلِ، وَالْعَصْرِ اور عصر کی قسم کے ساتھ انسان کا خسران بیان فرمایا۔

وقت ہی زندگی ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے: وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ یعنی تمہارے لیے زمین میں ٹھکانا ہے اور ایک مقرر وقت تک عیش وعشرت ہے (البقرۃ: ۳۶)۔ وقت ہی کے ضائع ہونے سے بیماری طول پکڑتی ہے، وقت ہی کے ضائع ہونے سے مریض مرجاتا ہے، وقت پر توبہ نہ کرنے سے دل پر سیاہی مکمل طور پر چھا جاتی ہے اور ایک دن اعمال کا کاغذ اور قلم رکھوا دیا جائے گا، پیپر چھین لیا جائے گا، توبہ کا دروازہ بند کر دیا

Islam The World Religion

جائے گا اور وقت ضائع کرنے والوں کو اس دن وقت ضائع ہونے کا احساس ہو گا مگر بے سود۔ قیامت کے دن کافر کہیں گے: فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی کاش ہمیں ایک موقع اور دیا جائے تو ہم ایمان لانے والوں میں سے ہوں (الشعراء: ۱۰۲)۔ اسی لیے صوفیاء فرماتے ہیں کہ: اَلْوَقْتُ سَيْفٌ قَاطِعٌ یعنی وقت ایک کاٹنے والی تلوار ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ:

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنِ الْاَوْدِيِّ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ وَهُوَ يَعِظُهُ، اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيٰوتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ رَوَاهُ الْبَغَوِيُّ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَالْحَاكِمُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (شرح السنة: ۴۰۲۰، مستدرک حاکم: ۸۰۱۰)۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن میمون فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔ اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، اپنی صحت کو بیماری سے پہلے، اپنی امیری کو غربت سے پہلے، اپنی فراغت کو مصروفیت سے پہلے اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ (بخاری: ۶۴۱۲)۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں کثرت سے لوگ دھوکا کھاتے ہیں۔ ان میں سے ایک صحت ہے اور دوسری فراغت ہے۔

وعدے کی تعریف بھی یہی ہے کہ: اَلْوَعْدُ الَّذِيْ جُعِلَ لَهٗ وَقْتٌ یعنی وعدہ وہ ہوتا ہے جس کے لیے وقت مقرر کیا گیا ہو (مفرداتِ راغب صفحہ ۵۶۶)۔

اللہ کریم سے اچھے اخلاق مانگو

(1)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ

Islam The World Religion

اَلْاَخْلَاقِ یعنی اے اللہ مجھے برے اخلاق سے بچا (ترمذی:۳۵۹۱)۔

(2)۔ عَنْ عَائِشَةَ الصِّدِّيْقَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ (حِيْنَ نَظَرَ فِي الْمِرْاٰةِ) اَللّٰهُمَّ اَحْسَنْتَ خَلْقِيْ فَاَحْسِنْ خُلُقِيْ (مسند احمد:۲۵۲۷۵)۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب آئینہ دیکھتے تو یہ دعا فرماتے: اَللّٰهُمَّ اَحْسَنْتَ خَلْقِيْ فَاَحْسِنْ خُلُقِيْ یعنی اے اللہ تو نے میری صورت کو اچھا بنایا، میرے اخلاق کو بھی اچھا بنادے۔

بعثتِ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد

(1)۔ وَعَنْ مَالِكٍ عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ بَلَغَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ ﷺ قَالَ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ (مؤطا امام مالک:۸ من کتاب حسن الخلق)۔

ترجمہ: امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ان تک حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں حسین اخلاق کو مکمل کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

مبلغِ اسلام کا خصوصی اخلاق

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ (الاعراف:۱۹۹)۔

ترجمہ: معاف کرنا اختیار کیجیے اور بھلائی کا حکم دیجیے اور جاہلوں سے منہ پھیر لیجیے۔

سیدنا امام جعفر صادق قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: لَيْسَ فِي الْقُرْاٰنِ اٰيَةٌ اَجْمَعَ لِمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ مِنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ یعنی قرآن میں اس آیت سے بڑھ کر مکارم اخلاق کی جامع آیت اور کوئی نہیں (تفسیر بغوی جلد ۲ صفحہ ۱۸۴، قرطبی جلد ۷ صفحہ ۳۰۳)۔

اس آیت میں اللہ کریم جل شانہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکمل تبلیغی حکمتِ عملی سے نوازا ہے اس آیت کے تین اجزاء ہیں۔

(1)۔ خُذِ الْعَفْوَ

سب سے پہلی اور بنیادی حکمت عملی یہ ارشاد فرمائی کہ خُذِ الْعَفْوَ یعنی درگزر اور

Islam The World Religion

معافی کو اختیار کریں۔ان الفاظ میں اللہ کریم نے اپنے حبیب ﷺ کو نرمی اختیار کرنے اور معاف کرتے رہنے کا حکم دیا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ (آل عمران ۱۵۹)۔

ترجمہ: اللہ کی کیسی عظیم رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم دل ہیں، اور اگر آپ تندخو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ ضرور آپ کے گردو پیش سے بھاگ جاتے، تو آپ انہیں معاف کردیں اور ان کے لیے بخشش مانگیں اور ضروری کاموں میں ان سے مشورہ لیں، پھر آپ جب کسی کام کا آپ پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کریں، بے شک اللہ بھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا: ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ یعنی اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دیں حکمت کے ساتھ اور اچھے وعظوں کے ساتھ اور مخالفین سے بحث احسن طریقے سے کریں (النحل:۱۲۵)۔

ایک اور جگہ فرمایا: ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ یعنی احسن طریقے سے تردید فرمائیں، بس ایسا لگے کہ آپ کے اور جس شخص کے درمیان دشمنی ہے گویا وہ گہرا دوست ہے (فصلت: ۳۴)۔

بلکہ ہر ولی کی شان میں فرمایا: الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ یعنی متقین وہ ہیں جو اللہ کی راہ میں خوشی اور غمی میں خرچ کرتے ہیں، اور غصے پر قابو رکھتے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرتے ہیں، اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے (آل عمران: ۱۳۴)۔

خُذِ الْعَفْوَ کا تعلق ایسے معاملات سے بھی ہے جن کا تعلق استحباب سے ہے۔ محض مستحبات اور زوائد کے معاملے میں سختی کرنا روح تبلیغ اور مغز شریعت کے منافی ہے۔ حبیب کریم ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو یمن میں بھیجا تو فرمایا:

(1)۔ وَعَنْ أَبِي بُرْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ بِي وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ إِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا

Islam The World Religion

(بخاری: ۳۰۳۸، مسلم: ۴۵۲۶، مسندِ احمد: ۱۹۷۲۱)۔

ترجمہ: حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اور معاذ بن جبل کو یمن بھیجا تو فرمایا: دونوں آسانی کرنا مشکلات پیدا نہ کرنا۔ لوگوں کو خوش رکھنا متنفر نہ کرنا، دونوں ایک جیسی بات کرنا اور اختلاف نہ کرنا۔

آپ ﷺ نے جہاں غیر مسلموں کو ڈیل کرنے کیلیے احسن ترین نفسیاتی رویہ اختیار فرمایا ہے وہاں اپنے خدام اور ساتھیوں سے بھی درگزر فرمایا ہے اور انہیں بات بات پر نہیں ٹوکا۔

(2)۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خَدَمْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا قَالَ لِيْ أُفٍّ وَلَا لِمَ صَنَعْتَ وَلَا أَلَّا صَنَعْتَ یعنی میں نے دس سال تک نبی کریم ﷺ کی خدمت کی، آپ نے مجھے کبھی اف نہیں فرمایا، اور کبھی نہیں فرمایا کہ یہ کام تم نے کیوں کیا، اور یہ کام تم نے کیوں نہیں کیا (بخاری: ۶۰۳۸)۔

(3)۔ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَبَّ رَجُلٌ رَجُلًا عِنْدَهُ قَالَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ الْمَسْبُوْبُ يَقُوْلُ عَلَيْكَ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّ مَلَكًا بَيْنَكُمَا يَذُبُّ عَنْكَ كُلَّمَا يَشْتُمُكَ هٰذَا قَالَ لَهُ بَلْ أَنْتَ وَأَنْتَ أَحَقُّ بِهِ وَإِذَا قَالَ لَهُ عَلَيْكَ السَّلَامُ قَالَ لَا بَلْ لَكَ أَنْتَ أَحَقُّ بِهِ (مسندِ احمد: ۲۳۶۳۵)۔

ترجمہ: ایک صحابی کو کسی آدمی نے گالی دی، وہ جواباً کہنے لگے: تجھ پر سلام ہو۔ نبی کریم ﷺ پاس تھے، آپ نے فرمایا: جب وہ آدمی تجھے گالی دیتا ہے تو تمہاری طرف سے ایک فرشتہ اسے جواب دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تم خود ایسے ہو اور تم اس گالی کے زیادہ حقدار ہو۔ اور جب تم جواباً اس پر سلام بھیجتے ہو تو فرشتہ تمہیں کہتا ہے کہ تم پر سلامتی ہو اور تم خود سلامتی کے زیادہ حقدار ہو۔

(2)۔ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ

اس آیت کا دوسرا جملہ ہے وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ یعنی نیکی کا حکم دیں۔ عرف کا معنی ہی ایسا کام ہے جس کا نیک کام ہونا معروف ہو۔ گویا اس کا تعلق ایمانیات، فرائض اور واجبات سے ہے۔ ابوالفیض فیضی لکھتے ہیں: اَلْاَمْرِ الْمَعْلُوْمِ عِلْمًا وَ حُكْمًا یعنی معروف کا معنی ہے: ہر

Islam The World Religion

وہ کام جسکی شرعی دلیل بھی معلوم ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ اس پر کیا فتوی اور کیا حکم لگتا ہے (سواطع الالہام صفحہ ۲۳۰)۔

پوری امت کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ: وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران: ۱۰۴)۔ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (ال عمران: ۱۱۰)۔

حدیث شریف میں ہے کہ:

(1)۔ عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ. فَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ (مسلم: ۱۷۷، ابوداود: ۱۱۴۰، ترمذی: ۲۱۷۲، ابن ماجہ: ۴۰۱۳)۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے روکے۔ پھر اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے روکے۔ پھر اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنے دل میں برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔

واضح ہو گیا کہ کلمہ حق بولنا اہل حق پر واجب ہے، اور دینی غیرت کو ترک کر دینے کا نام اخلاق نہیں۔ بلکہ احادیث میں تو یہاں تک وارد ہے کہ:

(2)۔ عَنْ جَرِيرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُوْنُ فِي قَوْمٍ يَعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي يَقْدِرُوْنَ عَلَى أَنْ يُغَيِّرُوْا عَلَيْهِ فَلَا يُغَيِّرُوْا إِلَّا أَصَابَهُمُ اللهُ بِعَذَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَمُوْتُوْا (ابو داود: ۴۳۳۹، ترمذی: ۲۱۶۸)۔

ترجمہ: حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جب کوئی شخص کسی قوم میں رہ کر گناہ کرتا ہو اور وہ لوگ اس کی اصلاح کرنے کی طاقت رکھتے ہوں مگر اصلاح نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو موت سے پہلے پہلے عذاب دے گا۔

Islam The World Religion

(3)۔ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ

اس آیت کا تیسرا جملہ ہے وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ یعنی جاہلوں سے مت الجھیں۔ جاہل سے بحث کرنے سے وقت ضائع ہوتا ہے مگر اسے علمی گفتگو سمجھ ہی نہیں آتی اور اگر کوئی بات اس کی سمجھ میں آ بھی گئی ہو تو اپنی جاہلانہ ضد کی وجہ سے وہ ڈٹا رہتا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا یعنی رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر جھک کر چلتے ہیں، اور جب ان سے جاہل لوگ مخاطب ہوتے ہیں تو یہ کہتے ہیں تم پر سلام ہو (الفرقان: ۶۳)۔

سیدنا لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو وصیت قرآن نے اس طرح بیان فرمائی ہے:

وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ یعنی نیکی کا حکم دے، اور برائی سے منع کر، اور جو تکلیف تجھے پہنچے اس پر صبر کر بے شک یہ بڑی ہمت کا کام ہے (لقمان: ۱۷)۔

اس موضوع پر احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(1)۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اسْتَأْذَنَ الْحُرُّ لِعُيَيْنَةَ فَأَذِنَ لَهُ عُمَرُ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ هِيْ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ فَوَاللهِ مَا تُعْطِيْنَا الْجَزْلَ وَلَا تَحْكُمُ بَيْنَنَا بِالْعَدْلِ فَغَضِبَ عُمَرُ حَتّٰى هَمَّ أَنْ يُوْقِعَ بِهِ فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِنَّ اللهَ تَعَالٰى قَالَ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ) وَإِنَّ هٰذَا مِنَ الْجَاهِلِيْنَ وَاللهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِيْنَ تَلَاهَا عَلَيْهِ وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللهِ (بخاری: ۴۶۴۲)۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حر بن قیس نے حضرت عمر فاروق سے عرض کیا کہ عیینہ کو ملاقات کی اجازت دیں۔ حضرت عمر نے انہیں اجازت دی۔ جب وہ مجلس میں پہنچے تو کہنے لگے اے ابن خطاب آپ ہمیں مال نہیں دیتے اور نہ ہی ہمارے درمیان عدل سے فیصلہ کرتے ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات پر سخت غصہ آیا حتیٰ کہ انہوں نے عیینہ کو مارنے کا ارادہ کیا۔ حر نے کہا: اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو خطاب کرتے

Islam The World Religion

ہوئے فرمایا ہے: خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ اور یہ شخص بھی جاہلوں میں سے ہے۔ اللہ کی قسم جب حر نے یہ آیت پڑھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بالکل تجاوز نہیں کیا، اور حضرت عمر قرآن کے سامنے تھم جایا کرتے تھے۔

(2)۔ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ هُوَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِيْ قَالَ: لَمَّا أَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ، عَلٰى نَبِيِّهٖ ﷺ (خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ) قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَا هٰذَا يَا جِبْرِيْلُ؟ قَالَ: إِنَّ اللهَ أَمَرَكَ أَنْ تَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَكَ، وَتُعْطِيَ مَنْ حَرَمَكَ، وَتَصِلَ مَنْ قَطَعَكَ (ابن جریر حدیث: ۱۲۰۷۱، ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۳۸۰)۔

ترجمہ: جب نبی کریم ﷺ پر یہ آیت خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا: اے جبریل اس کا کیا معنی ہے؟ حضرت جبریل نے بتایا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس آدمی سے درگزر کرنے کا حکم دیا ہے جس نے آپ پر ظلم کیا ہو، اور اسے عطاء کرنے کا حکم دیا ہے جس نے آپ کو محروم کیا ہو، اور اس سے تعلق جوڑنے کا حکم دیا ہے جس نے آپ سے قطع تعلق کیا ہو۔

(3)۔ عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ قَالَ لَقِيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَابْتَدَأْتُهٗ فَأَخَذْتُ بِيَدِهٖ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَخْبِرْنِيْ بِفَوَاضِلِ الْأَعْمَالِ فَقَالَ يَا عُقْبَةُ صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَأَعْطِ مَنْ حَرَمَكَ وَأَعْرِضْ عَمَّنْ ظَلَمَكَ (مسند احمد: ۱۷۳۳۴)۔

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے ملا، میں نے پہل کرتے ہوئے آپ کا ہاتھ مبارک پکڑ لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے افضل ترین اعمال کے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا: اے عقبہ: جو تجھ سے تعلق توڑے تم اس سے تعلق جوڑو، اور جو تجھے محروم کرے تم اسے عطاء کرو، اور جو تم پر ظلم کرے تم اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اے میرے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ لوگ میرے جھوٹے عیب بیان نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تو میں نے اپنے ساتھ بھی نہیں کیا، پھر تمہارے ساتھ کیسے کروں مَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ لِنَفْسِيْ، فَكَيْفَ اَفْعَلُهٗ لَكَ (رسالہ قشیریہ صفحہ ۲۷۸)۔

حماسہ لکھتے ہیں:

Islam The World Religion

لَلْحِلْمُ خَيْرٌ فَاعْلَمَنَّ مَغَبَّةً
مِنَ الْجَهْلِ اِلَّا اَنْ تُشَمَّسَ بِالظُّلَمِ

ترجمہ: آخرکار حلم ہی جہالت سے اچھا ہے، یہ بات اچھی طرح جان لو، سوائے اس کے کہ تمہیں ظلماً دھوپ میں ہی بٹھا دیا جائے۔

اس شعر میں نکتے کی بات یہ ہے کہ حلم کو جہل کے مقابلے پر بولا گیا ہے۔ گویا جس میں حلم نہیں اس میں علم نہیں۔

نگاہ بلند ، سخن دلنواز ، جاں پر سوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

دوستوں کے راز فاش مت کرو

مبلغ، استاد اور مرشد کے لیے ضروری ہے کہ اپنے دوستوں کے راز کی زیادہ جستجو نہ کرے اور ان کی کمزوریاں دوسروں کے سامنے بیان نہ کرے۔ اس کا سینہ اسرار کا خزینہ ہونا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے کہ:

(1)۔ عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّكَ اِذَا اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ النَّاسِ اَفْسَدْتَهُمْ (ابوداود: ۴۸۸۸)۔

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جب تم لوگوں کے بھیدوں کی جستجو کرو گے تو انہیں متنفر کر دو گے۔

کسی عالمِ دین اور مبلغِ اسلام کو زیب نہیں دیتا کہ تحقیق کیے بغیر محض سنی سنائی بات آگے پھیلائے، یا محض کسی کے خلاف بات سن کر نوٹس لے لے۔ حدیث شریف میں ہے کہ:

(2)۔ كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ یعنی کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو آگے بیان کرتا پھرے (مسلم: ۷، ابوداود: ۴۹۹۲)۔

(3)۔ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی جس نے مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسکی پردہ پوشی فرمائے گا (بخاری: ۲۴۴۲، مسلم: ۶۵۷۸)۔

حماسہ لکھتے ہیں:

Islam The World Religion

وَفِتْیَانُ صِدْقٍ لَسْتُ مُطْلِعَ بَعْضِهِمْ
عَلٰی سِرِّ بَعْضٍ غَیْرُ اَنِّیْ جِمَاعُهَا

ترجمہ: صدق اور سادگی والے نوجوان جن میں سے کسی ایک کا راز کسی دوسرے کے سامنے میں ہرگز بیان نہیں کرتا، بس میرے پاس تو وہ آ کر بیٹھے رہتے ہیں۔

اگر تحقیق میں غلطی ہو جائے تو رجوع کر لینا عالم کی عظمت ہے

موجودہ زمانے کا ایک خطرناک المیہ یہ ہے کہ بعض علماء عقیدے اور تحقیق میں سرِ عام غلطی کرتے ہیں اور متوجہ کرنے کے باوجود اپنی بات پر ڈٹے رہتے ہیں خواہ ان کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت آپس میں دست وگریباں ہو رہی ہو۔ ایسے لوگوں کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اخلاص اور للّٰہیت سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

(1)۔ جَاءَ رَجُلٌ إِلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنِّيْ غِبْتُ عَنِ امْرَأَتِيْ سَنَتَيْنِ فَجِئْتُ وَهِيَ حُبْلٰی فَشَاوَرَ عُمَرُ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ نَاسًا فِيْ رَجْمِهَا فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنْ كَانَ لَكَ عَلَيْهَا سَبِيلٌ فَلَيْسَ لَكَ عَلٰی مَا فِيْ بَطْنِهَا سَبِيلٌ فَاتْرُكْهَا حَتّٰی تَضَعَ فَتَرَكَهَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا قَدْ خَرَجَتْ ثَنَايَاهُ فَعَرَفَ الرَّجُلُ الشَّبَهَ فِيهِ فَقَالَ: ابْنِيْ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ. فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَجَزَتِ النِّسَاءُ أَنْ يَلِدْنَ مِثْلَ مُعَاذٍ لَوْلَا مُعَاذٌ لَهَلَكَ عُمَرُ (السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۷ صفحہ ۴۴۳، جامع المسانید لابن کثیر ۱۱ / ۳۶۳، ابن عساکر ۲۴ / ۷۴ ۳، سیر اعلام النبلاء جلد ۱ صفحہ ۴۵۲، الاصابہ لابن حجر صفحہ ۱۸۴۸)۔

ترجمہ: ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہا کہ میں دو سال تک گھر سے غائب رہا ہوں، واپس آیا ہوں تو میری بیوی حاملہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو رجم کرنے کے بارے میں لوگوں سے مشورہ فرمایا، حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اس کے پیٹ میں بچے کا کیا قصور؟ اسے بچے کی پیدائش تک چھوڑ دیجیے۔ آپ اس عورت کو سزا دینے سے رک گئے۔ جب وہ بچہ پیدا ہوا تو اس کے دانت نکلے ہوئے تھے۔ اس شخص نے بچے کو شباہت سے پہچان لیا اور کہنے لگا رب کعبہ کی قسم

Islam The World Religion

یہ میرا بیٹا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ بن جبل کے بارے میں فرمایا: عورتیں اس بات سے عاجز آ گئی ہیں کہ معاذ جیسا بیٹا پیدا کریں، اگر معاذ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

(2)۔ عَنْ طَاوُسٍ قَالَ رُبَّمَا رَأَى ابْنُ عَبَّاسٍ الرَّأْيَ ثُمَّ تَرَكَهُ یعنی حضرت طاؤس تابعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: کئی دفعہ ایسا ہوتا تھا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک رائے قائم کرتے تھے مگر بعد میں اس سے رجوع کر لیتے تھے (سنن الدارمی: ۶۳۴)۔

(3)۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مَنْ عَلِمَ فَلْيَقُلْ وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلْ اللهُ أَعْلَمُ فَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ يَقُولَ لِمَا لَا يَعْلَمُ لَا أَعْلَمُ فَإِنَّ اللهَ قَالَ لِنَبِيِّهِ ﷺ (قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ) یعنی جس کے پاس صحیح علم ہو وہ بیان کرے، اور جسے معلوم نہ ہو وہ کہے: اللهُ أَعْلَمُ یعنی اللہ بہتر جانتا ہے، جب کوئی شخص نہ جانتا ہو تو وہ بے تکلف کہہ دے کہ میں نہیں جانتا، تو یہ بھی اس کے عالم ہونے کی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے: فرما دو میں تم لوگوں سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا اور نہ ہی میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں (بخاری: ۴۷۷۴)۔

امام بغوی علیہ الرحمۃ نے سورۃ ص کی آیت نمبر ۸۶ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ کی تفسیر میں لکھا ہے: كُلُّ مَنْ قَالَ شَيْئاً مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهِ فَقَدْ تَكَلَّفَ لَهُ یعنی جس نے بھی خود اپنی طرف سے کوئی بات کہی اس نے اس کے لیے تکلف کیا (بغوی جلد ۳ صفحہ ۷۱۵)۔

مبلغین پر شیطان کا خصوصی حملہ

حضرت علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خوب نکتہ بیان فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تین مقامات پر احسن طریقے سے تبلیغ کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ان تینوں مقامات میں سے ہر مقام کے آخر میں شیطان سے اللہ کی پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔

سورۃ المؤمنون میں فرمایا: ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةَ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَصِفُونَ ، وَقُلْ رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ ، وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ

Islam The World Religion

يَحْضُرُونِ (المؤمنون:۹۶ تا ۹۸)۔

سورۃ فصلت میں فرمایا: وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ، وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ، وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (فصلت: ۳۴،۳۵،۳۶)۔

سورۃ الاعراف کی زیرِ بحث آیت میں فرمایا: خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ، وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (الاعراف:199،200)۔

تصوف سراسر اخلاق ہے

صوفیاء نے تصوف کو سراسر اخلاق قرار دیا ہے۔ حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لَيْسَ التَّصَوُّفُ رُسُوْمًا وَلَا عُلُوْمًا وَلٰكِنَّهٗ اَخْلَاقٌ یعنی تصوف نہ رسوم ہے نہ علوم ہے بلکہ اخلاق ہے۔ حضرت مرتعش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اَلتَّصَوُّفُ حُسْنُ الْخُلُقِ یعنی تصوف اچھے اخلاق کا نام ہے (کشف المحجوب صفحہ ۴۱)۔

عصر حاضر میں لطائف پر مراقبے، فناء اور بقاء کے دعوے عروج پر ہیں۔ اور ہو ہو کی چند ضربیں سیکھ لینے والے کو فوراً خلافت سے نواز دیا جاتا ہے۔ لیکن ہم نے تجربہ کیا ہے کہ ایسے لوگوں میں اکثریت کو ابھی اصلاحِ نفس اور اخلاقی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ محض حبس دم، مراقبے اور لطائف شناسی تو ہندو مت اور بدھ مت میں بھی رائج ہے۔ یہ چیزیں اس وقت تک کسی کام کی نہیں جب تک اخلاقِ محمدی میں خود کو رنگ نہ لیا جائے۔

خَلق ظاہر ہے اور خُلق باطن ہے۔ اصلاحِ باطن ہی کو تزکیہ کہتے ہیں اور تزکیہ نفوس ہی اخروی فلاح ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (الاعلیٰ: ۱۴) اور یہی نبی کریم ﷺ کا مقصدِ بعثت ہے وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ (البقرۃ:۱۲۹)۔ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ (مؤطا امام مالک حدیث:۸ من کتاب حسن الخلق)۔

اخلاق اور ادب ہی دراصل روحانیت اور طریقت کی جان ہے اور اخلاق کا ایک

Islam The World Religion

باریک اور زبردست پہلو یہ ہے کہ سالک فنا کے بعد بقاء کی طرف لوٹ کر ایک طرف مخلوقِ خدا کی اصلاح میں مصروف رہے اور دوسری طرف اللہ کریم جل شانہٗ سے ایک لمحہ بھی غافل نہ ہو۔

ریا کاری، تکبر، حسد، خوف، غصہ اور بُغض بہت بڑی روحانی اور اخلاقی بیماریاں ہیں۔ اخلاق کے موضوع پر لکھی جانیوالی کتابوں میں ان کے مفصل علاج درج ہیں۔ طریقت والوں کے لیے ریا، تکبر اور خوف کا علاج فنائیت ہے اور حسد، غصہ اور بغض کا علاج رضا ہے۔

ایثار اور قربانی کا جذبہ

اپنا حق ٹھیک ٹھیک وصول کرنا اور دوسروں کا حق ٹھیک ٹھیک ادا کرنا عدل وانصاف کہلاتا ہے، جبکہ اپنا حق معاف کر دینا اور دوسروں کو انکے حق سے زیادہ دے دینا ایثار کہلاتا ہے۔ مدینہ شریف کے انصار نے مکہ شریف سے ہجرت کر کے آنے والوں پر اپنا حقوق جس طرح قربان کیے اللہ کریم اس کی منظر کشی فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یعنی اور ان کے لیے بھی جو لوگ مہاجرین کے آنے سے پہلے ہی دار الہجرۃ اور دار الایمان میں گھر تیار رکھے، اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں کو دوست رکھتے ہیں اور اپنے دلوں میں کوئی طلب نہیں پاتے اس چیز کی جو ان مہاجرین کو دی گئی اور وہ دوسروں کو اپنی جانوں پر مقدم رکھتے ہیں اگرچہ خود انہیں شدید حاجت ہو اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا تو وہی لوگ کامیاب ہیں (الحشر:۹)۔

اس آیت کا شانِ نزول اس طرح ہے:

(1)۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَبَعَثَ إِلٰى نِسَائِهٖ فَقُلْنَ مَا مَعَنَا إِلَّا الْمَاءُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ يَضُمُّ أَوْ يُضِيْفُ هٰذَا فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَا فَانْطَلَقَ بِهٖ إِلَى امْرَأَتِهٖ فَقَالَ أَكْرِمِيْ ضَيْفَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَتْ مَا عِنْدَنَا إِلَّا قُوْتُ صِبْيَانِيْ فَقَالَ هَيِّئِيْ طَعَامَكِ وَأَصْبِحِيْ سِرَاجَكِ وَنَوِّمِيْ صِبْيَانَكِ إِذَا أَرَادُوْا عَشَاءً فَهَيَّأَتْ طَعَامَهَا وَأَصْبَحَتْ سِرَاجَهَا وَنَوَّمَتْ

Islam The World Religion

صِبْيَانَهَا ثُمَّ قَامَتْ كَأَنَّهَا تُصْلِحُ سِرَاجَهَا فَأَطْفَأَتْهُ فَجَعَلَا يُرِيَانِهِ أَنَّهُمَا يَأْكُلَانِ فَبَاتَا طَاوِيَيْنِ فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ ضَحِكَ اللهُ اللَّيْلَةَ أَوْ عَجِبَ مِنْ فَعَالِ كُمَا فَأَنْزَلَ اللهُ (وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ) (الحشر:۹)۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا، آپ نے اسکو اپنی ازواج کی طرف کھانا کھلانے کے لیے بھیج دیا، ازواج نے کہا: ہمارے پاس تو صرف پانی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کون اسکو مہمان بنائے گا؟ انصار کے ایک شخص نے کہا: میں اس کو مہمان بناؤں گا، سو وہ اس شخص کو مہمان بنا کر اپنی بیوی کے پاس لے گیا، اس سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان کی تکریم کرو، اسکی بیوی نے کہا: میرے پاس تو صرف اپنے بچوں کا کھانا ہے، اس انصاری نے کہا: اپنا کھانا لے آؤ، اور اپنا چراغ بجھا دو، اور اپنے بچوں کو سلا دو، جب وہ رات کے کھانے کا ارادہ کریں، اسکی بیوی نے کھانا پیش کیا اور چراغ بجھا دیا اور اپنے بچوں کو سلا دیا، پھر وہ خاتون اس طرح کھڑی ہوگئی جیسے وہ چراغ کو درست کر رہی ہو، اس نے چراغ بجھا دیا، یوں وہ دونوں میاں بیوی مہمان پر یہ ظاہر کر رہے تھے کہ گویا وہ بھی کھا رہے ہیں، ان دونوں نے بھوکے رات گزاری، پھر جب صبح کو وہ انصاری شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس رات تم دونوں کے کاموں سے بہت خوش ہوا، اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اور وہ دوسروں کو اپنی جانوں پر مقدم رکھتے ہیں خواہ انکو خود شدید ضرورت ہو، اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا، وہی لوگ کامیاب ہیں۔

(2)۔ وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ اَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ اَنْ نَتَصَدَّقَ وَوَافَقَ ذٰلِكَ عِنْدِيْ مَالًا ، فَقُلْتُ الْيَوْمَ اَسْبُقُ اَبَا بَكْرٍ اِنْ سَبَقْتُهُ يَوْمًا ، فَقَالَ فَجِئْتُ بِنِصْفِ مَالِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا اَبْقَيْتَ لِاَهْلِكَ ؟ فَقُلْتُ مِثْلَهُ وَاَتٰى اَبُوْ بَكْرٍ بِكُلِّ مَالٍ عِنْدَهُ، فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ ، مَا اَبْقَيْتَ لِاَهْلِكَ؟ فَقَالَ اَبْقَيْتُ لَهُمُ اللهَ وَرَسُولَهُ، قُلْتُ لَا اَسْبُقُهُ اِلٰى شَيْءٍ اَبَدًا (ترمذی:۳۶۷۵، ابوداؤد:۱۶۷۸)۔

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ ان دنوں میرے پاس مال کافی تھا۔ میں نے سوچا اگر میں ابوبکر سے آگے

Islam The World Religion

نکل سکتا ہوں تو وہ آج ہی کا دن ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں اپنا آدھا مال لے کر حاضر ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا: گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ میں نے عرض کیا اسی کے برابر۔ اور ابوبکر اپنا سارا مال لے کر آ گئے۔ فرمایا: ابوبکر گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا میں ان کے لیے اللہ اور اسکا رسول چھوڑ کر آیا ہوں۔ میں نے کہا میں کسی معاملے میں بھی ابوبکر سے آگے نہیں نکل سکتا۔

(3)۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ آخٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ إِنِّي أَكْثَرُ الْأَنْصَارِ مَالًا فَأَقْسِمُ لَكَ نِصْفَ مَالِي وَانْظُرْ أَيَّ زَوْجَتَيَّ هَوِيتَ نَزَلْتُ لَكَ عَنْهَا فَإِذَا حَلَّتْ تَزَوَّجْتَهَا قَالَ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ لَا حَاجَةَ لِي فِي ذٰلِكَ هَلْ مِنْ سُوقٍ فِيهِ تِجَارَةٌ (بخاری:۲۰۴۸)۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ شریف میں ہجرت کر کے پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے سعد بن ربیع کا بھائی بنایا، سعد بن ربیع نے مجھ سے کہا: میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں، میں تمہیں اپنا آدھا مال دیتا ہوں اور دیکھو میری دو بیویوں میں سے تمہیں کون سی پسند آتی ہے، میں اسے تمہاری خاطر طلاق دے دیتا ہوں، پھر جب وہ عدت گزار چکے تو تم اس سے نکاح کر لینا، حضرت عبدالرحمن بن عوف نے فرمایا: مجھے ان چیزوں کی حاجت نہیں، تم مجھے بازار کا راستہ بتا دو تاکہ میں تجارت کر سکوں۔

(4)۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ اشْتَكَى ابْنٌ لِأَبِي طَلْحَةَ قَالَ فَمَاتَ وَأَبُو طَلْحَةَ خَارِجٌ فَلَمَّا رَأَتِ امْرَأَتُهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ هَيَّأَتْ شَيْئًا وَنَحَّتْهُ فِي جَانِبِ الْبَيْتِ فَلَمَّا جَاءَ أَبُو طَلْحَةَ قَالَ كَيْفَ الْغُلَامُ قَالَتْ قَدْ هَدَأَتْ نَفْسُهُ وَأَرْجُو أَنْ يَكُونَ قَدِ اسْتَرَاحَ وَظَنَّ أَبُو طَلْحَةَ أَنَّهَا صَادِقَةٌ قَالَ فَبَاتَ فَلَمَّا أَصْبَحَ اغْتَسَلَ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ أَعْلَمَتْهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ فَصَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ أَخْبَرَ النَّبِيَّ ﷺ بِمَا كَانَ مِنْهُمَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَعَلَّ اللهَ أَنْ يُبَارِكَ لَكُمَا فِي لَيْلَتِكُمَا قَالَ سُفْيَانُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَرَأَيْتُ لَهُمَا تِسْعَةَ أَوْلَادٍ كُلُّهُمْ قَدْ قَرَأَ الْقُرْآنَ (بخاری:۱۳۰۱)۔

Islam The World Religion

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا بیمار ہو گیا، پس وہ فوت ہو گیا اور حضرت ابوطلحہ گھر سے نکلے ہوئے تھے، جب انکی بیوی نے یہ دیکھا کہ بچہ فوت ہو گیا ہے تو انہوں نے اس کو غسل دیا اور کفن پہنایا اور اسکو گھر کے ایک کونے میں رکھ دیا، جب حضرت ابوطلحہ آئے اور پوچھا: بچہ کیسا ہے؟ تو انہوں نے کہا: وہ پرسکون ہے اور مجھے امید ہے وہ راحت پا چکا ہے، اور حضرت ابوطلحہ نے گمان کیا کہ وہ سچی ہیں، حضرت انس نے کہا: انہوں نے رات گزاری، جب صبح ہوئی تو غسل کیا، جب وہ گھر سے باہر نکلنے لگے تو ان کی بیوی نے انہیں بتایا کہ بچہ فوت ہو چکا ہے، پس انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر انہوں نے نبی ﷺ کو بتایا کہ ان دونوں کے ساتھ رات کو کیا ہوا ہے، تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے رات کے معاملے میں برکت دے گا، سفیان نے کہا: پس انصار کے ایک شخص نے کہا: میں نے دیکھا کہ انکے نو بیٹے ہوئے اور وہ سب قرآن مجید کے قاری تھے۔

(5)۔ جنگِ احد میں جب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تیر چلا رہے تھے اور حضور ﷺ انہیں تیر پکڑا رہے تھے تو آپ ﷺ نے سر مبارک اٹھا کر کفار کو دیکھنا چاہا، حضرت ابوطلحہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اپنا سر مبارک نیچے کیجیے کہیں آپ کو تیر نہ لگ جائے نَحْرِیْ دُوْنَ نَحْرِكَ یعنی آپ کی گردن پر میری گردن فدا (بخاری: ۳۸۱۱)۔

(6)۔ حضرت حذیفہ عدوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ یرموک کے دن میں اپنے چچا زاد بھائی کو تلاش کرنے کے لیے نکلا، میرے پاس تھوڑا سا پانی تھا، میرا خیال تھا کہ اگر اس میں زندگی کی رمق ہوئی تو اسے پانی پلاؤں گا۔ اچانک میں نے اسے دیکھ لیا، میں نے اس سے کہا: کیا میں تجھے پانی پلاؤں؟ تو اس نے سر کے اشارے سے جواب دیا کہ پلاؤ، اتنے میں ایک اور آدمی کے کراہنے کی آواز آئی اس پر میرے چچا زاد بھائی نے مجھے اشارے سے کہا کہ اسکی طرف پانی لے جاؤ۔ میں نے دیکھا تو وہ حضرت ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے کہا: کیا تجھے پانی پلاؤں؟ انہوں نے مجھے اشارے سے پلانے کے لیے کہا۔ اتنے میں حضرت ہشام کو ایک اور زخمی کے کراہنے کی آواز آ گئی انہوں نے مجھے اشارہ کیا کہ انکی طرف پانی لے جاؤ۔ میں ادھر ہوا، دیکھا تو وہ شہید ہو چکے تھے پھر میں حضرت ہشام کی طرف لوٹا تو وہ بھی شہید ہو چکے تھے پھر میں اپنے چچا زاد بھائی کی طرف بڑھا تو وہ بھی شہید ہو چکے تھے (قرطبی جلد ۱۸

Islam The World Religion

صفحہ ۲۸، ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۴۴۵)۔

(7)۔ ہجرت کی رات سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا دفاع کیا مگر خود سانپ کا ڈنگ برداشت کر گئے، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے بستر مبارک پر رات گزاری اور حضور کی جان پر اپنی جان نچھاور کی۔

نکتۂ خاص

(1)۔ ہر کسی کی خدمت کرنا اور اس خدمت کو اپنا فرض سمجھتے ہوئے نبھانا اور اس کے بدلے میں کسی سے کچھ طلب نہ کرنا۔(۲)۔عبادات اور خدمات کو مخفی رکھنا، دائیں ہاتھ سے دینا اور بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو۔(۳)۔لوگوں کے مظالم پر صبر کرنا۔ یہ تین چیزیں روحانیت کا نکتۂ خاص ہے۔

خ: خدمت الف: اخفاء ص: صبر یہ بنا خاص۔

اسلام کا معاشرتی ضابطہ

معاشرے کی بنیادی اکائی ایک فرد ہے۔ افراد کے باہم ملنے سے معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ اسلام معاشرے کی باضابطہ بنیاد رکھنے کے لیے باقاعدہ نکاح کا قانون فراہم کرتا ہے جس میں میاں اور بیوی ایک دوسرے کو قبول کرتے ہیں۔ اس سے غیر ذمہ دارانہ حرکات کی دوٹوک نفی ہوجاتی ہے اور انسان اپنی انسانی شان وشوکت کے ساتھ جانوروں اور حیوانوں سے ممتاز ہوجاتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ یعنی اپنی پسند سے دوتین چار خواتین تک کے ساتھ نکاح کرو(النسآء:۳)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ یعنی میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں، جس نے میری سنت کو چھوڑا وہ مجھ سے نہیں (مسلم: ۳۴۰۳، بخاری: ۵۰۶۳، نسائی: ۳۲۱۷)۔

پھر اس نکاح کو چوری چھپے کرنا بھی جائز نہیں۔ بلکہ اس کا اعلان کرنے کا حکم ہے (مسند احمد: ۱۶۱۳۶، مستدرکِ حاکم: ۲۷۹۷)۔

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیجیے کہ اسلام میں حقوق کا مطالبہ کرنے کا کوئی تصور

Islam The World Religion

نہیں بلکہ اپنا اپنا فرض ادا کرنے کا ہر کسی کو حکم ہے۔ جب ہر کوئی اپنا فرض ادا کرتا رہے گا تو ایک کا فرض ہی دوسرے کا حق ہے۔ حقوق خود بخود ادا ہوتے رہیں گے۔ اس ذہن کے ساتھ حقوق و فرائض کی تفصیل ملاحظہ کیجیے۔

میاں بیوی کے حقوق و فرائض

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(1)۔ بیوی کا حق شوہر پر یہ ہے کہ شوہر جب خود کھائے تو اسے بھی کھلائے۔ جب خود پہنے تو اسے بھی پہنائے، اسے منہ پر نہ مارے، اس کے ساتھ بدزبانی نہ کرے اور نہ اسے گھر سے نکالے (ابوداوٗد: ۲۱۴۲، ابن ماجہ: ۱۸۵۰، مسندِ احمد: ۲۰۰۳۵)۔

(2)۔ مومنوں میں سے کامل ایمان اس کا ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ اور وہ اپنے گھر والوں سے لطف و کرم سے پیش آتا ہو (ترمذی: ۲۶۱۲، مسندِ احمد: ۲۴۲۵۹)۔

(3)۔ کوئی مومن مرد، مومن عورت (اپنی بیوی) سے بغض نہ رکھے اگر اسکی کوئی عادت اسے ناپسند ہے تو اسکی کوئی دوسری عادت اسے پسند بھی ہوگی (مسلم: ۳۶۴۸، مسندِ احمد: ۸۳۸۴)۔

(4)۔ جو عورت اس حال میں مری کہ اس کا شوہر اس پر راضی تھا وہ جنت میں گئی (ترمذی: ۱۱۶۱، ابن ماجہ: ۱۸۵۴)۔

(5)۔ مرد کا عورت پر اتنا زیادہ حق ہے کہ اگر میں کسی انسان کو سجدے کا حکم دیتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کرے (ترمذی: ۱۱۵۹)۔

(6)۔ اگر شوہر حکم دے کہ سفید پہاڑ کو کالا بنا دو اور کالے کو سفید بنا دو (مطلب یہ ہے کہ مشکل کام کا حکم دے) تو عورت اس پر عمل کرے (مسندِ احمد: ۲۴۵۲۵)۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا (النساء: ۳۴)۔

ترجمہ: مرد عورتوں پر سربراہ ہیں اس لیے کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر خود

Islam The World Religion

فضیلت دی ہے اور اس لیے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں، نیک بخت وہ عورتیں ہیں جو ادب والی ہیں اور اللہ کے حکم کے مطابق شوہر کی غیر موجودگی میں حفاظت رکھتی ہیں۔ جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ۔ اور ان سے الگ سوؤ اور انہیں مارو پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آ جائیں تو ان پر زیادتی کرنے کے بہانے مت نکالو۔

اس آیت مبارکہ میں میاں بیوی کا گھریلو سسٹم اور اسکی مکمل فلاسفی بیان کر دی گئی ہے۔ بیوی کی نافرنی کی صورت میں سب سے پہلے اسے سمجھایا جائے اور نرمی سے نصیحت کی جائے۔ اگر وہ نہ مانے تو اس سے الگ سویا جائے۔ اگر وہ پھر بھی نہ مانے تو شوہر ادبی کاروائی کے طور پر اسے مار سکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے عورتوں کو مارنے سے منع فرمایا مگر عورتیں بگڑنے لگیں تو مارنے کی اجازت دے دی (ابوداؤد: ۲۱۴۶، ابن ماجہ: ۱۹۸۵، دارمی: ۲۲۲۳)۔

مذکورہ بالا آیت میں تو اور بھی وضاحت کے ساتھ اجازت نازل ہو گئی۔ بہتر اور افضل یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کی غلطیوں پر صبر و تحمل سے کام لے اور اسے نہ مارے۔ اور اگر مارنے ہی کی ضرورت محسوس کرے تو ادب سکھانے کی غرض و غایت کو ملحوظ رکھے۔ ایسا جذباتی ہو کر نہ مارے کہ بیوی شکایت کرنے پر مجبور ہو جائے (مرقاۃ جلد ۶ صفحہ ۲۷۴)۔ نیز منہ پر نہ مارے (ابو داؤد: ۲۱۴۲، ابن ماجہ: ۱۸۵۰، مسند احمد: ۲۰۰۳۵)۔

خاندانی منصوبہ بندی

رزق کی کمی کے خوف سے خاندانی منصوبہ بندی کرنا بالکل ناجائز ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَلَا تَقْتُلُوٓا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ یعنی اپنی اولاد کو غربت کے ڈر سے قتل مت کرو (بنی اسرائیل: ۳۱)۔

اگر عورت کی صحت اور بچوں کی تربیت کے پیشِ نظر خاندانی منصوبہ بندی کی جائے تو یہ کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عزل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم لوگ ایسا نہ کرو تو پھر کیا ہے؟ جسے اللہ نے پیدا کرنا ہے وہ پیدا ہو کر ہی رہے گا (مسلم: ۳۵۵۴، بخاری: ۷۴۰۹، شرح معانی الآثار للطحاوی ۲/۱۹، موطا امام محمد صفحہ ۲۵۲)۔

صحیح مسلم میں اسی مضمون کی بہت سی احادیث موجود ہیں اور بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۸۴

Islam The World Religion

پر بھی ایسی ہی حدیث موجود ہے۔ اس حدیث کے اندازِ بیان میں کراہت اور ناپسندیدگی صاف جھلک رہی ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی کو اسی پر قیاس کیا گیا ہے۔

لیکن یہ انفرادی اور ذاتی سطح پر بات ہو رہی ہے۔ اس کے برعکس خاندانی منصوبہ بندی کی تبلیغ کرنا اور اس کے لیے اشتہار بازی سخت ناجائز ہے اس لیے کہ اس سے فحاشی پھیلتی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ یعنی جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں فحاشی پھیلے ان کے لیے دردناک عذاب ہے (النور: ۱۹)۔

اگر خدانخواستہ میاں بیوی کا نباہ کسی صورت میں نہ ہو سکے تو اسلام نے ایسی صورتحال سے چھٹکارے کے لیے طلاق کی اجازت دی ہے۔ طلاق کوئی پسندیدہ چیز تو نہیں لیکن ناگزیر حالات میں معاشرت میں اصلاح کا یہ آخری حربہ نہایت حسن و خوبی سے مزیّن ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اَبْغَضَ الْحَلَالِ اِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقُ یعنی حلال چیزوں میں اللہ کی سب سے ناپسندیدہ چیز طلاق ہے (ابوداؤد: ۲۱۷۸، ابن ماجہ: ۲۰۱۸)۔

عوام کے لیے ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ اگر کوئی طلاق دینا ہی چاہے تو فی الحال ایک رجعی طلاق دے تاکہ بصورتِ ضرورت اس سے رجوع ممکن ہو۔ تین حیض کے اندر اندر رجوع کر لیا تو ٹھیک، وہ دوبارہ میاں بیوی بن جائیں گے۔ نئے نکاح کی ضرورت نہیں اور اگر تین حیض گزر گئے تو یہی طلاق بائن ہو جائے گی۔ اب عورت چاہے تو آگے نکاح کرے اور اگر واپس اسی شوہر کے پاس آنا چاہے تو صرف نکاح کرنا پڑے گا، حلالہ کی ضرورت نہیں۔

حاملہ کا معاملہ مختلف ہے۔ حاملہ کی عدت وضع حمل تک ہے۔ اگر عورت کو چھوٹی عمر یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہے۔ اور بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔

اس کے برعکس ایک ہی مرتبہ دی گئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور اب ان سے رجوع یا دوبارہ صرف نکاح سے کام نہیں چل سکتا۔ مرد کی اس بے وقوفی کی سزا یہ ہے کہ اگر دوبارہ اسی عورت سے نکاح کرنا چاہے تو پہلے حلالہ ہو۔ حلالہ یہ ہے کہ عدت گزر جانے کے بعد عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے۔ پھر وہ اس سے مباشرت کرے اور پھر مرد اپنی مرضی سے طلاق دے۔

Islam The World Religion

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ یعنی دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا جب تک کسی دوسرے شوہر سے صحبت نہ کرے (البقرہ:۲۳۰)۔

حدیث شریف میں اس سے زیادہ واضح الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

حَتّٰى يَذُوقَ عُسَيْلَتَهَا (مسلم:۳۵۲۶، بخاری:۲۶۳۹، ترمذی:۱۱۱۸، نسائی:۳۴۰۸، ابن ماجہ:۱۹۳۲، سنن الدارمی:۲۲۷۱)۔

بے وقوفی کر چکنے کے بعد پھر مختلف مذاہب کے لوگوں کے پاس جا جا کر گنجائش ڈھونڈتے رہنا بڑے شرم کی بات ہے۔ ایسے لوگ اکثر کہا کرتے ہیں کہ میں نے غصے میں طلاق دی تھی۔ مجھے پتہ نہیں چلا۔ مجھے ہوش نہیں رہا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یاد رکھیں یہ سب فضول بہانے ہیں۔ غصہ بذاتِ خود ایک برائی ہے اور طلاق عام طور پر غصے میں ہی دی جاتی ہے۔ لہٰذا غصے کا بہانہ کوئی فائدہ نہ دے گا۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ: تم نے تین طلاقیں دیں، طلاق تو ہو گئی مگر تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی (مسلم:۳۶۵۶، نسائی:۳۵۵۷، المصنف لابن ابی شیبۃ ۴/۱۱، سنن الدارقطنی:۳۹۲۲)۔

حضرت عویمر نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں (مسلم:۳۷۴۳، بخاری:۵۲۵۹)۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں نافذ کردیا یعنی تین طلاقیں ہو گئیں (ابوداؤد:۲۲۴۵)۔ اس طرح کی کئی احادیث دارقطنی جلد ۴ صفحہ ۹، ۱۰ پر موجود ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تھوڑی خاموشی کے بعد فرمایا کہ تم لوگ تین طلاقیں دینے کے بعد سواری پر بیٹھ کر میرے پاس پہنچ جاتے ہو اور یا ابنِ عباس یا ابنِ عباس کرنے لگ جاتے ہو۔ اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے نجات کی راہ رکھی ہے جبکہ تم اللہ سے نہیں ڈرے اور اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ مجھے تمہاری نجات کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی ہے اور تمہاری بیوی تم سے جدا ہو چکی ہے (ابو داؤد:۲۱۹۷)۔

حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں۔ اس مسئلے کا کیا حل ہے؟ فرمایا تین طلاقیں واقع ہو گئیں اور ستانوے بار تم نے

Islam The World Religion

اللہ کی کتاب سے مذاق کیا ہے (مؤطا مالک کتاب الطلاق حدیث:۱)۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: امام شافعی، مالک، ابوحنیفہ، احمد اور جمہور علمائے سلف وخلف علیہم الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ ایک ہی بار تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں (شرح نووی علی مسلم جلد اصفحہ ۴۷۸)۔

اولاد کے حقوق

بچے کے پیدا ہوتے ہی اس کے کانوں میں اذان کہنا مستحب ہے۔ نبی کریم ﷺ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے کان میں اذان پڑھی (ابوداوٗد:۵۱۰۵)۔

ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ بچے کا اچھا نام رکھیں۔ اسکی اچھی تربیت کریں اور جب وہ بالغ ہوجائے تو اس کی شادی کر دیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مَنْ وُّلِدَ لَهٗ وَلَدٌ فَلْيُحَسِّنْ اِسْمَهٗ وَاَدِّبْهُ فَاِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ یعنی جسکا بچہ ہو تو وہ اسکا اچھا نام رکھے۔ اور اسکی تعلیم وتربیت کرے اور جب بالغ ہو جائے تو اسکی شادی کر دے (شعب الایمان للبیہقی: ۸۶۶۶)۔

نام وہی اچھا ہے جس میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ، انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ نسبت اور تعلق ظاہر ہو۔ غیر اسلامی، بے معنی اور لایعنی نام نہیں رکھنے چاہییں۔ نبی کریم ﷺ قبیح ناموں کو بدل دیا کرتے تھے (ترمذی:۲۸۳۹)۔

ساتویں دن بچے کا عقیقہ کر دینا چاہیے۔ اگر ساتویں دن نہ ہو سکے تو زندگی میں کبھی بھی عقیقہ کیا جا سکتا ہے۔ حبیب کریم ﷺ نے فرمایا: بچہ اپنے عقیقہ کی وجہ سے گروی رہتا ہے، اس کی طرف سے ساتویں دن جانور ذبح کرنا چاہیے، اور اس کا نام رکھنا چاہیے، اور اس کا سر منڈا دینا چاہیے (ابوداوٗد:۲۸۳۷، ترمذی:۱۵۲۲)۔ بیٹا ہو تو دو بکریاں اور بیٹی ہو تو ایک بکری ذبح کرنی چاہیے۔ اللہ کے محبوب ﷺ نے فرمایا: لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے، خواہ بکرا ہو یا بکری (ابوداوٗد:۲۸۳۵، ترمذی:۱۵۱۶، نسائی:۴۲۱۷، ابنِ ماجہ:۳۱۶۲)۔ گائے کی قربانی میں عقیقہ کا حصہ رکھنا جائز ہے۔ سات حصوں میں سے ایک حصہ بکری کے برابر تصور ہوگا۔

Islam The World Religion

بچے کے دودھ پینے کی مدت دو سال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَھُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ یعنی مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں (البقرۃ: ۲۳۳)۔ (وَخَالَفَ الصَّاحِبَانِ الْاِمَامَ. قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ یُؤْخَذُ بِقَوْلِهٖ. وَقَالَ بَعْضُھُمْ یُؤْخَذُ بِقَوْلِھِمَا ، وَقِیْلَ یُخَیَّرُ الْمُفْتِیْ. وَالْاَصَحُّ اَنَّ الْعِبْرَۃَ لِقُوَّۃِ الدَّلِیْلِ وَلَا یَخْفٰی قُوَّۃُ دَلِیْلِھِمَا (کذا فی البحر الرائق ۳/۳۸۹)، فَعَلٰی قَوْلِھِمَا الْفَتْوٰی۔ بچے کے ماں باپ باہم مشورہ کر کے دو سال سے پہلے بھی دودھ چھڑا سکتے ہیں۔ اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے: فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْھُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَا یعنی اگر بچے کے ماں باپ باہمی رضامندی اور مشورے سے دودھ جلدی چھڑانا چاہیں تو اُن پر کوئی حرج نہیں (البقرۃ: ۲۳۳)۔ یہیں سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہے کہ اگر کوئی شیر خوار بچہ شرعی مدتِ رضاعت کے دوران اپنی ماں کے علاوہ کسی عورت کا دودھ پی لے تو وہ اسکی رضاعی ماں بن جائے گی۔ یعنی بچے کی عمر دو سال سے زیادہ نہ ہو تو اس شرط کے ساتھ رضاعت ثابت ہوگی ورنہ نہیں۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ لَا رَضَاعَ اِلَّا مَاکَانَ فِی الْحَوْلَیْنِ یعنی رضاعت دو سال کے اندر اندر ثابت ہوتی ہے اُسکے بعد نہیں (سنن الدارقطنی: ۴۳۱۸، السنن الکبریٰ للبیہقی ۷/۴۶۲)۔

بچہ جب کچھ سیکھنے کے قابل ہو جائے تو اسے کلمہ طیبہ، ایمان مجمل و مفصل اور نماز سکھائی جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: سات سال کے بچے کو نماز کا حکم دو۔ جب دس سال کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر اسے مارو۔ اور اس عمر میں انہیں الگ الگ بستروں پر سلاؤ (ابوداؤد: ۴۹۵، ترمذی: ۴۰۷)۔

علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے (ابن ماجہ حدیث: ۲۲۴، مسند امام اعظم صفحہ ۲۰)۔ جھوٹ، چوری، زنا، رشوت، شراب، قتل، ڈاکہ، خودکشی وغیرہ کا حرام ہونا ہر شخص کو معلوم ہونا چاہیے۔ اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی فرضیت کا ہر کسی کو علم ہونا چاہیے۔ سینہ بسینہ ہر دور میں اتنا علم آگے منتقل ہوتا چلا آیا ہے۔ یہی دین کا تواتر ہے۔ اتنا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرضِ عین ہے اور اس لحاظ سے مسلمان سو فیصد شرح خواندگی حاصل کر چکے ہیں۔

ماں باپ کو چاہیے کہ بچے کو کسی صحیح العقیدہ اور باعمل استاد کے پاس مسجد یا مدرسے میں بھیجا کریں۔ عیسائیوں، قادیانیوں اور بدمذہبوں کے سکولوں اور مدارس میں بچوں کو ہرگز ہرگز نہ بھیجا جائے۔

Islam The World Religion

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا یعنی اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ (تحریم:٦)۔

حضرت محمد بن سیرین تابعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ یعنی یہ علم دین ہے۔ خوب غور کر لو کہ اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو (مسلم:٢٦، سنن الدارمی:٤٢٣، ٤٢٨)۔

بچوں کو ان سکولوں اور کالجوں میں بھی نہ بھیجا جائے جہاں لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے پڑھتے ہوں۔

فقیر راقم الحروف نے ہر مسلمان کی بنیادی تعلیمی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے معلم الاسلام نامی ایک مختصر سا کتابچہ تحریر کر دیا ہے۔ ناظرہ قرآن شریف اور اس کے ساتھ معلم الاسلام یا معلم الاسلام کے برابر علم حاصل کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

بچے کو اچھا ماحول فراہم کیا جائے۔ اچھے دوستوں سے تعلقات رکھنے کا حکم دیا جائے۔ اور بری سنگت سے بچانے کی مکمل کوشش کی جائے۔ دوستی اور صحبت ہی انسان کو بناتی ہے اور یہی انسان کو بگاڑتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَلْمَرْءُ عَلٰی دِيْنِ خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَنْ يُّخَالِلُ یعنی آدمی اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے دوستوں کے بارے میں غور کر لینا چاہیے (ابوداؤد:٤٨٣٣، ترمذی:٢٣٧٨)۔

یہ زندگی کے مختلف آداب ہیں جو والدین اپنے بچوں کو سکھائیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: باپ کا اپنی اولاد کے لیے بہترین تحفہ یہ ہے کہ اسے اچھے آداب سکھائے (ترمذی:١٩٥٢، مسندِ احمد:١٦٧١٥)۔

نیز فرمایا: جس نے تین یا دو یا ایک بھی بیٹی یا بہن کو پالا، اسے ادب سکھایا اور اس پر رحم کیا حتیٰ کہ اللہ کے کرم سے اسکی شادی ہوگئی، اس شخص پر جنت واجب ہوگئی (شرح السنۃ:٣٤٥٧)۔

اولاد کا اگلا حق یہ ہے کہ جب بالغ ہو جائے تو باپ ان کا نکاح کر دے۔ مشکوٰۃ کے صفحہ نمبر ٢٧١ پر اس مضمون کی دو حدیثیں موجود ہیں۔ گویا نکاح کرنا باپ کی ذمہ داری ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ بیوہ یا مطلقہ سے مشورہ لیا جائے اور کنواری سے صرف اجازت لی جائے۔ خاموش ہو جانا ہی اسکی اجازت ہے (مسلم:٣٤٧٦، ابوداؤد

Islam The World Religion

:۲۰۹۸، ترمذی :۱۱۰۸، نسائی :۳۲۶۰ ، ابن ماجہ :۱۸۷۰، سنن الدارمی :۲۱۹۲ ، مسندِ احمد :۱۸۹۳، مؤطاامام مالک: ۴ من کتاب النکاح)۔

لہٰذا گھر والوں کے باہمی مشورے اور لڑکی لڑکے کی شریفانہ اجازت یا باحیاء خاموشی کے ساتھ رشتہ طے کرنا ضروری ہے۔لڑکے لڑکی کو خود پیچا لڑانے کی شریعت میں ہرگز اجازت نہیں۔خود بخود شادیاں رچالینے والے لڑکے لڑکیوں کو ہم نے زندگی بھر روتے اور نتائج سامنے آنے پر اپنے کیے پر پچھتاتے دیکھا ہے۔کنواری لڑکی کا اپنے لیے خود شوہر تلاش کرنا بے حیائی پر ہی منتج ہوگا۔

پھر بھی اگر کوئی خود نکاح کرلے تو باقی شرائط کے ہوتے ہوئے نکاح کی حد تک اسے درست مان لیا جائے گا۔ ہدایہ اور کنز میں لکھا ہے کہ ایسا نکاح ہو جائے گا۔لیکن یہ ماں باپ کے حقوق، اسلامی عرف، آداب اور شرم وحیا کے منافی ہونے کی بنا پر قابلِ تعزیر جرم ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ یعنی وارث کے بغیر نکاح کرنے کا کوئی تک نہیں (ابوداوٗد :۲۰۸۵، ترمذی:۱۱۰۱، ابن ماجہ:۱۸۸۱، سنن الدارمی:۲۱۸۶، مسندِ احمد:۱۹۵۳۷)۔

اور اگر لڑکی نے اپنے سے کم تر خاندان میں نکاح کرلیا جو اس کے خاندان والوں کے لیے بے عزتی اور عار کا سبب ہو تو اس کے وارث یہ نکاح فسخ کرا سکتے ہیں۔کنز کے الفاظ یہ ہیں مَنۡ نَكَحَتۡ غَيۡرَ كُفۡوٍ فَرَّقَ الۡوَلِيُّ یعنی جس نے کمتر لوگوں میں نکاح کرلیا اس کا ولی تفریق کرا سکتا ہے۔

لڑکے لڑکی کا بھاگ جانا جسے آج کل کے مہذب الفاظ میں کورٹ میرج (court marriage) کہا جا رہا ہے۔ یہ اسلامی روایات اور اُمت کے عملی تواتر کے سراسر منافی ہے۔اس سے ماں باپ اور اہل خاندان کی ناک کٹ جاتی ہے۔اور یہ بات غیر کفو کے طعنے سے کہیں زیادہ طعنہ بن جاتی ہے بلکہ بعض اوقات لڑکی کے خاندان والے لڑکی اور داماد دونوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ ایسی بھیانک صورتحال کے پیشِ نظر یہ حدیث شریف جوں کی توں سنا دینے کو دل چاہتا ہے۔

أَيُّمَا امۡرَأَةٍ نَكَحَتۡ نَفۡسَهَا بِغَيۡرِ إِذۡنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ یعنی جس عورت نے بھی اپنے وارث کی اجازت کے بغیر نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے (ابوداوٗد: ۲۰۸۳، ترمذی:۱۱۰۲، ابن ماجہ :۱۸۷۹، دارمی

Islam The World Religion

:۲۱۸۸،مسندِ احمد:۲۵۳۸۰)۔

(والنکاح ینعقد کما فی متون الاحناف والحدیث محمول علی نفی الکمال)

رشتہ پسند کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا سخت ضروری ہے کہ اگلے کا دین و مذہب کیا ہے۔آج کل لوگ محض قوم، دولت، پیشہ اور شکل وصورت پر زور دیتے ہیں مگر دین کی طرف بہت کم لوگ دھیان دیتے ہیں اور بعد میں پتا چلنے پر یا خود بھی بے دین ہوجاتے ہیں یا کم از کم اُن کی بیٹی ضرور بے دین ہوجاتی ہے اِلَّا مَاشَاءَ اللہ۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا کہ: لوگ چار چیزوں کو دیکھ کر عورت سے نکاح کرتے ہیں۔ دولت، خاندان، خوبصورتی اور دین۔تم دین داری کو ترجیح دیا کرو(بخاری:۵۰۹۰، مسلم:۳۶۳۵، ابوداؤد:۲۰۴۷، نسائی:۳۲۳۰، ابن ماجہ :۱۸۵۸، دارمی:۲۱۷۴، مسندِ احمد:۹۵۳۳)۔

ٹیلی فون پر نکاح جائز نہیں۔اس میں آواز کی بناوٹ اور دھوکے فریب کا اندیشہ ہے۔ اگر سی ایل آئی پر فون کا نمبر آرہا ہو یا ماڈرن ٹیلی فون پر تصویر بھی آرہی ہو تو پھر بھی کسی سائنسی ٹیکنیک سے دھوکا ممکن ہے اور اگر ٹیلی فون کا محکمہ بھی ملوث ہو تو بڑے آرام سے دھوکا دیا جاسکتا ہے۔لہٰذا ٹیلی فون پر نکاح درست نہ ہوگا۔اگر کوئی شخص باہر کے ملک میں کسی محکمانہ مجبوری کے پیشِ نظر شادی کے کاغذات تیار کرنے کے لیے فون پر نکاح کرنا چاہتا ہو تو ایسے نکاح کے بعد آمنے سامنے ملاقات پر نکاح کی تجدید کرلینا ضروری ہے۔

ماں باپ سے حسنِ سلوک

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاعۡبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡـًٔا وَّبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا یعنی اللہ کی عبادت کرو اور اسکا کسی کو شریک نہ بناؤ اور والدین سے احسان کا سلوک کرو (النسآء:۳۶)۔

دوسری جگہ فرماتا ہے: وَوَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡہِ حُسۡنًا یعنی اور ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیّت کی ہے(العنکبوت:۸)۔

خاص طور پر جب والدین ضعیف ہوجائیں تو ان کے حقوق کی ادائیگی پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا: تیرے رب نے فیصلہ دیا ہے کہ اس کے سواء کسی کی

Islam The World Religion

عبادت نہ کر۔اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کر۔ان میں سے کوئی ایک یا دونوں اگر تیرے سامنے بوڑھے ہو جائیں تو انہیں اُف تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو اور ان سے کریمانہ بات کرو۔اور ان پر اپنی رحمت کا سایہ کیے رکھو اور دعا کرو کہ اے ہمارے رب ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے چھوٹا سا پالا ہے (ترجمہ بنی اسرائیل: ۲۳، ۲۴)۔

حدیث شریف میں ہے کہ: ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: تیری ماں، پھر تیری ماں، پھر بھی تیری ماں، پھر تیرا باپ، پھر اگلے قرابت دار اور پھر اگلے قرابت دار (مسلم: ۶۵۰۰، بخاری: ۵۹۷۱)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: رب کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور رب کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے (ترمذی: ۱۸۹۹)۔

آج کل کا ایک اہم مسئلہ یہ ہے کسی شخص کی بیوی اور ماں یعنی (ساس بہو) کے درمیان جھگڑا رہتا ہو تو یہ شخص کیا کرے۔ اسکا ایک حل تو یہ ہے کہ بیوی اپنے شوہر کی مجبوری کا احساس کرے اور کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے اس کا شوہر اپنی ماں کے قدموں سے دور ہو کر اپنی جنت ضائع کر بیٹھے اور اگر بہو بدخو ہے تو ساس ہی عفو و درگزر سے کام لے اور اپنے بیٹے کو درمیان میں نہ گھسیٹے۔

اسکا دوسرا حل یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی اور ماں کے درمیان نہایت سمجھداری کا کردار ادا کرے۔ انکے جھگڑوں سے گھبرائے نہیں بلکہ یہ سوچے کہ ایسا شروع سے ہوتا چلا آیا ہے۔ یہ ہر گھر کا مسئلہ ہے۔ نہایت ٹھنڈے دل سے دونوں طرف کا معاملہ سلجھاتا رہے۔ بوکھلا کر کوئی غلط قدم نہ اٹھائے۔

انتہائی حالات میں اگر مرد کو ماں اور بیوی میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا پڑے تو یاد رکھیں کہ ماں کا حق سب سے زیادہ ہے۔ ماں کی خدمت جہاد سے بہتر ہے۔

صحیح بخاری میں ایک باب موجود ہے جس کا نام ہے: لَا یُجَاھَدُ اِلَّا بِاِذْنِ الْوَالِدَیْن یعنی ماں باپ کی اجازت کے بغیر جہاد نہ کیا جائے۔

اس باب میں حدیث ہے کہ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِیِّ ﷺ اُجَاھِدُ قَالَ ءَلَکَ اَبَوَانِ

Islam The World Religion

قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ یعنی ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کے سامنے شوقِ جہاد کا اظہار کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: انکی خدمت والا جہاد کر (بخاری: ۵۹۷۲)۔

صحیح بخاری میں جلد ا صفحہ ۴۲۱ پر ایک باب الجھاد باذن الوالدین بھی موجود ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک نوجوان اپنے ماں باپ کو روتا ہوا چھوڑ کر جہاد کے لیے آ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: فَارْجِعْ اِلَيْهِمَا فَاَضْحِكْهُمَا كَمَا اَبْكَيْتَهُمَا یعنی واپس لوٹ جا۔ اپنے ماں باپ کو جس طرح رلا کر آئے ہو اسی طرح جا کر ہنساؤ (ابن ماجہ: ۲۷۸۲)۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاد فرض کفایہ ہے جبکہ ماں باپ کی خدمت فرضِ عین ہے (حاشیہ بخاری جلد ا صفحہ ۴۲۱)۔

ماں کی خاطر حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم ﷺ کی زیارت نہ کر سکے (مرقاۃ جلد ۱۱ صفحہ ۴۵۱)۔ ماں کے بلانے پر نفل نماز توڑ دینا چاہیے (مسلم: ۶۵۰۹)۔

ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے؟ فرمایا وہی تیری جنت ہیں اور وہی تیری دوزخ ہیں (ابن ماجہ: ۳۶۶۲)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ماں باپ کے فوت ہو جانے کے بعد ان کی نمازِ جنازہ پڑھو، ان کے لیے استغفار پڑھو۔ جس کسی سے انہوں نے کوئی وعدہ کیا تھا اسے پورا کرو۔ جس کے ساتھ انکے تعلقات اچھے تھے، تم بھی ان سے اچھے تعلقات رکھو۔ اور ان کے دوستوں کا احترام کرو (ابوداؤد: ۵۱۴۲، ابن ماجہ: ۳۶۶۴)۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ: بڑے بھائی کا حق چھوٹے بھائی پر اسی طرح ہے جس طرح باپ کا حق ہوتا ہے (شعب الایمان للبیہقی: ۷۹۲۹)۔

پڑوسیوں کے حقوق

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبریل (علیہ السلام) پڑوسی کے لیے اتنے احکام لے کر آئے کہ مجھے شک ہو گیا کہ کہیں پڑوسی کو وارث نہ بنا دیا جائے (مسلم: ۶۶۸۵، ابوداؤد: ۵۱۵۱، ترمذی: ۱۹۴۲، ابن ماجہ: ۳۶۷۳)۔

Islam The World Religion

نیز حدیث شریف میں ہے کہ: جب سالن بناؤ تو تھوڑا شوربہ زیادہ رکھو اور اس میں سے کچھ پڑوس میں بھی بھیج دو (مسلم: ۶۶۸۸، ترمذی: ۱۸۳۳، ابن ماجہ: ۳۳۶۲، سنن الدارمی: ۲۰۸۳)۔

پڑوسیوں کو کوئی اذیت اور دُکھ نہ پہنچایا جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو اذیت نہ دے (مسلم: ۱۷۳، بخاری: ۶۰۱۸، ترمذی: ۲۵۰۰، ابن ماجہ: ۳۹۷۱، مسندِ احمد: ۷۶۴۴)۔

مہمان نوازی

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کا احترام کرے (مسلم: ۱۷۳، بخاری: ۶۰۱۸، ترمذی: ۲۵۰۰، ابن ماجہ: ۳۹۷۱، مسندِ احمد: ۷۶۴۴)۔

پہلے دن مہمان کو پر تکلف کھانا کھلانا چاہیے بشرطیکہ میزبان اس کی طاقت رکھتا ہو۔ مہمان کے پیر تک دبانا مہمان نوازی میں شامل ہے۔ مہمان کو چاہیے کہ بے جا بوجھ نہ بنے۔ زیادہ عرصہ قیام نہ کرے اور اپنے بھائی کو گناہ گار نہ کرے (مسلم: ۴۵۱۴)۔

تمام مسلمانوں کے حقوق

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ یعنی تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں (الحجرات: ۱۰)۔

نیز فرمایا: لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ یعنی لوگ ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں۔ کیا معلوم وہ ان سے بہتر ہوں (الحجرات: ۱۱)۔

نیز فرمایا: اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ یعنی بہت بدگمانی کرنے سے بچو۔ بے شک بعض بدگمانیاں گناہ ہیں۔ تجسس (عیب ڈھونڈنا) مت کرو۔ ایک دوسرے کا گلہ (غیبت) مت کرو۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھاؤ؟ اس سے تو نفرت کرو گے (تو پھر غیبت بھی ایسے ہی ہے) (الحجرات: ۱۲)۔

Islam The World Religion

بدگمانی اور تجسّس ایسی عظیم معاشرتی برائیاں ہیں کہ اگر ان سے انسان بچ جائے تو حسنِ معاشرت کے اکثر پہلوؤں پر اسے دسترس مل جائے۔

حدیث شریف میں ہے کہ: نبی کریم ﷺ کعبہ کا طواف کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اے کعبہ! اللہ کی قسم جس نے تجھے عظیم شان اور حرمت بخشی ہے ایک بندۂ مومن کی شان تیری شان سے بڑھ کر ہے۔ بلکہ اس کا مال اور خون بھی تجھ سے بڑھ کر ہے اور یہ کہ اس کے بارے میں حسن ظن رکھا جائے (ابن ماجہ حدیث: ۳۹۳۲)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ یعنی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں (مسلم: ۱۶۲، بخاری: ۱۱، ترمذی: ۲۵۰۴)۔

حسن ظن کا تعلق سوچ اور خیال سے ہے۔ بولنے کا تعلق زبان سے ہے اور مارنے کا تعلق ہاتھ سے ہے۔ خیال، زبان اور ہاتھ تینوں چیزوں کو مومن کے معاملے میں پابندِ سلاسل کر دیا گیا ہے۔

حاجت روائی، مشکل کُشائی اور پردہ پوشی

جو اپنے بھائی کی حاجت روائی کرے گا اللہ اسکی حاجت روائی کرے گا۔ جس نے مسلمان کی مشکل کشائی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسکی مشکل کشائی کرے گا۔ جس نے مسلمان کی پردہ پوشی کی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا (بخاری: ۲۴۴۲، مسلم: ۶۵۷۸، ابوداؤد: ۴۸۹۳، ترمذی: ۱۴۲۶)۔

ایک اور حدیث میں ہے: مومن ایک دوسرے کے لیے دیوار کی طرح ہیں جس کی اینٹیں ایک دوسرے کو طاقت دیتی ہیں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر یہ بات سمجھائی (بخاری: ۴۸۱، ۶۰۲۶، مسلم: ۶۵۸۵، ترمذی: ۱۹۲۸، نسائی: ۲۵۶۰)۔

نیز فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ اس پر ظلم نہیں کرتا اور اسے اکیلا نہیں چھوڑتا۔ اور اسے حقیر نہیں سمجھتا۔ تقویٰ سینے میں چھپی ہوئی چیز کا نام ہے (نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ سینہ

Islam The World Religion

مبارک کیطرف اشارہ فرمایا)۔ کسی آدمی کے شرارتی ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ تمام مسلمانوں پر مسلمانوں کا خون اور مال ومتاع حرام ہے(مسلم : ۶۵۴۱، ابوداوَد: ۴۸۸۲، ترمذی: ۱۹۲۷، ابن ماجہ: ۳۹۳۳، مسندِ احمد: ۱۶۰۲۵)۔

نیز فرمایا: اللہ کی قسم تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہی کچھ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے(مسلم: ۱۷۰، بخاری: ۱۳، نسائی: ۵۰۳۹، ترمذی: ۲۵۱۵، ابن ماجہ: ۶۶، سنن الدارمی: ۲۷۴۲، مسندِ احمد: ۱۳۶۳۶)۔

تمام انسانوں کے حقوق

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ یعنی ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی (بنی اسرائیل: ۷۰)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لَا يَرۡحَمُ اللّٰهُ مَنۡ لَا يَرۡحَمُ النَّاسَ یعنی جو لوگوں پر رحم نہ کرے اللہ اس پر رحم نہیں کرتا (مسلم: ۶۰۳۰، بخاری: ۶۷۳۷، ترمذی: ۱۹۲۲، مسندِ احمد: ۱۹۱۹۴)۔

نیز فرمایا: اِرۡحَمُوۡا مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ يَرۡحَمۡكُمۡ مَنۡ فِی السَّمَآءِ یعنی جو زمین پر ہیں تم ان پر رحم کرو۔ جو آسمان پر ہے وہ تم پر رحم کرے گا (ابوداوَد: ۴۹۴۱، ترمذی: ۱۹۲۴)۔

حقوق کی ادائیگی میں ترجیحات کا قائم کرنا نہایت ضروری ہے۔ غیر مسلم پر مسلم کو، عام مسلمان پر رشتہ دار کو اور عام رشتہ دار پر قریبی رشتہ دار کو ترجیح دی جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَنۡزِلُوۡا النَّاسَ مَنَازِلَهُمۡ یعنی لوگوں سے ان کے مقام ومرتبے کے مطابق پیش آوَ (ابوداوَد حدیث: ۴۸۴۲)۔ لہٰذا انسانی حقوق کے نام پر کھچڑی پکا کر بیٹھ جانا غلط ہے۔

تمام مخلوق کے حقوق

حدیث شریف میں چیونٹیوں کو جلا کر مارنے سے منع کیا گیا ہے(مسلم : ۵۸۴۹، بخاری: ۳۰۱۹، ابوداوَد: ۵۲۳۶، نسائی: ۴۳۵۸، ابن ماجہ: ۳۲۲۵)۔ ایک عورت نے بلی کو باندھے رکھا اور وہ بھوکی پیاسی مرگئی۔ اللہ تعالیٰ نے اُس عورت کو عذاب دیا(مسلم : ۵۸۵۲، بخاری: ۳۴۸۲)۔ ایک آدمی نے کنویں پر کھڑے پیاسے کتے کو کنویں میں سے پانی نکال کر پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا(مسلم: ۵۸۵۹، بخاری: ۲۳۶۳، ابوداوَد: ۲۵۵۰)۔

Islam The World Religion

چھپکلی، بچھو اور سانپ وغیرہ موذی جانوروں کو مارنا جائز ہے لیکن انہیں جلا کر، ڈبو کر اور ذلیل کر کے مارنے کی اجازت نہیں۔ بلکہ ایک ہی ضرب سے انکا کام تمام کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے کہ گرگٹ کو ایک ہی ضرب سے مارنے پر ستر نیکیاں ملیں گی (مسلم: ۵۸۴۸، ابوداؤد: ۵۲۶۴)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کا حکم دیا ہے۔ جب تم (سزا اور قصاص) میں کسی کو قتل کرو تو اسے اچھے طریقے سے قتل کرو (یعنی اسے ذلیل کر کے نہ مارو)۔ اور جب جانور کو ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو اور چھری خوب تیز کر لو اور اسے راحت پہنچاؤ (مسلم: ۵۰۵۵، ابوداؤد: ۲۸۱۵، ترمذی: ۱۴۰۹، نسائی: ۴۴۱۱، ۴۴۱۲، ۴۴۱۳، ۴۴۱۴، ابن ماجہ: ۳۱۷۰)۔

اس پر امام نووی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ جانور کے سامنے چھری کو تیز نہ کرو۔ جانور کو راحت پہنچاؤ۔ ذبح کرنے سے پہلے اسے پانی پلا لو۔ دودھ اور بچوں والے جانور ذبح کرنے سے بچو۔ دودھ سارے کا سارا نہ نکالو بلکہ بچھڑے کے لیے بھی چھوڑ دو۔ دودھ دوہنے سے پہلے اپنے ناخن کاٹ لو۔ اور ایک جانور کے سامنے دوسرے کو ذبح نہ کرو (شرح الاربعین النوویہ صفحہ ۵۷، ۵۸)۔

اخلاقی اور معاشرتی ضابطے کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر انسان کا پہلا تعلق اپنے آپ سے ہے، دوسرا تعلق دوسرے لوگوں سے ہے اور تیسرا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ان تعلقاتِ ثلاثہ کو درست رکھنے کے لیے فقیر راقم الحروف نے خود اپنے لیے ایک نصیحت نامہ تحریر کیا تھا جسے اہل اسلام کے فائدے کے لیے منظر عام پر لایا جا رہا ہے۔

☆......☆......☆

Islam The World Religion

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نصیحت نامہ

اے غلام رسول!

اللہ سے ڈر۔ تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے۔ یہی سب سے بڑا کافر ہے۔ تو اس کافرِ اعظم کے خلاف جہادِ اکبر کا اعلان کر۔ ریا، تکبر، حسد، غصہ، جھوٹ، غیبت، لذت، خودنمائی، بخل اور لالچ اس کے اہم محاذ ہیں۔ دوبارہ گن لے یہ دس محاذ ہوئے۔ ان سب کو ایک ایک کر کے کچل دے۔

چھوٹے گناہوں اور چھوٹی نیکیوں کو حقیر سمجھ کر انکی طرف سے غافل مت ہونا۔ شیطان کے پاس اہلِ ایمان کے خلاف یہی ایک راستہ باقی ہے۔ زیادہ کھانا تمام جسمانی بیماریوں کی جڑ ہے اور اس سے ذہانت اور حافظہ دونوں برباد ہوجاتے ہیں اور شہوت زور پکڑ جاتی ہے۔

نفس کی مکاریوں کی کوئی حد نہیں اسکی اکثر مکاریوں کے خلاف ایک زبردست ڈھال خاموشی ہے۔ خبردار! تیری زبان تیرے دماغ سے آگے نہ نکلنے پائے۔ تیرے نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا میں تجھے تمام اعمال کا نچوڑ نہ بتادوں؟ انہوں نے عرض کیا، ضرور۔ آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا: اسے قابو میں رکھ۔

اے غلام رسول!

حقوق العباد کا پورا خیال رکھ۔ تجھ پر سب سے زیادہ حق تیری ماں کا ہے اور پھر باپ کا۔ تیرے ماں باپ ہی تیری جنت ہیں اور وہی تیری دوزخ ہیں۔ اگر وہ اس دنیا سے جا چکے ہیں تو ان کے لیے استغفار کر اور ان کی طرف سے صدقہ دے اور ان کی قبر کی زیارت کر۔ ان کے بعد بھائی، بہن، بیوی، اولاد، پڑوسی، تمام مسلمان، پھر سب انسان اور پھر تمام جاندار، ان سب کا درجہ بدرجہ حق ادا کر۔ تیرے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: لوگوں سے ان کے مرتبے کے مطابق پیش آؤ۔ اچھے دوستوں کی صحبت اختیار کر۔ جیسے تیرے دوست ہوں گے وہ تجھے ویسا ہی بنا دیں گے۔ تین دن سے زائد کسی بھائی سے ناراض نہ رہ اور اسے بلانے میں پہل کر۔

مریض کی عیادت کر۔ وہاں تیری ملاقات تیرے رب سے ہوجائے گی۔ مظلوم کی آہ

Islam The World Religion

سے ڈر۔ مظلوم کی آہ سیدھی عرش پر جاتی ہے۔ اور ظلم قیامت کے دن ظلمات ہوگا۔ یتیم پر رحم کر۔ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ سوالی کو کبھی خالی ہاتھ نہ لوٹا۔ زیادہ نہیں تو ایک میٹھا بول ہی سہی۔ میٹھا بول بھی صدقہ ہے۔ ٹوٹے ہوئے دلوں کی حوصلہ افزائی کر۔ اللہ ٹوٹے ہوئے دلوں میں رہتا ہے۔ زمین کی طرح بچھ جا جس کے سینے پر ساری دنیا چلتی ہے۔ تو اس کھجور کی مانند ہو جا جسے لوگ پتھر مارتے ہیں مگر وہ کھجوریں پھینکتی ہے۔ رزقِ حلال کھا۔ حرام کی کمائی سے کھانے اور لباس پہننے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی خواہ وہ کعبہ میں چلا جائے۔ ہو سکے تو نیکی کا راستہ بتا اور برائی سے روک۔ مگر اس کے لیے علم، حلم اور زبردست صلاحیت کی ضرورت ہے اور ہر شخص اس کا اہل نہیں ہوا کرتا۔ البتہ اپنے ماتحتوں کی اصلاح ضرور کر۔ انکے بارے میں تجھ سے پوچھا جائے گا۔ مومنوں کے بارے میں حسنِ ظن سے کام لے۔ خصوصاً اولیاء اور علماء بہت ہی زیادہ حسنِ ظن کے حقدار ہیں۔ انکے متعلق کبھی غلط نہ سوچنا۔ ہمیشہ ادب کو ملحوظ رکھنا۔ اپنے نبی کریم ﷺ کی امت کے لیے یہ دعا کیا کر۔

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ ﷺ

حقوق العباد کی ادائیگی کا خلاصہ خدمتِ خلق ہے۔ یاد رکھ! اللہ کریم کسی کتے، بلی اور مکھی کی خدمت کو بھی ضائع نہیں کرتا۔

اے غلام رسول!

تجھ پر اللہ کا سب سے بڑا حق یہ ہے کہ تو شرک نہ کرے۔ اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کر۔ نبی کریم ﷺ سے سچی محبت کر۔ جس کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت نہیں اس کے دل میں ایمان نہیں۔ وضو اچھی طرح کیا کر۔ نماز با جماعت پڑھا کر۔ روزانہ قرآن شریف کی تلاوت کیا کر خواہ تھوڑی سی ہو۔ صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک ذکر، درود اور استغفار میں مشغول رہا کر۔ ان دونوں وقتوں میں اللہ کی رحمت اور فیضان کی برسات ہوتی ہے۔

اپنے حال اور ضرورت کا علم حاصل کر۔ پھر اس پر عمل بھی کر۔ اپنے حال کی حفاظت کر اور اس کے آداب کو ملحوظ رکھ۔ عمل وہی اچھا ہے جو دائمی ہو خواہ تھوڑا ہی سہی۔ قبروں کی زیارت کر۔ اس سے دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور آخرت کی یاد آتی ہے۔ اہلِ قبور کو ایصالِ ثواب کر کے

Islam The World Religion

ان سے دعائیں لے۔ مصائب پر صبر کر۔ اللہ پر توکل اختیار کر۔ اسی کی رضا پر راضی رہ۔ اللہ سے اچھا گمان رکھ۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہے۔ اللہ کی طرف سے کشائش کا منتظر رہ۔ یہ انتظار بہترین عبادت ہے۔ احکامِ خداوندی کی تفصیل بہت لمبی ہے۔ مگر اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تو ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مصروف رہے۔ تیرے نبی کریم ﷺ سے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ اسلام کے احکام بہت سارے ہیں۔ مجھے مختصر ترین بات بتا دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے''۔

اے غلام رسول!

اس ساری نصیحت کا خلاصہ سن لے۔

تیرا پہلا تعلق اپنے آپ سے ہے۔ اپنی ذات کی اصلاح کا مختصر ترین طریقہ خاموشی ہے۔ تیرا دوسرا تعلق دوسرے لوگوں سے ہے۔ اس تعلق کو درست کرنے کا مختصر ترین طریقہ خدمتِ خلق ہے۔ تیرا تیسرا تعلق اللہ کی ذات سے ہے۔ اس تعلق کو درست رکھنے کا مختصر ترین طریقہ ذکرِ الٰہی ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

☆......☆......☆

Islam The World Religion

بارہویں آیت:

وَاَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ وَكَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ عَظِيۡمًا (النسآء:۱۱۳)۔

ترجمہ: اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی۔ اور آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔

اس آیت میں وَعَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ کا جملہ اکیلا نہیں ہے۔ بلکہ اس سے پہلے وَاَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ہے۔ اور اس کے بعد وَكَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ عَظِيۡمًا کے الفاظ ہیں۔ اس سیاقِ کلام کو ملحوظ رکھتے ہوئے مفسرین نے وَعَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ کی تفسیر یہ لکھی ہے کہ اس سے مراد دین اور شریعت کے امور، خفیہ اور پوشیدہ اسرار اور دلوں کے بھید ہیں (خازن جلد ا صفحہ ۴۲۹، مدارک علی ہامش الخازن جلد ا صفحہ ۴۲۹)۔

فضلِ عظیم کے الفاظ حضور ﷺ کے علم کی بے پناہ وسعت کا تقاضا کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے: ذٰلِكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَيۡبِ نُوۡحِيۡهِ اِلَيۡكَ یعنی اے نبی یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں (آلِ عمران:۴۴)۔ دوسری جگہ فرمایا: وَمَا هُوَ عَلَى الۡغَيۡبِ بِضَنِيۡنٍ یعنی یہ نبی غیب بتانے میں بُخل نہیں کرتا (التکویر:۲۴)۔

حدیث شریف میں ہے کہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ نبی کریم ﷺ ہم میں ایک جگہ پر کھڑے ہو گئے اور ہمیں دنیا کے آغاز سے لے کر جنتیوں کے جنت میں جانے اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ جس نے اسے یاد رکھا سو یاد رکھا۔ اور جس نے بھلا دیا سو بھلا دیا (بخاری:۳۱۹۲، مسلم:۲۶۳۷، ابوداؤد:۴۲۴۰)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ سورج ڈھلنے کے بعد تشریف لائے اور منبر پر کھڑے ہو گئے اور قیامت کا ذکر فرمایا اور پھر فرمایا قیامت سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہوں گے۔ پھر فرمایا جو آدمی کسی چیز کے بارے میں سوال کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ اللہ کی قسم تم جس چیز کے بارے میں بھی سوال کرو گے میں یہاں کھڑے کھڑے جواب دوں گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ یہ دعویٰ سن کر زار و قطار رونے لگے۔ ادھر حضور ﷺ یہی فرمائے جا

Islam The World Religion

رہے تھے کہ مجھ سے پوچھ لو۔ایک آدمی نے کھڑے ہوکر پوچھا میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ ارشاد فرمایا جہنم میں۔حضرت عبداللہ نے پوچھا میرے باپ کا کیا نام ہے؟ آپ نے فرمایا ''حذافہ''۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا پوچھ لو۔ پوچھ لو۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور عرض کیا۔ہم اللہ کے رب ہونے پر راضی ہیں، اسلام کے دین ہونے پر راضی ہیں اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ پھر نبی کریم ﷺ خاموش ہو گئے (بخاری: ۷۲۹۴، مسلم: ۶۱۲۱)۔

حضرت ابوزید فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی اور منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر کا وقت آ گیا۔ پھر ظہر پڑھ کر تقریر شروع کر دی حتیٰ کہ عصر کا وقت آ گیا۔عصر پڑھ کر پھر خطاب فرمایا حتیٰ کہ مغرب ہوگئی۔ بس ہمیں حضور ﷺ نے جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کچھ بتا دیا۔ آج ہم میں سب سے زیادہ علم اسی کے پاس ہے جس نے اس خطبے کا زیادہ سے زیادہ حصہ یاد رکھا (مسلم: ۷۲۶۷)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے منبر پر کھڑے ہوکر اعلان کر دیا کہ آج قیامت تک کے بارے میں جو چاہو پوچھ لو۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (آل عمران: ۱۷۹، خازن جلد ۱ صفحہ ۳۲۸)۔

ترجمہ: اللہ اپنے منتخب رسولوں کے سوا کسی کو غیب پر ظاہر نہیں کرتا۔

اس کے علاوہ قیامت کی علامات، جنت، دوزخ، فرشتے وغیرہ کے بارے میں آپ ﷺ کی خبریں حد اور شمار سے باہر ہیں۔ آپ ﷺ کی غیب دانی اور غیبی اطلاعات و اخبار پر پوری امت کا اجماع و اتفاق ہے۔

جن دلائل سے غیب کی کلیت کی نفی موہوم ہوتی ہے وہ یا تو علمِ ذاتی پر محمول ہیں یا عدم التفات پر محمول ہیں یا قرآنی نزول کے ذریعے تعلیمی تدارج کی وجہ سے عدم تکمیل پر محمول ہیں اور اگر کہیں خاموشی اختیار فرمائی ہے تو خاموشی عدمِ علم کا ثبوت نہیں ہوتی۔

انجیل میں ہے کہ ''وہ تمہیں آئندہ کی خبر دے گا'' (یوحنا کی انجیل ۱۶:۱۳)۔

اللہ کریم جل شانہ نے اپنے محبوب ﷺ کو سب کچھ سکھا دیا۔ اب آپ ﷺ نے اپنی امت کو کیسے تعلیم دی؟ اس مناسبت سے اسلام کا تعلیمی ضابطہ ملاحظہ فرمائیں۔

Islam The World Religion

اسلام کا تعلیمی ضابطہ

(1)۔ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا خلاصہ

اللہ کریم جل شانہ ارشاد فرماتا ہے: وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ نَشَاءُ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ۔ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ۔ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ۔ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ۔ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ (الانعام: ۸۳ تا ۹۰)۔

ترجمہ: اور یہ ہماری قوی دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو ان کے مخالف لوگوں پر دی، ہم جس کے چاہیں درجے بلند کرتے ہیں۔ بے شک آپ کا رب نہایت حکمت والا اور بہت علم والا ہے، اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطا کیے، سب کو ہم نے ہدایت دی اور اس سے پہلے نوح کو ہدایت دی اور ان کی اولاد سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو ہدایت دی اور ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس سب کو ہدایت عطا فرمائی یہ سب صالحین میں سے ہیں۔ اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو بھی ہدایت عطا فرمائی اور ہم نے سب کو ان کے زمانے کے سارے جہان والوں پر فضیلت دی۔ اور ان کے باپ دادا اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے بعض کو ہم نے ہدایت فرمائی اور ہم نے ان کو چن لیا اور ان سب کو سیدھے راستے کی ہدایت دی۔ اور یہ اللہ کی ہدایت ہے اس کے ذریعے اپنے

Islam The World Religion

بندوں میں سے جسے چاہے راہ پر چلاتا ہے اور اگر وہ شرک کرتے تو جو کچھ وہ نیک عمل کرتے تھے ان سے ضائع ہو جاتے۔ وہی لوگ ہیں جنہیں ہم نے کتاب اور حکمتِ شریعت اور نبوت عطا کی پس اگر ان چیزوں کے ساتھ یہ لوگ کفر کریں تو بے شک ہم نے ان چیزوں پر ایسی قوم کو مقرر کر دیا ہے جو ان سے انکار کرنے والے نہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی تو آپ بھی ان کے طریقے پر چلیں۔ فرما دیجیے! میں اس تبلیغ دین پر تم سے کوئی بدلہ طلب نہیں کرتا یہ تو صرف نصیحت ہے سب جہان والوں کے لیے۔

ان آیات میں جس کثرت سے انبیاء علیہم السلام کے اسمائے گرامی بیان ہوئے ہیں قرآن میں کسی دوسری جگہ بیان نہیں ہوئے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات توحید اور اصولِ دین کے معاملے میں ہمیشہ ایک جیسی رہی ہیں، لہٰذا اللہ کریم نے انہی اصولوں کو جاری رکھنے کے لیے اپنے حبیب ﷺ کو ان سب کی اقتداء کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: **فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ** یعنی اے محبوب آپ ان تمام انبیاء علیہم السلام کے طریقے پر چلیں یعنی انکی اقتداء کریں۔ یہ اقتداء عقیدہِ توحید سے متعلق ہے، اللہ کریم جل شانہ فرماتا ہے: **وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا** یعنی ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کی طرف یہ وحی بھیجی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (الانبیاء: ۲۵)۔

یہی عقیدہِ توحید ہے جو ہر زمانے میں قائم رہا، ہاں البتہ دین کے فروع اور شرعی احکام میں سے بعض کو قائم رکھا گیا اور بعض کو منسوخ کر دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی اہل اسلام ایسی اسرائیلی روایات کو قبول کر لیتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے متصادم نہ ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ** یعنی مجھ سے ایک آیت بھی سنو تو آگے پہنچا دو، اور بنی اسرائیل سے روایت کر لیا کرو اس میں کوئی حرج نہیں (بخاری: ۳۴۶۱)

(2)۔ نبی کریم ﷺ کا فرضِ منصبی اور آپکی تعلیمات

آپ ﷺ نے بلا امتیاز پوری امت کو علم سکھایا۔

اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے: **هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي**

Islam The World Religion

ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ (الجمعہ:۲)۔

ترجمہ: وہی ہے جس نے امی لوگوں میں انہی میں سے عظمت والے رسول کو بھیجا جو ان پر اس کی آیات پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں اور بے شک وہ لوگ ایمان لانے سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ وَلَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ یعنی اور ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل کیا تاکہ آپ لوگوں پر اسکی وضاحت کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا اور تاکہ یہ لوگ فکر سے کام لیں (النحل:۴۴)۔

تیسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ یعنی بے شک اللہ کے رسول کا عمل تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے (الاحزاب:۲۱)۔

ان تینوں آیات سے معلوم ہوا کہ حبیب کریم ﷺ نے اپنی امت کو (۱)۔قرآن سنایا، نگاہ سے تزکیہ فرمایا، کتاب کی تعلیم دی اور حکمت کی تعلیم دی۔ (۲)۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا، اس کا معنی اور مفہوم واضح کیا۔ (۳)۔اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل کر کے دکھایا۔

بہترین معلم کی حیثیت سے آپ ﷺ کی یہی ذمہ داری ہوسکتی تھی، حدیث شریف میں ہے کہ: اِنَّمَا بُعِثۡتُ مُعَلِّمًا یعنی بے شک مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے (ابنِ ماجہ:۲۲۹، دارمی:۳۴۹)۔

نیز فرمایا: مَنۡ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيۡرًا يُّفَقِّهۡهُ فِى الدِّيۡنِ، وَ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعۡطِىۡ یعنی اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے، بے شک میں قاسم ہوں اور دینے والا اللہ ہے (بخاری:۷۱، مسلم:۲۳۸۹)۔

اپنے سیاق کے اعتبار سے اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ علم تقسیم فرماتے ہیں، اور شان ورود کے اعتبار سے اسکا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ مال غنیمت تقسیم فرماتے ہیں، اور لفظی وسعت اور عموم کے اعتبار سے اس کے مفہوم میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر چیز بانٹتے ہیں۔

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ ہر صحابی نے براہ راست آپ ﷺ سے علم سیکھا۔ ہاں اگر کوئی صحابی موقع پر موجود نہ ہوتے تو ان سے پوچھ لیتے جو موقع پر موجود ہوتے تھے۔ یا صغار

Islam The World Religion

صحابہ نے بھی نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد کبار صحابہ سے علم سیکھا۔

(3)۔ نبی کریم ﷺ کے علم کے امین کون کون؟

قرآن شریف کی بے شمار آیات اور ان گنت احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ سے تمام صحابہ نے براہِ راست علم حاصل کیا ہے، چنانچہ چند آیات اور احادیث اوپر بیان ہو چکی ہیں۔ مزید دیکھیے کہ حبیب کریم ﷺ کی تعلیمات کے امین کون کون ہیں؟

(1)۔ عَنْ مَالِكِ بِنِ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مُرْسَلًا، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ، لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا، كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهٖ (موطا امام مالک: ۱۵۹۹، مستدرک حاکم: ۳۲۱، ۳۲۲)۔

ترجمہ: امام مالک بن انس نے مرسلاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ جب تک ان سے چمٹے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت۔

(2)۔ اِقْتَدُوْا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ یعنی میرے بعد ان دو کی پیروی کرنا، ابوبکر اور عمر (ترمذی: ۳۶۶۲)۔

اس حدیث کے اگلے الفاظ یہ بھی ہیں کہ: عمار سے ہدایت حاصل کرو اور جو تمہیں ابنِ مسعود حدیث بیان کرے اسے سچ مانو (ترمذی: ۳۷۹۹)۔

(3)۔ فَاِنَّهٗ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ، فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ
یعنی تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہا وہ جلد ہی بہت زیادہ اختلافات دیکھے گا۔ تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاءِ راشدین کی سنت پر عمل کرو۔ اس کے ساتھ چمٹے رہو اور اسے مضبوطی سے پکڑے رکھو۔ نئے نئے کاموں سے بچ کے رہنا۔ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے (مسندِ احمد: ۱۷۱۴۹، ابوداؤد: ۴۶۰۷، ترمذی: ۲۶۷۶، ابن ماجہ: ۴۲)۔
سَنَدُهٗ صَحِيْحٌ

Islam The World Religion

(4)۔ اِنِّي تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا ، كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِي اَهْلَ بَيْتِي یعنی میں تم میں وہ کچھ چھوڑے جارہا ہوں کہ اگر تم اسے پکڑے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی میرے اہلِ بیت (ترمذی:۳۷۸۶)۔

(5)۔ رَفَعَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ رَأْسَهٗ إِلَى السَّمَاءِ وَكَانَ كَثِيرًا مِمَّا يَرْفَعُ رَأْسَهٗ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: اَلنُّجُومُ أَمَنَةٌ لِلسَّمَاءِ فَإِذَا ذَهَبَتِ النُّجُومُ أَتَى السَّمَاءَ مَا تُوعَدُ وَأَنَا أَمَنَةٌ لِأَصْحَابِي فَإِذَا ذَهَبْتُ أَتَى أَصْحَابِي مَا يُوعَدُونَ وَأَصْحَابِي أَمَنَةٌ لِأُمَّتِي فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِي أَتَى أُمَّتِي مَا يُوعَدُونَ (مسلم:۶۴۶۶)۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا، آپ ﷺ کثرت سے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا کرتے تھے۔تو فرمایا: ستارے آسمان کے لیے امان ہیں، جب ستاروں کا نکلنا بند ہو جائے گا تو پھر آسمان پر وہی آ جائے گا جس کا وعدہ کیا گیا یعنی قیامت۔اور میں اپنے صحابہ کے لیے امان ہوں، تو جب میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ پر وہ فتنے آئیں گے جن سے ڈرایا گیا ہے اور میرے صحابہ میری امت کے لیے امان ہیں تو جب میرے صحابہ چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ فتنے آن پڑیں گے کہ جن سے ڈرایا جاتا ہے۔

اس کی تائید میں یہ حدیث بھی پڑھ لیجیے! اَصْحَابِي كَالنُّجُومِ فَبِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ یعنی میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے (مشکوٰۃ:۶۰۱۸)۔

اسی بات کو ایک نئے رنگ میں سمجھایا گیا:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ :لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أُمَّتِي كَمَا اَتٰى عَلٰى بَنِي اِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰى اُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذٰلِكَ وَاِنَّ بَنِي اِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلٰى ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً، قَالُوْا مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي (ترمذی:۲۶۴۱)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Islam The World Religion

میری امت پر وہی وقت آئے گا جس طرح بنی اسرائیل پر آیا تھا۔قدم بہ قدم حتیٰ کہ اگر ان میں سے کوئی ایسا شخص تھا جو اپنی ماں کے پاس اعلانیہ گیا تھا تو میری امت میں بھی ایسا ہوگا جو اسی طرح کرے گا۔بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ ان میں سے ہر ایک جہنمی ہوگا سوائے ایک ملت کے۔صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا: جس طریقے پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔

ایک حدیث میں مختلف صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مختلف علوم وفنون پر مہارت کا نہایت خوبصورت تذکرہ موجود ہے۔فرمایا:

اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْ بَکْرٍ ، وَ اَشَدُّهُمْ فِیْ اَمْرِ اللهِ عُمَرُ ، وَ اَصْدَقُهُمْ حَیَاءً عُثْمَانُ ، وَ اَقْرَؤُهُمْ لِکِتَابِ اللهِ اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ ، وَاَفْرَضُهُمْ زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ ، وَ اَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ. اَلَا وَ اِنَّ لِکُلِّ اُمَّةٍ اَمِیْناً وَ اِنَّ اَمِیْنَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْ عُبَیْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ (ترمذی:۳۷۹۱،ابن ماجہ:۱۵۴،۱۵۵)۔

ترجمہ: میری امت میں سے اس پر سب سے زیادہ مہربان ابوبکر ہے، اللہ کے معاملے میں سب سے زیادہ سخت عمر ہے، سب سے زیادہ حیاء والا عثمان ہے، سب سے بڑا قاری ابی بن کعب ہے، سب سے زیادہ میراث کا ماہر زید بن ثابت ہے، حلال اور حرام کا سب سے بڑا عالم معاذ بن جبل ہے، خبردار ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ ابن جراح ہے۔

اس حدیث میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اَعْلَمُ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ فرمایا گیا ہے، ایک اور حدیث میں ہے کہ: مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ یَجِیْءُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَمَامَ الْعُلَمَاءِ یعنی معاذ بن جبل قیامت کے دن علماء کے آگے آگے آئیں گے (الاستیعاب صفحہ ۶۷۲، صواعق محرقہ صفحہ ۷۹)۔

(6)۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللهَ لَا یَجْمَعُ اُمَّتِیْ عَلٰی ضَلَالَةٍ وَیَدُ اللهِ عَلَی الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ (ترمذی:۲۱۶۷)۔اَلْحَدِیْثُ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا، اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔جو شاذ ہوا وہ آگ میں

Islam The World Religion

گرادیا گیا۔

اسی مفہوم کی ایک اور حدیث بھی ملاحظہ کریں: عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّ اُمَّتِيْ لَا تَجْتَمِعُ عَلٰى ضَلَالَةٍ فَاِذَا رَأَيْتُمُ الْاِخْتِلَافَ فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ (ابن ماجہ:۳۹۵۰)۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ جب تم اختلاف دیکھو تو تم پر لازم ہے کہ بڑے گروہ کے ساتھ ہو جاؤ۔

الحاصل نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد ہم میں قرآن، سنت، ابوبکر و عمر سمیت خلفاء راشدین، تمام اہل بیت، تمام صحابہ کرام کو چھوڑا ہے اور ہمیں امت کے سوادِ اعظم کا پابند کیا ہے۔ ہم ان میں سے کسی ایک سے بھی بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ قرآن کے سب سے پہلے جامع سیدنا ابوبکر صدیق ہیں اور احادیث کے سب بڑے راوی سیدنا ابوہریرہ ہیں رضی اللہ عنہما۔

(4)۔ عظیم ترین شہر علم کی بے شمار دروازے

بے شمار دلائل سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ تمام اسلامی تعلیمات کو آگے پھیلانے کا حکم تمام صحابہ کرام کو اجتماعی طور پر اور بہت کو انفرادی طور پر مل چکا ہے۔ دلائل ملاحظہ کریں:

تمام صحابہ کرام کو علم پھیلانے کا اجتماعی حکم

(1)۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: اِنَّ النَّاسَ لَكُمْ تَبَعٌ، وَاِنَّ رِجَالًا يَأْتُوْنَكُمْ مِنْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ يَتَفَقَّهُوْنَ فِي الدِّيْنِ، فَاِذَا اَتَوْكُمْ فَاسْتَوْصُوا بِهِمْ خَيْرًا (ترمذی:۲۶۵۰، ابن ماجہ: ۲۴۹)۔

ترجمہ: بے شک لوگ تمہارے تابع ہوں گے۔ لوگ تمہارے پاس زمین کے کونے کونے سے دین کی فقہ حاصل کرنے کے لیے آئیں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو انہیں اچھی تربیت دینا۔

(2)۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ نَضَّرَ اللهُ امْرَأً

Islam The World Religion

سَمِعَ مَقَالَتِي فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَادَّاهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيرُ فَقِيهٍ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ ، ثَلٰثٌ لَا يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلبُ مُسلِمٍ ، إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ وَالنَّصِيحَةُ لِلْمُسْلِمِيْنَ وَلُزُومُ جَمَاعَتِهِمْ ، فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيطُ مِن وَرَآءِ هِمْ (مسندِ احمد:۲۱۶۴۵،ترمذی:۲۶۵۶،۲۶۵۷،۲۶۵۸،ابوداؤد:۳۶۶۰،ابن ماجہ:۲۳۰، ۲۳۱،۲۳۲،سنن الدارمی:۲۳۴،۲۳۵،۲۳۶)۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ آباد رکھے اس شخص کو جس نے میری بات کو سنا اور اسے یاد رکھا اور آگے پہنچا دیا۔ کتنے ہی علمی نکات رٹنے والے ایسے ہوتے ہیں جنہیں ان نکات کی خود کوئی سمجھ نہیں ہوتی اور کتنے ہی علمی نکات جاننے والے ایسے ہوتے ہیں کہ جب وہ بیان کرتے ہیں تو اگلا ان سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے۔ تین چیزیں ایسی ہیں جن میں مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا۔ اللہ کی خاطر مخلصانہ عمل، مسلمانوں کی خیرخواہی اور مسلمانوں کی اکثریت کا ساتھ دینا۔ بس بے شک انکی دعوت (کی برکت) ان کی پشت پناہی کرتی ہے۔

(3)۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : تَسْمَعُوْنَ وَيُسْمَعُ مِنْكُمْ ، وَيُسْمَعُ مِمَّنْ يَّسْمَعُ مِنْكُمْ یعنی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم مجھ سے سنتے ہو اور لوگ تم سے سنیں گے، اور جنہوں نے تم سے سنا ہے بعد والے لوگ ان سے سنیں گے (مسندِ احمد: ۲۹۵۱،ابوداؤد:۳۶۵۹،ابن حبان:۶۲)۔

(4)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً یعنی حضرت عبداللہ ابن عمرو فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھ سے ایک آیت بھی سنو تو آگے پہنچا دو (بخاری:۳۴۶۱)۔

(5)۔ لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَإِنَّ الشَّاهِدَ عَسَىٰ أَنْ يُبَلِّغَ مَنْ هُوَ أَوْعَىٰ لَهُ مِنْهُ یعنی آج جو لوگ حاضر ہیں وہ ان کو بتادیں جو موجود نہیں ہیں، ہوسکتا ہے جو آج موجود نہیں وہ زیادہ یادرکھنے والا ہو (بخاری:۶۷،مسلم:۴۳۸۳)۔

(6)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا یعنی (اللہ کے بندے یہ دعا

Islam The World Religion

کرتے ہیں کہ) اے ہمارے رب ہمیں متقین کا امام بنادے (الفرقان: ۷۴)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر نسل اپنے بعد والی نسل کے لیے امام اور مقتداء ہے۔

چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: نَقْتَدِیْ بِالْمُتَّقِیْنَ وَ یَقْتَدِیْ بِنَا الْمُتَّقُوْنَ یعنی ہم متقین کی اقتداء کرتے ہیں اور بعد والے متقین ہماری اقتداء کریں گے (تفسیر بغوی جلد ۳ صفحہ ۳۴۸)۔

امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: نَقْتَدِیْ بِمَنْ قَبْلَنَا وَ یَقْتَدِیْ بِنَا مَنْ بَعْدَنَا یعنی ہم اپنے سے پہلے والوں کی اقتداء کرتے ہیں اور جو لوگ ہمارے بعد ہیں وہ ہماری اقتداء کرتے ہیں۔

جن صحابہ کرام کو علمی خدمات کے لیے نامزد بھی کیا گیا

(1)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چار آدمیوں سے قرآن سیکھو، عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور سالم رضی اللہ عنہم (بخاری: ۳۷۵۸، مسلم: ۶۳۳۴)۔

(2)۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے لیے قرآن کی جو تفسیر ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کردیں میں اس پر راضی ہوں (مستدرک حاکم: ۵۴۷۴)۔

(3)۔ جو حدیث تمہیں عبداللہ ابن مسعود بتائے اسے سچ سمجھو وَمَا حَدَّثَكُمْ اِبْنُ اُمِّ عَبْدٍ فَصَدِّقُوْهُ (ترمذی: ۳۷۹۹، مستدرک حاکم: ۴۵۰۹)۔

(4)۔ قرآن مجید کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں چار صحابہ نے جمع کیا: حضرت ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابو زید رضی اللہ عنہم (بخاری: ۳۸۱۰، ۵۰۰۳، ۵۰۰۴، مسلم: ۶۳۴۰، ترمذی: ۳۷۹۴)۔

(5)۔ بعد میں قرآن حکیم کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک صحیفے میں جمع کرایا اور یہ سارا کام حضرت زید کے ہاتھوں سے ہوا (بخاری: ۴۹۸۶)۔

(6)۔ سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اِنَّ اَعْظَمَ النَّاسِ اَجْرًا فِی الْمَصَاحِفِ اَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّیْقُ كَانَ اَوَّلَ مَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ بَیْنَ اللَّوْحَیْنِ یعنی بے شک تمام لوگوں میں مصاحف کے معاملے میں سب سے زیادہ اجر پانے والے ابو بکر صدیق ہیں

Islam The World Religion

جنہوں نے سب سے پہلے قرآن کو دولوحوں کے درمیان جمع کیا (فضائل الصحابہ: ۵۱۳، ۵۱۴، ۲۸۰)۔اسنادہ حسن

(7)۔ پھراس کے بعد سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے اسے ایک قرأت پر جمع فرمایا۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جب کچھ لوگوں کو قرأت میں اختلاف کرتے ہوئے دیکھا تو حضرت عثمان سے عرض کیا اے امیر المومنین: اَدْرِكْ هٰذِهِ الْاُمَّةَ قَبْلَ اَنْ يَّخْتَلِفُوْا فِي الْكِتَابِ یعنی اے امیر المومنین اس امت کی مدد کو پہنچیں اس سے پہلے کہ یہ کتاب میں اختلاف کریں (بخاری: ۴۹۸۷)۔

(8)۔ اَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا۔ رَوَاهُ التِّرْمَذِي وَ قَالَ التِّرْمَذِي غَرِيْبٌ مُنْكَرٌ یعنی میں حکمت کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے (ترمذی: ۳۷۲۳)۔

اسی طرح کی ایک مفصل حدیث اس طرح ہے: اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَاَبُو بَكْرٍ اَسَاسُهَا وَعُمَرُ حِيْطَانُهَا وَعُثْمَانُ سَقْفُهَا وَعَلِيٌّ بَابُهَا یعنی میں علم کا شہر ہوں اور ابوبکر اس کی بنیاد ہے اور عمر اس کی چاردیواری ہے اور عثمان اس کی چھت ہے اور علی اس کا دروازہ ہے (مسند فردوس حدیث:۱۰۵،صواعق محرقہ صفحہ ۳۴)۔

ان دونوں حدیثوں کی سند کیسی بھی ہو، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ چاروں اللہ کے پیارے علم کے عظیم دروازے ہیں اور ان سب سے کثرت کے ساتھ علم کا منقول ہونا اس کا واضح ثبوت ہے جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے اور مزید آگے بیان ہو رہی ہے۔کسی صحابی کا نام لے کر انکی کوئی شان بیان کرنے سے دوسروں کی شان کی نفی نہیں ہوتی۔مثلاً حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ امین الامت ہیں (بخاری: ۳۷۴۵،مسلم: ۶۲۵۴)۔اس سے دوسرے صحابہ کے امین ہونے کی نفی مراد نہیں۔ اسی طرح سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اسد اللہ یعنی شیر خدا ہیں (مستدرکِ حاکم: ۴۹۶۱)۔مگر اس سے دوسرے صحابہ کے شیر خدا ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔مزید اس کی مثالیں بے شمار ہیں۔

(9)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حافظہ عطا فرمایا (بخاری حدیث: ۱۱۸، ۱۱۹، ۲۰۴۷، ۲۳۵۰)۔اور اسی لیے وہ سب سے زیادہ احادیث کے راوی ہیں۔

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ النَّاسُ أَكْثَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَلَقِيْتُ

Islam The World Religion

رَجُلًا فَقُلْتُ بِمَا قَرَأَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلْبَارِحَةَ فِي الْعَتَمَةِ فَقَالَ لَا أَدْرِي فَقُلْتُ لَمْ تَشْهَدْهَا قَالَ بَلٰى قُلْتُ لٰكِنْ أَنَا أَدْرِي قَرَأَ سُورَةَ كَذَا وَ كَذَا (بخاری: ۱۲۲۳)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: لوگ کہتے ہیں ابو ہریرہ کثرت سے احادیث بیان کرتا ہے، ایک آدمی سے میری ملاقات ہوئی، میں نے اس سے پوچھا گزشتہ رات عشاء کی نماز میں رسول اللہ ﷺ نے کہاں سے قرآن شریف پڑھا تھا؟ اس نے کہا مجھے یاد نہیں، میں نے کہا کیا تم نماز میں موجود نہیں تھے؟ اس نے کہا کیوں نہیں؟ میں نے کہا مجھے یاد ہے آپ ﷺ نے فلاں فلاں سورۃ پڑھی تھی۔

(10)۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے وفات کے وقت کہا گیا ہمیں وصیت فرمائیں، فرمایا: چار آدمیوں کے پاس علم تلاش کرنا: ابودرداء، سلمان فارسی، عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن سلام (ترمذی: ۳۸۰۴)۔

اجتہاد کے لیے قرآن سنت اور ابوبکر وعمر بنیاد ہیں

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ لَمَّا بَعَثَهُ اِلَى الْيَمَنِ، قَالَ كَيْفَ تَقْضِي اِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَآءٌ؟ قَالَ اَقْضِي بِكِتَابِ اللهِ، قَالَ فَاِنْ لَمْ تَجِدْ فِي كِتَابِ اللهِ؟ قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، قَالَ فَاِنْ لَمْ تَجِدْ فِي سُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ، قَالَ اَجْتَهِدُ رَأْيِيْ وَلَا اٰلُوْ قَالَ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلٰى صَدْرِهٖ وَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللهِ لِمَا يَرْضٰى بِهٖ رَسُوْلُ اللهِ (ترمذی: ۱۳۲۷، ابوداود: ۳۵۹۲، سنن الدارمی: ۱۷۰)۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں یمن بھیجا تو فرمایا: جب تمہارے سامنے کوئی مقدمہ آئے گا تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا اللہ کی کتاب سے۔ فرمایا: اگر اللہ کی کتاب میں نہ پاؤ گے تو پھر؟ عرض کیا رسول اللہ ﷺ کی سنت سے۔ فرمایا: اگر رسول اللہ کی سنت میں بھی نہ پاؤ تو پھر؟ عرض کیا پھر اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوئی کسر نہیں چھوڑوں گا۔

راوی فرماتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا۔ اور فرمایا اللہ

Islam The World Religion

کا شکر ہے جس نے اللہ کے رسول کے نمائندے کو ایسی بات کی توفیق بخشی جو رسول کو پسند ہے۔

عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِذَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ فَكَانَ فِي كِتَابِ اللهِ قَالَ بِهِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللهِ وَ كَانَ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِيهِ شَيْءٌ قَالَ بِهِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِيهِ شَيْءٌ قَالَ بِمَا قَالَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ وَ عُمَرَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لِأَبِي بَكْرٍ وَ عُمَرَ فِيهِ شَيْءٌ قَالَ بِرَأْيِهِ

(مستدرک حاکم: ۴۴۶)۔ صحیح وافقہ الذہبی

ترجمہ: حضرت عبید اللہ بن ابی بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو اگر وہ اللہ کی کتاب میں ہوتا تو آپ کتاب اللہ سے اس کا جواب دیتے اور اگر کتاب اللہ میں موجود نہ ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں موجود ہوتا تو آپ اسی سے اسکا جواب دیتے اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا جواب منقول نہ ہوتا تو آپ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے قول سے جواب دیتے۔ اگر حضرت ابوبکر و عمر کی طرف سے اس مسئلہ کے بارے میں کوئی قول نہ ہوتا تو آپ اپنے اجتہاد کی روشنی میں فیصلہ کرتے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس کی طالب علمی کی عظیم داستان

كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَأْتِي بَابَ الْأَنْصَارِ لِطَلَبِ الْحَدِيثِ فَيَقْعُدُ عَلَى الْبَابِ حَتَّى يَخْرُجَ وَلَا يَسْتَأْذِنُ، فَيَخْرُجُ الرَّجُلُ وَيَقُولُ: يَا ابْنَ عَمِّ رَسُولِ اللهِ لَوْ أَخْبَرْتَنِي، فَيَقُولُ: هٰكَذَا أُمِرْنَا أَنْ نَطْلُبَ الْعِلْمَ، وَإِذَا وَقَفَ فَلَا يَنْظُرُ مِنْ شِقِّ الْبَابِ إِذَا كَانَ الْبَابُ مَرْدُودًا (بغوی جلد ۳ صفحہ ۲۸۶)۔

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ انصار کے دروازوں پر حدیث سیکھنے آتے تھے اور دروازے کے پاس بیٹھ جاتے تھے۔ آپ خود دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے تھے جب تک صاحبِ خانہ خود گھر سے نہ نکلتا۔ جب صاحبِ خانہ باہر نکلتا تو کہتا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی، آپ نے مجھے اطلاع دے دی ہوتی، وہ فرماتے ہمیں اسی طرح علم سیکھنے کا حکم دیا گیا ہے، جب آپ دروازے کے باہر کھڑے رہتے تو اگر دروازہ بند ہوتا تو دروازے کے سوراخ میں سے اندر نہیں دیکھتے تھے۔

IslamicTheWorldReligion

اسی طرح کی ایک حدیث دارمی میں بھی موجود ہے۔ اس میں اضافی الفاظ یہ بھی موجود ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان کے دروازے پر چادر بچھا کر لیٹ جاتا تھا اور میرے منہ پر مٹی پڑتی رہتی تھی (دارمی: ۵۷۴)۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما صغار صحابہ میں سے ہیں۔ آپ تیرہ برس کے تھے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا (الاستیعاب صفحہ ۴۶۵)۔

صحاح ستہ میں سے ہر ایک کتاب میں موجود ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک حدیث روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

شَهِدَ عِنْدِي رِجَالٌ مَرْضِيُّونَ وَأَرْضَاهُمْ (اَحَبُّهُمْ كَمَا فِي مُسْلِمٍ) عِنْدِي عُمَرُ (بخاری: ۵۸۱، مسلم: ۱۹۲۱، ترمذی: ۱۸۳، ابوداؤد: ۱۲۷۶، نسائی: ۵۶۱، ابن ماجہ: ۱۲۵۰)۔

ترجمہ: مجھے پسندیدہ مردانِ خدا نے حدیث بیان کی ہے، اور ان میں سے میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب عمر ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے استاد سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: مَا ظَنَنْتَ اَنَّ عِنْدِي مِنْ عِلْمٍ فَاسْأَلْنِي یعنی جس چیز کے بارے میں تم سمجھو کہ میرے پاس علم ہے تو مجھ سے پوچھ لو (بخاری: ۴۹۱۳)۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ: ذَاكُمْ فَتَى الْكُهُوْلِ، لَهُ لِسَانٌ سَؤُوْلٌ وَ قَلْبٌ عَقُوْلٌ یعنی یہ بوڑھوں جیسا جوان ہے، جس کی زبان سوال کرنے والی ہے اور دل سمجھ رکھنے والا ہے (مصنف عبدالرزاق: ۲۰۴۲۸)۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وَجَدْتُ عَامَّةَ عِلْمِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ عِنْدَ هٰذَا الْحَيِّ مِنَ الْاَنْصَارِ یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم کثرت سے انصار سے حاصل کیا۔

نیز فرماتے ہیں: اِنْ كُنْتُ لَاَسْئَلُ عَنِ الْاَمْرِ الْوَاحِدِ ثَلَاثِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ یعنی میں ایک ایک مسئلے کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیس تیس صحابہ کرام سے پوچھا کرتا تھا (سیر اعلام النبلاء جلد ۱ صفحہ ۱۰۸۵)۔ وقال اسنادہ صحیح۔

Islam The World Religion

آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے (اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۲۲۲)۔

یہی وجہ ہے کہ اہل سنت نے تمام صحابہ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم سے بلا تفریق علم حاصل کیا ہے اور سب کو اپنا مقتداء و پیشواء مانا ہے۔

صحابیات میں سب سے بڑی عالمہ

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس امت کی خواتین میں سب سے بڑی عالمہ ہیں اور خواتین کے سب سے زیادہ مسائل آپ نے ہی بیان فرمائے ہیں۔ آپ نے بائیس سو دس (۲۲۱۰) احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم اصحابِ محمد ﷺ پر جب بھی کسی حدیث کے بارے میں کوئی مشکل پیش آتی تو ہم عائشہ سے پوچھتے تھے۔ اس کا حل ہمیشہ عائشہ کے پاس مل جاتا تھا مَا اَشْكَلَ عَلَيْنَا اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ حَدِيْثٌ قَطُّ فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ إِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا (ترمذی: ۳۸۸۳)۔

☆......☆......☆

Islam The World Religion

تدریس کا شرعی ضابطہ

(1)۔مدرسے کا معیار

استاد کا کامل ہونا اور صحیح العقیدہ ہونا

عَنِ ابْنِ سِیرِین عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ قَالَ اِنَّ ھٰذَا الْعِلْمَ دِیْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ دِیْنَکُمْ (مسلم:۲۶،سنن الدارمی:۴۲۳، ۴۲۸)۔وَ رَوَی الدَّیْلِمِی مِثْلَہٗ عَنِ ابنِ عُمَر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَرْفُوْعاً

ترجمہ: حضرت محمد بن سیرین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: بے شک یہ علم دین ہے،خوب غور کر لیا کرو تم اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو؟

عَنِ الأَحْنَفِ قَالَ قَالَ عُمَرُ تَفَقَّهُوْا قَبْلَ أَنْ تُسَوَّدُوْا (بخاری کتاب العلم باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ ترجمۃ الباب، سنن الدارمی:۲۵۶)۔

ترجمہ: حضرت احنف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دین کی سمجھ حاصل کرو،اس سے پہلے کہ تمہیں لیڈر بنا دیا جائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: یَھْدِمُ الْاِسْلَامَ زَلَّۃُ الْعَالِمِ وَجِدَالُ الْمُنَافِقِ بِالْکِتَابِ وَحُکْمُ الْاَئِمَّۃِ الْمُضِلِّیْنَ (سنن الدارمی:۲۲۰)۔

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اسلام کو تین چیزیں منہدم کر دیتی ہیں۔عالم کا پھسل جانا اور منافق کا قرآن پڑھ کر بحث کرنا اور گمراہ حکمرانوں کی حکومت۔

نصاب کا کامل ہونا

اسلام کا بنیادی اور اولین نصاب قرآن ہے۔پھر قرآن کا وہ عملی نمونہ جن کے مقدس کردار کو اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا اور جن کا اخلاق سراپا قرآن تھا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔باقی تمام علوم انہی کے ماتحت اور انہی کے خادم ہیں۔علمائے کرام اپنے زمانے کے حالات کے تقاضوں کے مطابق نصاب مرتب کر سکتے ہیں۔

Islam The World Religion

شاگردوں میں حصولِ علم کا شوق اور علم کے فضائل

(1)۔ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَ وَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَیرِ اَھْلِہٖ کَمُقَلِّدِ الْخَنَازِیْرِ الْجَوَاھِرَ وَاللُّؤْلُوءَ وَالذَّھَبَ (ابن ماجہ: ۲۲۴)۔ اَلْحَدِیْثُ صَحِیْحٌ اِلٰی قَوْلِہٖ ﷺ کُلِّ مُسْلِمٍ ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور نااہل کے سامنے علم کی بات رکھنے والا ایسے ہے جیسے خنزیر کے گلے میں ہیرے، موتی اور سونا پہنانے والا۔

(2)۔ عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ ﷺ یَقُوْلُ: اُغْدُ عَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا اَوْ مُسْتَمِعًا اَوْ مُحِبًّا وَلَا تَکُنِ الْخَامِسَۃَ فَتَھْلِكَ یعنی عالم بن جا، یا طالب علم بن جا، یا علم کی باتیں سننے والا بن جا، یا علم والوں سے محبت کرنیوالا بن جا، پانچویں چیز نہ بننا ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے (المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۱۷۱)۔

(3)۔ وَعَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ ﷺ مَرَّ بِمَجْلِسَیْنِ فِیْ مَسْجِدِہٖ فَقَالَ کِلَاھُمَا عَلٰی خَیْرٍ وَأَحَدُھُمَا أَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِہٖ أَمَّا ھٰؤُلَاءِ فَیَدْعُوْنَ اللہَ وَیَرْغَبُوْنَ إِلَیْہِ فَإِنْ شَاءَ أَعْطَاھُمْ وَإِنْ شَاءَ مَنَعَھُمْ وَأَمَّا ھٰؤُلَاءِ فَیَتَعَلَّمُوْنَ الْفِقْہَ وَالْعِلْمَ وَیُعَلِّمُوْنَ الْجَاھِلَ فَھُمْ أَفْضَلُ وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا قَالَ ثُمَّ جَلَسَ فِیْھِمْ (ابن ماجہ: ۲۲۹، سنن الدارمی: ۳۴۹)۔ فی إسنادہ ضعیفان: عبد الرحمن بن زیاد وعبد الرحمن بن رافع۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مسجد میں دو مجلسوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا یہ دونوں اچھا کام کر رہے ہیں، ان میں سے ایک محفل دوسری محفل سے اچھی ہے، ایک محفل والے اللہ سے دعائیں مانگ رہے ہیں اور اسکی طرف رغبت رکھتے ہیں مگر اللہ کی مرضی ہو تو انہیں عطاء کر دے اور اسکی مرضی ہو تو عطاء نہ کرے، جبکہ دوسری محفل والے فقہ اور علم سیکھ رہے ہیں اور جاہلوں کو سکھا رہے ہیں، اس محفل والے افضل ہیں، میں معلم بنا کر ہی بھیجا گیا ہوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس محفل والوں کے پاس بیٹھ گئے۔

Islam The World Religion

(4)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: تَدَارُسُ الْعِلْمِ سَاعَةً مِنَ اللَّيْلِ خَيْرٌ مِنْ إِحْيَاءِهَا (دارمی، مشکوۃ:۲۵۶)۔

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رات کو ایک گھڑی پڑھنا پڑھانا ساری رات جاگ کر عبادت کرنے سے بہتر ہے۔

(5)۔ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ اَوِ الْحَسَنِ الْبَصَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: عَلٰى خُلَفَائِي رَحْمَةُ اللهِ، قِيْلَ مَنْ خُلَفَائُكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، قَالَ: الَّذِيْنَ يُحْيُوْنَ سُنَّتِي وَيُعَلِّمُوْنَهَا عِبَادَ اللهِ (ابن عبدالبر فی العلم:220)۔

ترجمہ: حضرت حسن بن علی یا حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے خلفاء پر اللہ کی رحمت ہو، عرض کیا گیا یا رسول اللہ آپ کے خلفاء کون ہیں؟ فرمایا: وہ لوگ جو میری سنت کو زندہ کرتے ہیں اور اسے لوگوں کو سکھاتے ہیں۔

(6)۔ عَنِ الشَّعْبِي: صَلّٰى زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ عَلٰى جَنَازَةٍ فَقُرِبَتْ اِلَيْهِ بَغْلَتُهُ لِيَرْكَبَهَا فَجَاءَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاَخَذَ بِرِكَابِهِ، فَقَالَ زَيْدٌ: خَلِّ عَنْهُ يَا ابْنَ عَمِّ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هٰكَذَا اُمِرْنَا اَنْ نَفْعَلَ بِالْعُلَمَاءِ وَالْكُبَرَاءِ، فَقَبَّلَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ يَدَهُ وَقَالَ: هٰكَذَا اُمِرْنَا اَنْ نَفْعَلَ بِاَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّنَا ﷺ (طبرانی: ۴۷۴۶، مستدرک حاکم:۵۸۸۱، ۵۸۸۵، احیاء العلوم صفحہ ۶۷)۔

ترجمہ: امام شعبی تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کسی کی نمازِ جنازہ پڑھی، اس کے بعد ان کا خچر ان کے قریب لایا گیا تا کہ اس پر سوار ہوں، اتنے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور ان کی رکاب پکڑ لی، حضرت زید نے فرمایا: اے رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے! رکاب چھوڑ دیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہمیں اسی طرح علماء اور بزرگوں کا احترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے، حضرت زید بن ثابت نے حضرت ابن عباس کا ہاتھ چوما اور فرمایا: ہمیں اسی طرح اپنے نبی ﷺ کے اہلِ بیت کا احترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(7)۔ وَعَنْ كَثِيْرِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ اَبِي الدَّرْدَاءِ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَجَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ يَا اَبَا الدَّرْدَاءِ اِنِّي جِئْتُكَ مِنْ مَدِيْنَةِ الرَّسُوْلِ ﷺ لِحَدِيْثٍ بَلَغَنِي اَنَّكَ تُحَدِّثُهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مَا جِئْتُ لِحَاجَةٍ، قَالَ فَاِنِّي سَمِعْتُ

Islam The World Religion

رَسُوْلَ اللهِ ﷺ یَقُوْلُ مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْمًا اَسْلَكَ اللهُ بِهٖ طَرِيْقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ ، وَاِنَّ الْعَالِمَ يَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالْحِيْتَانُ فِيْ جَوْفِ الْمَآءِ، وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ، وَاِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ (ترمذی: ۲۶۸۲، ابوداؤد: ۳۶۴۱، ابن ماجہ: ۲۲۳، مسند احمد: ۲۱۷۳۳، سنن الدارمی: ۳۴۷)۔

ترجمہ: حضرت کثیر ابن قیس فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے پاس ایک آدمی آیا۔ کہنے لگا اے ابودرداء میں آپ کے پاس مدینۃ الرسول ﷺ سے ایک حدیث کی خاطر آیا ہوں۔ میں نے سنا ہے آپ وہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ میں کسی اور کام سے نہیں آیا۔ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جس نے علم حاصل کرنے کے لیے سفر کیا، اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستوں میں سے ایک راستے پر چلائے گا۔ اور بے شک فرشتے طالب علم کی رضا کے لیے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ اور بے شک آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اور پانی کے اندر مچھلیاں عالم کے لیے استغفار کرتی ہیں۔ اور بے شک عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہوتی ہے۔ اور بے شک علماء، انبیاء کے وارث ہیں وہ دینار اور درہم کے وارث نہیں ہوتے بلکہ علم کے وارث ہوتے ہیں۔ جس نے اسے حاصل کرلیا اسے وافر حصہ نصیب ہوا۔

(2)۔ داخلہ کی شرائط

خلوصِ نیت

عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَآءَ اَوْلِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَآءَ اَوْيَصْرِفَ بِهٖ وُجُوْهَ النَّاسِ اِلَيْهِ اَدْخَلَهُ اللهُ النَّارَ (ترمذی: ۲۶۵۴)۔

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Islam The World Religion

جس نے علم اس لیے حاصل کیا کہ علماء کو اپنے پاس بٹھائے یا بے وقوفوں سے بحث کرے، یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے، اللہ اسے آگ میں داخل کریگا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا لِغَيْرِ اللہِ أَوْ أَرَادَ بِهِ غَيْرَ اللہِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (ترمذی:۲۶۵۵)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کی رضا کی علاوہ کسی اور مقصد کے لیے علم حاصل کیا یا کسی اور مقصد کا ارادہ کیا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ، فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَّفَهَا، قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ قَاتَلْتُ فِيكَ حَتّٰى اسْتُشْهِدْتُ، قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِأَنْ يُقَالَ جَرِيءٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهِ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ وَ رَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهُ وَقَرَءَ الْقُرْآنَ، فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَّفَهَا، قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهُ وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ، قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ عَالِمٌ وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ هُوَ قَارِئٌ فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهِ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللہُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهِ، فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَّفَهَا، قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ، قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهِ ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ (مسلم:۴۹۲۳، نسائی:۳۱۳۷)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: تمام لوگوں سے پہلے جس شخص کے بارے میں فیصلہ دیا جائے گا وہ ایک شہید ہونے والا آدمی ہوگا۔ اسے لایا جائے گا۔ اللہ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا۔ وہ اعتراف کرے گا۔ فرمائے گا تم نے دنیا میں کیا عمل کیا۔ وہ کہے گا میں نے تیری راہ میں جہاد کیا حتیٰ کہ میں شہید کر دیا گیا۔

Islam The World Religion

فرمائے گا تم نے جھوٹ بولا ہے۔ بلکہ تم اس لیے لڑے تھے کہ تمہیں بہادر کہا جائے اور وہ کہا گیا۔ پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا۔ اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا۔ حتیٰ کہ آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اور ایک آدمی جس نے علم سیکھا اور سکھایا اور قرآن پڑھا۔ اسے لایا جائے گا اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا۔ وہ اعتراف کرے گا۔ فرمائے گا تم نے دنیا میں کیا عمل کیا۔ وہ کہے گا میں نے علم سیکھا اور سکھایا اور تیری خاطر قرآن پڑھا۔ فرمائے گا تم نے جھوٹ بولا ہے۔ بلکہ تم نے علم اسلیے حاصل کیا کہ تمہیں عالم کہا جائے اور تم نے قرآن پڑھا تاکہ تمہیں قاری کہا جائے اور وہ کہا گیا۔ پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا۔ اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا حتیٰ کہ آگ میں ڈال دیا جائے گا اور ایک آدمی جسے اللہ نے وسعت دی تھی اور اسے ہر طرح کی دولت سے نوازا تھا۔ اسے لایا جائے گا۔ اللہ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا۔ وہ اعتراف کرے گا۔ فرمائے گا تم نے دنیا میں کیا عمل کیا۔ وہ کہے گا میں نے کوئی ایسا راستہ نہیں چھوڑا جس میں خرچ کرنا تجھے پسند ہو اور میں نے اس میں تیری خاطر خرچ نہ کیا ہو۔ فرمائے گا تم نے جھوٹ بولا۔ بلکہ تم نے اسلیے خرچ کیا تھا کہ تجھے سخی کہا جائے اور وہ کہا گیا۔ پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا۔ اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا پھر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

علم حاصل کرنے کے لیے عمر کی قید نہیں

صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے مثلاً سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دس سال، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نو یا دس سال، سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اٹھارہ سال، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اڑتیس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ دس سال کے تھے اور علم سیکھنا شروع کیا۔ ان تمام اللہ کے پیاروں نے مختلف عمروں میں اور مختلف حالات میں علم حاصل کیا۔

علم حاصل کرنے کے لیے ملک اور شہر کی پابندی نہیں

اللہ کریم جل شانہ ارشاد فرماتا ہے: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبہ: ۱۲۲)۔

Islam The World Religion

ترجمہ: اور یہ تو نہیں ہوسکتا کہ سارے کے سارے مسلمان ایک ساتھ نکل کھڑے ہوں، تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان میں سے ہر طبقے سے کچھ لوگ نکل پڑتے، تاکہ دین کی فقہ حاصل کرتے اور جب واپس آتے تو اپنی قوم کو اللہ کا خوف دلاتے تاکہ وہ گناہوں سے بچتے رہیں۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ: اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّیْنَ (اخرجہ ابن عدی: ۹۶۳، والبیہقی فی المدخل: ۳۲۴، والشعب: ۱۶۶۳)۔ وقال البیہقی فی شعب الایمان: الحدیث شبہ مشهور و اسنادہ ضعیف، وقد روی من اوجه کلها ضعیفة۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علم حاصل کرو، خواہ چین میں ہو۔

(3)۔ طالب علم کے فرائض

استاد کا ادب

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اِنَّ مِنْ حَقِّ الْعَالِمِ اَنْ لَا تُكْثِرَ عَلَيْهِ السُّوَالَ وَلَا تُعْنِتَهُ فِي الْجَوَابِ، وَاَنْ لَا تُلِحَّ عَلَيْهِ اِذَا اَعْرَضَ، وَلَا تَأْخُذَ بِثَوْبِهِ اِذَا كَسَلَ، وَلَا تُشِيْرَ اِلَيْهِ بِيَدِكَ، وَاَنْ لَا تَغْمِزَهُ بِعَيْنَيْكَ، وَاَنْ لَّا تَسْئَلَ فِي مَجْلِسِهِ، وَاَنْ لَّا تَطْلُبَ زَلَّتَهُ، وَاِنْ زَلَّ تَأَنَّيْتَ اَوْبَتَهُ وَقَبِلْتَ فَيْئَتَهُ، وَاَنْ لَّا تَقُوْلَ قَالَ فُلَانٌ خِلَافَ قَوْلِكَ وَاَنْ لَّا تُفْشِيَ لَهُ سِرًّا، وَاَنْ لَّا تَغْتَابَ عِنْدَهُ اَحَدًا، وَاَنْ تَحْفَظَهُ شَاهِدًا وَغَائِبًا، وَاَنْ تَعُمَّ الْقَوْمَ بِالسَّلَامِ وَاَنْ تَخُصَّهُ بِالتَّحِيَّةِ، وَاَنْ تَجْلِسَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَاِنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ سَبَقْتَ الْقَوْمَ اِلٰى خِدْمَتِهِ، وَاَنْ لَّا تَمَلَّ مِنْ طُوْلِ صُحْبَتِهِ، اِنَّمَا هُوَ كَالنَّخْلَةِ تُنْتَظَرُ مَتٰى يَسْقُطُ عَلَيْكَ مِنْهَا مَنْفَعَةٌ، وَاِنَّ الْعَالِمَ بِمَنْزِلَةِ الصَّائِمِ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيْلِ اللہِ، فَاِذَا مَاتَ الْعَالِمُ انْثَلَمَتْ فِي الْاِسْلَامِ ثَلْمَةٌ لَا تُسَدُّ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَطَالِبُ الْعِلْمِ يُشَيِّعُهُ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِنْ مُقَرَّبِي السَّمَاءِ (کنز العمال: ۲۹۵۰۶)۔

ترجمہ: عالم کا ادب اس طرح کرو کہ اس پر زیادہ سوال نہ کرو اور اسے مت تھکاؤ، جب اس کی

Islam The World Religion

طبیعت مائل نہ ہوتو اس کے پاس مت بیٹھو، جب وہ تھک جائے تو اس کا کپڑا مت کھینچو، اپنے ہاتھ کے ساتھ اس کی طرف اشارہ مت کرو، اپنی آنکھوں سے اس کے ساتھ باتیں مت کرو، اس کے خطاب کے دوران اس پر سوال نہ کرو، اس کی غلطیاں تلاش مت کرو، اگر اس سے غلطی ہو جائے تو اس سے فوری درگزر کرو، اسے یہ مت کہو کہ فلاں آپ کے قول کے خلاف کہتا ہے، اس کا کوئی راز فاش نہ کرو، اس کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرو، اس کے سامنے اور اس کی غیر موجودگی میں اس کا تحفظ اور دفاع کرو، دوسرے لوگوں کو الگ سلام کہو اور اسے خصوصی سلام کہو، اس کے سامنے بیٹھو اور اگر اسے کوئی ضرورت ہو تو سب لوگ اسکی خدمت کے لیے بھاگ پڑیں، اس کی صحبت میں زیادہ دیر بیٹھنے سے مت اکتاؤ اسلیے کہ وہ کھجور کے درخت کی طرح ہے خدا جانے کب اس سے پھل گرے، عالم روزہ دار مجاہد کی طرح ہے، جب عالم فوت ہو جاتا ہے تو اسلام میں ایک سوراخ ہو جاتا ہے جو قیامت تک بھر نہیں سکتا، ستر ہزار مقرب فرشتے طالب علم کے نام کو شہرت دیتے ہیں۔

وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَأْتِي بَابَ الْاَنْصَارِ لِطَلَبِ الْحَدِيْثِ فَيَقْعُدُ عَلَى الْبَابِ حَتّٰى يَخْرُجَ وَلَا يَسْتَأْذِنُ. فَيَخْرُجُ الرَّجُلُ وَيَقُوْلُ: يَا ابْنَ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَوْ اَخْبَرْتَنِي، فَيَقُوْلُ: هٰكَذَا اُمِرْنَا اَنْ نَطْلُبَ الْعِلْمَ. وَاِذَا وَقَفَ فَلَا يَنْظُرُ مِنْ شِقِّ الْبَابِ اِذَا كَانَ الْبَابُ مَرْدُوْدًا (بغوی جلد ۳ صفحہ ۲۸۶)۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ انصار کے دروازوں پر حدیث سیکھنے آتے تھے اور دروازے کے پاس بیٹھ جاتے تھے۔ آپ خود دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے تھے جب تک صاحبِ خانہ خود گھر سے نہ نکلتا۔ جب صاحبِ خانہ باہر نکلتا تو کہتا اے رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی، آپ نے مجھے اطلاع دے دی ہوتی، وہ فرماتے ہمیں اسی طرح علم سیکھنے کا حکم دیا گیا ہے، جب آپ دروازے کے باہر کھڑے رہتے تو اگر دروازہ بند ہوتا تو دروازے کے سوراخ میں سے اندر نہیں دیکھتے تھے۔

اسی طرح کی ایک حدیث دارمی میں بھی موجود ہے۔ اس میں اضافی الفاظ یہ بھی موجود ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں ان کے دروازے پر چادر بچھا کر لیٹ جاتا تھا اور میرے منہ پر مٹی پڑتی رہتی تھی (دارمی: ۵۷۴)۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی کہ: يَا بُنَيَّ جَالِسِ

Islam The World Religion

الْعُلَمَآءَ وَزَاحِمْهُمْ بِرُكْبَتَيْكَ، فَإِنَّ اللّٰهَ يُحْيِي الْقُلُوْبَ بِنُورِ الْحِكْمَةِ، كَمَا يُحْيِي اللّٰهُ الْأَرْضَ الْمَيْتَةَ بِوَابِلِ السَّمَآءِ یعنی اے بیٹے علماء کے پاس بیٹھ، اور اپنے گھٹنے ٹیک کر ان کے سامنے جا، بے شک اللہ تعالیٰ دلوں کو نورِ حکمت سے زندہ کرتا ہے جیسا کہ بنجر زمین کو آسمان کے پانی سے زندہ کرتا ہے (موطا امام مالک: ۱۸۲۸)۔

نوٹ بک میں لکھتے جانا

عَنْ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: قَيِّدُوا الْعِلْمَ بِالْكِتَابِ (مستدرک حاکم: ۳۶۳)۔ صحیح وافقہ الذہبی، ومثلہ عن ابن عمرو وانس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (شرح السنۃ: ۱۳۷) ورُوی مرفوعا عن ابن عمرو (مجمع الزوائد: ۶۸۰)۔

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: علم کو تحریر کے ذریعے محفوظ کرو۔ نبی کریم ﷺ کا بھی یہی فرمان ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

طلباء کا اسباق کا دَور کرنا اور استاد بھائیوں سے مدد لینا

عَنِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَرْوِيَ حَدِيْثًا، فَلْيُرَدِّدْهُ ثَلَاثًا (سنن الدارمی: ۶۱۳)۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص حدیث کو روایت کرنا چاہے تو چاہیے کہ اسے تین بار دوہرا لے۔

عَنِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ إِذَا سَمِعْتُمْ مِنَّا حَدِيْثًا، فَتَذَاكَرُوهُ بَيْنَكُمْ (سنن الدارمی: ۶۱۱)۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب تم لوگ ہم سے حدیث سنو تو اسے آپس میں سن سنا لیا کرو۔

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ تَذَاكَرُوا الْحَدِيْثَ فَإِنَّ الْحَدِيْثَ يُهَيِّجُ الْحَدِيْثَ (سنن الدارمی: ۶۰۰)۔

Islam The World Religion

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیث کو آپس میں دوہرالیا کرو۔ بے شک ایک حدیث دوسری حدیث کو کھینچتی ہے۔

طلباء کا رات کے وقت اور خصوصاً صبح سویرے کچھ دیر مطالعہ کرنا بہت مفید ہوتا ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: تَدَارُسُ الْعِلْمِ سَاعَةً مِنَ اللَّيْلِ خَيْرٌ مِنْ إِحْيَائِهَا یعنی رات کو ایک گھڑی پڑھنا پڑھانا ساری رات جاگ کر عبادت کرنے سے بہتر ہے (دارمی، مشکوٰۃ :۲۵۶)۔

وَعَنِ الشَّعْبِي قَالَ كَانَ سِتَّةٌ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَتَذَاكَرُونَ الْعِلْمَ ، مِنْهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ، وَأُبَيٌّ ، وَأَبُو مُوسَى عَلَى حِدَّةٍ ، وَعُمَرُ ، وَزَيْدٌ ، وَابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ (کتاب الآثار صفحہ ۸۶۶)۔ صَحِيحٌ

ترجمہ: حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے چھ افراد علمی مذاکرات کرتے تھے۔ ان میں حضرت علی بن ابی طالب، حضرت اُبی، حضرت ابوموسیٰ کسی حد تک، حضرت عمر، حضرت زید اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔

(4)۔ طریقہِ تدریس

حلقہ بنا کر بیٹھنا

قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم إِذَا جَلَسَ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ (ابوداؤد: ۴۸۵۴)۔

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیٹھتے تو ہم آپ کے اردگرد بیٹھتے تھے۔

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ قَالَ وُلِدْتُ سَنَةَ ثَمَانِينَ وَحَجَجْتُ مَعَ أَبِي سَنَةَ سِتٍّ وَتِسْعِينَ وَأَنَا ابْنُ سِتَّ عَشَرَةَ سَنَةً ، فَلَمَّا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَرَأَيْتُ حَلْقَةً عَظِيمَةً ، فَقُلْتُ لِأَبِي حَلْقَةُ مَنْ هٰذِهِ ؟ فَقَالَ حَلْقَةُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ الزَّبِيدِيِّ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَتَقَدَّمْتُ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَقُولُ مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِينِ اللهِ كَفَاهُ اللهُ تَعَالَى مُهِمَّهُ

Islam The World Religion

وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (مسند امام اعظم صفحہ ۲۰)۔

ترجمہ: حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: میں اسی (۸۰) ہجری میں پیدا ہوا اور میں نے اپنے والد کیساتھ چھیانوے ہجری میں حج ادا کیا۔ میں اس وقت سولہ برس کا جوان تھا۔ جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو میں نے ایک عظیم حلقہ دیکھا۔ میں نے اپنے والد ماجد سے عرض کیا یہ کس کا حلقہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: صحابیٔ رسول عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی کا۔ میں شوقِ زیارت میں جلدی سے آگے بڑھا۔ میں نے انہیں فرماتے ہوئے سنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے دین کی فقہ حاصل کی اللہ اسکی تمام مہمات حل کر دے گا اور اسے وہاں سے رزق دے گا جہاں سے وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔

ہر جگہ ہر وقت پڑھانے کے لیے تیار

پڑھانے والے استاد کا مستعد ہونا اور طلباء کا ہمہ وقت اپنے استاد کی طرف رجوع کرنا تعلیمی ادارے کی اصل بنیاد ہے، خواہ کوئی عمارت موجود ہو یا نہ ہو۔ طلبِ علم کا وہ صادق جذبہ ہی تھا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے سفر وحضر میں، گلی کوچوں میں، جنگ اور امن میں، سواریوں پر بیٹھ کر اور بستر پر لیٹ کر، مسجد میں جا کر اور گھروں میں بیٹھ کر، دیس میں رہ کر اور پردیس میں جا کر علم حاصل کیا۔

ہجرت سے پہلے دارِ ارقم اور ہجرت کے بعد مسجد نبوی اور صفہ نامی چبوترے پر صحابہ کرام کو تربیت دی جاتی تھی اور عصر حاضر کی طرح کلاس روم کا سسٹم نہیں تھا۔ شاید اسی معنی میں "روسو" نے کہہ دیا کہ علم سیکھنے کے لیے کسی نصاب اور مدرسہ کی ضرورت نہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ (مسلم: ۸۹۷، بخاری: ۸۳۱، ابوداؤد: ۹۶۸، ترمذی: ۱۱۰۵، نسائی: ۱۱۶۳)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے تشہد اس طرح سکھایا جس طرح قران کی سورۃ سکھاتے تھے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْإِسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُوْرِ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ (بخاری: ۶۳۸۲،

Islam The World Religion

ترمذی:۴۸۰،ابوداود:۱۵۳۸،نسائی:۳۲۵۳)۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہم کاموں کے لیے استخارہ اس طرح سکھاتے تھے جیسے قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔

قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : تَعَلَّمَ عُمَرُ الْبَقَرَةَ فِي اثْنَتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً، فَلَمَّا تَعَلَّمَهَا نَحَرَ جَزُورًا یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارہ سال میں سورۃ بقرہ کی تعلیم حاصل کی، جب مکمل کر چکے تو اونٹ ذبح کیا (سیر اعلام النبلاء جلد ا صفحہ ۵۲۱)۔

تعلیم میں تدارُج

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ** یعنی ربانی بن جاؤ (آلِ عمران:۷۹)۔

ربانی وہ ہوتا ہے جو بڑے بڑے علمی مسائل سمجھانے سے پہلے چھوٹے چھوٹے اور بنیادی مسائل سمجھائے **وَيُرَبُّونَ الْمُتَعَلِّمِينَ بِصِغَارِ الْعُلُومِ قَبْلَ كِبَارِهَا** (تفسیر بغوی جلد ا صفحہ ۳۷۵)۔ اس طرح بنیادی اور فرض عین علم کی تکمیل ہوجاتی ہے۔ اور اس سے اگلے علوم کی طرف جانے والے طلباء کی بنیاد مضبوط ہوجاتی ہے۔

بچہ جب کچھ سیکھنے کے قابل ہوجائے تو اسے کلمہ طیبہ، ایمان مجمل و مفصل اور نماز سکھائی جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سات سال کے بچے کو نماز کا حکم دو۔ جب دس سال کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر اسے مارو۔ اور اس عمر میں انہیں الگ الگ بستروں پر سلاؤ (ابوداود: ۴۹۵،ترمذی:۴۰۷)۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ نَحْوَ أَهْلِ الْيَمَنِ قَالَ لَهُ إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلَى قَوْمٍ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَى أَنْ يُوَحِّدُوا اللهَ ، فَإِذَا عَرَفُوا ذٰلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ ، فَإِذَا صَلَّوْا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكٰوةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ غَنِيِّهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فَقِيرِهِمْ فَإِذَا أَقَرُّوا بِذٰلِكَ فَخُذْ مِنْهُمْ وَتَوَقَّ كَرَائِمَ أَمْوَالِ النَّاسِ (بخاری:۷۳۷۲)۔

Islam The World Religion

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل کو اہلِ یمن کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا تم اہلِ کتاب قوم کی طرف جا رہے ہو۔ پس پہلی چیز جس کی طرف تم انہیں دعوت دو یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کی توحید کو مانیں، پھر جب وہ اسے سمجھ جائیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے دن رات میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ پھر جب وہ نماز پڑھنے لگ جائیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر ان کے مال میں سے زکوٰۃ فرض کی ہے۔ جو ان کے امیر سے لی جائے اور غریب کو دی جائے۔ پھر جب وہ لوگ اس کا اقرار کرلیں تو ان سے زکوٰۃ وصول کرو اور لوگوں کا اچھا اچھا مال نہ چن لینا۔

سوال کرنے کا حکم اور اس کی اجازت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ علم سے پوچھو (النحل: ۴۳)۔

اور فرماتا ہے: اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا یعنی رحمٰن کے بارے میں جاننے والے سے پوچھ (الفرقان: ۵۹)۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لَا يَنْبَغِی لِلْعَالِمِ اَنْ يَّسْكُتَ عَلٰى عِلْمِهٖ، وَلَا يَنْبَغِی لِلْجَاهِلِ اَنْ يَّسْكُتَ عَلٰى جَهْلِهٖ، قَالَ اللهُ جَلَّ ذِكْرُهٗ: (فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۳۶۵)۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم کو زیب نہیں دیتا کہ علم ہوتے ہوئے بتانے سے خاموش رہے، اور جاہل کو زیب نہیں دیتا کہ جاہل ہوتے ہوئے پوچھنے سے خاموش رہے، اللہ تعالیٰ جل ذکرہٗ نے فرمایا: اہلِ علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔

مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ ثُمَّ كَتَمَهٗ اُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلَجَامٍ مِنْ نَارٍ یعنی جس سے علم کے بارے میں سوال کیا گیا پھر اس نے اسے چھپایا تو ایسے شخص کو قیامت کے دن آگ کی لگام دی جائے گی (ترمذی: ۲۶۴۹، ابوداؤد: ۳۶۵۸)۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِنَّمَا شِفَاءُ الْعِیِّ السُّوَالُ (ابوداوٗد: ۳۳۷، ابن ماجہ: ۵۷۲، دارقطنی: ۷۲۳، السنن الکبریٰ للبیہقی ۱/۲۲۷)۔

Islam The World Religion

اَلْحَدِیْثُ حَسَنٌ

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہالت کے مرض کا واحد علاج سوال ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ حُسْنُ السُّؤَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ (شعب الایمان:۶۵۶۸)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سلیقے سے سوال کرنا آدھا علم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ: لَہٗ لِسَانٌ سَؤُوْلٌ وَ قَلْبٌ عَقُوْلٌ یعنی اس کے پاس سوال کرنے والی زبان ہے اور سمجھ رکھنے والا دل ہے (مصنف عبدالرزاق:۲۰۴۲۸)۔

ہاں مگر نبی کریم ﷺ نے خواہ مخواہ کی قیل وقال اور کثرتِ سوال سے منع فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ کَرِہَ لَکُمْ قِیْلَ وَقَالَ، وَاِضَاعَۃَ الْمَالِ، وَ کَثْرَۃَ السُّؤَالِ (احمد:۱۸۰۹۶)۔

سوال کا غلط جواب نہ دیں

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ یَا أَیُّہَا النَّاسُ مَنْ عَلِمَ شَیْئًا فَلْیَقُلْ بِہٖ وَمَنْ لَمْ یَعْلَمْ فَلْیَقُلِ اللّٰہُ أَعْلَمُ فَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ یَقُوْلَ لِمَا لَا یَعْلَمُ اللّٰہُ أَعْلَمُ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ لِنَبِیِّہٖ: قُلْ مَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُتَکَلِّفِیْنَ (بخاری:۴۸۰۹)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اے لوگو! جس شخص کو کسی بات کا علم ہو تو وہ بے شک بولے، اور جو نہ جانتا ہو اسے چاہیے کہ کہے: واللہ اعلم۔ کسی عالم کے علم کی شان یہ ہے کہ اگر اسے کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو اپنی لاعلمی کا اعتراف کرتے ہوئے کہے: واللہ اعلم۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اتَّقُوا الْحَدِیْثَ عَنِّیْ إِلَّا مَا عَلِمْتُمْ فَمَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ وَمَنْ قَالَ فِی الْقُرْآنِ بِرَأْیِہٖ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ (ترمذی:2951)۔

Islam The World Religion

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا: میری حدیث بیان کرتے وقت سخت احتیاط کرو، وہی بات کہو جس کا تمہیں صحیح صحیح علم ہو، جس نے میرے بارے میں جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں سمجھ لے۔

وَإِنَّمَا نَزَلَ كِتَابُ اللهِ يُصَدِّقُ بَعْضُهُ بَعْضًا فَلَا تُكَذِّبُوا بَعْضَهُ بِبَعْضٍ فَمَا عَلِمْتُمْ مِنْهُ فَقُولُوا وَمَا جَهِلْتُمْ فَكِلُوهُ إِلَى عَالِمِهِ (مسند احمد: ۶۷۴۱)۔

ترجمہ: بے شک اللہ کی کتاب اس طرح نازل ہوئی ہے کہ اسکی آیات ایک دوسری کی تصدیق کرتی ہیں، تم لوگ اسکی آیتوں کی ایک دوسری کے ذریعے تکذیب مت کرو، جس بات کا صحیح علم ہو وہ بات کہہ دو، مگر جس کے بارے میں علم نہ ہو تو اس کے لیے اس کے عالم کی طرف رجوع کرو۔

طالب علم اگر کوئی سوال کرے تو استاد کو چاہیے کہ اس کے بارے میں بدگمانی نہ کرے اور اسے شرارت پر محمول نہ کرے۔ بلکہ اگر کسی سوال کا جواب وقتی طور پر استاد کے ذہن میں نہ بھی ہو تو اسے چاہیے کہ اس کا جواب آئندہ کسی وقت تک موقوف کر دے۔ شاگردوں کی تربیت اس طرز پر کی جائے کہ اگر استاد کو کسی سوال کا جواب نہ آتا ہو تو وہ اپنے استاد سے بدگمان نہ ہوں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہر سوال کا جواب ہر عالم کو ہر وقت معلوم اور مستحضر نہیں ہوتا۔ طالب علم سے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ بیٹا اس سوال کا جواب فلاں کتاب میں تم بھی دیکھنا اور میں بھی دیکھ لوں گا، انشاء اللہ اگلے روز اسے خوب سمجھیں گے۔ جس استاد نے اپنے طلباء کی تربیت اسی نہج پر کی ہو اور انہیں بیٹا کہہ کر بلاتا ہو، اسے اس قسم کی اخلاقی پیچیدگیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔

خود سوال کر کے طلباء میں تجسس پیدا کرنا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ فَحَدِّثُونِي مَا هِيَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي قَالَ عَبْدُ اللهِ وَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالُوا حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ (بخاری: ۶۱، مسلم: ۷۰۹۸)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن سوال کیا کہ ایسا کون سا درخت ہے جس کے پتے کسی موسم میں نہیں جھڑتے، وہ درخت مسلمان کی طرح ہے، مجھے

Islam The World Religion

بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ لوگ جنگل کے درختوں کے بارے میں غور کرنے لگے۔ میرے دل میں آیا کہ یہ کھجور کا درخت ہے، مگر میں شرماتا رہا۔ پھر سب نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہی بتایئے وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔

سَئَلَ عُمَرُ اَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ: مَا تَقُوْلُوْنَ فِي(إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِي دِيْنِ اللهِ أَفْوَاجًا) حَتّٰى خَتَمَ السُّوْرَةَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ أُمِرْنَا أَنْ نَحْمَدَ اللهَ وَنَسْتَغْفِرَهُ إِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نَدْرِيْ أَوْ لَمْ يَقُلْ بَعْضُهُمْ شَيْئًا فَقَالَ لِيْ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ أَكَذَاكَ تَقُوْلُ قُلْتُ لَا قَالَ فَمَا تَقُوْلُ قُلْتُ هُوَ أَجَلُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ أَعْلَمَهُ اللهُ لَهُ (إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ) فَتْحُ مَكَّةَ فَذَاكَ عَلَامَةُ أَجَلِكَ (فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا) قَالَ عُمَرُ مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَعْلَمُ (بخاری: ۴۲۹۴، ترمذی: ۳۳۶۲)۔

ترجمہ: ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کی علمی مجلس کے دوران سب سے پوچھا آپ اس آیت کی تفسیر میں کیا کہتے ہیں: جب اللہ کی مدد اور (اسکی) فتح آ جائے۔ اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں کہ وہ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو جائیں۔ حتیٰ کہ حضرت عمر نے سورت ختم کی، ان بزرگوں میں سے کسی نے کہا: ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب ہماری مدد کی جائے اور ہم کو فتح عطا کی جائے تو ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اور اس سے استغفار کریں اور کسی نے کہا: ہم نہیں جانتے اور کسی نے کچھ بھی نہیں کہا، پھر حضرت عمر نے مجھ سے کہا: اے ابن عباس! کیا تم بھی اسی طرح کہتے ہو؟ میں نے کہا نہیں! اور عمر نے کہا: پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی کی مدت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دی ہے کہ جب آپکے پاس اللہ کی مدد اور اسکی فتح آ جائے اور فتح سے مراد فتح مکہ ہے تو یہ آپ کی زندگی پوری ہونے کی علامت ہے، سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھیں اور اس سے مغفرت طلب کریں بے شک وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے، حضرت عمر نے کہا: میں اس آیت کی تفسیر میں اتنا ہی جانتا ہوں جتنا تم جانتے ہو۔

حدیثِ جبریل میں سیدنا جبریل علیہ السلام کی طرف سے پانچ سوال کیے گئے تھے جن کے جواب نبی کریم ﷺ نے دیے اور اس طرح پاس بیٹھے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو

Islam The World Religion

دین سکھایا گیا أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ (مسلم: ۹۳، بخاری: ۵۰)۔

سمجھا سمجھا کر پڑھانا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ كَلَامُ رَسُولِ اللهِ ﷺ كَلَامًا فَصْلًا يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ سَمِعَهُ (ابوداؤد: ۴۸۳۹، ترمذی: ۳۶۳۹، شمائل ترمذی صفحہ: ۱۶۰)۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ کا کلام جدا جدا الفاظ کے ساتھ ہوتا تھا، جسے ہر سننے والا سمجھ لیتا تھا۔

عَنْ أَبِي سَلَّامٍ عَنْ رَجُلٍ خَدَمَ النَّبِيَّ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا حَدَّثَ حَدِيثًا أَعَادَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ (ابوداؤد: ۳۶۵۳)۔

ترجمہ: حضرت ابوسلام نے نبی کریم ﷺ کے ایک خادم سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بات کرتے تھے تو اسے تین بار دوہراتے تھے۔

نقشے (ڈایاگرام) سے سمجھانا

عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: خَطَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُرَبَّعًا وَخَطَّ خَطًّا فِي الْوَسَطِ خَارِجًا مِنْهُ وَخَطَّ خُطَطًا صِغَارًا إِلَى هٰذَا الَّذِيْ فِي الْوَسَطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِي فِي الْوَسَطِ وَقَالَ هٰذَا الْإِنْسَانُ وَهٰذَا أَجَلُهُ مُحِيْطٌ بِهِ أَوْ قَدْ أَحَاطَ بِهِ وَهٰذَا الَّذِي هُوَ خَارِجٌ أَمَلُهُ وَهٰذِهِ الْخُطَطُ الصِّغَارُ الْأَعْرَاضُ فَإِنْ أَخْطَأَهُ هٰذَا نَهَشَهُ هٰذَا وَإِنْ أَخْطَأَهُ هٰذَا نَهَشَهُ هٰذَا (بخاری: ۶۴۱۷، ترمذی: ۲۴۵۴)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے ایک مربع خط بنایا اور اس کے درمیان میں ایک خط بنایا جو مربع سے خارج تھا اور اس مربع کے وسط میں چھوٹے چھوٹے خطوط بنائے مربع کی جانب سے وسط میں، آپ نے فرمایا: یہ انسان ہے اور یہ اس کی اجل موت اس کا احاطہ کرنے والی یا فرمایا: اسکا احاطہ کرچکی ہے، اور یہ خط جو اس مربع سے خارج ہے یہ اسکی امید ہے اور یہ چھوٹے چھوٹے خطوط دنیاوی مشکلات ہیں، اگر وہ ایک مشکل سے نکل جائے تو دوسری مشکل اس کو ڈس لیتی ہے۔ اور اگر وہ اس سے نکل جائے تو یہ مشکل اسکو ڈس لیتی ہے۔

Islam The World Religion

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللہِ ﷺ خَطًّا، ثُمَّ قَالَ: ھٰذَا سَبِیْلُ اللہِ، ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ یَمِیْنِہٖ وَعَنْ شِمَالِہٖ وَقَالَ ھٰذِہٖ سُبُلٌ عَلٰی کُلِّ سَبِیْلٍ مِنْھَا شَیْطَانٌ یَدْعُوْ اِلَیْہِ وَقَرَأَ اِنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ الآیۃ (مسند احمد: ۴۴۳۶، سنن الدارمی: ۲۰۸)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے زمین پر خط کھینچا۔ پھر فرمایا: یہ اللہ کا راستہ ہے۔ پھر اس کے دائیں بائیں بہت سے خط کھینچے اور فرمایا یہ وہ راستے ہیں جن میں سے ہر ایک پر شیطان ہے جو اس راستے کی طرف بلاتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''یہ میرا سیدھا راستہ ہے اسکی اتباع کرو''۔

شاگردوں کو اولاد کی طرح سمجھنا

استاد روحانی باپ ہوتا ہے اور استاد پر لازم ہے کہ شاگردوں کو اپنی اولاد کی طرح سمجھے اور شاگردوں پر لازم ہے کہ استاد کو اپنا روحانی باپ سمجھیں۔ استاد اور شاگرد میں دوستوں کی طرح بے تکلفی جائز نہیں۔ استاد پر لازم ہے کہ اس فاصلے کو قائم رکھے مگر اس کے ساتھ ساتھ پدری شفقت و محبت کو بھی زائل نہ ہونے دے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ بِمَنْزِلَۃِ الْوَالِدِ اُعَلِّمُکُمْ یعنی بے شک میں تمہارے لیے بمنزلہ والد کے ہوں، تمہیں علم سکھاتا ہوں (ابوداؤد: ۸، نسائی: ۴۰، ابن ماجہ: ۳۱۳)۔

یہی حدیث نقل کرتے ہوئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: استاد کی ذمہ داری ہے اور اس کا وظیفہ ہے کہ شاگردوں کو اپنی اولاد کی طرح سمجھے وَاَنْ یُجْرِیَھُمْ مَجْرٰی بَنِیْہِ (احیاء العلوم صفحہ ۴۷)۔

پردہ پوشی

استاد کو چاہیے کہ اپنے طالب علموں کی غلطی پر انہیں حسب ضرورت تنبیہ کرے لیکن خواہ مخواہ ان کے عیب تلاش نہ کرے، جہاں تک ہو سکے ان کی پردہ پوشی کرے، کسی شاگرد کی کمزوریاں اور عیب اس کی غیر موجودگی میں دوسرے طلباء کے سامنے بیان نہ کرے ورنہ طلباء میں نفرت پھیلے گی اور وہ اپنے استاد سے بدگمان ہوں گے۔

Islam The World Religion

کبھی مار کبھی پیار

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سات سال کے بچے کو نماز کا حکم دو اور جب دس سال کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر اسے مارو وَاضْرِبُوْهُ عَلَيْهَا ابْنَ عَشْرٍ (ترمذی: ۴۰۷، ابوداوٗد: ۴۹۵)۔

اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهٰی عَنْهَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ كُنْتُ أَضْرِبُ النَّاسَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْهَا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کے بعد نوافل پڑھنے سے منع فرمایا اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما اس وقت نفل پڑھنے والوں کو مارتے تھے (بخاری: ۱۲۳۳)۔

عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ: كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَضَعُ فِیْ رِجْلَیَّ الْكَبْلَ وَيُعَلِّمُنِیْ الْقُرْاٰنَ وَالسُّنَنَ یعنی حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابنِ عباس مجھے بیڑیاں پہنا کر قرآن اور سنت پڑھاتے تھے (سنن دارمی: ۵۵۷)۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِی الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اِذْ جَآءَ اَعْرَابِیٌّ فَقَامَ يَبُوْلُ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مَهْ مَهْ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا تُزْرِمُوْهُ دَعُوْهُ فَتَرَكُوْهُ حَتّٰی بَالَ، ثُمَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ اِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَیْءٍ مِنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَلَا الْقَذَرِ وَاِنَّمَا هِیَ لِذِكْرِ اللهِ وَالصَّلٰوةِ وَقِرَاْءَةِ الْقُرْاٰنِ اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قَالَ فَاَمَرَ رَجُلًا مِنَ الْقَوْمِ فَجَآءَ بِدَلْوٍ مِنْ مَّآءٍ فَشَنَّهٗ عَلَيْهِ (مسلم: ۶۶۱، بخاری: ۲۱۹، ۶۰۲۵، ۶۱۲۸، نسائی: ۵۳، ابن ماجہ: ۵۲۸)۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسجد میں موجود تھے کہ اتنے میں ایک دیہاتی آیا اور مسجد میں پیشاب کرنے لگ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ نے کہا رک جا، رک جا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسکا پیشاب نہ روکو۔ اسے چھوڑ دو۔ انہوں نے اسے چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ پیشاب سے فارغ ہوگیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بلایا اور فرمایا یہ مسجدیں اس پیشاب جیسی چیزوں کے لیے نہیں ہوتیں اور نہ ہی نجاست

Islam The World Religion

کے لیے ہوتی ہیں۔ یہ تو اللہ کے ذکر کیلئے، نماز کے لیے اور قرآن پڑھنے کے لیے ہوتی ہیں۔ یا جیسے بھی رسول اللہ ﷺ نے اسے سمجھایا۔ پھر آپ ﷺ نے حاضرین میں سے ایک آدمی کو حکم دیا، وہ پانی کا ایک ڈول لایا اور اس پر بہا دیا۔

عصری علوم پر تخصص

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَنِي رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَنْ أَتَعَلَّمَ لَهُ كِتَابَ يَهُوْدَ قَالَ إِنِّي وَاللهِ مَا آمَنُ يَهُوْدَ عَلَى كِتَابٍ قَالَ فَمَا مَرَّ بِي نِصْفُ شَهْرٍ حَتَّى تَعَلَّمْتُهُ لَهُ قَالَ فَلَمَّا تَعَلَّمْتُهُ كَانَ إِذَا كَتَبَ إِلَى يَهُوْدَ كَتَبْتُ إِلَيْهِمْ وَإِذَا كَتَبُوا إِلَيْهِ قَرَأْتُ لَهُ كِتَابَهُمْ (ترمذی:۲۷۱۵،ابوداود:۳۶۴۵)۔

ترجمہ: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں یہودیوں کی کتاب سیکھوں اور فرمایا کہ اللہ کی قسم میں یہودیوں پر انکی کتاب کے معاملے میں اعتماد نہیں کرتا، آدھا مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ میں نے اسے سیکھ لیا۔ جب میں سیکھ چکا تو آپ ﷺ جب بھی یہودیوں کی طرف کوئی تحریر بھیجتے تو میں وہ تحریر لکھتا تھا اور جب انکی طرف سے کوئی تحریر آتی تو میں ہی اسے پڑھتا تھا۔

وَعَنْهُ قَالَ: أَمَرَنِي رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَنْ أَتَعَلَّمَ السُّرْيَانِيَّةَ یعنی انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا (ترمذی:۲۷۱۵)۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ باطل کا مقابلہ کرنے کے لیے عربی کے علاوہ دیگر زبانیں سیکھنا ضروری ہے، بلکہ دراصل یہ فرض کفایہ ہے۔

(5)۔امتحانات

عَنْ عُمَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِابْنِهِ: اِذْهَبْ فَاطْلُبِ الْعِلْمَ، فَخَرَجَ فَغَابَ عَنْهُ مَا غَابَ، ثُمَّ جَاءَ، فَحَدَّثَهُ بِأَحَادِيْثَ، فَقَالَ لَهُ أَبُوْهُ: يَا بُنَيَّ اذْهَبْ فَاطْلُبِ الْعِلْمَ، فَغَابَ عَنْهُ أَيْضًا زَمَانًا. ثُمَّ جَاءَ بِقَرَاطِيسَ فِيهَا مِنْ كُتُبٍ فَقَرَأَهَا عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ: هٰذَا سَوَادٌ فِي بَيَاضٍ، فَاذْهَبْ فَاطْلُبِ الْعِلْمَ، فَخَرَجَ فَغَابَ

Islam The World Religion

عَنْهُ مَا غَابَ، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ لِأَبِيهِ: سَلْنِي عَمَّا بَدَا لَكَ، فَقَالَ لَهُ أَبُوهُ: أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّكَ مَرَرْتَ بِرَجُلٍ يَمْدَحُكَ، وَمَرَرْتَ بِآخَرَ يَعِيبُكَ؟ قَالَ: إِذًا لَمْ أَلُمِ الَّذِي يَعِيبُنِي، وَلَمْ أَحْمَدِ الَّذِي يَمْدَحُنِي. فَقَالَ: أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِصَفِيحَةٍ؟ قَالَ أَبُو شُرَيْحٍ: لَا أَدْرِي أَمِنْ ذَهَبٍ أَوْ وَرِقٍ. فَقَالَ: إِذًا لَمْ أُهَيِّجْهَا وَلَمْ أَقْرَبْهَا. فَقَالَ: اِذْهَبْ فَقَدْ عَلِمْتَ (سنن الدارمی: ۳۹۲)۔

ترجمہ: حضرت عمیرہ فرماتے ہیں کہ: ایک آدمی نے اپنے بیٹے سے کہا: جاؤ علم حاصل کرو۔ وہ لڑکا چلا گیا اور کچھ عرصہ غائب رہا۔ جب واپس آیا تو اس نے اپنے والد کے سامنے کچھ احادیث بیان کیں۔ اس کے والد نے کہا: جاؤ علم حاصل کرو۔ وہ لڑکا دوبارہ کچھ عرصہ غائب رہا۔ پھر وہ کچھ کاغذات لیکر واپس آیا جس میں تحریریں تھیں۔ اس کے والد نے اسے کہا: یہ محض سفید کاغذوں پر کالی سیاہی ہے۔ جاؤ علم حاصل کرو۔ وہ لڑکا پھر چلا گیا۔ پھر تیسری بار جب واپس آیا تو اپنے والد سے کہنے لگا: آپ جو چاہیں مجھ سے پوچھ لیں۔ والد نے کہا بتاؤ اگر تم کسی ایسے آدمی کے پاس سے گزرو جو تمہاری تعریف کرے اور دوسرے آدمی کے پاس سے گزرو جو تمہارے عیب بیان کرے تو تم کیا کروگے؟ لڑکے نے کہا: اس صورتِ حال میں عیب بیان کرنیوالے کا برا نہیں مناؤں گا اور تعریف کرنیوالے پر خوش نہیں ہوں گا۔ پھر والد نے کہا: اگر تم سونے یا چاندی کا ٹکڑا زمین پر گرا ہوا پاؤ تو پھر کیا کروگے؟ لڑکے نے کہا: میں اسے نہیں اٹھاؤں گا بلکہ اس کے قریب بھی نہیں جاؤں گا۔ والد نے کہا جاؤ! اب تم علم سیکھ چکے ہو۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَا يَكُونُ الرَّجُلُ عَالِمًا حَتّٰى لَا يَحْسُدَ مَنْ فَوْقَهُ وَلَا يَحْقِرَ مَنْ دُونَهُ وَلَا يَبْتَغِيَ بِعِلْمِهِ ثَمَنًا (سنن الدارمی: ۲۹۵)۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کوئی آدمی عالم نہیں ہوسکتا جب تک اپنے سے اوپر والے پر حسد نہیں چھوڑتا، اپنے سے نیچے والے کو حقیر سمجھنا نہیں چھوڑتا اور اپنے علم سے دولت کمانا نہیں چھوڑتا۔

عَنْ مُجَاهِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّمَا الْفَقِيهُ مَنْ يَخَافُ اللهَ (سنن الدارمی: ۳۰۱)۔

ترجمہ: حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فقیہ وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو۔

Islam The World Religion

معلوم ہوا کہ جس کے نفس کی اصلاح نہیں ہوئی وہ عالم نہیں بنا خواہ اس نے کتنی ہی کتابیں حفظ کر لی ہوں۔ اصلاحِ نفس کے بغیر درسی کتابیں پڑھ لینے والا ایسا ہی ہے جیسے علم کے بغیر قرآن یاد کر لینے والا نابینا حافظ۔ علم کی صحیح برکات کا اندازہ حضور سیدنا قطب الاقطاب شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کے اس فرمان سے لگائیے:

دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتّٰی صِرْتُ قُطْباً

وَ نِلْتُ السَّعْدَ مِنْ مُوْلَی الْمَوَالِیْ

ترجمہ: میں علم پڑھتا رہا حتیٰ کہ میں قطب بن گیا۔ اور میں آقاؤں کے آقا جل شانہ کی طرف سے سعادت مندی کو پہنچ گیا۔

تیرھویں آیت:

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (الضحیٰ:۴)۔

آپ کا بعد والا وقت پہلے وقت سے بہتر ہے۔

گویا آپ ﷺ کے درجات اور ترقی کی کوئی حد نہیں۔ ہر لحظہ رفعت اور ہر گھڑی عُلُوّ ہے۔ کوئی کمال آپ ﷺ کو عطا ہو جانے کے بعد چھن نہیں سکتا۔ اگر ایک مرتبہ کائنات کی ہر چیز کا نظارہ کر لیا (فَتَجَلّٰی لِیْ كُلُّ شَیْءٍ) تو اب اس میں ارتقاء ہی ارتقاء ہے۔ دنیا میں اگر اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ کا اعلان ہوا ہے تو آخرت میں مقامِ محمود اور لواءِ حمد آپ ﷺ کے لیے سراپا انتظار ہیں۔

تفسیرِ مظہری میں ہے کہ جو فقیر دو دن تک ایک ہی کیفیت میں رہا وہ رکا ہوا ہے (مظہری جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۳)۔ یہی بات حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ نے کشف المحجوب میں حدیث کے حوالے سے لکھی ہے۔

چودھویں آیت:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (الضحیٰ:۵)۔

ترجمہ: جلد ہی آپ کو آپ کا رب اتنا عطا کرے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

اس آیت کی روشنی میں یہ کہنا درست ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کی رضا چاہتا ہے۔

Islam The World Religion

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْماً ، اللہ کی اپنی مرضی سے تھا۔ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ بھی اللہ کی اپنی عطا ہے۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا انعام بھی بن مانگے عطا ہوا ہے۔ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى کی دائمی ترقی کا اعلان بھی خود اللہ نے اپنی طرف سے فرمایا ہے۔

اتنی عطائیں نچھاور کر چکنے کے بعد محبت اپنے محبوب کی ناز برداریوں پر اُتر آئی اور بال آخر یہ پوچھ ہی لیا کہ محبوب! اب تو ہی بتا دے کہ تو کس طرح راضی ہوتا ہے؟

''جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب میرے اللہ نے مجھے راضی کرنا ہے تو پھر میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک اُمتی بھی دوزخ میں ہوگا (قرطبی جلد ۲۰ صفحہ ۸۷)۔ میں اس وقت تک اُمت کی شفاعت کرتا رہوں گا جب تک میرا رب مجھ سے یہ نہ پوچھے کہ یا محمد! کیا آپ راضی ہو گئے ہیں؟ اور میں عرض کروں گا ہاں میرے رب میں راضی ہوں'' (مظہری جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۳)۔

حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رو رو کر فرمایا: اے اللہ! میری اُمت۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا کہ جا کر کہہ دیں ہم آپ کو آپ کی اُمت کے معاملے میں راضی کریں گے اور آپ کو رنجیدہ نہیں ہونے دیں گے (مسلم: ۴۹۹)۔

پندرھویں آیت:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الم نشرح: ۴)۔

ترجمہ: اور ہم نے آپ کے ذکر کو آپ کی خاطر بلند کر دیا۔

رَفَعْنَا (ہم نے بلند کیا) سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ نے آپ کے ذکر کو بلند کیا ہے تو کس کی مجال ہے کہ اللہ جل جلالہٗ کا مقابلہ کر سکے اور آپ کی شان کم کرنے میں کامیاب ہو سکے۔

جب کوئی شخص کسی چیز کو بلند کرتا ہے تو وہ اپنے قد وقامت کے مطابق اسے بلند کرتا ہے۔ جب اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کا ذکر بلند کیا تو یہ بلندی اللہ کی اپنی رفعت شان اور عظمت وجلال کے مطابق ہوگی۔ حضور کے ذکر کی بلندی کو وہی چھو سکتا ہے جو اللہ کی ذات کی بلندی کو چھو

سکتا ہو۔ جب اللہ کی بلندی کو کوئی نہیں چھو سکتا تو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی شان و مقام تک بھی کسی کی نگاہ نہیں جا سکتی۔

رَفَعْنَا ماضی ہے یعنی سرکارِ دو عالم ﷺ کو یہ بلندی عطا ہو چکی ہے۔ نیز اس کا فاعل اللہ تعالیٰ خود ہے۔ گویا مصطفی کریم ﷺ کی بلندیوں میں شک کرنے والا اللہ کی قوتوں اور عطاؤں میں شک کر رہا ہے۔

لَكَ کا معنی ہے تیرے لیے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے حضور کریم ﷺ کو یہ بلندی حضور کی خاطر عطا فرمائی ہے۔ حضور کو راضی کرنے کی خاطر ہو یا حضور کی از خود شان بڑھانے کی خاطر، دونوں مفہوم اس میں داخل ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپکے ذکر کی رفعت یہ ہے کہ اِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِي یعنی جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں آپ کا ذکر ہوگا (ابنِ جریر جلد ۱۵ جزء ۳۰ صفحہ ۲۵۸، ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۱۴۷، بغوی جلد ۴ صفحہ ۵۰۲)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اس سے مراد یہ ہے کہ اذان و اقامت میں، تشہد اور خطبے میں اگر کوئی اللہ کا نام لے مگر حضور ﷺ کا ذکر نہ کرے تو یہ سب بے کار ہے۔ وہ کافر ہی رہے گا۔ تقریباً تمام مفسرین نے یہی بات لکھی ہے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا ذکر دنیا اور آخرت میں بلند کر دیا ہے۔ کوئی خطیب، کوئی کلمہِ شہادت پڑھنے والا اور کوئی نماز پڑھنے والا ایسا نہیں جو اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ نہ کہتا ہو (ابنِ جریر جلد ۱۵ جزء ۳۰ صفحہ ۲۵۸، ابن کثیر ۴ / ۱۴۷)۔ حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کے وسیلے کے بغیر کوئی نماز قبول نہیں ہو سکتی اور آپ کا ذکرِ خیر کیے بغیر کوئی خطبہ جائز نہیں ہوتا (بغوی جلد ۴ صفحہ ۵۰۲)۔

آج مشرق سے لے کر مغرب تک اذانوں کا سلسلہ سورج کے ساتھ ساتھ اس طرح جاری و ساری رہتا ہے کہ چوبیس گھنٹے کے ہر سیکنڈ میں کہیں نہ کہیں اذان کی آواز بلند ہو رہی ہوتی ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: اس ذکر میں نبوت کے تمام کمالات اور خصائص، آپ ﷺ کی زمین و آسمان میں شہرت، عرش پر آپ کا اسمِ گرامی لکھا ہونا، شہادت اور تشہد میں

Islam The World Religion

اللہ کریم کے ساتھ آپ کا ذکر، اگلی کتابوں میں آپ کی بشارات، آفاق میں آپ کے چرچے، سلسلۂ نبوت کا آپ پر اختتام، ہر خطبے اور اذان میں آپ کی رسالت کا اعلان، خطوط اور کتب کے مصنفین کا شروع میں آپ پر درود و سلام لکھنا اور قرآن میں بار بار اللہ تعالیٰ کا اپنے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر کرنا سب چیزیں شامل ہیں (تفسیر کبیر جلد ۱۱ صفحہ ۲۰۸)۔

چنانچہ اللہ کریم نے بھی قرآن شریف میں اپنے نام کے ساتھ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر بے شمار آیات میں کیا ہے۔ مثلاً:

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت (الانفال: ۲۰)۔

اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی نہ کرنا (النسآء: ۱۴)۔

اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت (النسآء: ۱۰۰)۔

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان (النسآء: ۱۳)۔

اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی مذمت (المائدۃ: ۳۳)۔

اللہ اور اس کے رسول کی محبت (التوبہ: ۲۴)۔

اللہ اور اس کے رسول نے عطا کیا (التوبہ: ۵۹)۔

ہمیں اللہ اور اس کا رسول اپنے فضل سے دے گا (التوبہ: ۵۹)۔

اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق دار ہیں کہ انہیں راضی رکھا جائے (التوبہ: ۶۲)۔

اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا (التوبہ: ۷۴)۔

اللہ اور اس کے رسول سے آگے مت بڑھو (الحجرات: ۱)۔

(اے حبیب!) اس پر اللہ نے انعام کیا اور تو نے انعام کیا (الاحزاب: ۳۷)۔

حتیٰ کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو اپنے ہاتھ پر بیعت کرنا قرار دیا (الفتح: ۱۰)۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: یہ آیت اور حدیث اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ آسمان کے فرشتے بھی جب اللہ کا ذکر کرتے ہوں تو اس کے ساتھ محمد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر بھی ضرور کرتے ہوں۔ چنانچہ عرش کی دہلیز پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامِ مبارک لکھا

Islam The World Religion

ہوا ہے (مظہری جلد ۱۰ صفحہ ۲۹۲)۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں تک لکھا ہے کہ: بادشاہ وسلاطین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار ہیں، تمام خلفاء آپ کے قبیلے سے ہیں، قاریوں نے آپ کے منشور کے الفاظ کو حفظ کرلیا ہے، مفسرین اس کے معانی کی تفسیر میں مصروف ہیں، واعظ آپ کی احادیث پر وعظ کیے جارہے ہیں، بلکہ تمام علماء اور سلاطین آپ کے درِاقدس پر آج بھی حاضری دے رہے ہیں اور دروازے کے باہر ادب سے کھڑے ہوکر سلام عرض کررہے ہیں، آپ کے روضۂ انور کی مقدس مٹی پر اپنے چہرے رگڑ رہے ہیں، آپ کی شفاعت کے امیدوار ہیں اور آپ کا شرف قیامت تک کے لیے جاری وساری ہے (تفسیر کبیر جلد ۱۱ صفحہ ۲۰۸)۔

حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَغَرُّ عَلَيْهِ لِلنُّبُوَّةِ خَاتَمٌ   مِنَ اللهِ مَشْهُوْدٌ يَلُوْحُ وَ يُشْهِدُ
وَضَمَّ الْاِلٰهُ اِسْمَ النَّبِيِّ مَعَ اسْمِهٖ   اِذَا قَالَ فِي الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ اَشْهَدُ
وَشَقَّ لَهٗ مِنَ اِسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ   فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدُ

ترجمہ: (1)۔ نبوت کی مُہر آپکی پشت مبارک پر بڑی واضح ہے اور اللہ کی طرف سے نشانی کے طور پر دکھائی جارہی ہے اور وہ ہر وقت چمک رہی ہے اور آپکی رسالت کی گواہی دے رہی ہے۔ (2)۔ پانچ وقت کی اذان میں جب مؤذن شہادت بولتا ہے تو اس میں اللہ نے نبی کا نام اپنے نام میں ضم کردیا ہے۔ (3)۔ اللہ نے اپنے نبی کے نام کو اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ عرش کا مالک محمود ہے جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد ہے (تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۱۴۷)۔

سولہویں آیت:

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللهُ سَيُؤْتِيْنَا اللهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللهِ رٰغِبُوْنَ (التوبہ:۵۹)۔

ترجمہ: کاش یہ لوگ اس پر راضی ہوجاتے جو کچھ انہیں اللہ اور اس کے رسول نے عطا کیا اور یہ کہتے کہ ہمارے لیے اللہ کافی ہے۔ ابھی ہمیں اللہ اور اس کا رسول جلد ہی اپنے فضل سے نوازیں گے۔ ہم اللہ ہی کی طرف رغبت رکھتے ہیں۔

Islam The World Religion

اس آیت میں اللہ اور اس کے رسول کے فضل کے الفاظ قابلِ غور ہیں۔ اللہ کریم نے اپنے فضل و عطا کو بھی حبیب ﷺ کے فضل و عطا سے جدا نہیں رکھا۔ سچ ہے کہ:

وہ خدا نہیں بخدا نہیں
وہ مگر خدا سے جدا نہیں

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عادت تھی کہ نبی کریم ﷺ کے سوال کے جواب میں اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ کہا کرتے تھے یعنی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام خزانوں کی ملکیت عطا فرمائی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اُوْتِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِیْ یَدِیْ یعنی میرے پاس زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ پر رکھ دی گئیں (بخاری: ۷۲۷۳)۔

تمام خزانوں کے مالک ان خزانوں کو بانٹنے کا اختیار بھی رکھتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ یعنی دینے والا اللہ ہے اور میں بانٹنے والا ہوں (بخاری: ۷۱، مسلم: ۲۳۹۲)۔

خزانوں کے قاسم ﷺ ایسے جواد اور سخی ہیں کہ مانگنے والا کبھی انکار نہیں سنتا۔ حدیث شریف میں ہے: مَا سُئِلَ النَّبِیُّ ﷺ شَیْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا یعنی نبی کریم ﷺ نے کسی سوالی کے سامنے "نہیں" کا لفظ نہیں بولا (بخاری: ۶۰۳۴، مسلم: ۶۰۱۸)۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے اللہ کے نام پر پورا ریوڑ مانگ لیا۔ آپ نے اسے پورا ریوڑ عطا کر دیا۔ وہ اپنی قوم میں جا کر کہنے لگا۔ مسلمان ہو جاؤ۔ محمد اپنا سارا مال لٹا دیتا ہے۔ اور فقیر ہو جانے سے ذرا نہیں ڈرتا (مسلم: ۶۰۲۰، ۶۰۲۱)۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَاللّٰہِ مَا قَالَ لَا اِلَّا فِیْ تَشَہُّدِہٖ
لَوْلَا التَّشَہُّدُ لَکَانَ لَاءُہٗ نَعَمٖ

ترجمہ: اللہ کی قسم آپ نے کبھی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے سواء "لَا" کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ اگر یہ کلمہ شہادت ضروری نہ ہوتا تو آپ کی یہ "لا" بھی ہاں ہی ہوتی۔

Islam The World Religion

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا (کاش یہ راضی ہوجاتے) سے معلوم ہوا کہ بندے کو چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دیے پر راضی رہے۔ اور جو ظاہری و باطنی دولت اللہ اور اس کے رسول کی سرکار سے ملے اسی پر مسرور و مطمئن ہو اور کسی دوسرے پر کرم کے دروازے کھلے دیکھے تو اس پر حسد نہ کرے۔

سترہویں آیت:

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ یعنی (اے حبیب) ہم نے آپ کو کوثر عطا کی (الکوثر:۱)۔

کوثر کا لفظ کثرت سے بنا ہے۔ یہ فوعل کے وزن پر ہے جیسے نفل سے نوفل ہوتا ہے۔ یہ وزن مبالغے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ عرب لوگ کسی بھی چیز کی کثرت ظاہر کرنے کے لیے کوثر کا لفظ استعمال کرتے ہیں (قرطبی جلد ۲۰ صفحہ ۱۹۸، بغوی جلد ۴ صفحہ ۵۳۳)۔ کوثر سے مراد ہے: اَلْكَثْرَةُ الْمُفْرَطَةُ الَّتِيْ لَا حَدَّ لَهَا یعنی ایسی کثرت جس کی کوئی حد نہیں۔

اس آیت میں کوثر سے مراد نبوت، قرآن، شریعت کی آسانی، بقاءِ اسلام، ترقی اسلام، ازواجِ مطہرات کی پاکیزگی، اولادِ امجاد کی کثرت، صحابہ کرام کی کثرت، باقی امت کی کثرت، رفعتِ ذکر، اللہ کریم سے کامل وابستگی اور اسی کی بارگاہ میں دائمی حضوری، علم، اخلاق، مقامِ محمود، کثیر معجزات، پوری دنیا کی اصلاح کی ذمہ داری، ختمِ نبوت، حوضِ کوثر، نہرِ کوثر، خیرِ دنیا اور خیرِ آخرت ہے۔ یہ سب چیزیں کوثر میں شامل ہیں۔ یہ خلاصہ ہے بے شمار تفاسیر کا (مثلاً ابنِ جریر جلد ۱۵ صفحہ ۳۶۰ تا ۳۶۷، قرطبی جلد ۲۰ صفحہ ۱۹۹، تفسیر کبیر جلد ۱۱ صفحہ ۳۱۳ تا ۳۱۶ مع الاضافہ)۔ یہ کل اکیس چیزیں ہوئیں۔ ان میں سے ہر ایک پر تفصیل سے بحث کی جاسکتی ہے۔

حضرت عبد اللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اَلْكَوْثَرُ الْخَيْرُ الْكَثِيْرُ الَّذِيْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهُ یعنی کوثر وہ خیرِ کثیر ہے جو اللہ نے اپنے حبیب کو عطا فرمائی ہے (مستدرکِ حاکم: ۴۰۳۰، ابنِ جریر جلد ۱۵ صفحہ ۳۶۳)۔

حضرت ابو بشر نے حضرت سعید سے پوچھا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ کوثر سے مراد صرف نہرِ کوثر ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ: جنت کی نہرِ کوثر تو اس کوثر کا ایک حصہ ہے جو نبی کریم ﷺ کو عطا ہوئی (بخاری: ۴۹۶۶، مستدرکِ حاکم: ۴۰۳۰)۔

Islam The World Religion

تفسیراتِ احمدیہ اور تفسیر مدارک میں ہے کہ اس سے مراد بے تحاشا عطائیں ہیں (الخیر المفرط الکثیر تفسیرات احمدیہ صفحہ ۷۴۱، مدارک جلد ۴ صفحہ ۴۱۳)۔

حضرت صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ: اس سے مراد ہے بے شمار نعمتیں اور فضیلتیں جن کی نہایت نہیں (خزائن العرفان صفحہ ۹۶۱)۔

مفرط، کثیر اور بے شمار اور ہر چیز کے الفاظ ہی تقریباً تمام مفسرین نے لکھے ہیں۔ لہٰذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو بے حد دیا۔ ہر چیز دی گویا سب کچھ دیا۔

حدیث شریف سے اسکی تائید یوں ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس زمین کے خزانوں کی چابیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ پر رکھ دی گئیں (بخاری: ۳۰۲۷)۔

لفظ اِنَّآ یعنی ''بے شک ہم نے'' اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ سب کچھ دینے والی اللہ کی ذات ہے لہٰذا کمالاتِ نبوت کے منکرین کا ناطقہ بند کر دیا گیا ہے کہ میرے محبوب سے الجھنے کی بجائے مجھ سے بات کرو جس نے اسے ان بے انتہا کمالات سے نوازا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لفظ آتَیْنَا (ہم نے دیا) کی بجائے اَعْطَیْنَا (ہم نے عطا کیا) استعمال فرمایا ہے۔ فرق یہ ہے کہ محض دے دینے کی نسبت عطا کر دینے میں بلا معاوضہ دینے اور کثرت سے دینے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ حبیبِ کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ عطا کرنے والا اللہ ہے اور بانٹنے والا میں ہوں (بخاری: ۷۱، مسلم: ۲۳۹۲)۔ جسے بے حد عطا ہوا ہے وہ تقسیم بھی بے حد ہی کرتا ہوگا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ کا اعلان اِس لیے فرمایا ہے کہ اے محبوب! جب ہم نے آپ کو کثرت سے دیا ہے تو پھر آپ تقسیم بھی کثرت سے کریں فَاَعْطِ اَنْتَ الْكَثِیْرَ وَلَا تَبْخَلْ (تفسیر کبیر جلد ۱۱ صفحہ ۳۰۷)۔

اس آیت میں اَعْطَیْنَا ماضی ہے یعنی حضور کریم ﷺ کو سب کچھ عطا ہو چکا ہے۔

اَعْطَیْنٰكَ میں محبوب کریم ﷺ کو خطاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا ہے مگر اپنے حبیب ﷺ کو قرآن میں بار بار خطاب فرما کر اور معراج کی رات راز و نیاز کی باتیں کر کے شرفِ کلیمی کی انتہا کر دی ہے۔

اس آیت میں جن عطاؤں کا ذکر ہوا ہے وہ واقعی کھلی آنکھ سے دیکھنے میں آ رہی ہیں۔

Islam The World Religion

مثلاً اولادِ امجاد، صحابہ کرام، علماء کرام، دیگر اُمت کی کثرت، حفاظِ قرآن اور قرآن و اسلام کی ترقی وغیرہ۔ گویا یہ ایک غیب کی خبر دی گئی تھی جو سچ ثابت ہوئی۔ لہٰذا یہ آیت نبی کریم ﷺ کا زندہ معجزہ ہے۔

حوضِ کوثر کے پانی سے وہ پانی افضل ہے جو سید المرسلین ﷺ کی انگلیوں سے معجزے کے طور پر جاری ہوا تھا۔ یہ معجزات، کمالات و تبرکات اسی کوثر کا حصّہ ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو شخص نہرِ کوثر کے تلاطم کی آواز سننا چاہتا ہو وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر اس آواز کی طرف متوجہ ہو (ابن جریر جلد ۱۵ صفحہ ۳۶۱)۔

مرتبہ الوہیت کے سواء ہر وصفِ کمال نبی کریم ﷺ کی طرف بے دریغ منسوب کر دینا اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ کا عین تقاضا ہے۔ سورۃ کوثر کی تفسیر میں حضرت شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی کی کتاب کوثر الخیرات ایک عالی شان کتاب ہے۔

اٹھارہویں آیت:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النسآء: ۶۴)۔

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو اے نبی یہ آپ کے پاس آجائیں پھر اللہ سے معافی مانگیں اور رسول بھی انکے لیے معافی مانگیں تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اگر ہم سے خطا ہو جائے تو ہمیں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کرنے اور حضور سے شفاعت کرانے پر معافی کی یقین دہانی کرائی گئی ہے۔ یہ آیت آج بھی قرآن میں موجود ہے۔ آج اس پر عمل صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی حیاتِ ظاہریہ کی طرح آج بھی زندہ ہوں۔

حدیث شریف میں ہے: اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ یعنی بیشک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔ لہٰذا اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے۔ اسے رزق ملتا ہے (ابن ماجہ: ۱۶۳۷، ابوداود

Islam The World Religion

:۷۱۰۴، نسائی: ۲۰۷۴ ۱۳، مستدرک حاکم:۸۸۵۹)۔

تمام انبیاء علیہم السلام کے جسموں کے محفوظ ہونے اور ان کے زندہ ہونے پر پوری امت کا اتفاق ہے۔اور پوری امت شروع سے طلبِ شفاعت کے لیے نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہوتی آ رہی ہے۔

نورالایضاح میں ہے کہ روضۂ انور پر حاضر ہونے والے کو چاہیے کہ اللہ کی بارگاہ میں یہی آیت ''وَلَوْ اَنَّهُمْ '' پڑھ کر عرض کرے کہ اے باری تعالیٰ میں تیرے حکم کے تحت یہاں آیا ہوں۔ اور یہی آیت پڑھ کر نبی کریم ﷺ سے عرض کرے کہ یارسول اللہ میں اس آیت پر عمل کرتا ہوا آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔میری شفاعت فرمائیے(حاصل نورالایضاح صفحہ ۱۹۱، ۱۹۴)۔

اس کے برعکس نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر شفاعت کرانے سے گریز کرنا اور اس معاملے میں تکبر کرنا سیدھی منافقت ہے۔سورۃ منافقون میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ (المنافقون:۵)۔

ترجمہ: جب ان منافقوں سے کہا جائے کہ آؤ اللہ کے رسول تمہارے لیے استغفار کریں تو یہ سر مارتے ہیں اور تو دیکھے گا کہ وہ رُکتے ہیں اور غرور کرتے ہیں۔

اُنیسویں آیت:

عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (بنی اسرائیل:۷۹)۔

ترجمہ: یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز کرے گا۔

مقامِ محمود سے مراد شفاعت کا مقام ہے۔احمد، ابن ابی حاتم اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مقامِ محمود سے مراد وہ مقام ہے جہاں میں اپنی امت کے لیے شفاعت کروں گا (مظہری جلد ۵ صفحہ ۴۷۱)۔

تفسیرِ مدارک میں ہے کہ مقامِ محمود سے مراد شفاعت ہے یہ علماء کا جمہوری فیصلہ ہے اور اس پر احادیث وارد ہیں (مدارک جلد ۳ صفحہ ۱۸۶)۔

جب آپ شفاعت کا دروازہ کھولیں گے تو اولین و آخرین سب کے سب آپ کی حمد

Islam The World Religion

کریں گے اس لحاظ سے اس مقام کو مقامِ محمود کہا گیا ہے یَحْمَدُهُ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ (مظہری جلد ا صفحہ ۴۷۱)۔

شفاعت کی وجاہت

اسی لفظ محمود سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی شفاعت، شان وشوکت اور وجاہت سے لبریز ہوگی۔ یہ شفاعت ایسی مجبور اور پابندِ سلاسل شفاعت نہیں ہوگی جس پر صرف شفاعت کا لیبل رہ جائے اور اس کی حقیقت کچھ بھی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى، اے حبیب اللہ آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہوجائیں گے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب میرا رب مجھے راضی کرے گا تو پھر میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک اُمتی بھی دوزخ میں ہوگا (مظہری جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۳)۔ اس سے آپ ﷺ کے شفاعت کے سلسلے میں وسیع اختیارات ثابت ہوئے۔

حدیث شریف میں ہے کہ: سب سے پہلے میں شفاعت کرونگا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی اور میں اس پر فخر نہیں کرتا (ترمذی: ۳۶۱۶، ابن ماجہ: ۴۳۰۸)۔

نبی کریم ﷺ اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں گے تو اللہ کریم فرمائے گا۔ اپنا سر اُٹھایئے۔ مانگیے۔ آپکو ملے گا۔ کہیے آپ کی ہر بات سنی جائے گی۔ شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول ہوگی (بخاری: ۶۵۶۵، مسلم ۴۷۵)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: میری شفاعت میری اُمت کے اہلِ کبائر کے لیے ہے (ابوداؤد: ۴۷۳۹، ترمذی: ۲۴۳۵، مسندِ احمد: ۱۳۲۲۲)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: قیامت کے دن انبیاء، پھر علماء اور پھر شہداء تینوں شفاعت کریں گے (ابن ماجہ: ۴۳۱۳)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: دوزخیوں کی صفیں بن رہی ہوں گی۔ ان کے پاس سے ایک جنتی آدمی گزرے گا۔ دوزخیوں میں سے ایک آدمی پکار کر اسے بلائے گا کہ اے فلاں! کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے۔ میں وہ شخص ہوں جس نے آپ کو پانی پلایا تھا۔ دوسرا آدمی کہے گا میں

Islam The World Religion

نے آپ کو وضو کرایا تھا۔ وہ ان دونوں کی شفاعت کرے گا اور انہیں جنت میں لے جائے گا (ابن ماجہ: ۳۶۸۵)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: کچا بچہ (جو نامکمل ساقط ہو گیا تھا) اپنے ماں باپ کو دوزخ میں بھیجا جاتے ہوئے دیکھے گا تو وہ اللہ تعالیٰ سے جھگڑے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے اپنے رب سے جھگڑا کرنے والے چھوٹے! اپنے ماں باپ کو جنت میں لے جا۔ وہ انہیں اپنی ناف سے باندھ کر جنت میں لے جائے گا (ابن ماجہ: ۱۶۰۸)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شفاعت اللہ کریم کے اِذن سے ہی ہوگی۔ "مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یعنی اس کے ہاں اس کے اِذن کے بغیر کون شفاعت کرسکتا ہے"۔

مگر یہ اِذن محض کھوکھلا اور ڈرامہ بازی پر مبنی نہیں بلکہ گزشتہ آیات اور بے شمار احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ شفاعت، وجاہت اور شان وشوکت سے بھری ہوئی ہوگی حتیٰ کہ اس وجاہت اور محبت کی بنا پر رب سے جھگڑا کرنے کی اجازت ہوگی جیسا کہ ایک ساقط شدہ بچہ اپنے ماں باپ کے لیے جھگڑا کرے گا۔

بیسویں آیت:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (البقرۃ: ۲۳)۔

ترجمہ: اگر تمہیں اس میں کچھ شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسی ایک سورت بنا کر لے آؤ۔ اور اللہ کے علاوہ اپنے مددگار بلا لو اگر تم سچے ہو۔

قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زندۂ جاوید معجزہ ہے اس جیسی کتاب تو کیا صرف ایک سورت بنا کر لانا بھی کسی کے بس کا کام نہیں۔ آج تقریباً ڈیڑھ ہزار سال گزر جانے کے باوجود قرآن کے اس چیلنج کو کوئی قبول نہ کرسکا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لَا يَنْقَضِيْ عَجَائِبُهٗ یعنی قرآن کے عجائب ہمیشہ سامنے آتے رہیں گے (ترمذی: ۲۹۰۶)۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن ہر دور میں انسانی ذہن کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ انسان کی راہنمائی

Islam The World Religion

کرتا ہے۔آج کے سائنسی دور میں ایک عیسائی تبصرہ نگار (جو بعد میں مسلمان ہوگیا) لکھتا ہے:

The relationship between the quran and science is a priore a surprise , especially when it turns out to be one of harmony and not of discord.

(The Bible the Quran and Science P.110 by: Maurice Bucaille)

ترجمہ: قرآن اور سائنس میں ایسا زبردست تعلق ہے کہ انسان قرآن کی سائنس سے ہم آہنگی دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔

ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ اگر قرآن کسی سائنسی تحقیق کو رَدّ کردے تو یقینا ایسی سائنسی تحقیق نابالغ (Immature) ہوگی۔اور بالآخر سائنس کو قرآن ہی کی طرف آنا پڑے گا۔ جیسا کہ سائنس والوں کے نظریات میں آئے دن تبدیلیاں آتی بھی رہتی ہیں۔

دیگر معجزات

قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا لا جواب ثبوت ہے۔اس کے علاوہ بے شمار معجزات سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی تائید ہوتی ہے۔آپ نے چاند کے دوٹکڑے کر کے جوڑ دیا (سورہ القمر:۱)۔مسلم:۶۰۷۷، بخاری:۷ ۳۶۳ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہورہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ عصر کی نماز نہ پڑھ سکے حتیٰ کہ سورج ڈوب گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا اے علی کیا آپ نے نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے اللہ یہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھا، اس کی خاطر سورج واپس کردے۔اللہ کریم نے سورج واپس کردیا۔یہ واقعہ صہباء کا ہے جو خیبر میں واقع ہے (الشفاء ۱/ ۱۸۵، مشکل الآثار:۱۲۰۷، ۱۲۰۸، مجمع الزوائد:۱۴۰۹۷)۔

ایک مرتبہ کسی گڈریے کے ریوڑ میں سے بھیڑیے نے ایک بکری پکڑ لی۔گڈریے نے کوشش کر کے اس سے بکری چھڑالی۔وہ بھیڑیا ایک چٹان پر چڑھ کر کتے کی طرح بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ میں نے اللہ کے دیے ہوئے رزق کو حاصل کرنے کی کوشش کی اور تم نے مجھ سے چھین لیا۔

Islam The World Religion

اس آدمی نے کہا اللہ کی قسم میں نے آج تک بھیڑیے کو باتیں کرتے ہوئے نہیں سنا۔ بھیڑیے نے کہا اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ ان کھجوروں کے درمیان والے شہر میں ایک بندۂ خدا تم لوگوں کو جو کچھ ہو چکا ہے اور کچھ تمہارے بعد ہونے والا ہے ہر چیز کی خبر دیتا ہے۔ وہ شخص یہودی تھا۔ سیدھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا، سارا واقعہ سنایا اور مسلمان ہو گیا (مسندِ احمد: ۸۰۸۳)۔

پتھر اور درخت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کہہ کر سلام عرض کرتے تھے (ترمذی: ۳۶۲۶، مستدرکِ حاکم: ۴۲۹۱)۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے۔ ہمارے پاس پانی کم ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کسی کے پاس بچا کھچا پانی ہے تو لے آؤ۔ ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں ہاتھ مبارک ڈالا اور فرمایا بابرکت وضو کے لیے آؤ، برکت اللہ کی طرف سے ہے۔ میں نے دیکھا کہ پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پھوٹ رہا تھا۔ کھانا کھایا جا رہا ہوتا تھا اور وہ کھانا اللہ کی تسبیح بیان کر رہا ہوتا تھا، ہم سن رہے ہوتے تھے (بخاری: ۳۵۷۹، ترمذی: ۳۶۳۳)۔

حضرت عبدالرحمن بن ابو بکر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم ایک سو تیس آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کسی کے پاس کھانا موجود ہے؟ ایک آدمی کے پاس کچھ آٹا موجود تھا۔ اسے گوندھا گیا اتنی دیر میں ایک مشرک آدمی بکریاں ہانکتا ہوا پہنچ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا بکری بیچو گے یا مفت دو گے؟ اس نے کہا قیمت لوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ایک بکری خریدی۔ اسے ذبح کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اسکی کلیجی کو بھونا جائے۔ اللہ کی قسم ایک سو تیس آدمیوں میں سے ہر آدمی نے وہ کلیجی خوب کھائی اور جو شخص پاس نہیں تھا اس کے لیے بچا کے رکھ لی گئی۔ پھر بقیہ گوشت کو پکا کر دو برتنوں میں ڈالوا دیا۔ ہم سب نے اس میں سے کھایا اور سیر ہو گئے۔ دونوں برتنوں میں گوشت بچ گیا۔ میں نے بچا ہوا گوشت اونٹ پر لاد لیا (بخاری: ۵۳۸۲)۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی شریف کھجور کے ستونوں پر کھڑی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خطبہ ارشاد فرماتے تو ایک کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا لیتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے منبر بنایا گیا تو آپ منبر پر بیٹھ گئے۔ کھجور کا وہ تنا اس طرح رونے لگا

Islam The World Religion

جیسے اونٹنی کا بچہ گم ہو جائے تو وہ روتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور اپنا ہاتھ مبارک اس پر رکھا تو وہ بچے کی طرح سسکیاں لیتا لیتا چپ ہو گیا (بخاری: ۳۵۸۴، ۳۵۸۵)۔

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کی محفل میں تھے۔ اتنے میں ایک دیہاتی وہاں پہنچ گیا۔ اس نے سوسمار (گوہ) پکڑی ہوئی تھی۔ اس نے آتے ہی پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا نبی اللہ۔ اس نے کہا مجھے اپنے بتوں لات اور عزیٰ کی قسم ہے میں تجھ پر اس وقت تک ایمان نہیں لاؤں گا جب تک یہ گوہ تجھ پر ایمان نہ لائے۔ یہ کہہ کر اس نے گوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پھینک دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے گوہ! پورا مجمع سن رہا تھا، وہ بڑے صاف الفاظ میں بولی لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ اے اللہ کی زینت۔ فرمایا تم کس کی عبادت کرتی ہو؟ اس نے کہا میں اس کی عبادت کرتی ہوں جس کا عرش آسمان میں ہے اور بادشاہی زمین میں ہے اور اس کے راستے سمندروں میں ہیں، اس کی رحمت جنت میں ہے اور اس کا عذاب جہنم میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں کون ہوں؟ اس نے کہا آپ رب العالمین کے رسول ہیں، آخری نبی ہیں، جس نے آپ کی تصدیق کی وہ فلاح پا گیا، جس نے آپ کو جھٹلایا وہ خسارے میں رہا۔ وہ دیہاتی مسلمان ہو گیا (الشفاء جلد ا صفحہ ۲۰۴، الوفا جلد ا صفحہ ۳۳۶)۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزہ طلب کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس درخت سے کہو تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاتے ہیں۔ وہ درخت دائیں بائیں اور آگے پیچھے ہلا اور اپنی جڑیں کاٹ دیں۔ زمین کو چیرتا ہوا، اپنی جڑیں گھسیٹتا ہوا اور گرد اڑاتا ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پہنچ گیا اور کہنے لگا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللہِ۔ پھر اس اعرابی نے کہا اسے واپس بھیج دیں۔ وہ درخت واپس چلا گیا اور اپنی جگہ پر جا کر جم گیا۔ اس دیہاتی نے کہا مجھے اجازت دیجیے میں آپ کو سجدہ کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر میں کسی انسان کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کیا کرے۔ پھر اس نے کہا مجھے اپنے ہاتھ اور پاؤں چومنے دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ہاتھ اور پاؤں چومنے کی اجازت دے دی (الشفا جلد ا صفحہ ۱۹۶)۔

جنگِ احد میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ باہر نکل آئی۔ وہ اپنی آنکھ کو ہاتھ پر رکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا ابوقتادہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض

Islam The World Religion

کیا یہ وہی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر چاہو تو صبر کرو تمہیں جنت ملے گی۔ اور اگر چاہو تو میں اسے واپس لگا دوں اور اللہ سے دعا کروں اور یہ سو فیصد درست ہو جائے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت بڑی عظیم چیز ہے اور بہت بڑی عطا ہے لیکن میری بیویاں میرا مذاق اڑائیں گیں اور مجھے کانا کہیں گی۔ آپ میری آنکھ بھی ٹھیک کر دیں اور اللہ سے جنت بھی دلوا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اسی طرح کیے دیتا ہوں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آنکھ کو اپنے ہاتھ مبارک پر رکھا اور اسے اس کی جگہ پر فٹ کر دیا۔ وہ آنکھ مرتے دم تک دوسری آنکھ سے زیادہ روشن رہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکے لیے جنت کی بھی دعا فرمائی (مستدرک حاکم: ۵۳۵۹، دلائل النبوۃ للبیہقی ۳/۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، الوفا/ ۳۳۳)۔

ایک آدمی نے جہالت کے زمانے میں اپنی بیٹی کو کسی وادی میں پھینک دیا تھا۔ بعد میں وہ مسلمان ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آدمی کے ساتھ وادی میں تشریف لے گئے اور اس لڑکی کا نام لے کر آواز لگائی۔ اے فلاں لڑکی اللہ کے اذن سے مجھے جواب دے۔ وہ لڑکی لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ کہتی ہوئی سامنے آ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیرے ماں باپ مسلمان ہو چکے ہیں۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں ان کے پاس واپس بلا لوں۔ اس نے عرض کیا مجھے میرے ماں باپ کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے اپنے اللہ کو ماں باپ سے زیادہ مہربان پایا ہے (الشفا جلد ا صفحہ ۲۱۱)۔

ایک سفر میں صحابہ کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ ہم نے ایک چڑیا کو دیکھا جس کے ساتھ دو بچے تھے۔ ہم نے اس کے بچے پکڑ لیے۔ وہ چڑیا ہمارے سروں پر چکر لگانے لگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کس نے اس کے بچے پکڑ کر اسے پریشان کیا ہے۔ اس کے بچے واپس کر دو (ابوداوٗد: ۲۶۷۵)۔

جنگِ بدر سے ایک دن پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کے نام لے لے کر فرمایا کہ اس جگہ پر فلاں مرے گا۔ اس جگہ پر فلاں مرے گا۔ اگلے روز وہ لوگ بالکل اسی جگہ پر مرے جس کی نشاندہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی۔ ایک اِنچ بھی اِدھر اُدھر نہ مرے (مسلم: ۴۶۲۱، ابوداوٗد: ۲۶۸۱، نسائی: ۲۰۷۴، مسندِ احمد: ۱۳۳۰۱)۔

اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی بے شمار خبریں دی ہیں جن کا احاطہ کرنا دائرہ امکان سے باہر ہے۔

Islam The World Religion

بخاری شریف جلد ا صفحہ نمبر ۵۰۴ پر علامات النبوۃ کا پورا باب موجود ہے یہ سب باتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کی صداقت کا لاجواب ثبوت ہیں۔

معجزے اور کرامت میں فرق

ایسا مافوق العادت کام جو نبی کر کے دکھائے اسے معجزہ کہتے ہیں اور ایسا ہی کام اگر ولی کر کے دکھائے تو اسے کرامت کہتے ہیں۔ نبی کے ہاتھ سے جو کام معجزہ کے طور پر ممکن ہو ولی کے ہاتھ سے وہی کام کرامت کے طور پر بھی ممکن ہوتا ہے۔ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار علیہم الرضوان سب اولیاء ہیں، نبی نہیں۔ لہٰذا انکے ہاتھ سے سرزد ہونے والا مافوق العادت کام کرامت کہلائے گا نہ کہ معجزہ۔

معجزہ دکھانے میں نبی بے بس نہیں ہوتا بلکہ اپنی مرضی سے بھی معجزہ دکھا سکتا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ کفار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھانے کا مطالبہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھا دیے۔ اس طرح کی کئی مثالیں آپ پڑھ چکے ہیں۔

قرآن پڑھنے کے آداب

قرآن کا مطالعہ کرنے والے کو چند باتیں ذہن میں رکھنا چاہییں۔

(1)۔ قرآن کا موضوع توحید ہے۔ اسکی تصریح سورہ ابراہیم: ۵۲ میں موجود ہے۔ ہر نبی کی دعوت توحید تھی آیاتِ قرآنی کے تمام مضامین دعوت الی التوحید کے محور کے گرد گھومتے ہیں۔ چلتے چلتے ہر بات اور ہر مضمون اچانک اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف پلٹتا ہے جو بظاہر جملۂ معترضہ معلوم ہوتا ہے حالانکہ قرآن اپنے موضوع کی طرف پلٹ رہا ہوتا ہے۔

(2)۔ قرآن روحانی اور مابعد الطبعیاتی ضرورت کو درجۂ اول میں پورا کرتا ہے۔ جبکہ جسمانی اور سیاسی راہنمائی دلالۃً اور بدرجہ اولیٰ کرتا ہے۔ لہٰذا روحانیت کا منکر اور مادہ پرستانہ ذہن والا آدمی اس سے کماحقہٗ فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

(3)۔ روحانی تربیت کا انداز ابواب کی تقسیم اور موضوعات کی علیحدگی سے نہیں ہوا کرتا بلکہ اس کا انداز ملفوظی اور تقریری ہوا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملفوظات کی کتب اسی ڈھب پر ہوتی

Islam The World Religion

ہیں۔قرآن سالکِ طریقت کے لیے روحانی تربیت کا مکمل سامان فراہم کرتا ہے۔

(4)۔ اسلام میں عقائد، احکام، اخلاص، معیشت، سیاست، دین و دنیا باہم مربوط ہیں۔ان میں سے کسی ایک کو لے کر اور باقیوں کو چھوڑ کر اسلام کے جُزوی نفاذ کا دروازہ بند ہے۔لہٰذا قرآن ان تمام مضامین کو ساتھ لے کر چلتا ہے۔کبھی عقائد کا بیان اور کبھی احکام کی تفصیل،کبھی سالک کی راہنمائی کے لیے قصص اور کبھی مجاہد کے لیے ترغیب وغیرہ کی طرف لوٹ لوٹ کر آتا ہے۔اسے تصریف الآیات کہا جاتا ہے۔اس کے علاوہ ایک ہی بات یا واقعہ کا حسبِ موقع بار بار بیان ہونا بھی تصریف الآیات ہی ہے۔

اس کے باوجود ترتیبِ قرآنی کا اپنا حسن و جمال قائم ہے۔شروع میں سورۃ فاتحہ اس کے بعد قرآن کی سب سے لمبی سورۃ۔آخر میں چھوٹی چھوٹی سورتیں اور سب سے آخر میں معوذتین ترتیب کا خوبصورت گلدستہ ہے۔قرآن کو الحمد للہ سے شروع کرنا اور تعوذ باللہ پر ختم کرنا بھی ایک زبردست خوبی ہے، گویا جس کی حمد سے ابتدا کی تھی اسی کی پناہ مانگتے ہوئے بات کو ختم کر دیا ہے۔

سپر دم بتو مایہ خویش را

(5)۔ قرآن خصوصی نزول کے لحاظ سے کبھی صرف کفار کو خطاب کرتا ہے(یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ)۔کبھی اہلِ ایمان کو خطاب کرتا ہے(یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا) اور کبھی پوری دنیا کو خطاب کرتا ہے(یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ)۔کبھی خصوصی نزول کسی ایک فرد یا ایک واقعہ کی وجہ سے ہوتا ہے لیکن اس کا بیان سب کے لیے عام اور اس کا اطلاق پوری دنیا کے لیے وسیع ہوتا ہے۔اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ جب قرآن کے احکام عرب کے ریگستان میں قابلِ عمل ہیں تو پوری دنیا کے صحراؤں اور قیامت تک کے ارتقائی ادوار میں کیوں نہ قابلِ عمل ہوں گے۔

(6)۔ قرآن بلاشبہ کتابِ ہدایت ہونے کے ساتھ ساتھ وظیفۂ عمل اور روحانی تاثیر کی حامل کتاب بھی ہے۔مختلف سورتوں کا مختلف مواقع اور ضروریات پر پڑھنا احادیث میں صراحتاً مذکور ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے ہم قرآن نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے(ترجمہ بنی اسرائیل:۸۲)۔حدیث شریف میں ہے کہ قرآن سب سے بہتر دوا ہے(ابن ماجہ:۳۵۰۱)۔

ایک حدیث میں یہاں تک ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ایک قافلہ کسی بستی کے پاس سے گزرا، انہیں وہاں ٹھہرنا پڑ گیا۔بستی والوں نے مہمان نوازی سے انکار کر دیا۔صحابہ کرام

Islam The World Religion

بستی کے باہر ٹھہر گئے۔ بستی والوں کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا۔ انہوں نے سارے علاج کر لیے مگر افاقہ نہ ہوا۔ بالآخر وہ صحابہ کرام کے پاس آئے اور ماجرا سنایا۔ ایک صحابی نے فرمایا۔ میں دَم کروں گا۔ تمہارا سردار ٹھیک ہو جائے گا۔ مگر تم نے ہماری مہمان نوازی سے انکار کیا تھا، ہماری شرط یہ ہے کہ ہمیں اتنی بکریاں چاہییں۔ صحابی نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا۔ سردار درست ہو گیا۔ اور بکریاں وصول کر لی گئیں۔ جب نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم لوگوں نے بالکل ٹھیک کیا۔ بکریاں آپس میں بانٹ لو اور اس میں میرا حصہ بھی رکھنا۔ یہ فرما کہ نبی کریم ﷺ ہنس پڑے (مسلم: ۵۷۳۳، بخاری: ۵۷۴۹، ترمذی: ۲۰۶۳، ۲۰۶۴، ابن ماجہ: ۲۱۵۶)۔

(7)۔ قرآن کی تلاوت ادب سے باوضو، قبلہ رُخ بیٹھ کر، ٹھہر ٹھہر کر کی جائے۔

حسنِ قرأت عوام کے لیے لائقِ تحسین ہے جبکہ خواص زیادہ تکلف اور فن کاری سے گریز کرتے ہیں۔ الفاظ پر غور وخوض اور مختلف مقامات پر حسبِ موقع دعائیں کرتے جانا، رو رو کر تلاوت کرنا اور تقریباً دو سو آیات کی روزانہ تلاوت کرنا مناسب ہے۔

(8)۔ قرآن کسی قابل استاد کے پاس پڑھا جائے۔ استاد کے بغیر ناظرہ، حفظ اور تفسیر میں بھاری خطا بلکہ گمراہی تک کا اندیشہ ہے۔

(9)۔ ذاتی مطالعہ میں رکھنے کے لیے آج کے دور میں تفسیر ضیاء القرآن اور التبیان مناسب تفسیریں ہیں۔

علوم القرآن کے موضوع پر حضرت علامہ مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''علم القرآن'' قابل مطالعہ ہے۔ فقیر راقم الحروف نے بھی اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام ''احسن البیان فی علوم القرآن'' ہے۔

اِکیسویں آیت:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ (بنی اسرائیل:۱)۔

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک

Islam The World Religion

سیر کرائی جس کے ماحول کو ہم نے بابرکت بنایا ہے تاکہ ہم اُسے اپنی نشانیاں دکھائیں بیشک وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اس آیت میں سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ کا اہتمام جسمانی معراج کی دلیل ہے۔عبد کا لفظ جسم اور روح کے مجموعے پر بولا جاتا ہے لہٰذا لفظ عبد بھی جسمانی معراج کی دلیل ہے۔کفّار نے معراج کا انکار کیا تھا۔ان کا یہ انکار اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ معراج جسمانی تھی ورنہ روحانی معراج کے انکار کا کوئی تُک نہیں۔یہی قول حضرت سیدنا ابنِ عباس،حضرت جابر،حضرت انس، حضرت حذیفہ،حضرت عمر،حضرت ابوہریرہ،حضرت مالک بن صعصعۃ،حضرت ابی حبہ بدری، حضرت سیدنا ابنِ مسعود،ضحاک،سعید بن جبیر،قتادہ،ابنِ مسیب،ابنِ شہاب،ابنِ زید،حسن، ابراہیم،مسروق،مجاہد،عکرمہ،ابنِ جریج،طبری،احمد بن حنبل اور انکے علاوہ بے شمار فقہاء،محدّثین، متکلمین اور مفسّرین کا ہے رضی اللہ عنہم (الشفاء جلد ۱ صفحہ ۱۱۴)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج نبوت کے بارہویں سال ہوئی۔قرآن پاک میں دو جگہ پر معراج شریف کا ذکر ہے۔مذکورہ بالا آیت میں معراج شریف پر تشریف لے جانے کا ذکر ہے۔ جبکہ ستائیسویں پارے میں وَالنَّجۡمِ اِذَا ھَوٰی (سورہ نجم ۱ تا ۱۸) میں معراج کی تفصیلات اور واپسی کا ذکر ہے۔

اسکے علاوہ کتبِ حدیث میں معراج کے پورے باب موجود ہیں مثلاً پاکستان کی چھپی ہوئی بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۴۸ پر باب المعراج،مسلم جلد ۱ صفحہ ۹۱ پر باب الاسراء،مشکوٰۃ صفحہ ۵۲۶ پر باب فی المعراج موجود ہے۔تمام کتبِ سیرت میں بھی واقعہ معراج کی تفصیلات درج ہیں۔

معراج کے لفظی معنی سیڑھی کے ہیں اور اصطلاحاً محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالتِ بیداری میں آسمانوں کی سیر کو جانے اور اللہ کریم سے براہِ راست ہم کلام ہونے اور دیدار سے مشرف ہونے کو معراج کہا جاتا ہے۔جسمانی معراج نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ ہے،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کسی نبی کو جسمانی معراج نہیں ہوئی البتہ روحانی معراج ہوتی رہی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ: یَسۡتَبۡشِرُ بِہٖ اَھۡلُ السَّمَآءِ یعنی آسمان والوں کو پہلے سے معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشخبری سنادی گئی تھی (بخاری: ۷۵۱۷)۔اور وہ اِس انتظار میں تھے کہ کب جلوۂ محبوب دیکھنا نصیب ہو (فتح الباری کمافی حاشیۃ البخاری صفحہ ۱۱۲۰)۔

Islam The World Religion

کتبِ حدیث میں جو تفصیلات درج ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ حطیم یا کعبہ میں سو رہے تھے کہ حضرت جبریلِ امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے آ کر جگایا اور معراج کی خوشخبری سنائی۔ چاہِ زمزم پر لے جا کر آپ ﷺ کے سینۂ اقدس کو چاک کیا گیا۔ قلبِ اطہر نکال کر زمزم سے غسل دیا گیا۔ اس میں ایمان و حکمت بھر دی گئی اور واپس رکھنے کے بعد سینۂ اقدس کو سی دیا گیا۔ (یہ سب کچھ نُوْرٌ عَلٰی نُوْر کرنے کے لیے تھا۔ جیسے وضو کے اوپر وضو نُوْرٌ عَلٰی نُوْر ہے)۔ پھر ایک سواری لائی گئی جو گدھے سے بڑی اور خچر سے چھوٹی تھی۔ اس کا نام بُراق تھا۔

نبی کریم ﷺ بُراق پر سوار ہونے لگے تو اُس نے شوخی دکھائی۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے فرمایا کیا تم محمد کے سامنے شوخی کرتے ہو؟ اللہ کی قسم آج تک کوئی اس جیسا اللہ کا مکرم و محترم پیغمبر تم پر سوار نہیں ہوا۔ یہ سُن کر بُراق پسینے میں ڈوب گیا (الوفا صفحہ ۲۲۴)۔ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک پہنچے۔ راستے میں قدرتِ خداوندی کے کئی مناظر دیکھے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر شریف میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ جب مسجدِ اقصیٰ پہنچے تو سواری کو باندھا تمام انبیاء علیہم السلام منتظر تھے۔ حضور علیہ السلام کی اقتداء میں سب نے نماز پڑھی۔ مختلف انبیاء علیہم السلام نے باری باری خطبہ دیا اور اپنے اپنے انداز سے اللہ کریم کی حمد و ثناء بیان فرمائی۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے خطبے میں فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَرْسَلَنِیْ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَکَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّاَنْزَلَ عَلَیَّ الْفُرْقَانَ فِیْهِ تِبْیَانُ کُلِّ شَیْءٍ وَجَعَلَ اُمَّتِیْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وَجَعَلَ اُمَّتِیْ هُمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَشَرَحَ لِیْ صَدْرِیْ وَ وَضَعَ عَنِّیْ وِزْرِیْ وَرَفَعَ لِیْ ذِکْرِیْ وَجَعَلَنِیْ فَاتِحًا وَخَاتِمًا ثُمَّ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لِلْاَنْبِیَآءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامِ بِهٰذَا فَضَلَکُمْ مُحَمَّدٌ ﷺ کَذَا فِی الشِّفَا وَالْخَصَائِصِ الْکُبْرٰی (الشفاء ۱/۱۰۹، ۱۱۰، تفسیر ابن کثیر ۲۹/۳)۔

ترجمہ: سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور تمام انسانوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر حق اور باطل میں تمیز کرنے والا قرآن نازل فرمایا جس میں ہر چیز کا بیان موجود ہے اور میری اُمت کو بہترین اُمت بنایا جسے لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے اور میری اُمت کو پہلا اور آخری بنایا ہے اور

Islam The World Religion

میرے لیے میرا سینہ کھول دیا ہے اور مجھ پر سے میرا بوجھ اتار دیا ہے اور میرے لیے میرا ذکر بلند فرمایا اور مجھے آغاز کرنیوالا اور اختتام کرنیوالا بنایا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام نے انبیاء علیہم السلام کو فرمایا انہی وجوہات کی بنا پر محمد تم پر فضیلت لے گئے۔

پھر آسمان کی طرف عروج فرمایا۔ ہر آسمان کے دروازے پر ایک دربان ہوتا تھا۔ وہ پوچھتا کہ کون ہے حضرت جبریل علیہ السلام فرماتے کہ جبریل ہوں۔ وہ پوچھتے ساتھ کون ہے؟ فرماتے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ پوچھتے کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ فرماتے ہاں۔ وہ مرحبا کہتے اور دروازہ کھول دیتے۔ ہر آسمان پر یہی ہوا۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام، دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ وحضرت عیسیٰ علیہما السلام، تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام، چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ (یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ معراج سوچے سمجھے منصوبے اور با قاعدہ نظم وضبط کے ساتھ کرائی جارہی تھی۔ اس میں میزبانانہ تکلّف کو ملحوظ رکھا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعزاز وتکریم کی پابندی کرائی گئی)۔

پھر سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے۔ سدرہ ایک درخت کا نام ہے جس کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح اور اس کے پھل مٹکوں کی طرح ہیں۔ وہاں چار نہریں تھیں۔ دو ظاہر۔ دو باطن۔ باطنی نہریں جنت کی تھیں اور دوسری دو نہریں نیل اور فرات تھیں۔ یہی سدرہ وہ مقام ہے جہاں تک بنی آدم کے اعمال پہنچتے ہیں، جو احکام اوپر سے آتے ہیں یہیں سے وصول ہوتے ہیں اور جو اعمال نیچے سے آتے ہیں یہیں پر انتہا پذیر ہوتے ہیں۔ یہی حضرت جبریل علیہ السلام کا آخری مقام ہے۔ یہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بُراق سے اتارا گیا اور اس سے آگے آپ ایک مخمل کے سبز تخت پر تشریف فرما ہوئے جس کا نام رَفرف ہے۔ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے اپنی دل لگی کے لیے فرمایا کہ اس سے اوپر بھی میرے ساتھ چلیں۔ انہوں نے عرض کیا: لَا اَقْدِرُ وَلَوْ خَطَوْتُ خُطْوَۃً لَاحْتَرَقْتُ یعنی مجھ میں اس سے آگے جانے کی ہمت نہیں ہے، اگر میں ایک قدم بھی آگے بڑھا تو جل جاؤں گا (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۶۶)۔ پھر بیت المعمور کی طرف رَفع ہوا۔ پھر تین پیالے پیش کیے گئے۔ ایک میں شراب، دوسرے میں دودھ اور تیسرے میں شہد تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دودھ کا پیالہ لے لیا۔ کہا گیا کہ یہی فطرت ہے۔ جس پر

Islam The World Religion

آپ اور آپ کی اُمت ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اللہ کریم کے دیدار کا شرف حاصل کرنے کی اجازت چاہی تو دل لگانے اور مانوس کرنے کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز میں یہ الفاظ سنائے گئے، يَا مُحَمَّدُ قِفْ إِنَّ رَبَّكَ يُصَلِّي یعنی اے محمد ٹھہر جایئے آپ کا رب درود بھیج رہا ہے (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۶۷)۔ پھر اللہ کریم سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا اُس کی شان اور عظمت کو ظاہر کرتا ہے اسی طرح اللہ کریم جل شانہٗ نے اپنے حبیب ﷺ کو عرش پر چڑھ جانے کا شرف بخشا اور آپ ﷺ کی شان اور عظمت کا اظہار فرمایا (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۷۰)۔ مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰى کی نوبت آئی یعنی نہ آنکھ ٹیڑھی ہوئی اور نہ ادب کی حد سے بڑھی۔ حبیبِ کریم ﷺ سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ فرمایا: رَأَيْتُ نُوْرًا یعنی میں نے اللہ کو دیکھا ہے وہ نور ہے (مسلم: ۴۴۴، السنۃ لابن ابی عاصم: ۴۵۰)۔ حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس میں کون سی تعجب کی بات ہے کہ خلیل ہونا ابراہیم کا حصہ ہو، کلام موسیٰ کا حصہ ہو اور اللہ کو دیکھنا محمد ﷺ کا حصہ ہو (السنۃ لابن ابی عاصم: ۴۵۱، مستدرکِ حاکم: ۲۱۶)۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ ابنِ عباس کی حدیث پر مجھے اتنا اعتماد ہے کہ میں کہتا ہوں حضور نے اللہ کو دیکھا ہے، دیکھا ہے، دیکھا ہے، دیکھا ہے۔ آپ مسلسل دیکھا ہے دیکھا ہے کہتے رہے حتیٰ کہ آپ کی سانس ٹوٹ گئی (الشفاء جلد ۱ صفحہ ۱۲۰)۔ اور فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى کے راز و نیاز ہوئے یعنی اللہ نے اپنے بندے سے باتیں کیں، وہ باتیں جو بھی تھیں۔ فَعَلِمَ بِهٖ مَالَمْ يَكُنْ يَعْلَمُهٗ قَبْلَ ذٰلِكَ یعنی آپ ﷺ نے وہ سب کچھ جان لیا جو آپ اس سے پہلے نہیں جانتے تھے (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۶۷)۔ اللہ کریم جل شانہٗ نے اپنے حبیبِ کریم ﷺ سے پوچھا: يَا مُحَمَّدُ بِمَ اُشَرِّفُكَ؟ یعنی اے محمد میں آپ کو کون سا شرف بخشوں۔ آپ ﷺ نے عرض کیا: رَبِّ بِاَنْ تَنْسِبَنِيْ اِلٰى نَفْسِكَ بِالْعُبُوْدِيَّةِ یعنی اے میرے رب مجھے اپنا بندہ کہہ دے۔ اسی کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے سُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ کے الفاظ نازل فرمائے (تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۲۹۲، خازن جلد ۳ صفحہ ۱۵۳)۔ اس قدر انتہائی بلندیوں پر پہنچنے کے باوجود اپنے لیے عبد کا

Islam The World Religion

لفظ پسند فرمانا حبیبِ کریم ﷺ کی تواضع کی انتہا ہے اور اس میں اُمت کے لیے عاجزی کا سبق موجود ہے اور نبی کریم ﷺ کو معبود نہ سمجھنے کی تعلیم موجود ہے (قرطبی جلد ۱۰ صفحہ ۱۸۱)۔ قرآنِ مجید معراج شریف کی تفصیلات کی یوں منظرکشی فرماتا ہے۔

''نبی کریم ﷺ کو تعلیم دینے والا خود اللہ ہے جو شدید قوتوں والا ہے۔ اس زبردست ذات نے اپنے حبیب کی خاطر اہتمام کیا۔ محمد کریم ﷺ دائرہِ امکان کی بلند ترین چوٹی پر تھے۔ اللہ ان سے قریب اور مزید قریب ہوا۔ حتیٰ کہ محمد ﷺ اپنے رب سے دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلے پر آ گئے۔ یہاں رب نے اپنے پیارے بندے سے راز و نیاز کی باتیں کیں۔ جو کچھ آنکھ نے دیکھا، دل نے اس کی تصدیق کی۔ اے لوگو! میرا محبوب تو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہے اور تم ہو کہ محض وہم و گمان اور اندازوں کی بنا پر اس سے جھگڑتے ہو؟ ایک مرتبہ تو کُجا اس نے تو وہ نظارہ دوسری مرتبہ بھی دیکھا ہے اور ضرور دیکھا ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ کے قریب دیکھا ہے اور ادھر ہی جنت الماویٰ بھی موجود ہے۔ صورتِ حال یہ تھی کہ سدرہ کو انوارات و تجلیات نے ڈھانپ لیا تھا۔ مگر یہ محمد ﷺ کی نگاہوں کی ہمت ہے کہ اس طرح ڈٹ کر دیکھا کہ آنکھ بھی نہیں جھپکی اور ڈٹ کر دیکھنے کے باوجود آنکھ بے ادب بھی نہیں ہوئی۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں'' (تفسیری ترجمہ سورۃ النجم آیت ۵ تا ۱۸)۔

اسی دوران پچاس نمازیں فرض ہوئیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے توسط سے پانچ تک کم ہو گئیں۔

آسمانوں کی سیر ہوئی۔ حکومتِ سماوی کا مشاہدہ ہوا۔ جنت اور دوزخ کے مناظر دیکھنے میں آئے۔ آپ ﷺ جنت کے اندر بھی تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ کون سا بہترین عمل کرتے ہیں جس کی برکت سے اللہ کریم نے آپ کو یہ مقام بخشا ہے کہ میں نے جنت میں اپنے آگے آگے آپ کے جوتوں کی آواز سنی ہے (فَإِنِّي سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ) انہوں نے عرض کیا میں جب بھی تازہ وضو کرتا ہوں تو دو رکعت نماز نفل پڑھتا ہوں (مسلم: ۲۴: ۶۳۲۴، بخاری: ۹: ۱۱۴۹، ترمذی: ۳۶۸۹، مسند احمد: ۲۴: ۸۴۲۴)۔ پھر اس طویل سفر کا اختتام ہوا۔ آپ ﷺ اسی براق پر صبح کی روشنی سے پہلے پہلے واپس مکہ شریف میں تشریف لے آئے (تفسیر ابنِ کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۶)۔ مگر زمین پر ابھی تک وہی رات طاری تھی۔

Islam The World Religion

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اسمائے الٰہیہ کے حضور سے گزرے تھے تو انہی اسماء کے اوصاف سے متصف ہو گئے۔ اسمِ رحیم سے گزرے تو رحیم ہو گئے، اسمِ غفور سے گزرے تو غفور ہو گئے، اسمِ کریم سے گزرے تو کریم ہو گئے، اسمِ حلیم سے گزرے تو حلیم ہو گئے، اسمِ شکور سے گزرے تو شکور ہو گئے حتیٰ کہ جب معراج سے واپس تشریف لائے تو کمال کی انتہا تک پہنچ چکے تھے (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۶۸)۔

حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ واقعہ بیان فرمایا تو قریش نے اس کا انکار کیا اور ثبوت کے طور پر بیت المقدس کی اشیاء اور ان کی نشانیاں پوچھنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کر دیا۔ کفّار ایک ایک نشانی کے بارے میں پوچھتے جا رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المقدس کو دیکھ دیکھ کر جواب دیے جا رہے تھے (بخاری: ۳۸۸۶، مسلم: ۴۲۸، ترمذی: ۳۱۳۳)۔

اس کے بعد کفّار نے کہا کہ اچھا اب کوئی راستے کا واقعہ سنائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا راستے میں روحا کے مقام پر مجھے ایک تجارتی قافلہ ملا جن کی اونٹنی گم ہو چکی تھی، وہ اس اونٹنی کی تلاش میں گئے ہوئے تھے۔ ان کی غیر موجودگی میں پانی کا ایک پیالہ بھرا رکھا تھا جسے میں نے پی لیا۔ جب ان کی اونٹنی انہیں مل گئی تو وہ واپس اپنے ٹھکانے پر آ گئے۔ جب وہ مکہ پہنچیں تو ان سے یہ ساری باتیں پوچھ لینا اور ان سے پوچھنا کہ جس پیالے کو تم بھرا ہوا چھوڑ کر گئے تھے واپسی پر وہ خالی تھا کہ نہیں؟ (طبرانی، بغوی جلد ۳ صفحہ ۹۶، زرقانی جلد ۶ صفحہ ۱۲۶)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اور قافلے کے بارے میں بتایا کہ وہ قافلہ بنی فلاں کا ہے، ایک خاکی رنگ کا اونٹ سب سے آگے ہو گا جس پر دو بورے لدے ہوئے ہوں گے اور وہ صبح کے وقت مکہ پہنچ جائے گا۔ صبح تک لوگ منتظر رہے ایک شخص نے کہا وہ سورج نکل آیا، دوسرے نے فوراً کہا وہ قافلہ آن پہنچا۔ ولید بن مغیرہ نے یہ سب کچھ دیکھ کر کہا کہ یہ جادو ہے (بغوی جلد ۳ صفحہ ۹۷، زرقانی جلد ۶ صفحہ ۱۲۶)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نشانی یہ بھی بتلائی کہ فلاں تجارتی قافلہ جو شام سے آ رہا ہے، بدھ کے دن سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے پہنچ جائے گا۔ جب بدھ کا دن ہوا تو سورج غروب ہونے لگا مگر قافلہ ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی تو اللہ کریم نے سورج کو روک دیا حتیٰ کہ آ چکے

Islam The World Religion

فرمان کے مطابق غروبِ آفتاب سے پہلے پہلے قافلہ پہنچ گیا(بیہقی، زرقانی جلد ۶ صفحہ ۱۲۶)۔

بعض کفّار نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہارا دوست کہتا ہے کہ میں راتوں رات بیت المقدس سے ہو کر آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا واقعی میرے یار نے یہ بات کہی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ فرمایا اگر میرے یار نے ایسا کہا ہے تو سچ کہا ہے۔ انہوں نے کہا کیا تم اس بات کی تصدیق کرتے ہو کہ وہ راتوں رات بیت المقدس گیا اور صبح سے پہلے پہلے واپس بھی آ گیا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ میں اس سے بھی بڑی بڑی باتوں کی تصدیق کرتا ہوں۔ وہ صبح شام مجھے آسمان کی خبریں دیتا ہے اور میں اس کی تصدیق کرتا رہتا ہوں۔ اس کے بعد ابوبکر کا لقب صدیق پڑ گیا (مستدرکِ حاکم: ۴۴۶۲)۔

اللہ کریم جل شانہ نے کفّار کے اعتراضات کا ردّ ان الفاظ سے فرمایا ہے کہ: **وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى** یعنی قسم ہے روشن ستارے (وجودِ محمدی) کی جب وہ معراج کے بعد زمین پر اُترے۔ تمہارے آقا نہ گمراہ ہوئے اور نہ بے راہ چلے اور وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے، جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی ہے جو اللہ کی طرف سے کی جاتی ہے (النجم ۱ تا ۴)۔

واقعہ معراج اختصار سے آپ نے پڑھا۔ اسے کتبِ احادیث سے اخذ کیا گیا ہے۔ اسکا زیادہ تر حصہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے لیا گیا ہے جو مشکوٰۃ صفحہ ۵۲۷، ۵۲۸ پر بھی درج ہے۔

نکات

(1)۔ اتنے طویل سفر کے ایک ہی رات میں طے ہو جانے کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی روح ہیں۔ جب روح نکل گئی تو وقت بے جان ہو گیا۔ مرورِ زماں تھم گیا۔ اور جب روح واپس آئی تو قصہٴ زیست پھر سے بحال ہو گیا۔

(2)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھنا حیاتِ انبیاء علیہم السلام کی دلیل ہے۔

(3)۔ بُراق کا لفظ بَرق سے بنا ہے۔ بَرق کا معنی بجلی ہے اور بجلی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے (تیس کروڑ میٹر فی سیکنڈ)۔ اتنی تیز رفتاری سے گزرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ

Islam The World Religion

السلام کو دیکھ بھی لینا، پہچان بھی لینا اور یہ بھی جان لینا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں، نبی کریم ﷺ کے روحانی کمالات کا آئینہ دار ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مسجدِ اقصیٰ میں حضور ﷺ سے پہلے موجود ہونا اور آسمان پر بھی تمام انبیاء کا حضور سے پہلے پہنچ کر استقبال کرنا روح کی محیر العقول رفتار کی دلیل ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کا فضا میں پرواز کر جانا اور سات آسمانوں کو چیرتے ہوئے عرش تک پہنچ جانا آپ ﷺ کی عظمت کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ اسلام ایک سائینٹفک مذہب ہے۔ فلسفہ قدیم اجرامِ فلکیہ کو کراس کرنا محال سمجھتا ہے اور فلسفہ قدیم وجدید دونوں زمین کے گرد کرۂ زمہریر یا کرۂ ناری کو کراس کرنا ناممکن سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ محبوب کریم ﷺ کی جسمانی معراج کو ناممکن سمجھتے رہے مگر دورِ جدید کی سائنس کی تائید اور اگر انسان واقعی چاند تک پہنچ چکا ہے تو یہ فلسفہ قدیم وجدید کے باطل ہونے کا سائنسی ثبوت ہے۔ قصیدہ بردہ میں ہے:

وَ اَنْتَ تَخْتَرِقُ السَّبْعَ الطِّبَاقَ بِهِمْ
فِيْ مَوْكَبٍ كُنْتَ فِيْهِ صَاحِبَ الْعَلَمِ

ترجمہ: آپ آسمان کے ساتوں طبقات میں شگاف کرتے چلے گئے جیسے آپ کسی لشکر کی قیادت فرما رہے ہوں اور جھنڈا آپ کے ہاتھ میں ہو۔

(4)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نمازیں معاف کرانا۔ اہلِ قبور سے مدد لینے کے جواز کی دلیل ہے۔

(5)۔ لباس سمیت عرش پر چلے جانا اس بات کی دلیل ہے کہ جو چیز حضور ﷺ کے جسم مبارک سے نسبت اور مَس حاصل کرلے وہ دنیا کی تمام اشیاء سے افضل و مشرف ہے۔ اس پر اُمت کا اجماع ہے کہ آج جو جگہ نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر سے چھو رہی ہے وہ عرشِ عظیم سے افضل ہے۔

تنبیہ

ثُمَّ دَنٰى فَتَدَلّٰى اور فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ کی تفسیر بخاری شریف میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس طرح منقول ہے کہ: وَدَنَا الْجَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّةِ فَتَدَلّٰى حَتّٰى كَانَ مِنْهُ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ یعنی اللہ ربُّ العزت اپنے حبیب کے قریب

Islam The World Religion

ہوا اور مزید قریب ہوا یہاں تک کہ ربُّ العزت حضور ﷺ سے دو کمان یا اس سے بھی زیادہ قریب ہو گیا، پھر اللہ نے اُس کی طرف وحی فرمائی (بخاری حدیث: ۷۵۱۷)۔ نیز فَاَوْحیٰ کی ضمیر مستتر اگر حضرت جبریلِ امین علیہ السلام کی طرف لوٹائی جائے اور عَبْدِہٖ کی ضمیر اللہ کریم کی طرف لوٹائی جائے تو اس سے ضمائر کا انتشار لازم آتا ہے جو کسی کلام میں شدید نقص کا باعث ہے۔ معلوم ہوا کہ مرجع ضمائر ایک ہی ذاتِ خداوندی ہے۔

ثانیاً مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی میں دید و مشاہدہ کو اتنے اہتمام سے بیان فرمانا محض سیدنا جبریلِ امین علیہ السلام کے شایانِ شان نہیں۔ یہ تجلیاتِ ذاتِ الٰہیہ ہی کی شان ہو سکتی ہے جن کا مشاہدہ نبی کریم ﷺ فرمائیں اور قرآن اسکی منظر کشی کرے۔

ثالثاً مَا طَغٰی کے معنی ہیں ''حد سے نہ بڑھی''۔ جبریلِ امین تو خود درِ مصطفی پر بصد ادب و احترام حاضری دیا کرتے تھے۔ چشمِ مصطفی پر ادبِ جبریل لازم ہی نہیں۔ پھر حد سے بڑھنا یا نہ بڑھنا کیسا؟ یقیناً یہ اللہ پاک کی ذات والا صفات کا مشاہدہ ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے ادب کو ملحوظ رکھا۔

بائیسویں آیت:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ یعنی جو لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے (الفتح: ۱۰)۔

اس آیت میں اللہ کریم نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے۔ یہ آپ ﷺ کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عظیم تعلق اور کامل فنا کی بنا پر ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی یعنی اے حبیب! جب آپ نے کنکریاں پھینکیں تو وہ آپ نے نہیں پھینکیں بلکہ اللہ نے پھینکیں (الانفال: ۱۷)۔

حدیثِ قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرے قریب آتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس

Islam The World Religion

کے کان بن جاتا ہوں وہ جن سے سنتا ہے۔ میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں وہ جن سے دیکھتا ہے۔ میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں وہ جن سے پکڑتا ہے۔ میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں وہ جن سے چلتا ہے (بخاری: ۶۵۰۲)۔

اس لحاظ سے یہ کہنا درست ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے ہاتھ اور ولی کامل کے ہاتھ دراصل اللہ کے ہاتھ ہیں۔

مرشد کی ضرورت

اس آیت میں لفظ بیعت استعمال ہوا ہے۔ بیعت کے معنی ہیں بک جانا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی کریم ﷺ کے دستِ اقدس پر بیعت فرماتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر چودہ سو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بیعت فرمائی۔ مذکورہ آیت میں اسی واقعہ کا ذکر ہے۔ خواتین بھی آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرتی تھیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَبَايِعۡهُنَّ یعنی (اے حبیب) عورتوں کو بیعت کریں (الممتحنہ: ۱۲)۔

نبی کریم ﷺ کے اردگرد صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جماعت موجود تھی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤ گے، چوری نہیں کرو گے، زنا نہیں کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے، کسی پر بہتان نہیں لگاؤ گے، نیک کاموں میں نافرمانی نہیں کرو گے۔ جس نے وفا کی اللہ کے ذمے اس کا اجر ہے اور جو غلطی کر بیٹھا، اگر دنیا میں ہی اسے اس کی سزا مل گئی تو وہ اس کے گناہ کا کفارہ بن جائے گی۔ اور اگر کسی نے مذکورہ گناہوں میں سے کسی کا ارتکاب کیا پھر اللہ نے اسکی پردہ پوشی کی تو اب یہ اللہ کی مرضی ہے کہ قیامت کے دن اسے معاف کر دے یا سزا دے۔ ہم نے اس بات پر نبی کریم ﷺ کے دستِ اقدس پر بیعت کی (مسلم: ۴۴۶۱، ۴۴۶۳، بخاری: ۱۸، ترمذی: ۱۴۳۹، سنن النسائی: ۴۱۶۱، ۴۱۶۲)۔

مسلمان ہونے کے باوجود مرشدِ کامل کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بیعت مسلمان بننے کے لیے نہیں بلکہ اچھا مسلمان بننے اور اخلاق و آداب سیکھنے اور قربِ خداوندی حاصل کرنے کے لیے کی جاتی ہے۔

Islam The World Religion

تئیسویں آیت:

اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَاَزۡوَاجُہٗۤ اُمَّہٰتُہُمۡ یعنی نبی مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کا مالک ہے۔اور اسکی بیویاں انکی مائیں ہیں (الاحزاب:٦)۔

مراد یہ ہے کہ دین اور دنیا کے تمام معاملات میں نبی کریم ﷺ کا حق ہماری اپنی خواہشات اور ذاتی ارادوں سے بڑھ کر ہے۔آپ کا ہر حکم ہر حال میں ہم پر نافذ ہے۔ہمارے لیے ضروری ہے کہ حضور ﷺ کے فیصلے کے سامنے اپنے خیالات قربان کردیں۔ نبی کریم ﷺ ہم پر اتنے رؤف اور عاطف ہیں اور اس قدر ہماری منفعت کے لیے فکر مند ہیں کہ ہم خود بھی اپنے لیے اس قدر فکر مند نہیں۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ فرمایا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ پوری اُمت کے روحانی باپ ہیں۔اسی لیے فرمایا کہ تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں اور آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات تمام مومنوں کی مائیں ہیں۔اسی لیے ان سے نکاح کی اجازت نہیں اور ان کی تعظیم کا ہمیں حکم ہے (مدارک جلد ٣ صفحہ ٤٨٣)۔

یہاں اہل بیت اطہار علیہم الرضوان کی شان میں مختصراً لکھ دینا مناسب ہے۔

اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسۡتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ یعنی اے نبی کی عورتو، تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو (الاحزاب:٣٢)۔

ازواجِ مطہرات کا عوام سے بڑھ کر درجۂ خواص پر فائز ہونا اس آیت سے قطعی طور پر ثابت ہے۔اس کے فوراً بعد والی آیت میں فرمایا: اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا یعنی اے نبی کے اہل بیت! اللہ یہی چاہتا ہے کہ ناپاکی آپ کے قریب بھی نہ آئے اور آپ کو اس طرح پاک رکھے جس طرح پاکی کا حق ہے (الاحزاب:٣٣)۔

اس آیت میں ازواجِ مطہرات علیہن الرضوان کو براہِ راست اہلِ بیت (گھر والیاں) کا خطاب دیا گیا ہے۔لیکن ان کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کی شہزادی سیدۃ النساء، سیدنا علی المرتضیٰ اور حسنین کریمین علیہم الرضوان سب اہلِ بیت میں شامل ہیں۔آپ ﷺ کی

Islam The World Religion

چار شہزادیاں ہیں۔ حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم، اور سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء۔ یہ سب نبی کریم ﷺ کی سگی بیٹیاں تھیں جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے پیدا ہوئیں رضی اللہ عنہن (سیرت ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۹۰، اصولِ کافی جلد ۱ صفحہ ۱۰۸ مطبوعہ ایران/قم)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ کالے بالوں سے بُنی ہوئی چادر اوڑھ کر نکلے، پھر حسن ابن علی تشریف لائے تو آپ نے انہیں چادر میں داخل فرمایا، پھر حسین تشریف لائے تو انہیں اُنکے ساتھ داخل فرمایا، پھر فاطمہ تشریف لائیں تو انہیں بھی داخل فرمایا، پھر علی تشریف لائے تو انہیں بھی داخل فرمایا، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (مسلم: ۶۲۶۱، ترمذی: ۲۸۱۳، ابوداؤد: ۴۰۳۲)۔ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا میں بھی انکے ساتھ ہوں؟ فرمایا تیری شان اپنی جگہ پر ہے اور تو بھلائی پر ہے (ترمذی: ۲۸۱۳)۔

حبیبِ کریم ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے دعا مانگی ہے کہ میں اپنی اُمت کے جس شخص کی بھی شادی کراؤں یا خود کسی عورت سے نکاح کروں تو وہ میرے ساتھ جنت میں جائے۔ اللہ نے میری یہ دعا قبول فرمالی (مستدرکِ حاکم: ۴۷۲۵)۔

حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا جس نے اِن سے جنگ کی اس سے میری جنگ ہے اور جس نے اِن سے صلح کی اس سے میری صلح ہے (ترمذی: ۳۸۷۰، ابن ماجہ: ۱۴۵)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوْكُم وَاَحِبُّوْنِي بِحُبِّ اللّٰهِ وَاَحِبُّوْا اَهْلَ بَيْتِي بِحُبِّي یعنی اللہ سے محبت کرو وہ تمہیں رزق دیتا ہے اور اللہ کی خاطر مجھ سے محبت کرو اور میرے اہلِ بیت سے میری خاطر محبت کرو (ترمذی: ۳۷۸۹)۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اُرْقُبُوْا مُحَمَّدًا فِيْ اَهْلِ بَيْتِهٖ یعنی محمد کے اہلِ بیت میں محمد کو دیکھا کرو (بخاری: ۳۷۱۳، ۳۷۵۱)۔

الحمد للہ آج ساداتِ کرام اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ کی تصویر بن کر پوری دنیا میں کثرت سے موجود ہیں۔ حبیبِ کریم ﷺ کی اُمت کو چاہیے کہ ساداتِ کرام زادہم اللہ عزاً وشرفاً کا احترام کریں، لیکن ساداتِ کرام کی خدمت میں مؤدبانہ درخواست ہے کہ وہ خود اپنے

Islam The World Religion

احترام کے طلبگار نہ ہوں اور نہ ہی اپنے سیّد ہونے کی وجہ سے آخرت سے بے نیاز ہوں۔ اس موضوع پر ہم اپنی طرف سے کچھ عرض کرنے کی بجائے قرآن، حدیث اور ساداتِ کرام کے اقوالِ طیبات پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ہماری حیثیت صرف نوکر اور ناقل کی سی ہے۔

اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے: وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ یعنی اے حبیب اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے (الشعراء: ۲۱۴)۔

جس روز یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش، بنی عبدالمطلب، حضرت عباس بن عبدالمطلب، حضرت صفیہ اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا خوف دلایا (بخاری: ۲۷۵۳، ۴۷۷۱، مسلم: ۵۰۴، نسائی: ۳۶۴۸)۔

اسی آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام اہلِ بیتِ اطہار کو خصوصاً بلایا اور ہر ایک کو عذابِ الٰہی سے ڈرایا اور خوف دلایا۔ سب سے پہلے آپ نے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا: لَا تَتَّكِلِیْ اَنِّیْ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِعْمَلِیْ اِعْمَلِیْ اِعْمَلِیْ ''اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک اس پر بھروسہ مت کرنا کہ میں رسول اللہ کی صاحبزادی ہوں، اچھے عمل کرو، اچھے عمل کرو، اچھے عمل کرو'' اس کے بعد امیر المومنین حضرت امام حسن اور امام حسین سے فرمایا کہ اے محمد کے جگر کے ٹکڑو اَلْجَنَّةُ لِلْمُطِیْعِ وَ اِنْ كَانَ عَبْدًا حَبْشِیًّا وَ النَّارُ لِلْعَاصِیْ وَ اِنْ كَانَ سَیِّدًا قُرَیْشِیًّا یعنی جنت فرماں بردار کے لیے ہے خواہ وہ غلام حبشی ہو اور دوزخ نافرمان کے لیے ہے خواہ وہ سیّد قریشی ہو۔ اس کے بعد ازواجِ مطہرات سے فرمایا کہ تمہارے لیے یہی آیت کافی ہے جو تمہارے حق میں نازل ہوئی ہے کہ: یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ الایۃ یعنی اے نبی کی ازواج تم میں سے جو کوئی کھلا ہوا جرم کرے گی، اس پر دوگنا عذاب کیا جائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔ اس پر اہل بیت میں خوف کی وجہ سے ایک شور برپا ہو گیا (سبع سنابل صفحہ ۸۸، از حضرت میر سیّد عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ الاقدس)۔

حضرت سیّدنا امام جعفر صادق قدس سرہ الاقدس فرماتے ہیں میں ہمیشہ اس بات سے خائف رہتا ہوں کہ کل بروزِ قیامت میرے جدِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات پر میری گرفت نہ فرمائیں کہ تم نے میری اتباع کا حق کیوں نہ ادا کیا۔ کیونکہ اتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق نہ نسبِ صحیح سے ہے اور نہ نسبتِ قوی سے، بلکہ اس کا تعلق اطاعت اور فرماں برداری سے ہے (کشف المحجوب صفحہ

Islamic The World Religion

۱۸۳ از حضرت سید علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش قدس سرہ الاقدس)۔

چوبیسویں آیت:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آلِ عمران:۱۱۰)۔

ترجمہ: تم بہترین اُمت ہو۔ تمہیں لوگوں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

شانِ صحابہ و خلفائے راشدین علیہم الرضوان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا فیضِ ہدایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت تمام اُمتوں سے افضل ہے۔ خَيْرَ اُمَّةٍ (بہترین امت) کے اس لقب سے صحابہ کرام علیہم الرضوان سرِ فہرست نوازے گئے۔ انہیں اس آیت میں براہِ راست خطاب کیا گیا۔

اس آیت کا ایک ایک لفظ صحابہ کرام کی فضیلت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ سب سے پہلے فرمایا: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ تم بہترین امت ہو۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی تعداد ایک دو تین چار نہیں بلکہ اتنی زیادہ ہے کہ اس تعداد پر امت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ معروف یہ ہے کہ صرف حجۃ الوداع کے موقع پر موجود صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعداد ایک لاکھ چودہ ہزار تھی۔ اب اس موقع پر غیر حاضر صحابہ، عورتوں اور بچوں سمیت کل صحابہ کرام کی تعداد کا اندازہ خود فرما لیجیے۔ یہ سارے کے سارے خیر یعنی بہترین لوگ ہیں۔

اس کے بعد فرمایا: اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ یعنی تمہیں لوگوں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ سب اللہ کے پسندیدہ اور دین کی خدمت کے لیے منتخب لوگ تھے۔

اس کے بعد فرمایا: تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ یعنی تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نہ صرف خود نیکی کرتے اور بُرائی سے بچتے تھے بلکہ لوگوں کو بھی نیکی کا حکم دیتے اور بُرائی سے منع کرتے تھے۔

اس کے بعد فرمایا: وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ یعنی تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ معلوم ہوا کہ صحابہ

Islam The World Religion

کرام کے ایمان پر اللہ تعالیٰ کی تصدیق موجود ہے۔ منافق کسی انسان کو دھوکا دے سکتا ہے۔ مگر دلوں کے بھید جاننے والے خالق و مالک کو ہرگز دھوکا نہیں دے سکتا۔ اور جب وہی ذات کسی کے ایمان کی تصدیق کر دے تو ایمان کی اس سے بڑی گواہی دائرہ امکان سے باہر ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا باہمی اتفاق و اتحاد بھی انکے بہترین امت ہونے کا مظہر ہے۔ قرآن نے انہیں رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (آپس میں رحمدل) کا خطاب دیا ہے۔ انکی ایک زبردست خوبی یہ تھی کہ وہ ہر دوسرے بھائی کو اپنے سے بہتر اور متبرک سمجھتے تھے۔ سیدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے شہزادوں کے نام تبرکاً ابوبکر، عمر اور عثمان رکھے تھے۔ یہ تینوں شہزادے خوبصورت جوان تھے۔ حضرت عباس شہیدِ کربلہ کے سگے بھائی تھے۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ میدانِ کربلہ میں بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے شہید ہو گئے۔ انکے اسماء گرامی تاریخ کی بہت سی کتابوں میں آج بھی درج ہیں (مثلاً جلاء العیون صفحہ ۱۹۸، بہتّر تارے صفحہ ۹۸، ۱۰۷، ۱۱۱)۔

قرآن کہیں مہاجرین و انصار اور ان کے پیروکاروں کو اللہ کی رضا کا سرٹیفکیٹ دیتا ہے (توبہ: ۱۰۰)۔ کہیں صلح حدیبیہ کے موقع پر چودہ سو صحابہ کے لشکر کو نبی کریم ﷺ کے دستِ اقدس پر خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کی خاطر بیعت کرنے پر اللہ کی رضا کا اعلان اور ان کے قلبی اخلاص کا پرچار کرتا ہے (الفتح: ۱۸)۔ کہیں محمد رسول اللہ کے ساتھی قرار دے کر انہیں کفار پر سخت اور آپس میں رحم دل قرار دیتا ہے (الفتح: ۲۹)۔ کہیں ان کے صحیح ایمان اور عمل کی بنا پر ان سے خلافت کا وعدہ کرتا ہے (النور: ۵۵)۔ کہیں کہتا ہے کہ "وہ ایسے مومن ہیں جیسے مومن ہونے کا حق ہے" (الانفال: ۷۴)۔ یہ سب سیّدِ عالم ﷺ کی نگاہِ اقدس کا فیض ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کسی ایسے مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا ہو یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا ہو (ترمذی: ۳۸۵۸)۔

حضرت عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا، میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ میرے بعد انہیں اپنی تنقید کا نشانہ مت بنانا، جس نے ان سے محبت رکھی تو میرے ساتھ محبت

Islam The World Religion

کی وجہ سے اِن سے محبت رکھی اور جس نے اِنکے ساتھ بغض رکھا تو میرے ساتھ بغض کی وجہ سے اِن سے بغض رکھا، جس نے انہیں اذیت دی اُس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی اللہ اُس پر ضرور گرفت کرے گا (ترمذی: ۳۸۶۲)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے اپنے بعد اپنے صحابہ کے اختلاف کے بارے میں سوال کیا تو اللہ نے میری طرف وحی فرمائی کہ اے محمد آپ کے صحابی میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں جو ایک دوسرے سے بڑھ کر مضبوط ہیں اور ہر ایک کی جُداگانہ روشنی ہے، جس کسی نے اِن کے اختلافات میں سے کسی لائن کو بھی اختیار کر لیا تو وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں اِن میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے (مشکوٰۃ: ۶۰۱۸ وعزاہ الی رزین)۔ تقریباً یہی حدیث احتجاج طبرسی جلد ۲ صفحہ ۱۰۶ پر بھی موجود ہے۔

محبوب کریم ﷺ نے فرمایا: اِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِيْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ یعنی جب تم اُن لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں تو کہو، تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو (ترمذی: ۳۸۶۶)۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ اخْتَارَ اَصْحَابِيْ عَلٰى جَمِيْعِ الْعَالَمِيْنَ سِوَى النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَاخْتَارَ لِيْ مِنْهُمْ اَرْبَعَةً اَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيًّا فَجَعَلَهُمْ خَيْرَ اَصْحَابِيْ وَفِيْ اَصْحَابِيْ كُلِّهِمْ خَيْرٌ یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے صحابہ کو نبیوں اور رسولوں کے سواء سارے جہانوں پر ترجیح دیتے ہوئے پسند فرما لیا ہے اور ان میں سے خصوصاً میرے لیے چار صحابہ کو پسند فرمایا ہے، ابوبکر، عمر، عثمان اور علی۔ اور انہیں میرے صحابہ میں سے افضل بنایا ہے، ویسے میرے سارے صحابہ میں بھلائی ہی بھلائی ہے (الشفاء ۲/۴۲، الریاض النضرۃ ۱/۴۷)۔ اس حدیث میں چار کا عدد تصریح کے ساتھ موجود ہے، اسی سے چار یار کی اصطلاح وضع کی گئی ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں، پھر حضرت عمر فاروق، پھر حضرت عثمان غنی اور پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔ اس موضوع پر ہم اہل بیت اطہار اور خصوصاً سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشادات و مرویات اور ان کا عقیدہ

Islam The World Religion

بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے شہزادے سیدنا امام محمد بن حنفیہ سے مروی ہے :

قُلْتُ لِاَبِي اَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ اَبُو بَكْرٍ، قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ یعنی میں نے اپنے والد ماجد علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب آدمیوں میں بہتر کون ہے فرمایا ابوبکر، میں نے عرض کیا پھر کون فرمایا عمر رضی اللہ عنہم اجمعین (بخاری: ۳۶۷۱، ابوداؤد: ۴۶۲۹)۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے دانے کو پھاڑ کر پودا نکالا اور ایک ذرے (مالیکیول) سے انسان کو پیدا کیا، اگر رسول اللہ ﷺ نے مجھے خلیفہ مقرر کیا ہوتا تو میں آپ کے فرمان کی خاطر جہاد کرتا۔ اگر میرے پاس تلوار نہ ہوتی تو اپنی چادر سے ہی مخالفین پر حملہ کر دیتا اور ابوبکر کو منبرِ رسول ﷺ کی ایک سیڑھی بھی نہ چڑھنے دیتا۔ لیکن آپ ﷺ نے میرے مرتبے اور ابوبکر کے مرتبے کو خوب سمجھ کر فیصلہ دیا اور فرمایا ابوبکر کھڑے ہو جاؤ اور لوگوں کو نماز پڑھاؤ۔ آپ نے مجھے نماز پڑھانے کا حکم نہیں دیا، لہٰذا رسول اللہ ﷺ جس شخص کو ہمارا دینی لیڈر بنانے پر راضی ہیں ہم اسے اپنا دنیاوی لیڈر بنانے پر کیوں نہ راضی ہوں (صواعق محرقہ صفحہ ۶۲)۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر اور عمر، نبیوں اور رسولوں کے سواء جنت کے تمام بوڑھوں کے سردار ہیں خواہ اگلے ہوں یا پچھلے (ترمذی: ۳۶۶۶، ۳۶۶۵، ابن ماجہ: ۹۵، المصنف لابن ابی شیبۃ ۷ / ۴۷۳، مسندِ احمد: ۶۰۴، مسند ابو یعلیٰ: ۵۳۳، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۳۴۸)۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لَا اَجِدُ اَحَداً فَضَّلَنِي عَلىٰ اَبِي بَكْرٍ وَ عُمَرَ اِلَّا جَلَدْتُهُ حَدَّ الْمُفْتَرِيِّ یعنی میں جسے پاؤں گا کہ مجھے ابوبکر و عمر سے افضل کہتا ہے۔ اسے الزام تراشی کی سزا کے طور پر اسی کوڑے ماروں گا (فضائل صحابہ امام احمد بن حنبل: ۴۹، ۳۸۷، السنۃ لعبد اللہ ابن احمد: ۱۲۴۲، ۱۳۲۲، السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۰۲۷، ۱۲۵۴، الاعتقاد للبیہقی صفحہ ۳۵۸، ۳۶۱، الاستیعاب صفحہ ۴۳۴، المؤتلف والمختلف للدارقطنی جلد ۳ صفحہ ۹۲، المنتقیٰ للذہبی صفحہ ۳۶۱، تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۸، صواعقِ محرقہ صفحہ ۶۰، تفسیر قرطبی جلد ۱۷

Islam The World Religion

صفحہ ۲۰۶، کنز العمال: ۳۶۱۵۲، ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۳۱۷)۔

محدث عبدالرزاق رحمہ اللہ کو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بہت محبت تھی۔ لیکن چونکہ خود مولا علی نے ابوبکر اور عمر کو اپنے سے افضل قرار دیا ہے لہٰذا فرماتے تھے کہ میری اس سے بڑھ کر بد بختی کیا ہوگی کہ علی کی محبت کا دعویٰ بھی کروں اور علی کا کہنا بھی نہ مانوں (صواعقِ محرقہ صفحہ ۶۲)۔

حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ: **مَاكَانَ مَنْزِلَةُ اَبِیْ بَكْرٍ وَعُمَرَ مِنَ النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ مَنْزِلَتُهُمَا السَّاعَةَ وَهُمَا ضَجِیْعَاهُ** یعنی ابوبکر اور عمر کا مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کیا تھا؟ فرمایا جو مرتبہ ان کا اَب ہے کہ حضور کے پہلو میں آرام کر رہے ہیں (مسندِ احمد: ۱۶۷۱۴)۔

حضور غوثِ اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں تمام صحابہ میں سب سے افضل چاروں خلفائے راشدین ہیں ان چاروں میں سب سے پہلے ابوبکر صدیق پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی کو فضیلت حاصل ہے (غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۵۸)۔

اس موضوع پر لکھی جانے والی اہم کتابیں مندرجہ ذیل ہیں۔ صواعق محرقہ، سبع سنابل کا پہلا سنبلہ، تحفہ اثنا عشریہ (از: شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمت اللہ علیہ)، آیاتِ بیّنات (از: نواب محسن الملک سید محمد مہدی علی خان رحمۃ اللہ علیہ)، تحفہ حسینیہ (از: حضرت علامہ شیخ الحدیث ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی رحمۃ اللہ علیہ)، ضربِ حیدری (از: فقیر راقم الحروف)۔

اجماعِ اُمت

اس آیت **كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ** سے ہی معلوم ہوا کہ اس امت کا اکثریتی اور اجماعی فیصلہ کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔ قرآن شریف میں امت کے اجماعی فیصلوں کو سبیل المومنین قرار دیا گیا ہے یعنی مومنوں کا راستہ (النساء: ۱۱۵)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(1)۔ **يَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ** یعنی اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے (ترمذی: ۲۱۶۷)۔

(2)۔ **عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَاِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ مَعَ الْوَاحِدِ** یعنی ہمیشہ جماعت کے ساتھ رہو۔ اکیلے آدمی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے (ترمذی: ۲۱۶۵)۔

Islam The World Religion

(3)۔ اِنَّ اللهَ لَا يَجْمَعُ اُمَّتِيْ عَلٰى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ یعنی بے شک اللہ میری اُمت کو گمراہی پر جمع نہیں کریگا۔ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے جس نے جماعت کو چھوڑا اسے آگ میں ڈالا جائے گا (ترمذی: ۲۱۶۷)۔

(4)۔ اِنَّ اُمَّتِيْ لَا تَجْتَمِعُ عَلٰى ضَلَالَةٍ فَاِذَا رَأَيْتُمُ الْاِخْتِلَافَ فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ یعنی میری اُمت کبھی بھی گمراہی پر متفق نہیں ہوگی جب تم اختلاف دیکھو تو بڑے گروہ کے ساتھ ہو جاؤ (ابن ماجہ: ۳۹۵۰)۔

(5)۔ میں قیامت کے دن اپنی اُمت کی اکثریت پر فخر کروں گا (ابوداود: ۲۰۵۰، نسائی: ۳۲۲۷)۔

قیامت کے دن سو صفوں میں سے اسی صفیں امتِ محمدیہ کی ہوں گی (مسندِ احمد: ۲۳۰۰۴)۔

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: ''میرے بارے میں دو طرح کے لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ ایک حد سے زیادہ محبت کرنے والا جسے یہ محبت حق سے دور لے جائے گی۔ اور دوسرا مجھ سے بُغض رکھنے والا جسے یہ بُغض حق سے دور لے جائے گا۔ میرے بارے میں درمیانی راہ پر چلنے والے ہی صحیح ہوں گے۔ ہمیشہ بڑے گروہ کی پیروی کرو۔ بے شک اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ تفرقہ بازی سے ہمیشہ بچو۔ جماعت سے الگ ہونے والا شیطان کا شکار بن جاتا ہے جس طرح اکیلی بکری ریوڑ سے بچھڑ کر بھیڑیے کا شکار بن جاتی ہے (نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۲۷ مطبوعہ ایران/قم)۔

سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: خُذُوْا بِالْمُجْمَعِ عَلَيْهِ فَاِنَّ الْمُجْمَعَ عَلَيْهِ لَا رَيْبَ فِيْهِ یعنی جس مسئلے پر اجماع ہوا سے تھام لو، اجماعی مسئلہ میں کوئی شک نہیں ہوتا (مقدمہ اصولِ کافی صفحہ ۲)۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

اسی آیت كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ کے الفاظ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ سے معلوم ہوا کہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اس امت کا طرۂ امتیاز ہے۔

پورا قرآن مجید مختلف قسم کے اوامر اور نواہی سے لبریز ہے۔ اور خصوصاً اُمتِ محمدیہ علی

Islam The World Religion

صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کوفریضہِ امرونہی کی ادائیگی کا حکم ان الفاظ سے ہوا ہے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران:۱۰۴)۔

تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو اسلام کی طرف دعوت دے۔ نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے۔

اسی طرح حدیث شریف کا تمام ذخیرہ بھی قرآن مجید ہی کے اوامر ونواہی کی تفصیل ہے۔ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں جو بھی برائی کو ہوتا ہوا دیکھے اسے چاہیے کہ ہاتھ سے روکے۔ اگر ہاتھ سے روکنے کی ہمت نہیں رکھتا تو پھر زبان سے روکے۔ اور اگر زبان سے روکنے کی بھی ہمت نہیں رکھتا تو پھر کم از کم دل میں برا جانے۔ یہ ضعیف ترین ایمان ہے (مسلم:۱۷۷، ابوداؤد:۱۱۴۰، ترمذی:۲۱۷۲، نسائی:۵۰۰۸، ۵۰۰۹، ابن ماجہ:۴۰۱۳)۔

حدیث کی کتابوں میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر، دعوت، وعظ اور نصیحت کے ناموں سے مستقل ابواب موجود ہیں مثلاً پاکستان کی چھپی ہوئی بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۶، مسلم جلد ۱ صفحہ ۵۱، ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۴۰، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۹، ابنِ ماجہ صفحہ ۲۸۹، مشکوٰۃ صفحہ ۴۳۶ پر مذکورہ ابواب موجود ہیں۔

کتبِ فقہ کی کتاب الحظر والاباحۃ میں امرونہی پر مستقل بحث ہوا کرتی ہے۔

حضرت امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ (م ۳۷۰ھ) نے اپنی تفسیر احکام القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۸۶ پر، حضرت امام نووی رحمہ اللہ (م ۶۷۶ھ) نے شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۵۱ پر اور حضرت مُلّا احمد جیون (م ۱۱۳۰ھ) نے اپنی کتاب تفسیراتِ احمدیہ صفحہ ۲۰۹ پر لکھا ہے کہ امرونہی کے وجوب پر پوری اُمت کا اجماع اور اتفاق ہے۔

ترکِ امرونواہی کا وبال

اللہ کی لعنت

قرآنِ مجید میں اللہ جل مجدہٗ نے یہودیوں پر لعنت فرمائی ہے۔ محض اس وجہ سے کہ انہوں نے لوگوں کو برائی سے منع کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

Islam The World Religion

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (المائدۃ:۷۸،۷۹)۔

ترجمہ: اللہ نے داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبانی بنی اسرائیل پر لعنت بھیجی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے بڑھ گئے تھے۔ وہ بُرائی کرنے والوں کو بُرائی سے روکتے نہیں تھے۔ اور یہ بہت بری حرکت تھی۔

اس آیت کی تفسیر میں خود محبوب کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بنی اسرائیل نافرمان ہوئے تو ان کے علماء نے انہیں منع کیا، لیکن وہ باز نہ آئے۔ اس کے بعد ان کے علماء نے ان سے میل جول رکھنا اور اکٹھے کھانا پینا شروع کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے نافرمانوں کی نحوست سب کے دلوں پر ڈال دی اور ان پر لعنت فرمائی (ترمذی: ۳۰۴۷، ابوداؤد: ۴۳۳۷، ابن ماجہ: ۴۰۰۶، مسند احمد: ۳۷۱۲)۔

معلوم ہوا کہ نافرمانوں کی اصلاح کے لیے کوشش جاری رکھنا ضروری ہے۔ صرف وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ کہہ کر صلح کلی کر لینے کی اجازت نہیں۔

عذابِ الٰہی

محبوب کریم ﷺ نے فرمایا: اَوْحَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنِ اقْلِبْ مَدِيْنَةَ كَذَا وَ كَذَا بِاَهْلِهَا فَقَالَ يَا رَبِّ اِنَّ فِيْهِمْ عَبْدَكَ فُلَانًا لَمْ يَعْصِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ قَالَ فَقَالَ اَقْلِبْهَا عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ فَاِنَّ وَجْهَهٗ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ یعنی اللہ عزوجل نے جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ فلاں فلاں شہر کو تباہ کر دو۔ انہوں نے عرض کیا یارب ان لوگوں میں تیرا ایک بندہ بھی ہے جس نے آنکھ جھپکنے کی دیر بھی آپ کی نافرمانی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس سمیت سب کو تباہ کر دو۔ اس نے لوگوں کو کبھی بُرائی سے نہیں روکا (شعب الایمان للبیہقی: ۷۵۹۵، مشکوٰۃ: 5152)۔

اس حدیث میں عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ کے الفاظ قابلِ غور ہیں۔ مراد یہ ہے اللہ عزوجل نے امر و نہی نہ کرنے والے نیک آدمی کو عذاب دینے میں سب سے پہلے رکھا۔ باقی لوگوں کا

Islam The World Religion

ذکر بعد میں فرمایا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ مطیع اور نافرمان کی مثال ایسی ہے جیسے دو منزلہ جہاز میں لوگ سوار ہوں۔ نیچے کی منزل والے پانی لینے کے لیے اوپر جایا کرتے ہوں۔ یہ سوچ کر کہ بار بار اوپر جانے سے اوپر والے تنگ نہ آ جائیں، انہوں نے نیچے سے جہاز میں سوراخ کر دیا تا کہ پانی حاصل کر سکیں۔ اوپر والوں نے یہ سوچ کر انہیں منع نہ کیا کہ ہمیں کسی سے کیا غرض؟ تو اس صورت میں پورا جہاز ڈوب جائے گا اور دونوں فریق غرق ہو جائیں گے اور اگر اوپر والوں نے اس حرکت سے منع کیا تو جہاز نہیں ڈوبے گا اور دونوں فریق ہلاکت سے بچ جائیں گے (بخاری: ۲۴۹۳، ۲۶۸۶، ترمذی: ۲۱۷۳، مسندِ احمد: ۱۸۴۴۱)۔

یہی معنی قرآن مجید کی اس آیت کے بھی ہیں۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً یعنی کہ اس عذاب سے ڈرو جو تم میں سے صرف نافرمانوں کو ہی نہ پہنچے گا (بلکہ ان کے ساتھ نیک لوگ بھی اس کی لپیٹ میں آ جائیں گے) (الانفال: ۲۵)۔

پھر دُعائیں قبول نہیں ہوں گی

محبوب کریم ﷺ نے فرمایا: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ اَوْ لَيُوْشِكَنَّ اللهُ اَنْ يُّنْزِلَ عَلَيْكُمْ عَذَاباً مِّنْهُ فَتَدْعُوْنَ فَلَا يُسْتَجِيْبُ لَكُمْ یعنی اللہ کی قسم تمہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا پڑے گا۔ ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب نازل کر دے پھر تم دعائیں مانگو گے مگر وہ قبول نہیں ہوں گی (ترمذی: ۲۱۶۹)۔

اس حدیثِ پاک کا مطلب یہ ہے کہ دو کاموں میں سے ایک کام ہو کر رہے گا۔ یا تو تم امر و نہی کرو گے یا پھر تمہارے رب کی طرف سے عذاب نازل ہو گا۔ پھر عذاب نازل ہونے کے بعد تم اللہ سے دعائیں مانگو گے تو وہ قبول نہیں ہوں گی۔

بزاز اور طبرانی کے الفاظ یہ ہیں کہ تم امر و نہی نہیں کرو گے تو اللہ تمہارے اوپر شریر حکمران مسلط کر دے گا۔ پھر تمہارے نیک لوگ دعائیں مانگیں گے مگر وہ قبول نہیں ہوں گی

Islam The World Religion

(مرقاۃ جلد ۹ صفحہ ۳۳۲)۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث بھی نقل فرمائی ہے کہ اگر تم امر و نہی نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے او پر شرارتی لوگوں کو حاکم بنا دے گا پھر وہ تمہیں شدید تکلیف دیں گے۔ پھر تمہارے نیک لوگ دعا کریں گے مگر انکی دعائیں قبول نہیں ہوں گی (مرقاۃ جلد ۹ صفحہ ۳۳۳)۔

یہاں تک جو کچھ عرض کیا جا چکا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ :

(1)۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس اُمت پر فرض ہے۔

(2)۔ امر و نہی کے ترک کر دینے والوں پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ اور ان پر ظالم حکمران مسلّط ہو جاتے ہیں پھر انکی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

امر و نہی کرنے والوں کے مختلف طبقات

امر و نہی کا فریضہ ایک نہایت نازک فریضہ ہے۔ یہ ہر آدمی کے بس کا کام نہیں۔ غلط دوا تجویز کر دینے کی وجہ سے قدم قدم پر روحانی مریض کی موت کا خطرہ ہے۔ اس کام کی نزاکت کے پیشِ نظر یہاں قدرے تفصیل سے عرض کیا جاتا ہے کہ کون سا کام کس شخص کی ذمہ داری ہے اور کس شخص پر لازم ہے کہ وہ کس معاملے میں خاموش رہے۔

(1)۔ خروج و انقلاب

یہ اربابِ حل و عقد کا کام ہے۔ سربراہِ مملکت کے قابلِ عزل ہو جانے کے بعد اہلِ علم آپس میں رابطہ اور ساز باز کریں اور حکمران کو ہٹانے کے لیے باہمی مشورے کے ساتھ مناسب اقدام اٹھانے کا فیصلہ کریں۔ یہ اہلِ حل و عقد اور انکے ساتھیوں کے لیے عزیمت ہے۔

اِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ (بخاری : ۲۹۵۵ ، ۷۱۴۴ ، مسلم : ۴۷۶۳ ، ابوداؤد : ۲۶۲۶ ، ترمذی : ۱۷۰۷ ، ابن ماجہ : ۲۸۶۴) اور مَنْ رَاٰی مِنْكُمْ مُنْكَراً سے ثابت ہے۔ اسکے لیے حاکم کا قابلِ عزل ہونا، انقلابیوں میں اہلیت کا ہونا اور پہلے سے بھی بڑے فتنے کا اندیشہ نہ ہونا شرط ہے۔ جو نہایت نازک مسائل ہیں۔

امامِ اعظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ اکیلے آدمی کا کام نہیں۔ اسے انبیاء نے بھی اس وقت تک ہاتھ نہیں ڈالا جب تک انہیں اللہ کی طرف سے اس کا حکم نہیں ملا (احکام القرآن جلد ۲

Islam The World Religion

صفحہ ۳۳)۔

(2)۔حدود وتعزیرات کا اجراء اور اقامۃ الصلوٰۃ

یہ سرکاری سطح کا کام ہے۔حکومت پر فرضِ عین ہے۔اِن مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ (الحج:۴۱)اور اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ(النساء:۵۸)سے ثابت ہے۔

(3)۔جہاد بالسَّیف

جہاد فرضِ کفایہ ہے اسکی فرضیت كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ(البقرۃ:۲۱۶)وغیرہ سے ثابت ہے اور اس کا کفایہ ہونا لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ(اِلٰی قَوْلِهٖ تَعَالٰی) كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (النساء:۹۵)سے ثابت ہے۔

جہاد ایک خاص مقصد کے حصول کے لیے کیا جاتا ہے۔ جتنے لوگوں سے وہ مقصد حاصل ہو جائے۔انہی پر جہاد فرض ہے اور ان لوگوں کو جہاد کا حکم خود حکومت دے گی۔یہی وجہ ہے کہ دشمنوں کے ہجوم اور اندھا دھند چڑھائی کے وقت تمام مردوں اور عورتوں پر جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے۔(یہ نفیرِ عام کی صورت کہلاتی ہے)۔

جہاد کے لیے ماں باپ کی اجازت ضروری ہے(بخاری:۵۹۷۲)۔

مقروض کے لیے قرض خواہ کی اجازت اور بیوی کے لیے شوہر کی اجازت ضروری ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاد فرضِ کفایہ ہے اور ماں باپ اور شوہر کی خدمت اور قرض کی ادائیگی فرضِ عین ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے ماں باپ کی اجازت کے بغیر جہاد پر آنے والے کو واپس بھیج دیا(ابن ماجہ:۲۷۸۲)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: شہید کو قرض کے سوا ہر بات کی معافی ہو جاتی ہے(مسلم: ۴۸۸۴)۔

نیز زراعت، تجارت، عورتوں اور بچوں اور گھروں کی دیکھ بھال جیسے اہم کاموں کے لیے مردوں کی ایک معقول تعداد کا اپنے اپنے علاقوں اور گھروں میں موجود رہنا عقلاً ونقلاً ضروری ہے۔

قدوری، کنز اور ہدایہ وغیرہ میں ہے کہ: اَلْجِهَادُ فَرْضٌ عَلَى الْكِفَايَةِ۔جہاد کے

Islam The World Religion

فرض کفایہ ہونے پر پوری امت کا اجماع ہے۔ بے شمار احادیث کو سامنے رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کا درجہ ہر فرضِ عین کے بعد اور تمام نوافل سے اوپر ہے اور ظاہر ہے کہ فرضِ کفایہ کا یہی درجہ ہونا چاہیے۔

احادیث شریفہ میں ذکرِ الٰہی اور نفس کے خلاف جہاد کو جہاد بالسیف سے بہتر قرار دیا گیا ہے اور اسے جہادِ اکبر کا نام دیا گیا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ نفس ہر بُرائی اور کفر کی طرف مائل ہے حتیٰ کہ جہاد بالسیف سے بھی روکتا ہے، تو سب سے پہلے تو اس اندر کے موذی کو قتل کرنا پڑے گا۔ جس کی اصلاح پر جہاد بالسیف کا دارومدار ہے۔ ورنہ سارے کام دھرے کے دھرے رہ جائیں گے وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔

ایک غزوہ میں ایک شخص نے کفار کے خلاف زبردست جنگ لڑی اور زخمی حالت میں خیمے میں آ کر لیٹ گیا مگر اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکا اور زخموں کی تاب نہ لا کر خودکشی کر لی۔ نبی کریم ﷺ نے اس پر فرمایا ''اللہ اس دین کی امداد برے آدمی سے بھی کراتا ہے'' (بخاری: ۴۲۰۳، مسلم: ۳۰۵، دارمی: ۲۵۲۰، مسندِ احمد: ۸۱۱۰)۔

میدانِ جہاد میں ایک کافر کے سینے پر سوار شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ نے اس کافر کو عین اس وقت چھوڑ دیا جب اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے چہرہِ اقدس پر تھوک دیا۔ اب ایک طرف جہاد بالسیف تھا اور دوسری طرف جہادِ اکبر۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کافر کے خلاف جہاد پر نفس کے خلاف جہاد کو ترجیح دی۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص اللہ تعالیٰ سے کہے گا کہ میں نے تیری راہ میں جہاد کیا اور اپنی جان قربان کر دی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم نے یہ سب کچھ بہادر کہلانے کی غرض سے کیا پھر لوگوں نے تجھے بہادر کہا۔ تم نے جو چاہا وہ تمہیں مل چکا۔ پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا (مسلم: ۶۹۲۳، نسائی: ۳۱۳۷)۔

اس کے برعکس صدقِ دل سے شہادت کی دعا مانگنے والا شہادت کا مرتبہ پائے گا۔ خواہ وہ اپنے بستر پر ہی مرا ہو (مسلم: ۴۹۳۰، ابوداؤد: ۱۵۲۰، ترمذی: ۱۶۵۳، ابن ماجہ: ۲۷۹۷)۔

یاد رکھیے! یہ کوئی ڈھکا چھپا مسئلہ نہیں ہے بلکہ قرآن وسنت اور عقل وانصاف کی روشنی میں پایۂ ثبوت کو پہنچی ہوئی بات ہے کہ ''بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا''۔

Islam The World Religion

یہی وجہ ہے کہ تمام اولیاء کرام جہادِ اکبر کے قتیل ہونے کے سبب سے زندہ ہیں۔ انکی حیات میدانِ جنگ میں مارے جانیوالوں کی حیات سے قوی تر ہے اور بخدا ایسا ہی ہے۔

جنگ کا ضابطہ

جنگ کی غرض و غایت فتنہ کا خاتمہ اور کلمۃ اللہ کی سر بلندی ہی حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ (الانفال:۳۹) اور لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَآءَ (مسلم: ۴۹۱۹، ۴۹۲۰، ۴۹۲۲، بخاری: ۲۸۱۰، ۳۱۲۶، ابوداؤد: ۲۵۱۷، ۲۵۱۸، ترمذی: ۱۶۴۶، نسائی: ۳۱۳۶، ابن ماجہ: ۲۷۸۳)۔

اس مقصد کے حصول کے لیے اسلامی حکومت کی سربراہی میں ایک خاص منصوبہ بندی اور طے شدہ ضابطے کے مطابق کفار کے خلاف حتمی کاروائی کا نام جہاد بالسیف یا قتال ہے۔ اس جہاد کی پانچ مختلف صورتیں ہیں۔

(1)۔ دشمن اگر زبردستی کرے اور چڑھائی کر دے تو اپنا دفاع کرنا۔ ایسے جہاد میں طاقت کا زیادہ ہونا ضروری نہیں۔ ہر حال میں دفاع فرض ہے۔ اور کفار کے ہجوم کی صورت میں تمام مردوں اور عورتوں پر فرضِ عین ہے۔ جیسے جنگِ خندق ہوئی تھی۔

(2)۔ غیر اسلامی مملکت میں پھنسے ہوئے مظلوم مسلمانوں کو آزادی دلانا۔ اس کے لیے طاقت کا ہونا اور مناسب وقت کا انتظار ضروری ہے جیسے فتح مکہ۔

(3)۔ غیر مسلم اقوام کی بڑھتی ہوئی طاقت سے اگر اہلِ اسلام خطرہ محسوس کریں تو ان کی طاقت کو بالغ ہونے سے پہلے ہی ختم کر دینا۔ جیسے جنگِ بدر۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خود اسلامی مملکت کے اندر غیر مسلموں کو انسانی حقوق کے نام پر بے جا مراعات دے کر آستین کے سانپ پالنا کتنی بڑی خطا ہے۔

(4)۔ غیر مسلم ملک میں مختلف ادیان و اقوام کے لوگوں کو ظلم و ستم سے نجات دلا کر اسلامی نظامِ عدل فراہم کرنا۔ خواہ وہ لوگ بعد میں مسلمان ہو جائیں یا نہ ہوں۔ ان پر زبردستی نہیں کی جائے گی۔ اس کے لیے بھی طاقت کا ہونا ضروری ہے۔ جیسے فتحِ اندلس۔

(5)۔ اگر اہلِ اسلام اس پوزیشن میں ہوں تو کسی دوسری وجہ کے بغیر صرف اسلام کو پھیلانے کے لیے غیر مسلم حکمرانوں کو خطوط لکھے جائیں۔ اگر وہ اسلام کو قبول کر لیں تو ٹھیک ورنہ انہیں جزیہ

Islam The World Religion

دینے اور ماتحت ہو جانے کو کہا جائے اس لیے کہ دین میں زبردستی نہیں ہے۔ یہیں پر آیت لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ صحیح طور پر فٹ بیٹھی ہے۔ لیکن اگر وہ اس کے لیے بھی تیار نہ ہوں تو ان کے خلاف باقاعدہ جنگ لڑی جائے۔ اسلام کے علاوہ تمام ادیان فتنہ ہیں اور اللہ کریم فرماتا ہے کہ فتنہ قتل سے بھی بدتر ہے (البقرۃ:۱۹۱)۔

فتنے کو ختم کرنا ایسا ہی ہے جیسے سانپ، بچھو اور پاگل کتے کو مار دینا۔ جہاد میں عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو مارنا اسی لیے منع ہے کہ یہ فتنہ نہیں پھیلا سکتے۔ لیکن اگر عورت کفار کی حکمران ہو تو اسے مارنا جائز ہے اس لیے کہ اب وہ فتنہ پھیلا رہی ہے۔

ایسے جہاد کے لیے بھی افرادی اور بارودی طاقت کا کفار کے مقابلے پر زیادہ ہونا اور محتاط اندازے کے مطابق فتح کا یقینی ہونا ضروری ہے۔ ورنہ عین اندیشہ ہے کہ یہ خودکشی کے مترادف نہ ہو جائے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فارس کے لشکر کے امیر کے نام جو خط لکھا اسے پڑھیے اور اپنا ایمان تازہ کیجیے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ اِلٰى رُسْتَمَ وَ مِهْرَانَ فِيْ مَلَأِ فَارِسٍ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اَمَّا بَعْدُ!

ہم تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں اگر تم انکار کرو تو پھر جزیہ ادا کرو اور ہمارے ماتحت ہو کر رہنا قبول کر لو۔ اور اگر اس سے بھی انکار کرو گے تو پھر سن لو کہ میرے ہمراہ ایسی قوم ہے جنہیں اللہ کی راہ میں مرنا اتنا محبوب ہے جتنی اہل فارس کو شراب محبوب ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى

(طبرانی کبیر: ۱۶۷۳، مجمع الزوائد: ۹۵۹۵، شرح السنۃ حدیث: ۲۶۶۸)۔

جہاد کا اسلامی حکومت کی سربراہی میں ہونا ضروری ہے اگر حکومت اسلامی نظام سے غافل اور جہاد میں متساہل ہو تو اسے خطوط اور وفود کے ذریعے اس امر پر آمادہ کیا جائے اور جہاد ان قواعد وضوابط کے مطابق کیا جائے جن کی تفصیل اسلام نے فراہم کر دی ہے۔ کوئی ایسا قدم نہ اٹھایا جائے جس سے فتنہ ختم ہونے کی بجائے پہلے سے بھی زیادہ ہو جائے اور کلمۃ اللہ کے بلند ہونے کی بجائے اسلام کی رسوائی

Islam The World Religion

ہو۔جذبات میں آ کرنعرے لگادینا آسان ہے مگر ہر حکمِ خداوندی کی کماحقہٗ پاسداری ذرا مشکل ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کونصیحت کرنے والا خارجی بھی اپنی دانست میں کلمۂ حق کہہ رہا تھااور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے خلاف تلوار اٹھانے والے بھی نعرۂ تکبیر ہی بلند کررہے تھے۔

جنگ کے دوران کفّار پرخودکُش حملہ کردینا جائز ہے اور یہ جنگی تدبیر کا ایک حصہ ہے۔ اسی طرح فضائی فوج میں خودکُش سکواڈ (suicide squadron) تیار رکھنا بھی جائز ہے لیکن کسی مسلمان پر یا علماء اور عوام پر خودکُش حملہ یا عام قاتلانہ حملہ کر دینا جائز نہیں، خواہ وہ عوام غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں یا اُن کا تعلق کسی بھی فرقے سے کیوں نہ ہو۔

عوام کے جذبۂ جہاد سے فائدہ اٹھا کر عوام کے ہاتھوں میں براہِ راست اسلحہ دے دینا جائز نہیں۔قتل کا بدلہ قتل، چور کی سزا، زانی کی سنگساری اور مرتد کا قتل سب حکومت کے کام ہیں۔اگر عوام کے لیے کسی کافر یا مرتد کو قتل کرنا جائز ہوتا تو ہم نے منکرینِ ختمِ نبوت کی اینٹ سے اینٹ بجادی ہوتی۔ ملک میں فتنہ پھیل جائے تو اسلحہ پر پابندی لگا دینا جائز ہے۔وَیَکْرَہُ بَیْعُ السِّلَاحِ فِیْ اَیَّامِ الْفِتْنَۃِ (قدوری صفحہ ۲۳۶)۔

منکرینِ جہاد کا انجام

حدیث شریف میں ہے کہ: جہاد قیامت تک سرسبز وشاداب رہے گا۔جلد ہی مشرق سے ایک گروہ اٹھے گا جو کہے گا کہ اللہ کی راہ میں جہاد بند ہو چکا ہے وہ لوگ جہنم کا ایندھن ہیں۔ حالانکہ اللہ کی راہ میں ایک دن کا جہاد ہزار غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے اور تمام اہل زمین کا صدقہ دینے سے بہتر ہے (کنزالعمال جلد ۴ صفحہ ۳۲۸)۔

اس حدیث میں منکرینِ ختمِ نبوت کی واضح نشاندہی موجود ہے جن کا مرکز، مدینہ شریف سے سیدھا مشرق میں ہے اور وہ واقعی جہاد کے مُنکر بھی ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جہاد سرکاری سطح کا کام ہے جسے حکومت حکم دے اس پر فرضِ عین ہے۔ جہاد کی ضرورت اور صورتحال کے مطابق حکومت کم یا زیادہ لوگوں کو حکم دے سکتی ہے۔نفیرِ عام کی صورت میں تمام مردوں اور عورتوں پر فرضِ عین ہے کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ وغیرہ سے ثابت ہے۔

Islam The World Religion

(4)۔کلام ومناظرہ وتردیدِ باطل

یہ اُمت کی تنظیمی سطح کا کام ہے۔فرضِ کفایہ ہے۔ وَلْتَكُنْ مِّنْ كُمْ اُمَّةٌ(آلِ عمران:۱۰۴)اور وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (النحل:۱۲۵) سے ثابت ہے۔

(5)۔تفقہ فی الدین اور فقہی راہنمائی

یہ علاقائی، مدنی اوردیہی سطح کا کام ہے۔یہ بھی فرضِ کفایہ ہے۔فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ(التوبۃ:۱۲۲) سے ثابت ہےاس کاتعلق اپنوں کی اصلاح سے ہے۔

(6)۔اپنی رعایااوراہل وعیال کوامرونہی

یہ انفرادی سطح کا کام ہے ہر شخص پر فرضِ عین ہے۔ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا(تحریم: ۶) اور حدیث كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ(بخاری :۲۴۰۹، ۲۵۵۴، ۲۵۵۸، ۲۷۵۱، ۵۱۸۸، ۵۲۰۰، ۷۱۳۸، ابوداؤد:۲۹۲۸) سے اسکی فرضیت ثابت ہے۔ ماں باپ اپنی اولادکو، افسر اپنے ماتحتوں کو، استاد اپنے شاگردوں کواور حکومت اپنی رعایا کوامرونہی کرے۔

(7)۔مِن وعَن ابلاغ

یہ ہرکسی کے لیے مستحب ہے۔بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً سے ثابت ہے۔اس میں شرط یہ ہے کہ رٹی رٹائی بات آگے کردی جائے یامستند کتاب پڑھ کرسنادی جائے۔

جاہل آدمی کاقرآن کی تفسیریاحدیث کی شرح بیان کرناسراسرناجائز ہے۔ایسے کام کے لیے عربی دانی، ناسخ ومنسوخ وغیرہ کاعلم بہت ضروری ہے۔نبی کریم ﷺ نے جہلاء کی فتویٰ بازی کو قیامت کی نشانی قرار دیا ہے۔فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا وہ خودبھی گمراہ ہوں گےاوردوسروں کوبھی کریں گے(بخاری:۱۰۰، ۷۳۰۷،مسلم:۶۷۹۶،ترمذی:۲۶۵۲،ابن ماجہ:۵۲)۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان جاہل مبلغین کومساجد سے نکال دیتے تھے۔

(8)۔ظاہراورواضح معروف ومنکر کاہرکسی کوامرونہی

یہ انفرادی سطح کا کام ہے۔عام طور پر مطلق امرونہی سے یہی مرادلیاجاتا ہے۔اسکا

Islam The World Religion

تعلق اپنی رعایا کے علاوہ دوسرے عام لوگوں کو امر ونہی کرنے سے بھی ہے۔ اسکا حکم مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَراً فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ (الحدیث) میں دیا گیا ہے۔ فقہ کی کتابوں میں امر ونہی کے اس خاص پہلو پر بحث ملتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے کہ امر بالمعروف کئی طریقوں سے ہوتا ہے۔ اگر گمان غالب ہو کہ لوگ اسکی بات مان لیں گے تو اس صورت میں امر ونہی واجب ہے۔ اور اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ لوگ اسے بدنام کریں گے، گالیاں دیں گے، دشمنی کھڑی ہو جائے گی اور مار کھائے گا تو کم ہمت آدمی امر بالمعروف نہ کرے تو بہتر ہے اور اگر ہمت والا ہو تو امر بالمعروف کر سکتا ہے، اسے مجاہد سمجھا جائے گا۔ اگر گمان غالب ہو کہ لوگ بات نہیں مانیں گے لیکن نقصان بھی نہیں پہنچائیں گے تو اسکی مرضی ہے کہ امر بالمعروف کرے یا نہ کرے۔ لیکن کرنا افضل ہے (فتاویٰ عالمگیریہ جلد ۵ صفحہ ۳۵۲، ۳۵۳)۔ ایسا شخص جب امر بالمعروف کرنے لگے تو اس کے لیے مندرجہ ذیل باتوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔

(ا)۔ اخلاص

حدیث شریف میں ہے کہ: اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے (مسلم: ۴۹۲۷، بخاری :۱، ۵۴، ابوداؤد: ۲۲۰۱، ترمذی: ۱۶۴۷، نسائی: ۷۵، مسند احمد: ۱۶۹)۔ قیامت کے روز ایک شخص اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا کہ میں نے تیری راہ میں علم سیکھا اور لوگوں کو سکھایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تیری نیت یہ تھی کہ لوگ تجھے عالم اور قاری سمجھیں اور لوگوں نے تجھے عالم اور قاری سمجھا بھی۔ جو تو نے چاہا وہ تجھے مل چکا۔ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اسے ناک کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں گرا دو (مسلم: ۶۹۲۳، نسائی: ۳۱۳۷)۔

(ب)۔ حصولِ علم

علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے (ابن ماجہ: ۲۲۴)۔

کتبِ حدیث میں عموماً اخلاص و ایمان کے بعد علم کی بحث ملتی ہے۔ بعض بزرگوں نے اپنی معرکۃ الآراء کتابوں کا آغاز ہی علم کی بحث سے فرمایا ہے۔ مثلاً داتا ہجویری علیہ الرحمہ نے کشف المحجوب کا آغاز اور امام غزالی علیہ الرحمہ نے احیاء العلوم کا آغاز علم کی بحث سے کیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو علم کی زیادتی طلب کرنے کا حکم ہوا ہے۔ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ

Islam The World Religion

عِلْماً دعا کرو کہ اے اللہ! میرے علم میں اضافہ فرما (طٰہٰ: ۱۱۴)۔

اگر علم کے بغیر کوئی شخص امر ونہی شروع کر دے تو عین ممکن ہے کہ امر کے موقع پر نہی اور نہی کے موقع پر امر کر ڈالے یا نرمی کے موقع پر سختی اور سختی کے موقع پر نرمی کرے یا غلط اور جذباتی فیصلے کرتا رہے۔ خصوصاً عوام الناس کا علماء کو تبلیغ کرنے بیٹھ جانا تباہ کن اور دین شکن حرکت ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے کہ ''عوام میں سے کسی آدمی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ قاضی، مفتی اور عالم کو تبلیغ کرے۔ اس لیے کہ یہ بدتمیزی ہے اور علمی باریکیوں کو عام آدمی سمجھ بھی نہیں سکتا (فتاویٰ عالمگیریہ جلد ۵ صفحہ ۳۵۳)۔

(ج)۔ عمل

علم کے مطابق عمل کرنا بہت ضروری ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ (البقرہ: ۴۴) کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھلا دیا ہے؟

حدیثِ پاک میں ہے کہ: قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے شریر آدمی وہ ہوگا جس نے اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھایا ہو (دارمی حدیث: ۲۶۷)۔

آپ ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِيْ بِمَا عَلَّمْتَنِيْ وَعَلِّمْنِيْ مَا يَنْفَعُنِيْ وَزِدْنِيْ عِلْمًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ یعنی اے اللہ مجھے اس علم سے نفع پہنچا جو تو نے مجھے سکھایا ہے اور مجھے علم نافع سکھا اور میرے علم میں اضافہ فرما۔ ہر حال میں اللہ کا شکر ہے اور میں اہل نار کے حال سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں (ترمذی: ۳۵۹۹، ابن ماجہ: ۳۸۳۳)۔

علم کے مطابق عمل کرنے سے مبلّغ کی بات میں اثر پیدا ہوتا ہے اور اسکی شخصیت دوسروں کے لیے نمونہ بن جاتی ہے۔

(د)۔ بدکلامی سے پرہیز

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ یعنی یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپ انکے لیے نرم ہیں اگر آپ

Islam The World Religion

تند خو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپکے اردگرد سے اٹھ کر چلے جاتے (آلِ عمران:۱۵۹)۔

حدیث شریف میں ہے کہ: عالم علم و ادب سے وعظ کرتا ہے اور جاہل آدمی مار پیٹ اور سخت کلامی سے کام لیتا ہے (الاسرار:۸۴)۔

ایک مرتبہ ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے پانی منگوا کر مسجد دُھلوا دی اور دیہاتی کو بعد میں آرام سے سمجھا دیا (مسلم:۶۶۱، بخاری:۲۱۹، ۶۰۲۵، ۶۱۲۸، نسائی:۵۳، ابن ماجہ:۵۲۸)۔

(ھ)۔ تعلیم میں تدارج

کسی نو مسلم پر بیک وقت تمام اعمال کا بوجھ نفرت کا باعث بن سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن میں تبلیغ کے لیے بھیجا تو یوں ہدایت فرمائی کہ اہلِ کتاب کو پہلے توحید و رسالت کی دعوت دینا۔ جب وہ اسے مان لیں تو پھر پانچ نمازوں کا حکم سنانا۔ جب وہ اسے بھی مان لیں تو پھر زکوٰۃ کا حکم سنانا۔ جب وہ اسے بھی مان لیں تو پھر زکوٰۃ لیتے وقت ان کا اچھا اچھا مال نہ لے لینا اور مظلوم کی آہ سے ڈرنا۔ مظلوم کی آہ اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا (بخاری:۷۳۷۲)۔

(و)۔ ہمہ وقتی اور لمبی تقریر سے پرہیز

نبی کریم ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو کبھی کبھی وعظ فرماتے اور ان کے تھک جانے کا خیال رکھتے تھے (بخاری:۷۰)۔

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعرات کو وعظ کیا کرتے تھے۔ کسی نے آپ سے کہا کہ آپ ہر روز وعظ کیا کریں۔ آپ نے فرمایا میں یہ نہیں چاہتا کہ میں تقریر کرتا رہوں اور لوگ تھک جائیں۔ میرا طریقہ وہی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ تھا (مسلم:۷۱۲۹، بخاری:۷۰)۔

حتیٰ کہ امام کے لیے بھی یہ ہدایت ہے کہ بیمار، ضعیف اور حاجت مند لوگوں کا خیال رکھتے ہوئے قرأۃ لمبی نہ کیا کرے (بخاری:۹۰، ۷۰۲، ۷۰۴، ۶۱۱۰، ۷۱۵۹، مسلم:۱۰۴۴، ابن ماجہ:۹۸۴)۔

Islam The World Religion

(ز)۔ جہلاء سے مت الجھیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا یعنی میرے بندے وہ ہیں کہ اگر ان سے جاہل بحث کریں تو سلام کہہ کے ٹال دیتے ہیں (فرقان: ۶۳)۔

(ح)۔ لوگوں کی سمجھ سے بالاتر بات نہ کریں

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نااہل کے سامنے علم کی بات کرنا ایسے ہی ہے جیسے خنزیر کے گلے میں جواہر، موتیوں اور سونے کا ہار ڈال دیا جائے (ابن ماجہ حدیث: ۲۲۴)۔

نیز فرمایا: اَنْزِلُوْا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ یعنی لوگوں سے ان کے مرتبہ کے مطابق پیش آؤ (ابوداؤد: ۴۸۴۲)۔

(ط)۔ فقہی اختلافات کو ہوا نہ دیں

اگر عوام علماء کے فقہی اختلافات دیکھیں تو ان میں چہ میگوئیاں شروع ہو جاتی ہیں اور تنفّر کو فروغ ملتا ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو خوش رکھو متنفر مت کرو، آسانی پیدا کرو، مشکل پیدا نہ کرو، ایک جیسی بات کرو اختلاف نہ کرو (مسلم: ۴۵۲۶، بخاری: ۳۰۳۸، مسندِ احمد: ۱۹۷۲۱)۔

(ی)۔ بحث کا طریقہ

حتی الوسع گریز کے باوجود اگر کسی سے بحث کرنا ہی پڑ جائے یا حکمت و مصلحت، بحث و مناظرے ہی کی متقاضی ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ: اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ یعنی اچھے طریقے سے رَدّ کریں۔ یہ انداز اپنائیں کہ جیسے آپ کا مخالف آپ کا جگری دوست ہو (فصلت: ۳۴)۔

مناظرے میں مخالف کے رویے، پاس بیٹھی ہوئی عوام کی نفسیات اور اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کی ضرورت کا لحاظ بہت ضروری ہوتا ہے۔ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ میں اسی کا ذکر ہے۔

(ک)۔ کسی کو کافر کہنے میں جلدی نہ کریں

سب سے پہلے تو یہ ضروری ہے کہ فیصلہ کرنے والے کو کفر اور ایمان کی تعریف کا بخوبی علم

Islam The World Religion

ہو۔اس کے بعد کسی کے قول کے بارے میں مکمل حسنِ ظن سے کام لے کر اس میں صحت کا پہلو تلاش کرنا چاہیے تاکہ وہ شخص کفر کے فتوے سے بچ نکلے۔اگر کسی قول کے سو معنی بنتے ہوں، جن میں سے ننانوے معنی کفریہ ہوں اور ایک معنی درست بنتا ہو تو ایسے قول پر کفر کا فتویٰ نہیں دینا چاہیے۔

حدیث شریف میں ہے کہ: اگر کسی نے دوسرے کو کافر کہا اور وہ فی الواقع کافر نہ ہو تو یہ کفر اس کی اپنی طرف لوٹ آئے گا (مسلم: ۲۱۶، بخاری: ۶۱۰۴، ترمذی ۷ ۲۶۳:)۔

(ل)۔تبلیغ کو نتیجہ خیز بنانے کی کوشش کریں

مبلغ کے لیے ضروری ہے کہ اپنی تبلیغ کے نتائج پر نظر رکھے۔جذباتی باتوں اور غلط طریقۂ کار کے ذریعے مبلّغ اپنا کلیجہ تو ٹھنڈا کر سکتا ہے مگر تبلیغ کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

(م)۔نرمی اور سختی کے مواقع

مبلغ کے لیے ضروری ہے کہ موقع کی مناسبت سے نرم یا سخت رویہ اختیار کرنے پر دسترس رکھتا ہو۔اسے معلوم ہونا چاہیے کہ کب ہاتھ کا استعمال کرنا ہے، کب زبان کا استعمال کرنا ہے، کب خاموش رہنا ہے اور کب صرف اپنے موڈ سے اگلے کو احساس دلانا ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دس سال نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر رہا، آپ ﷺ نے مجھے ایک بار بھی نہیں فرمایا کہ یہ کام تم نے کیوں کیا اور یہ کام تم نے کیوں نہیں کیا (مسلم: ۶۰۱۴، بخاری: ۶۰۳۸)۔

اس کے لیے فرض، واجب، سنت، مستحب اور مباح وغیرہ شرعی احکام کا فرق جاننا بھی ضروری ہے تاکہ حکم کی سختی اور نرمی کے مطابق تبلیغ میں بھی سختی اور نرمی کی جا سکے۔

مثلاً نبی کریم ﷺ کا لباس مبارک، کھانا، پینا، نشست و برخاست، سونا جاگنا، طب اور زراعت کا طریقہ۔ یہ سب چیزیں سننِ زوائد ہیں۔یہ سب مستحبات کے حکم میں ہیں۔ان پر سختی کرنا مغزِ شریعت اور روحِ تبلیغ کے منافی ہے۔

حضرت مُلّا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سنت کی ایک قسم سنتِ زائدہ ہے۔ اس کے ترک سے برائی لازم نہیں آتی۔ نبی کریم ﷺ کا لباس اور نشست و برخاست کا طریقہ اسی زمرے میں آتے ہیں۔ یہ سب کام نبی کریم ﷺ نے عبادت کے طور پر نہیں بلکہ عادت

Islam The World Religion

کے طور پر کیے ہیں (نورالانوار صفحہ ۱۷۱)۔

شامی میں ہے کہ سنتِ زائدہ مستحب کے حکم میں ہوتی ہے (شامی جلد ا صفحہ ۷۶)۔

مستحب کا جان بوجھ کر ترک کر دینا بھی جائز ہوتا ہے بلکہ مکروہِ تنزیہی بھی جائز ہی کی اقسام سے ہے حتیٰ کہ بیانِ جواز کے لیے مکروہ تنزیہی کا جان بوجھ کر ارتکاب مسنون ہے۔

جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے جان بوجھ کر صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھی۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے کپڑا پاس ہونے کے باوجود ایک کپڑے میں نماز کیوں پڑھی؟ فرمایا میں نے یہ اس لیے کیا کہ تیرے جیسا احمق دیکھ لے (بخاری: ۳۵۲)۔

دراصل یہ کام اتنا مشکل ہے کہ کسی مدرسے سے فارغ التحصیل ہونا بھی اس کے لیے ناکافی ہے۔ چہ جائیکہ ہر کس وناکس اسلام کے سر پر دستِ شفقت رکھنے کے لیے اس کی تبلیغ شروع کر دے۔ اس کا تعلق حکمت سے ہے جو سالہا سال تک آداب سیکھے اور زانوئے مریدی طے کیے بغیر کسی کے خُلق میں داخل نہیں ہوتی۔

(ن)۔ دعائے نصرت

دعا مومن کا ہتھیار ہے: فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (بقرہ: ۲۸۶)۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (آلِ عمران: ۱۷۳) اور: وَاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا (بنی اسرائیل: ۸۰)۔ خاص طور سے امر ونہی کے موضوع پر وارد ہوئی ہیں۔

(س)۔ دل برداشتہ نہ ہوں اور تگڑے رہیں

مُبلّغ کو چاہیے کہ ثابت قدم اور مستقیم رہے۔ اپنا کام پوری ہمت سے کرتا جائے لیکن اگر اس کی مکمل کوشش کے باوجود کوئی شخص ٹھیک نہ ہو تو دِل برداشتہ نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ یعنی ان کو ہدایت دے کے ہی چھوڑنا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے (بقرہ: ۲۷۲)۔

پھر فرماتا ہے: لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ یعنی کہ اے محبوب! کیا آپ ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے اپنی جان پر کھیل جائیں گے (شعراء: ۳)۔

Islam The World Religion

اسلامی حکومت کا قیام

اسلام میں سیاست کی اہمیت

اجتماعی اور معاشرتی زندگی کا نصب العین حاصل کرنے کے لیے سیاست کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ بشرطیکہ یہ سیاست صحیح اسلامی اصولوں پر گامزن ہو۔ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبادات اور مجاہدات اور اصلاحِ نفس کے ذریعے اللہ کریم کی معرفت عطا کرنے کے علاوہ ایک صحیح ترین اسلامی معاشرہ اور نظامِ حکومت بھی قائم کر کے دکھایا۔ اور ایسے معاشرے کی سرحدوں کو وسعت دینے اور دین کی تبلیغ کے لیے مختلف بادشاہوں کو خطوط تک لکھے اور اگر حتمی کارروائی کے طور پر جنگ بھی لڑنا پڑی تو اس سے بھی گریز نہیں فرمایا۔ شرح عقائد نسفی میں ہے کہ بے شمار شرعی احکام ایسے ہیں جو حکومت کے قیام پر موقوف ہیں (شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۵۳)۔ سیاست عربی کا لفظ ہے۔ جو ملکی تدابیر اور معاشی استحکام کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ: كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ (بخاری: ۳۴۵۵، مسلم: ۴۷۷۳)۔

ترجمہ: بنی اسرائیل میں لوگوں کی اصلاح کا کام انبیاء کے ذمے تھا۔ ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آ جاتا تھا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ بلکہ اب خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔

اسلامی حکومت کا قیام کیوں ضروری ہے؟

اللہ کریم جل شانہ کا ارشادِ گرامی ہے: إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا (النساء: ۵۸)۔

ترجمہ: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں امانت کے حقداروں کو ادا کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو، بے شک اللہ تمہیں کیا ہی اچھی نصیحت فرماتا ہے، بے شک اللہ بہت سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

Islam The World Religion

یہ آیت قرآن مجید کی اہم ترین آیات میں شمار ہوتی ہے اس میں اسلام کے سیاسی نظام کا مکمل ڈھانچہ اور خدوخال مذکور ہیں۔

اِنَّ حرفِ تاکید ہے، اسکا معنی ہے بے شک۔ تاکید کرتے ہوئے بات شروع کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آئندہ بیان ہونے والے حکم کی اہمیت لوگوں کے دلوں میں بٹھادی جائے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ (بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے) یَاْمُرُ امر سے ہے۔ امر کا معنی ہے حکم دینا۔ اسی سے اِمَارَۃ بنا ہے یعنی حکمرانی۔ حدیث کی کتابوں میں سیاست کے ابواب کو ابواب الامارۃ کہا جاتا ہے۔ متحدہ عرب امارات میں یہی لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس آیت میں یَاْمُرُکُمْ سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی امر اور اقتدارِ اعلیٰ اللہ تعالی جل شانہ کا ہے۔ اور اس سے اگلی آیت کے الفاظ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ سے معلوم ہوتا ہے کہ کلی اختیارات عطا کیے جانے کی وجہ سے اقتدارِ اعلیٰ رسول اللہ ﷺ کے پاس بھی ہے۔

گویا یوں کہنا چاہیے کہ اقتدارِ اعلیٰ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پاس ہے۔ اسی یَاْمُرُکُمْ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امارت اور سیاست کے احکام اللہ تعالیٰ نے خود عطا فرمائے ہیں۔ اب جو شخص بھی ان احکام کی بجائے کوئی دوسرا نظام رائج کرے گا، وہ اللہ رسول کی امارت کے مقابلے پر اپنی ذاتی آمریت کا دعویدار ہوگا۔ خواہ وہ کسی جرنیل کی طرح شخصی طور پر آمر ہو یا جمہوریت کے نام سے متعدد اشخاص کو اپنی آمریت میں حصہ دار بنالے۔ امر کے لفظ میں یہ ساری باتیں پوشیدہ ہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ امر کی جگہ کوئی دوسرا لفظ بھی استعمال فرما سکتا تھا۔ جیسا کہ دوسری عبادات اور احکام فرض کرنے کے لیے اسکا طریقہ ہے۔ مثلاً کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ، تم پر روزے فرض کردیے گئے۔ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ تم پر جہاد فرض کردیا۔ وغیرہ۔ یہاں بھی فرما سکتا تھا کہ کُتِبَ عَلَیْکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا لیکن یہاں اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ فرما کر انسانی آمریت کی نفی کرنا مقصود تھا اور شرعی امارت کی تاکید منظور تھی۔

اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا (کہ امانتیں ان کے اہلوں کے سپرد کرو) ان الفاظ میں امانت سے کیا مراد ہے؟ اس کی وضاحت نبی کریم ﷺ نے فرمائی ہے۔

ایک مرتبہ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اِذَا ضُیِّعَتِ الْاَمَانَۃُ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ جب امانت ضائع کردی جائے تو

Islam The World Religion

قیامت کا انتظار کرنا۔صحابی کو امانت کے ضائع ہونے کی سمجھ نہ آئی تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ امانت کے ضائع ہونے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ جب امارت نا اہلوں کے سپرد کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرنا (بخاری:۵۹)۔

عورت کی حکمرانی کے بارے میں فرمایا: وَاِذَا کَانَتْ اُمَرَآءُ کُمْ شِرَارَکُمْ وَاَغْنِیَآءُ کُمْ بُخَلَآءَ کُمْ وَاُمُوْرُکُمْ اِلٰی نِسَآءِ کُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ ظَھْرِھَا یعنی جب تمہارے امراء شرارتی ہوں اور تمہارے غنی لوگ بخیل ہوں اور عورتیں تمہاری حکمران ہوں تو تمہارے لیے زندہ رہنے کی بجائے مرجانا بہتر ہے (ترمذی:۲۲۶۶)۔

جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا گیا تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر کے مناسب ترین خلیفہ ہونے کے لیے دلیل کے طور پر فرمایا تھا اَنْتَ سَیِّدُنَا وَ خَیْرُنَا وَ اَحَبُّنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی آپ ہم سے افضل ہیں ہمارے سردار ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو سب سے پیارے ہیں (بخاری:۳۶۶۸)۔

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: رسول اللہ ﷺ نے آپ کو خود امامت کے مصلّٰی پر کھڑا کیا تھا، تو جو شخص ہمارا دین کا امام ہے وہ دنیا کا امام کیوں نہ بنے (صواعق محرقہ صفحہ ۶۲)۔

ان تمام دلائل سے واضح ہو گیا کہ بہترین حکمران کا انتخاب اور ووٹ کا صحیح استعمال اہل اسلام پر لازم ہے اور یہ اس امانت کی پہلی شق ہے جسے اللہ کریم نے سورۃ النساء میں بیان فرمایا ہے۔امانت کی ادائیگی کے دوسرے بے شمار پہلو ہیں مثلاً:

(1)۔حکمرانوں کا اپنی رعایا کے حقوق ادا کرنا، (2)۔رعایا کا اپنے حکمرانوں کے حقوق ادا کرنا، (3)۔عام امانتوں کی ادائیگی، (4)۔ہر شخص کی رعایا کا ہونا اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جانا، (5)۔صوفیا کا اپنی ذات کو خدا کی امانت سمجھتے ہوئے اسے اللہ کے سپرد کر کے اپنی نفی کرنا وغیرہ۔لیکن یہ ساری تفصیلات اس وقت ہمارے موضوع سے خارج ہیں۔

الغرض اسلامی حکومت کا قیام مندرجہ ذیل وجوہ سے ضروری ہے۔

(1)۔ انسانی فلاح کے لیے انسان کا اپنا بنایا ہوا نظام نہیں بلکہ خدا کا دیا ہوا نظام ضروری ہے۔

(2)۔ سیاست سنتِ انبیاء ہے اور ہمارے نبی کریم ﷺ کی بھی عظیم سنت ہے۔

(3)۔ اسلامی حکومت کا قیام غیر مسلموں کو اسلام کی موثر تبلیغ کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

Islam The World Religion

(4)۔ ملک میں شرعی احکام اور قوانین کا نفاذ، اسلامی حکومت کے قیام پر موقوف ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس نے اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کیا تو وہ لوگ کافر ہیں (المائدۃ:۴۴)، وہ لوگ ظالم ہیں (المائدۃ:۴۵)، وہ لوگ فاسق ہیں (المائدۃ:۴۷)۔

جہاد کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے

اس پر پوری امت کا اجماع اور اتفاق ہے کہ جہاد کا ایک کمانڈ کے تحت ہونا ضروری ہے۔ اگر انفرادی اور ذاتی سطح پر جہاد بالسیف جائز ہوتا تو بخدا ہم خود اس میں ہرگز پیچھے نہ رہتے۔ انفرادی تنظیموں کا اور افراد کا جہاد بہت سارے فسادات کو مستلزم ہوسکتا ہے۔ ایسی تنظیمیں بعض اوقات آپس میں الجھ سکتی ہیں، بعض اشخاص اپنے ذاتی مفادات اور ذاتی دشمنیوں کے لیے اسلحہ استعمال کر سکتے ہیں اور بعض اوقات کسی غیر محتاط واردات کی وجہ سے لینے کے دینے پڑ سکتے ہیں اور کبھی کسی کی انفرادی غلطی کا خمیازہ پوری امت کو بھگتنا پڑ سکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَآئِهٖ وَ يُتَّقٰى بِهٖ یعنی بے شک حکمران ڈھال ہوتا ہے، ان کی آڑ میں جنگ لڑی جاتی ہے اور اسی کے پیچھے چھپا جاتا ہے (بخاری:۲۹۵۷، مسلم:۴۷۷۲)۔

انہی عقلی اور شرعی ضروریات کے پیش نظر محبوب کریم ﷺ نے فرمایا: مَنْ مَاتَ وَ لَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً یعنی جو شخص مر گیا اور مرتے دم تک اس کی گردن میں (حکمران کی) بیعت کا پٹہ نہیں تھا وہ جہالت کی موت مرا (مسلم:۴۷۹۳)۔

معروف درسی کتاب شرح عقائد نسفی میں ہے کہ: اَلْاِجْمَاعُ عَلٰى اَنَّ نَصْبَ الْاِمَامِ وَاجِبٌ یعنی اس پر اجماع ہے کہ صحیح حاکم کو مقرر کرنا واجب ہے (شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۵۳)۔

عیسائی مذہب میں چونکہ مذہبی حکومت کے قیام کے لیے کوئی احکام موجود نہ تھے اور یہ مذہب صرف چند عبادات اور رسوم تک محدود مذہب تھا، لہذا پادریوں کا سیاست سے کوئی تعلق نہ تھا حتیٰ کہ پادری کو شادی تک کرنے کی اجازت نہ تھی اور اگر بعض پادریوں نے اس غیر تمدنی (Anti

Islam The World Religion

Social) نظام سے بغاوت کرتے ہوئے حکومت کو ہاتھ لگا یا تو ان کے مشن کو پاپائیت کہہ کر ٹھکرا دیا گیا۔

اس کے برعکس اسلام ایک ہمہ پہلو دین ہے جس میں انفرادی، اجتماعی اور سیاسی زندگی کے تمام پہلوؤں پر مفصل تعلیمات موجود ہیں۔ عیسائیوں نے اسلام کے مقابلے پر اپنی شکست کا حل یہ تلاش کیا کہ اسلام میں پاپائیت کی جگہ ملائیت کی اصطلاح کا شوشہ چھوڑ دیا۔

آپ پاکستان کے سابقہ حکمرانوں کی فہرست اٹھا کر دیکھ لیجیے، تقریباً سب کے سب کرسچین مشنری سکولوں اور آکسفورڈ یونیورسٹی کے پڑھے ہوئے ہیں، جہاں ان کے دماغوں میں صرف یہ ایک پاپائی تعلیم بٹھائی جاتی ہے کہ دین اور سیاست جدا جدا ہیں۔ لیکن یاد رکھو:

نہ ہو جب تک نظامِ مصطفی کی فُل حکمرانی
سیاست آمریت ہے تو ایسا دین راہبانی

نہ جب تک جان چھوڑیں گے یہ مشنریوں کے پروردہ
ہزاروں روپ بدلے گی یہ مغرب کی مسلمانی

احساسِ ذمہ داری

ہمارے محبوب کریم ﷺ آخری نبی ہیں اور اب تبلیغ وترویج دین کی تمام تر ذمہ داری اس امت پر ڈال دی گئی ہے۔ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ (تم بہترین امت ہو) کے اعزاز کی علت یہ ہے کہ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ یعنی تمہیں لوگوں کی خاطر بنایا گیا ہے۔ جس کی تفصیل تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ میں دے دی گئی ہے اسی لیے تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ کو مؤخر کر کے بیان کیا گیا ہے کہ یہ اس امت کو تمام امتوں سے افضل قرار دینے کی علت نہیں۔

نیز اب چونکہ سلسلہ انبیاء بھی منقطع ہے، لہٰذا اب انبیاء والی ذمہ داری بھی اس امت کے علماء وصلحاء پر ڈال دی گئی ہے۔ اسی لیے محبوب کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ: اِنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَ سَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں بلکہ اب خلفاء ہوا کریں گے جو سیاسی ذمہ داریاں سنبھالیں گے (بخاری: ۳۴۵۵، مسلم: ۴۷۷۳)۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے امتِ مسلمہ پر ڈالی گئی اس ذمہ داری کا

Islam The World Religion

احساس کسی خوش نصیب کو عطا ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ کسی صحابی نے اپنی زوجہ کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیں۔ اس طرح طلاقیں تین ہی واقع ہو جاتی ہیں مگر طلاق دینے کا یہ طریقہ پسندیدہ نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَیُلْعَبُ بِکِتَابِ اللّٰہِ وَ اَنَا بَیْنَ اَظْھُرِکُمْ کیا اللہ کی کتاب سے کھیلا جائے گا جب کہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں؟ (نسائی: ۳۴۰۱)۔ آپ ﷺ کا جلال فرمانا اور ایسے الفاظ استعمال فرمانا صاف بتا رہا ہے کہ آپ ﷺ کو اپنی ذمہ داری کا احساس تھا۔

اسی طرح سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی منکرینِ زکوٰۃ و مرتدینِ اسلام کے خلاف جب تلوار اٹھائی تو فرمایا: اَیَنْقُصُ وَ اَنَا حَیٌّ کیا دین میں نقص واقع ہو جائے گا جب کہ میں زندہ ہوں؟ (مشکوٰۃ: ۶۰۳۴)۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ میں بھی احساسِ ذمہ داری اور دین کی غیرت دوپہر کے سورج کی طرح چمک رہی ہے۔

آج جب تک اہلِ اسلام میں اپنی دینی ذمہ داریوں کا احساس اجاگر نہیں ہوگا ہمارا ایک قدم ترقی کرنا بھی ناممکن ہے۔

سیاسی انقلاب کا شرعی طریقہ

جہاں تک ہو سکے حکمرانوں سے درگزر کرو

امت کی شیرازی بندی، اتحاد کی برقراری اور فسادات سے بچنے کے لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: إِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِی أَثَرَةً وَأُمُورًا تُنْكِرُونَهَا قَالُوا فَمَا تَأْمُرُنَا يَارَسُولَ اللّٰہِ قَالَ أَدُّوا إِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ وَسَلُوا اللّٰہَ حَقَّكُمْ (بخاری: ۷۰۵۲)۔

ترجمہ میرے بعد تم لوگ ایسے ایسے حالات دیکھو گے اور تمہیں ایسے معاملات پیش آئیں گے جو تمہیں برے لگیں گے اور تم ان کا انکار کرو گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ ایسے حالات میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا: تم حکمرانوں کا حق ادا کرتے رہو اور اللہ سے اپنے حق کے لیے دعائیں کرتے رہو۔

ایک حدیث میں ہے کہ: أَعْطُوهُمْ حَقَّهُمْ فَإِنَّ اللّٰہَ سَائِلُهُمْ عَمَّا

Islam The World Religion

اسۡتَرۡعَاهُمۡ (بخاری:۳۴۵۵،مسلم:۴۷۷۳)۔

ترجمہ: تم انکا حق ادا کرتے رہو، اللہ تعالی خودان سے انکی رعایا کے بارے میں پوچھ لے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے انصارِ مدینہ سے فرمایا: سَتَلۡقَوۡنَ بَعۡدِي أُثۡرَةً فَاصۡبِرُوا حَتَّىٰ تَلۡقَوۡنِي عَلَى الۡحَوۡضِ یعنی ان کے مقابلے پر صبر کروحتیٰ کہ تم قیامت کے دن حوض پر مجھ سے ملو (بخاری:۳۷۹۲،مسلم:۴۷۷۹)۔

ایک حدیث میں ہے کہ:

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یا نبی اللہ آپ کیا فرماتے ہیں کہ جب ہم پر ایسے حکمران مسلط ہوجائیں جو ہم سے اپنا حق طلب کریں اور خود ہمارا حق ادا نہ کریں؟ آپ ﷺ نے اعراض فرمایا اور جواب نہیں دیا۔ انہوں نے تین بار پوچھا تو فرمایا: اِسۡمَعُوا وَأَطِيعُوا فَإِنَّمَا عَلَيۡهِمۡ مَا حُمِّلُوا وَعَلَيۡكُمۡ مَا حُمِّلۡتُمۡ یعنی تم ان کی بات سنو اور ان کی اطاعت کرو، وہ اپنی ذمہ داریوں کے خود جوابدہ ہیں اور تم اپنی ذمہ داریوں کے خود جوابدہ ہو (مسلم:۴۷۸۲،ترمذی:۲۱۹۹)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

خِيَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمۡ وَيُحِبُّونَكُمۡ وَيُصَلُّونَ عَلَيۡكُمۡ وَتُصَلُّونَ عَلَيۡهِمۡ وَشِرَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُبۡغِضُونَهُمۡ وَيُبۡغِضُونَكُمۡ وَتَلۡعَنُونَهُمۡ وَيَلۡعَنُونَكُمۡ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ أَفَلَا نُنَابِذُهُمۡ بِالسَّيۡفِ؟ فَقَالَ لَا مَا أَقَامُوا فِيكُمُ الصَّلَاةَ وَإِذَا رَأَيۡتُمۡ مِنۡ وُلَاتِكُمۡ شَيۡئًا تَكۡرَهُونَهُ فَاكۡرَهُوا عَمَلَهُ وَلَا تَنۡزِعُوا يَدًا مِنۡ طَاعَةٍ (مسلم:۴۸۰۴،۴۸۰۵)۔

ترجمہ: تمہارے بہترین حکمران وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ بھی تم سے محبت کریں، تم ان کے لیے دعائیں کرو اور وہ تمہارے لیے دعائیں کریں، تمہارے بدترین حکمران وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں، تم ان پر لعنت بھجو اور وہ تم پر لعنت بھجیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ہم ایسے حکمرانوں کو چھوڑ نہ دیں؟ فرمایا: نہیں جب تک وہ تم میں نماز قائم کریں، نہیں جب تک وہ تم میں نماز قائم کریں۔ خبردار! جب تمہارا کوئی حکمران اللہ کی نافرمانی کرتا ہو تو اسکی اس نافرمانی کو ناپسند ضرور کرو مگر اسکی اطاعت سے ہاتھ مت کھینچو۔

Islam The World Religion

مسلمانوں کی جمعیت کو قائم رکھو

محبوب کریم ﷺ نے فرمایا: مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ فَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً (بخاری: ۷۰۵۳، مسلم: ۴۷۹۰)۔

ترجمہ: تم میں سے جو شخص اپنے حکمرانوں میں کوئی فعل ناپسندیدہ دیکھے تو اسے چاہیے کہ صبر کرے، جس شخص نے جماعت کو ایک بالشت بھی چھوڑا اور مر گیا وہ جہالت کی موت مرا۔

اس طرح کی احادیث بخاری اور مسلم میں کثرت سے موجود ہیں۔

حکمرانوں کی نافرمانی کب ضروری ہے

آپ نے پڑھ لیا کہ عوام پر ظلم کرنے والے، لعنت بھیجے والے اور ذاتی طور پر فاسق و فاجر حکمران کو برداشت کرنا مصلحتاً اور اسلامی جمعیت کی خاطر ضروری قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اگر حکمران اپنی عوام کو گناہ کرنے کا حکم دیں اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی نافرمانی پر اکسائیں تو حکمرانوں کا ایسا حکم انکے منہ پر مار دینا لازم ہے۔ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا: لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةٍ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ یعنی اللہ کی نافرمانی کرانے کا کوئی حکم نہ مانا جائے، حکم صرف وہی مانا جائے جو نیکی کا حکم ہو اور اسکا تعلق منکر سے نہیں بلکہ معروف سے ہو (بخاری: ۷۲۵۷، مسلم: ۴۷۶۵)۔

خروج اور انقلاب کی نوبت

مکمل شرافت، درگزر اور اطاعت کا مظاہرہ کرنے کے باوجود جب حکمران صریحاً اس حد تک دین کے دشمن ہو جائیں کہ ان میں کھلا کھلا کفر ہر کسی کو نظر آنے لگے تو ایسی صورت میں بھی انکے خلاف خروج اور انقلاب کی کوشش کرنا واجب نہیں ہاں عزیمت (A Task of Risk) ضرور ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ: دَعَانَا النَّبِيُّ ﷺ فَبَايَعْنَاهُ فَقَالَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا أَنْ بَايَعَنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا وَأَثَرَةً عَلَيْنَا وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللهِ فِيهِ بُرْهَانٌ (بخاری: ۷۰۵۵، مسلم: ۴۷۷۱)۔

ترجمہ: حبیب کریم ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے اس بات کا وعدہ اور بیعت لی تھی

Islam The World Religion

کہ حکمران کی بات سنو گے اور اطاعت کرو گے خواہ پسند ہو یا ناپسند، خواہ تنگی ہو یا سہولت، خواہ لوگ متاثر ہو رہے ہوں اور یہ کہ ہم حکمرانوں سے بغاوت نہ کریں سوائے اس کے کہ: تم لوگ کھلا کفر دیکھ لو اور اللہ کے سامنے جا کر جواب دینے کے لیے تمہارے پاس واضح ترین برہان موجود ہو۔

انقلاب کا طریقہ

علماء میں ایک نہایت معرکۃ الآراء بحث یہ رہی ہے کہ اسلامی انقلاب کا طریقہ کار کیا ہونا چاہیے۔ خونی طریقہ، تعلیمی طریقہ، انتخابی طریقہ، سفارشی طریقہ اور سازشی طریقہ۔ اب سب طریقوں میں سے کون سے طریقے کو کون سے حالات میں ترجیح دی جائے۔ اس سلسلے میں گزشتہ تمام احادیث اور شرعی دلائل پر نظر رکھنا ضروری ہے۔ اگر جذبات میں آ کر خونی طریقہ (Hot Method) استعمال کیا جائے تو بلا شبہ حضور کریم ﷺ کی امت دونوں طرف سے نقصان اٹھائے گی اور کامیابی کی ضمانت پھر بھی نہیں دی جا سکتی اور اکثر ایسے انقلابی ناکام ہی رہتے ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس طریقہ کار کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

هٰذَا اَمْرٌ لَا يُصْلَحُ بِوَاحِدٍ مَا اَطَاقَتْهُ الْاَنْبِيَآءُ حَتّٰى عُقِدَتْ عَلَيْهِ مِنَ السَّمَآءِ یعنی یہ اکیلے آدمی کے بس کا کام نہیں ہے، اس کام کو انبیاء علیہم السلام نے بھی اس وقت تک ہاتھ نہیں ڈالا جب تک آسمان سے انہیں اس کا حکم نہیں ملا (احکام القرآن للجصاص جلد ۲ صفحہ ۳۳)۔

آج تک پاکستان میں تمام مذہبی سیاسی تنظیمیں اس موضوع پر غور و فکر کرنے اور اچھی طرح سوچ سمجھ سے کام لینے کے بعد انتخابی طریقہ کار اختیار کرنے پر مجبور ہیں ورنہ کس کا جی نہیں چاہتا کہ رات چھانے سے پہلے اسلامی انقلاب آ جائے۔

تمام تنظیمیں اس پر متحد اور متفق ہیں کہ انقلاب برپا کرنے کے لیے خون کی ہولی کھیلنا اور ایک فتنے کو ختم کرنے کے لیے پہلے سے بھی بڑا فتنہ برپا کرنا جائز نہیں۔ ظلم قیامت کے دن ظلمات ہوگا اور ایک مسلمان کا بے جا قتل پوری انسانیت کے قتل کے برابر ہے۔

قتل تو دور کی بات ہے مسلمانوں کو محض ڈرانا اور انقلاب کے نام پر پورے ملک میں ایسی سنسنی خیز صورتِ حال پیدا کر دینا کہ سب لوگ تجسس اور خوف کا شکار ہو جائیں، کسی صاحبِ تقویٰ اور صاحبِ ایمان کو زیب نہیں دیتا۔

Islam The World Religion

محبوب کریم ﷺ نے فرمایا: لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُرَوِّعَ مُسْلِمًا یعنی مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ مسلمان کو خوف میں مبتلا کر دے (ابوداؤد: ۵۰۰۴)۔

اس قسم کا تماشا لگانا کہ انسانوں کا کاروبارِ زندگی مفلوج ہو کر رہ جائے اور یومیہ کروڑوں روپے کا انفرادی اور اجتماعی نقصان ہو جائے لوگوں کے راستے اور گزرگاہیں بند کر دی جائیں اور سینکڑوں میل کے علاقے پر اذیت بن کر پھیل جایا جائے، ایسا اقدام عالمانہ اور صوفیانہ دونوں طریقوں کے منافی ہے۔

محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ: راستے سے معمولی سی اذیت ناک چیز کو ہٹانا ایمان کا حصہ ہے إِمَاطَةُ الْأَذَىٰ عَنِ الطَّرِيقِ (مسلم: ۱۵۳)۔

اسلام کا سیاسی ضابطہ

اسلامی مملکت کے سربراہ کے لیے بالغ، عالم باعمل، صحت مند اور مرد ہونا ضروری ہے۔ قرآن شریف میں طالوت بادشاہ کو اس عہدے کے لیے ترجیح دینے کا سبب یہ بیان ہوا ہے کہ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ یعنی اسے اللہ نے علم اور جسم میں فراخی دی (البقرہ: ۲۴۷)۔

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جس نے اپنا حاکم عورت کو بنالیا (بخاری: ۴۴۲۵، ۷۰۹۹، ترمذی: ۲۲۶۲، نسائی: ۵۳۸۸، مسندِ احمد: ۲۰۴۲۷)۔

نیز فرمایا: جب تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو پھر تمہارے لیے زندگی سے موت بہتر ہے (ترمذی: ۲۲۶۶)۔ قرآن وسنت کے بے شمار دلائل، عورت کے پردے، نسوانی مجبوریوں اور شریعتِ اسلامیہ کے مزاج کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عورت کی حکمرانی سخت ناجائز ہے۔ سربراہ کا انتخاب کرنا اہلِ حل وعقد یعنی اہلِ علم کا کام ہے۔ جو موقع پر حاضر ہوں انکی اکثریت کا فیصلہ مان لیا جائے گا (جیسا کہ خلفاءِ راشدین علیہم الرضوان کے لیے ہوا)۔

شُوریٰ

سربراہِ مملکت کو بادشاہ، امیر، حاکم، وزیرِ اعظم یا صدر وغیرہ کچھ بھی کہہ سکتے ہیں۔ سربراہِ مملکت اپنی صوابدید سے شوریٰ کے افراد کو نامزد کرتا ہے اور انہیں وزارتیں سونپ سکتا ہے۔ حدیث

Islam The World Religion

شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا چاہتا ہے تو اسے اچھا وزیر عطا کر دیتا ہے، جب وہ بھولتا ہے تو وزیر اسے یاد کرا دیتا ہے اور اگر وہ یاد رکھے تو وزیر اس سے تعاون کرتا ہے۔ اس کے برعکس جب اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا نہیں چاہتا تو اسے برا وزیر دے دیتا ہے جب وہ بھولتا ہے تو وزیر یاد نہیں دلاتا اور اگر وہ یاد رکھے تو وزیر اس سے تعاون نہیں کرتا (ابوداؤد: ۲۹۳۲، نسائی: ۴۲۰۴)۔

نیز فرمایا: زمین پر میرے وزیر ابوبکر اور عمر ہیں (ترمذی: ۳۶۸۰)۔

عدالت

ججوں کا تقرر بھی سربراہِ مملکت اپنی صوابدید سے کرتا ہے۔ جج کے لیے عالم اور مجتہد ہونا شرط ہے۔ اسکی نظر عدالتی نظائر پر کامل ہونی چاہیے تاکہ قرآن، حدیث اور صالحین کے فیصلوں کے مطابق فیصلہ کر سکے جیسا کہ سنن نسائی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان موجود ہیں کہ قرآن، سنت اور صالحین کے فیصلوں کے مطابق فیصلے کیے جائیں اور اگر ان میں مسئلے کا حل نہ ملے تو اجتہاد کریں (نسائی: ۵۳۹۷)۔

جج شوریٰ کا رُکن بھی ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ متعدد صحابہ کرام علیہم الرضوان دونوں طرف کام کرتے تھے۔ خود سربراہِ مملکت جج کے فرائض سرانجام دینے کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین خود فیصلے دیا کرتے تھے اور مختلف علاقوں کے گورنر خود ہی جج بھی ہوتے تھے۔ جیسے حضرت عمرو بن عاص مصر میں اور حضرت معاذ بن جبل یمن میں۔

جج کے لیے ضروری ہے کہ صورتحال کی مکمل معلومات حاصل کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: جس نے لاعلمی میں فیصلہ دیا وہ دوزخی ہے (ابوداؤد: ۳۵۷۳، ترمذی: ۱۳۲۲، ابن ماجہ: ۲۳۱۵)۔

اور غصے میں فیصلہ نہ دے (مسلم: ۴۴۹۰، بخاری: ۷۱۵۸، ترمذی: ۱۳۳۴، ابوداؤد: ۳۵۸۹، نسائی: ۵۴۲۱، ابن ماجہ: ۲۳۱۶، مسندِ احمد: ۲۰۴۰۳)۔ مکمل طور پر تازہ دم ہونے کی حالت میں فیصلہ دے تاکہ اس کا فیصلہ کسی دوسرے دباؤ سے متاثر نہ ہو۔

جج کا عہدہ ایسا نازک ہے کہ حدیث پاک میں ہے: جسے قاضی (جج) بنایا گیا وہ چھری کے بغیر ذبح ہو گیا (ابوداؤد: ۳۵۷۱، ۳۵۷۲، ترمذی: ۱۳۲۵، ابن ماجہ: ۲۳۰۸،

Islam The World Religion

مسندِ احمد: ۱۶۴۷)۔

اسلام میں ان میں سے کسی بھی عہدے کو طلب کرنا منع ہے حدیث شریف میں ہے کہ: اللہ کی قسم ہم یہ امر(عُہد ہ) کسی ایسے شخص کو نہیں دیتے جو اسے خود طلب کرے یا اسکا لالچ رکھے(مسلم: ۱۷۴۷، بخاری: ۷۱۴۹، ابوداؤد: ۳۵۷۹، مسندِ احمد: ۱۹۶۸۸)۔

اکثر عدالتی فیصلوں کا دارومدار گواہی پر ہوتا ہے۔ اس ضمن میں شریعتِ اسلامیہ نے ایک عظیم قاعدہ بیان کر کے عدالت کے بے شمار مسائل کو جلد اور بہ آسانی نمٹا دیا ہے۔ نبی کائنات ﷺ نے فرمایا: اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ یعنی گواہی فراہم کرنا مدعی کے ذمے ہے اور اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں اور مدعیٰ علیہ اقبالِ جرم بھی نہ کرے تو اس صورت میں مدعیٰ علیہ قسم اٹھا کر بَری ہوسکتا ہے(ترمذی: ۱۳۴۱)۔ واضح رہے کہ یہ قسم مدعیٰ علیہ نے خود ذاتی طور پر اُٹھانا ہوتی ہے۔ اسکی جگہ پر کسی دوسرے سے قسم لینے کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں۔

خارجہ پالیسی

خارجہ پالیسی کی بنیاد یہ ہے کہ: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ یعنی نیکی اور تقویٰ کے معاملے میں تعاون کرو اور گناہ اور سرکشی کے معاملے میں تعاون مت کرو(المائدۃ: ۲)۔ نیکی اور تقویٰ کے معاملے میں تعاون کرو اور گناہ اور سرکشی کے معاملے میں تعاون مت کرو۔ خواہ کوئی معاملہ(DEAL) کسی مسلم ملک سے ہو یا غیر مسلم سے۔ البتہ مسلمان کو غیر مسلم پر ترجیح دیتے ہوئے اس کے اسلام کا پاس رکھا جائے گا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کے درمیان معاہدہ جائز ہے سواء اس معاہدے کے جس میں حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر دیا گیا ہو۔ مسلمان اپنی طے شدہ شرائط کے پابند ہوں گے۔ سواء ان شرائط کے جن میں حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر دیا گیا ہو(ترمذی: ۱۳۵۲، ابن ماجہ: ۲۳۵۳، ابوداؤد: ۳۵۹۴)۔

اسلامی ممالک کا ایک اتحادی بلاک(FEDERATION) تیار کرنا بہت اچھی تدبیر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً یعنی یقیناً یہ تمہاری امت، ایک ہی امت ہے(الانبیآء: ۹۲، مومنون: ۵۲)۔

Islam The World Religion

اور لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی مومن مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں (آلِ عمران: ۲۸)۔

ان آیتوں میں اسلامی بلاک کی حوصلہ افزائی موجود ہے۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل آیات میں خارجہ پالیسی کے بنیادی نکات موجود ہیں۔ صرف ترجمہ اور خلاصہ ملاحظہ فرمائیں۔

معاہدے پورے کرو (المائدۃ: ۱)۔ اگر کسی قوم سے خیانت کا ڈر ہو تو معاہدہ سیدھا ان کی طرف پھینک دو (الانفال: ۵۸)۔ اخبار اور اطلاعات کے بارے میں پوری چھان پھٹک اور تفتیش ضروری ہے (الحجرات: ۶)۔ تم میں ان کے سُننے والے (جاسوس) موجود ہیں (التوبہ: ۴۷)۔ دشمن کے خلاف جس قدر ہو سکے اپنی جنگی تیاری مکمل رکھو (الانفال: ۶۰)۔

اسلام اور جمہوریت

اسلام کا ضابطہ کسی دوسرے نظام کا نہ تو پابند ہے اور نہ ہی اسے کسی دوسرے نظام پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ اسلام کا مطالعہ کرتے وقت آمریت اور جمہوریت کی عینک اُتار دینا ضروری ہے۔ جمہوری نظام میں ہر پڑھے لکھے اور جاہل کا ووٹ برابر ہے۔ کثیر جماعتی نظام میں اقلیت، اکثریت پر حکومت کرتی ہے۔ صرف سَتّر لاکھ ووٹ لے کر چودہ کروڑ انسانوں پر حکومت کی جا چکی ہے۔ ووٹ خریدنے کے لیے ناجائز اور اوچھے ہتھکنڈے استعمال کیے جاتے ہیں۔

برادری سسٹم، نسل پرستی اور لسانیت وغیرہ کے حوالے سے ووٹ مانگے جاتے ہیں۔ نیز جو پہلے ووٹ مانگ لے، جو مسئلہ حل کر دے، جو رشوت دے دے، جس کے لیے برادری مجبور کر دے یا جس کی سفارش آ جائے، جس نے کسی قاتل کو رہا کرایا ہو اسے ووٹ دیا جاتا ہے اور جو اشتہار بازی اور کنویسنگ زیادہ کرے یا ووٹ کے دن جسکی گاڑی ووٹر کو اٹھانے کے لیے پہلے پہنچ جائے اسے ووٹ مل جاتا ہے۔ یہ ہے جمہوریت۔ سمجھدار لوگوں کے لیے یہ سوچنے اور عبرت پکڑنے کی باتیں ہیں۔

اس کے برعکس اسلام میں خود عُہدہ طلب کرنے اور اس کے لیے لوگوں کو منانے اور قائل کرنے (CANVASSING) کی بالکل کوئی اجازت نہیں (بخاری: ۷۱۴۹، مسلم: ۴۷۱۷)۔

پھر اسلام میں کثیر پارٹیوں اور حزبِ اختلاف کا کوئی تصور نہیں۔ پارٹی اور حزب کی

Islam The World Religion

بنیاد پر ہی جمہوریت میں اپنی پارٹی کی خاطر ہر جائز ناجائز کام اور ظلم وستم کو رَوا رکھا جاتا ہے۔ یہ پارٹی تعصّب ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے عصبیّت کی دعوت دی وہ ہم میں سے نہیں اور جس نے عصبیّت کی خاطر جنگ لڑی وہ ہم میں سے نہیں اور جو عصبیّت پر مرا وہ ہم میں سے نہیں (ابوداوٗد:۵۱۲۱)۔

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ! عصبیّت کیا ہے؟ فرمایا: عصبیّت یہ ہے کہ تو ظلم کرنے میں اپنی قوم کی مدد کرے (ابوداوٗد:۵۱۱۹، ابن ماجہ:۳۹۴۹)۔

نیز فرمایا کہ تم میں اچھا وہ ہے جو اپنے اقارب کی حمایت اس وقت تک کرے جب تک وہ غلطی پر نہ ہوں (ابوداوٗد:۵۱۲۰)۔

اسلام میں حق کے لیے ہر کوئی حزبِ اقتدار ہے اور باطل کے لیے ہر کوئی حزبِ اختلاف ہے ورنہ عصبیّت اور جہالت ہے۔

پھر اسلام میں وطن کا تصور اس طرح نہیں ہے جس طرح آج کل اس کا پراپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔ آج کل ہر مسلم اور غیر مسلم کو وطنیت کے حوالے سے اہمیت دی جا رہی ہے بلکہ غیر مسلموں کو اندرونِ خانہ ترجیح دی جا رہی ہے اور اس پر لیبل جمہویت کا لگایا جا رہا ہے۔ ایک غیر مسلم اور مسلمان مل کر کہہ رہے ہوتے ہیں کہ وطن میرا ایمان ہے۔

یاد رکھیے! وطن اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکام کے نفاذ کی خاطر ایک اہمیت ضرور رکھتا ہے مگر وطن ایمان نہیں ہے۔ بلکہ اگر وطن میں احکامِ اسلامیہ پر چلنا ممکن نہ رہے تو وہاں سے ہجرت کر جانا ضروری ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَلَمۡ تَكُنۡ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوۡا فِيۡهَا یعنی کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی جس میں تم ہجرت کر جاتے؟ (النساء:۹۷)۔

بقول اقبال علیہ الرحمۃ:

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

بعض صوفیاء نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ: وطن کی محبت ایمان میں سے ہے لیکن ساتھ ہی وہ خود ہی لکھتے ہیں کہ وطن سے ان کی مراد روح کا وطنِ اصلی ہے۔ جہاں سے روح اس

Islam The World Religion

دنیا میں آئی ہے۔ پھر اسلام میں جمہور سے مراد اہلِ علم کی اکثریت ہوتی ہے نہ کہ ہر کس و ناکس کی۔ اسلام کی اگر انہی چند ہدایات پر عمل کرلیا جائے تو موجودہ جمہوریت کی اچھی طرح مرمت ہوجائے۔

پچیسویں آیت:

وَمَنۡ يُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الۡهُدٰى وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيۡلِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا (النساء:۱۱۵)۔

ترجمہ: جو شخص اس پر ہدایت کے واضح ہوجانے کے بعد رسول کی نافرمانی کرے اور مومنوں کے راستے سے انحراف کرے تو وہ جدھر جاتا ہے ہم اسے جانے دیں گے اور اسے جہنم میں ڈالیں گے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کی نافرمانی اور مومنوں کے راستے (سبیل المومنین) سے ہٹنے پر جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔ اس سے ایک تو نبی کریم ﷺ کی حدیث، سُنّت اور فیصلوں کی حجیت معلوم ہوئی۔ اور دوسرے نمبر پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا قابلِ اتباع ہونا معلوم ہوا۔ سبیل المومنین میں سب سے پہلے صحابہ کرام کا راستہ شامل ہے۔ اسی لفظ سبیل المومنین سے تقلید کا مفہوم بھی نکل رہا ہے۔

تقلید

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاتَّبِعۡ سَبِيۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَىَّ یعنی جو میری طرف رجوع کرے اسکی پیروی کر (لقمان:۱۵)۔

ایک اور جگہ فرمایا: فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ یعنی اگر تم خود نہیں جانتے تو اہلِ علم سے پوچھ لو (انبیاء:۷)۔

نیز فرمایا: فَلَوۡلَا نَفَرَ مِنۡ كُلِّ فِرۡقَةٍ مِّنۡهُمۡ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوۡا فِى الدِّيۡنِ وَلِيُنۡذِرُوۡا قَوۡمَهُمۡ اِذَا رَجَعُوۡۤا اِلَيۡهِمۡ یعنی ان کے ہر طبقے میں سے ایک گروہ کیوں نہ نکل پڑا۔ جو دین کی سمجھ حاصل کرتا اور اپنی قوم کو ڈراتا جب انکی طرف لوٹ کر آتے (التوبہ:۱۲۲)۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ہر طبقے میں اہلِ علم کا وجود ضروری ہے۔ دین کی مکمل سمجھ

Islam The World Religion

اور فقہ حاصل کرنا فرضِ کفایہ ہے۔ اور جو لوگ یہ مہارت حاصل نہ کر سکیں انہیں چاہیے کہ اہلِ علم سے پوچھ لیا کریں اور ان کی پیروی کیا کریں۔ یہی تقلید ہے۔

حدیث شریف میں ہے: اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ قَالُوْا لِمَنْ قَالَ لِلّٰہِ وَلِکِتَابِہٖ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِہِمْ یعنی دین خیر خواہی کا نام ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا کس کی خیر خواہی۔ فرمایا اللہ کی، اللہ کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے آئمہ کی اور عوام کی خیر خواہی (مسلم: ۱۹۶، ابوداؤد: ۴۹۴۴، نسائی: ۴۱۹۷، ۴۱۹۸)۔

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے بعض مسلمانوں کو آئمہ اور باقیوں کو عوام قرار دیا ہے۔ مقتدی اور مقتدا کا فرق واضح ہو گیا۔ یہی اقتدا تقلید کہلاتی ہے۔

اِجتہاد کا دائرہ اور حدود

اسی آیت (سبیل المومنین) سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ مجتہد اپنی گردن سے سبیل المومنین کا پٹہ نہیں اتار سکتا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہمیشہ بڑے گروہ کی پیروی کرو۔ تمام مذاہب کے صحیح ہونے کے باوجود ان میں سے صرف چار مذاہب پر اُمت متفق ہو گئی اور باقی کا نام و نشان نہ رہا۔ تو اب انہی چار مذاہب کا اتباع ہی سوادِ اعظم کا اتباع ہے۔ اور ان میں سے نکلنا سوادِ اعظم میں سے نکلنا ہے'' (عقد الجید: ۳۳)۔

آگے فرماتے ہیں: ''مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی) کے اختیار کرنے میں بہت بڑی مصلحت پوشیدہ ہے اور ان کے چھوڑنے میں بہت بڑا فساد ہے'' (عقد الجید: ۳۴)۔

فقہ حنفی

فقہ حنفی نام ہے امامِ اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے شاگردوں کی تحقیقات کا۔ اس پر فقہ حنفی کے لفظ کا اطلاق اس لیے کیا جاتا ہے کہ اس کے اصول امامِ اعظم نے وضع کیے ہیں۔ اور مقدم اور استاد ہونے کا شرف بھی آپ علیہ الرحمۃ کو ہی حاصل ہے۔ لہٰذا امام اور صاحبین کے اختلاف کو دلیل بنا کر آئمہ سے اختلاف کرنا جائز نہیں بلکہ ایسا اختلاف اصولی اختلاف ہو گا جس کی اجازت نہیں۔

Islam The World Religion

فروعی اختلاف

اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ (میری امت کا اختلاف رحمت ہے)۔اس حدیث کے بارے میں علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ اسے بیہقی نے اپنے رسالہ اشعریہ میں سند کے بغیر روایت کیا ہے(جامع صغیر:۱۲)۔

حضرت مُلّا علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ اسے حلیمی، قاضی اور امام الحرمین وغیرہ نے روایت کیا ہے۔شاید یہ بعض حفاظ کی کتب سے لی گئی ہو جو ہم تک نہ پہنچ سکیں(موضوعاتِ کبیر:۱۱)۔

اگر اسے حدیث مان ہی لیا جائے تو اس سے مراد صرف فروعی اختلاف ہے۔شامی میں ہے کہ فِی الْفَرْعِ لَا مُطْلَقُ الْاِخْتِلَافُ یعنی اُصول میں اختلاف جائز نہیں فروع میں اختلاف جائز ہے(شامی جلد ا صفحہ ۵۰)۔

ایسے مسائل جن کے بارے میں امام کا قول موجود نہ ہو یا ایسے مسائل جو نئے زمانے میں سامنے آئے ہوں ان میں اختلاف فروعی اختلاف ہے۔مثلاً قطبین پر نمازوں کا مسئلہ ایسا ہے جس کے بارے میں امامِ اعظم علیہ الرحمۃ اور صاحبین سے کچھ منقول نہیں لہٰذا یہ فروعی مسئلہ ہے۔لاؤڈ سپیکر کا استعمال، اعضاء کی پیوند کاری، بیمہ زندگی، انعامی بانڈ، ہومیو پیتھک دواؤں کا استعمال، ہوائی جہاز میں سفر کے مسائل وغیرہ بے شمار ایسے مسائل ہیں جو نئے دور میں سامنے آئے ہیں اور انکے بارے میں آئمہ اربعہ سے کچھ منقول نہیں۔لہٰذا یہ فروعی مسائل ہیں اور ان میں اختلاف فروعی اختلاف ہے۔

فروعی اختلاف پر پابندیاں

فروعی مسائل کے تعین اور اس اختلاف کی تعریف جان لینے کے بعد یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ فروعی مسائل میں بھی بے دھڑک ہر بات کہہ دینے کی اجازت نہیں ہے بلکہ اس کے لیے مندرجہ ذیل پابندیاں ضروری ہیں۔

پہلی پابندی: امت ایک طرف لگ چکی ہو تو نئی لائن مت دو

Islam The World Religion

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس امت کے امرِ جمیع کو متفرق کرنیکی جو بھی کوشش کرے اسے تلوار سے مارو، خواہ وہ کوئی بھی ہو (مسلم: ۴۷۹۶، ابوداؤد: ۴۷۶۲، نسائی: ۴۰۲۱)۔

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: مجھے اختلاف سے اتنی نفرت ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ یا تو سب لوگ ایک ہو جائیں یا پھر مجھے موت آ جائے محمد بن سیرین رحمت اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت علی سے روایت کی جانے والی اکثر باتیں من گھڑت ہوتی ہیں (بخاری: ۳۷۰۷)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ کعبہ شریف کو گرا کر نئے سرے سے بنیادِ ابراہیمی پر تعمیر کریں لیکن فرمایا کہ: میں ایسا اس لیے نہیں کر رہا کہ میری اُمت فتنے میں نہ پڑ جائے (مسلم: ۳۲۴۰، بخاری: ۱۵۸۵، نسائی: ۲۹۰۱)۔

اس حدیث کی یاددہانی کے بعد آج کے ماڈرن مجتہدین کو چاہیے کہ اُدھر ہی تھم جائیں اور منشاءِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

ایک مرتبہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے وضو فرمایا اور ہاتھوں کو بہت اوپر تک دھویا۔ ایک آدمی نے اعتراض کر دیا کہ آپ ہاتھ دھونے میں اس قدر مبالغہ کیوں کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم دیکھ رہے ہو تو میں ایسا ہرگز نہ کرتا (مسلم: ۵۸۶، نسائی: ۱۴۹)۔

مطلب یہ ہے کہ ہاتھوں کو اوپر تک دھونا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایک استحبابی امر اور ذوق کی بات تھی۔ لہٰذا ایک دیہاتی کی سمجھ سے بالاتر مسئلہ سمجھتے ہوئے فوراً معذرت خواہانہ رویہ اختیار فرمایا۔

حضرت سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا کہ فلاں شخص جوتوں سمیت نماز پڑھنے کا جواز دلائل سے ثابت کرتا ہے اور اس کی تبلیغ کرتا ہے۔ اسکا کیا جواب ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان دلائل کا جواب دینے سے پہلے میں ایک اہم بات کہنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ اس کے نزدیک جوتوں سمیت نماز پڑھنا زیادہ سے زیادہ جائز یا مستحب ہے اور وہ جوتے اتار کر نماز پڑھنے کے جواز کا بھی قائل ہے تو اس سے پوچھا جائے کہ محض ایک جائز یا مستحب کام کے لیے اُمت کی لائن خراب کرنے اور ایک نئی بات چھوڑ کر لوگوں کے ذہن خراب کرنے کا کیا جواز ہے۔ اس کے بعد

Islam The World Religion

آپ نے اس کے دلائل کا مکمل جواب بھی دیا (حاصل انوارِ شریعت جلد دوم کا آغاز)۔

دوسری پابندی: جب تک اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہ دیکھو اختلاف سے بچو

نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے اس بات پر بیعت لی کہ جب تک اللہ کے حکم کی صاف مخالفت اور کفر ہوتا ہوا نہ دیکھو اختلاف سے بچو (مسلم حدیث: ۴۷۷۱، بخاری حدیث: ۷۰۵۵)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اختلاف اتنا بڑا منکر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسے صرف کفر کے مقابلے پر رَوا رکھا۔

تیسری پابندی: بحث وتکرار سے بچو

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اختلاف اگر علمی حد سے بڑھ کر بحث وتکرار تک پہنچ جاتا (جنگ وجدل تو دور کی بات) تو نبی کریم ﷺ اسے سخت ناپسند فرماتے۔ قراءۃ کے مسئلہ پر دو صحابیوں میں بحث ہو رہی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم دونوں ٹھیک ہو۔ اختلاف مت کرو۔ تم سے پہلی قوموں نے اختلاف کیا اور ہلاک ہوئیں (بخاری: ۳۴۷۶، مثلہ مسلم: ۶۷۷۶)۔

محض اختلاف جائز تھا لہٰذا فرمایا تم دونوں ٹھیک ہو۔ لیکن بحث کرنا اور جھگڑا کرنا درست نہ تھا لہٰذا سخت ناراض ہوئے بلکہ ہلاکت کا خوف دلایا۔

لہٰذا کسی کے موقف کے درست ہونے یا غلط ہونے سے ہمیں سروکار نہیں۔ جہاں لے دے شروع ہو گئی منشاءِ رسول کریم ﷺ سے انحراف لازم آیا۔ جب ایک انسان کو معلوم ہو کہ میری اس نئی بات سے لے دے شروع ہو جانے کا اندیشہ ہے تو ایسی بات چھوڑنے سے پہلے ہوش کو ہاتھ مار لینا ضروری ہے۔

صحیح بخاری میں اس موضوع پر مستقل ابواب موجود ہیں۔ باب مایکرہ من التعمق والتنازع (بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب ما یکرہ من التعمق والتنازع) اور باب کراھیۃ الاختلاف (بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب کراھیۃ الاختلاف)۔

Islam The World Religion

چوتھی پابندی: مشکلات اور تنفُّر سے اجتناب

نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو یمن میں بھیجا تو نصیحت فرمائی کہ آسانی پیدا کرنا مشکل پیدا نہ کرنا۔ لوگوں کو خوش رکھنا، نفرت پیدا نہ کرنا۔ اور دونوں ایک جیسی بات کرنا، اختلاف نہ کرنا (مسلم: ۴۵۲۶، بخاری: ۳۰۳۸، مسند احمد: ۱۹۷۲۱)۔

اگر ایک صحابی کا فیصلہ کچھ اور دوسرے کا کچھ اور ہوتا تو یہ لوگوں کے لیے مشکل اور تنفُّر کا باعث ہوتا۔ لہٰذا علمی اختلاف کے جواز کے باوجود فرمایا کہ ایک جیسی بات کرنا اختلاف نہ کرنا۔

نیز علمی بحث کو عوامی حلقوں میں گھسیٹ کر لے آنا اور اشتہار بازی اور اخباری بیان، سب تنفر ہے جو کہ ممنوع ہے۔ نیز حدیث شریف میں ہے کہ نااہل کے سامنے علمی بات کرنا ایسے ہے جیسے خنزیر کے گلے میں سونے اور موتیوں کے ہار ڈال دیے جائیں (ابن ماجہ: ۲۲۴، شعب الایمان للبیہقی: ۱۶۶۶)۔

نیز فرمایا کہ: علم کی آفت نسیان ہے اور یہ ضائع اس طرح ہوتا ہے کہ اسے نااہل کے سامنے رکھ دیا جائے (دارمی: ۶۲۸)۔

آج اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ ہر کوئی پڑھ دیتا ہے مگر اس کے حقوق کی رعایت اور پاسداری بہت مشکل ہے۔

پانچویں پابندی: فیصلہ اکثریت کرے گی

جدید مسائل میں اجتہاد نہ صرف جائز ہے بلکہ فرض کفایہ ہے اور لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَہٗ (الاٰیۃ) اور حدیثِ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (ابو داوٗد: ۳۵۹۲، ترمذی: ۱۳۲۷، دارمی: ۱۷۰، مسندِ احمد: ۲۲۰۶۸) وغیرہ سے ثابت ہے۔ اسی کے بارے میں نبراس میں لکھا ہے کہ: اَلْاِجْتِہَادُ بَاقٍ اِلٰی آخِرِ الدَّھْرِ کہ اجتہاد قیامت تک باقی ہے (نبراس صفحہ ۲۷) لیکن ایسے مسائل میں اگر تمام علماء متفق ہو جائیں تو بہت اچھا ورنہ فیصلہ اکثریت کے قول کے مطابق ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم اختلاف دیکھو تو بڑے گروہ کے ساتھ ہونا تم پر لازم ہے (ابن ماجہ: ۳۹۵۰)۔

Islam The World Religion

سننِ نسائی میں مستقل باب اس نام سے موجود ہے۔ اَلْحُکْمُ بِاتِّفَاقِ اَھْلِ الْعِلْمِ یعنی فیصلہ اہلِ علم کے اتفاق سے ہوگا (نسائی کتاب آداب القضاۃ باب :۱۱، اَلْحُکْمُ بِاتِّفَاقِ اَھْلِ الْعِلْمِ)۔

بعض لوگ اپنے ہی رفقاء کو جمع کر لیتے ہیں اور اپنی فضول تحریروں پر ان سے تائید اور تقریظ لکھا کر شائع کر کے عوام میں بلے بلے بنا لیتے ہیں۔ اگر ایسی لاکھوں تائیدات و تقاریظ بھی میسر آ جائیں تو وہ محض فردِ واحد کی تحریر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ پھر اس فردِ واحد کا حق پر یا خطا پر ہونا ایک الگ بحث ہے۔

ان پانچ پابندیوں میں سے کسی ایک کو بھی توڑ کر اختلاف کیا جائے تو یہ اختلاف نہیں بلکہ سبیل المومنین سے انحراف ہے۔

اجتہاد جاری ہے، مگر کہاں اجتہاد کرنا چاہیے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن میں قاضی بنا کر بھیجا تو آپ سے امتحاناً پوچھا کہ فیصلہ کیسے کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا کتاب اللہ میں تلاش کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو پھر کیا کرو گے؟ عرض کیا پھر سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تلاش کروں گا۔ فرمایا اگر میری سنت میں بھی نہ پاؤ تو پھر کیا کرو گے؟ عرض کیا پھر اجتہاد کروں گا اور انصاف سے کام لوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے سینے پر ہاتھ مبارک مارا اور اللہ کا شکر ادا کیا (ابوداؤد ۳۵۹۲، ترمذی: ۱۳۲۷، دارمی: ۱۷۰، مسندِ احمد: ۲۲۰۶۸)۔

یہ اصول سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے لیے درست تھا، اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا معاذ بن جبل کے درمیان کوئی اور واسطہ نہ تھا جسے ترجیح دی جاتی۔ آج کے دور میں قرآن، پھر حدیث، پھر اجماعِ امت اور پھر صالحین کے فیصلے ترجیح رکھتے ہیں اور اس کے بعد کسی قاضی یا مجتہد کی ذاتی رائے کا نمبر آتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم میں سے کسی کو فیصلہ دینا پڑے تو سب سے پہلے قرآن میں دیکھے۔ اگر قرآن میں نہ ملے تو سنت میں دیکھے۔ اگر سنت میں بھی نہ ملے تو فَلْیَقْضِ بِمَا قَضٰی بِہِ الصّٰلِحُوْنَ یعنی صالحین کے فیصلے دیکھے اور ان کے مطابق فیصلہ کرے۔ اور اگر صالحین کے فیصلے بھی نہ ملیں تو فَلْیَجْتَہِدْ

رَأْیَہٗ یعنی اپنی رائے سے کام لے کر اجتہاد کر سکتا ہے (نسائی: ۵۳۹۷)۔

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کو لکھا کہ اگر اللہ کی کتاب اور سنت رسول ﷺ میں بھی مسئلہ نہ ملے اور صالحین نے بھی اس بارے میں کوئی فیصلہ نہ دیا ہو تو اب چاہو تو آگے بڑھو (یعنی اجتہاد کرو) اور چاہو تو پیچھے رہو۔ میرا خیال یہ ہے کہ تمہارے لیے پیچھے رہنا (اجتہاد نہ کرنا) ہی بہتر ہے۔ والسلام علیکم (نسائی: ۵۳۹۹)۔

قاضی شریح جلیل القدر تابعی ہیں انہیں فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ مشورہ دے رہے ہیں کہ تمہارے لیے اجتہاد نہ کرنا بہتر ہے۔

یہی وہ سبیل المومنین کا پٹہ ہے جسے گلے میں ڈالنے کے بعد بقول سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ مَا قَضٰی بِهِ الصّٰلِحُوْنَ (صالحین کے فیصلے) اختیار کرنے کے بعد اجتہاد کی اجازت ہے۔ اگر اہلیت مشکوک ہو تو بقول سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ جاؤ اور اگر اہلیت موجود ہو تو بقول سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اجتہاد سے مت ڈرو۔ اس اجتہاد کا تعلق **اجتہاد فی المسائل** سے ہے یعنی جدید پیش آنے والے مسائل۔ ایسا اجتہاد نہ صرف جائز ہے بلکہ فرض کفایہ ہے۔ اگر کوئی بھی ان مسائل کا محققانہ حل پیش نہ کرے گا تو پوری اُمت گناہگار ہوگی۔ اس توضیح کے بعد پوری اُمت پر جمود کا الزام محض سینہ زوری ہے اور اجماعِ اُمت یا صالحین کے فیصلوں کے مقابلے پر اجتہاد کرنا اور پرانے طے شدہ مسائل کو چھیڑ بیٹھنا سبیل المومنین سے انحراف ہے اور اُمت کے شیرازہ پر ایک ضرب کاری ہے۔

مذاہبِ اربعہ کے اختلافات کو چھیڑ بیٹھنا اور دورِ حاضر کے جدید مسائل پر اختلافی بحث عوامی حلقوں میں لے آنا عوام کے لیے زہرِ قاتل ہے۔

نیز اجتماعی اور اکثریتی راستے کو چھوڑ کر کسی فردِ واحد کے قول کو بیا نے بیٹھ جانا بھی سراسر غلط ہے۔ شاذ اور متروک و مردود اقوال کو یکجا کر کے اسلام سے الگ تھلگ ایک مکمل میتھالوجی تیار کی جاسکتی ہے۔ جو سبیل المومنین سے انحراف ہے اور كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ کے منافی ہے۔

اگر ہماری تحقیق اکثریتی فیصلے یا قولِ امام کے خلاف جا رہی ہو تو ہم پر اپنی تحقیق اور مجتہدانہ بہادری کے جوہر دکھانا واجب نہیں بلکہ امتِ مسلمہ کے اتحاد اور اسکی بھلائی کی خاطر

Islam The World Religion

خاموش رہنا لازم ہے۔

اجتہاد میں خطا وصواب دونوں کا امکان ہے۔ یہ مسئلہ منصوص ہے کہ مجتہد خاطی کو بھی اجر ضرور ملتا ہے(مسلم: ۴۴۸۷، بخاری: ۷۳۵۲، ابوداؤد: ۳۵۷۴، ابن ماجہ: ۲۳۱۴)۔ اگر بالفرض کوئی اجتہادی مسئلہ مبنی برخطا ہی مروّج ہو تو کون سی قیامت آ چلی ہے۔ بلکہ ہماری یہ جدید مرمت قیامت برپا کردے گی۔ اور اگر ہم ہی خطا پر ہوئے تو قیامت بالائے قیامت ہوگی۔

آج کے دور میں چونکہ زمامِ اقتدار باطل کے ہاتھوں میں ہے۔ لہٰذا فقہی اور عدالتی اختلاف کو چھیڑنا محض جگ ہنسائی کا باعث بنتا ہے۔ حکومت کو ہاتھ میں لینے سے پہلے ایسے اختلاف کو چھیڑنا علم کا قبل از وقت اسقاط ہے۔

اگر کسی کو کسی سے علمی اختلاف ہو تو اسے باہمی گفتگو یا خط و کتابت کے ذریعے دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ چھوٹے چھوٹے اختلافات کو عوامی حلقوں میں اُچھالنا اُمتِ مسلمہ پر ظلم ہے۔

شریعت کے ماخذ

گزشتہ بحث سے آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ شریعت کے چار ماخذ ہیں۔

(1)۔قرآن۔(2)۔سنت۔(3)۔اجماع۔(4)۔قیاس

چھبیسویں آیت:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا یعنی محمد تمہارے مردوں میں سے کسی ایک کے باپ بھی نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے(الاحزاب: ۴۰)۔

حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مُنہ بولا بیٹا سمجھ کر زید بن محمد کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے مُنہ بولا بیٹا بنانے سے منع فرمادیا۔ چنانچہ قرآن شریف میں اس کی تصریح موجود ہے کہ: وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآئَكُمْ اَبْنَآئَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ یعنی اللہ نے تمہارے مُنہ بولے بیٹوں کو تمہارے فرزند نہیں بنایا، یہ صرف تمہارے مُنہ کی باتیں ہیں۔ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ یعنی انہیں ان کے اپنے باپوں کے نام سے پکارا

Islam The World Religion

کرو (الاحزاب: ۴،۵)۔

جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دی تو اس مسئلے کی وضاحت کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ حضرت زینب سے نکاح فرمائیں۔اس نکاح کا ذکر زَوَّجْنٰكَهَا (الاحزاب: ۳۷) میں موجود ہے۔جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ محمد نے اپنی بہو سے نکاح کرلیا ہے۔اس موقع پر یہ آیت ختم نبوت نازل ہوئی۔

اس آیت کے چار حصّے ہیں:

(1)۔محمد تمہارے مَردوں میں سے کسی ایک کے باپ بھی نہیں ہیں۔(2)۔لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں۔(3)۔وہ آخری نبی ہیں۔(4)۔اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

پہلے حصے میں حضرت زید والے مسئلے کی وضاحت کر دی گئی ہے۔سابقہ انبیاء علیہم السلام میں اکثر ایسا ہوتا رہا ہے کہ باپ کے بعد اسکا بیٹا نبی ہوا کرتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی بیٹے کو جوانی تک نہیں پہنچایا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اجرائے نبوت کے وہم کی بھی نفی ہو جائے اور مُنہ بولے بیٹے سے بھی اجرائے نبوت کی غلط فہمی جنم نہ لے سکے۔حدیث شریف میں یہاں تک وضاحت موجود ہے کہ حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: لَوْ قُضِيَ اَنْ يَّكُوْنَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم نَبِيٌّ عَاشَ اِبْنُهٗ وَلٰكِنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ یعنی اگر محمدِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی آنا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ابراہیم زندہ رہتے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں (بخاری: ۶۱۹۴، ابن ماجہ: ۱۵۱۰)۔

لٰكِنْ کا لفظ سابقہ کلام سے پیدا ہونے والی غلط فہمی کا ازالہ کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔کسی مرد کا باپ نہ ہونے سے یہ غلط فہمی پیدا ہوسکتی تھی کہ شاید آپ کسی کے روحانی باپ بھی نہیں ہیں۔دوسرے حصے میں لٰكِنْ کے ذریعے اس وہم کا ازالہ کر دیا گیا ہے اور رسول اللہ کہہ کر روحانی باپ ہونے کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چونکہ کسی نبی نے نہیں آنا جو آکر ان مسائل کی وضاحت کرے گا یا عملی نمونہ پیش کرے گا لہٰذا تیسرے حصّے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی تصریح کر دی گئی ہے۔گویا آخری نبی ہونے کے ناطے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری ہے کہ اُمت کی راہنمائی

Islam The World Religion

کے لیے زندگی کا کوئی گوشہ تشنۂ تعمیل نہ چھوڑا جائے اور ہر خدائی حکم پر عمل کر کے دکھا دیا جائے۔

چوتھے حصّے میں نکاح کے مذکورہ بالا مسئلے کی حکمت اور مصلحت کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ باخبر ہے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کی وجہ سے عملی نمونہ پیش کرنا ضروری تھا۔ نیز اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ آخری نبی بنائے جانے کے لائق کون سی ہستی ہے۔ تقریباً یہ ساری بحث تفسیر کبیر جلد ۹ صفحہ ۱۷۱ پر بھی موجود ہے اور دوسرے بہت سے مفسرین نے بھی مختصراً یہی بات بیان فرمائی ہے۔

خاتَم (ت کے زبر کے ساتھ) اور خاتِم (ت کے زیر کے ساتھ) دونوں قرأتیں منقول ہیں (بغوی جلد ۳ صفحہ ۵۳۳)۔ قاعدہ یہ ہے کہ مختلف قرأتوں کی صورت میں مفہوم ایک ہی رہنا چاہیے۔ خاتَم (ت کی زبر کے ساتھ) کے کئی لغوی معنی ہیں۔ مثلاً آخری، مُہر، انگوٹھی، گھوڑے کے پاؤں کی سفیدی وغیرہ۔ ان میں سے ''آخری'' والا معنی خاتِم (ت کی زیر کے ساتھ) سے مطابقت رکھتا ہے۔ گویا دوسری قرأت نے خاتم کا معنی باندھ کر دکھا دیا اور فضول ہیرا پھیری کے تمام راستے بند کر دیے۔

ختمِ نبوت پر مزید قرآنی آیات

نبی کریم ﷺ کی رسالت پوری کائنات کے لیے ہے۔ کوئی علاقہ اور کوئی قوم رحمۃ للعالمین ﷺ کی پہنچ سے باہر نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا یعنی فرمادیں اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں (الاعراف: ۱۵۸)۔

آپ ﷺ کی تعلیمات کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ علم و ہنر اور رشد و ہدایت کا کوئی گوشہ اس معلمِ کتاب وحکمت ﷺ کے فیض سے محروم نہیں۔ سیاست و معیشت، اخلاق و معاشرت، سائنس و طب، تعلیم و اصلاح وغیرہ کے تمام پہلوؤں میں آپ ﷺ نے مکمل راہنمائی فراہم کر دی ہے۔

آپ ﷺ کے تشریف لانے کے ساتھ ہی کاغذ کی ایجاد، ڈاک سسٹم کی ترویج اور آہستہ آہستہ مواصلاتی نظام کی بے پناہ ترقی سے پوری دُنیا باہم مربوط ہو چکی ہے۔ جس سے ایک

Islam The World Religion

ہی پیغام کو عالمی سطح پر مشتہر کرنا بالکل آسان ہو چکا ہے۔عالمگیر نبوت کا پیغام عالمی سطح تک پھیلانے کا یہ خُدائی بندوبست ہے۔سائنس کی یہ ترقی ختمِ نبوت کے ساتھ بڑا گہرا تعلق رکھتی ہے۔پھر بھی جدید پیش آنے والے مسائل کو حل کرنے کے لیے قرآن وسنت کی روشنی میں اجتہاد واستنباط کا مکمل سسٹم جاری کر دیا گیا ہے۔اس منصوبے کی قیامت تک کے لیے حتمی حیثیت کے پیش نظر اللہ کریم نے اعلان فرمادیا: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا یعنی آج میں نے تمہاری خاطر تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطورِ دین پسند کر لیا (المائدۃ: ۳)۔

گویا اجتہاد کا قیامت تک کے لیے جاری ہو جانا بھی ختمِ نبوت کی بڑی واضح دلیل ہے۔اس کے علاوہ کفار کے خلاف حتمی کارروائی کے طور پر جہاد کا حکم بھی ختمِ نبوت سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کے بعد کسی دوسری آسمانی تعلیم کا ذکر نہیں کیا گیا، بلکہ اس کے بعد قیامت کا ذکر کیا گیا ہے۔فرمایا: وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (البقرۃ: ۴) یعنی متقی وہ ہیں جو آپ ﷺ پر نازل ہونے والے اور آپ ﷺ سے پہلے نازل ہونے والے پر ایمان رکھتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

اس آیت میں آپ ﷺ سے پہلے نازل ہونے والی آسمانی وحی کا بھی ذکر ہے اور خود آپ ﷺ پر نازل ہونے والی آسمانی وحی کا بھی ذکر ہے۔لیکن آپ ﷺ کے بعد میں نازل ہونے والے آسمانی احکام کی بجائے فرمایا: وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ یعنی وہ آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں۔پورا قرآن پڑھ کر دیکھ لیجیے آخرت اور یومِ آخرت کے الفاظ قیامت کے معنی میں ہی استعمال ہوتے ہیں۔مراد یہ ہے کہ اب قیامت تک کے لیے نبوت اور وحیِ نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔

ختمِ نبوت پر احادیث

یہ گزارش اچھی طرح یاد رکھیے کہ قرآن کے معانی ومفاہیم نبی کریم ﷺ کی احادیث کی روشنی میں ہی معلوم کیے جاسکتے ہیں۔ہر زبان میں ایک ایک لفظ کے کئی کئی معانی ہوا

Islam The World Religion

کرتے ہیں۔عربی زبان میں یہ احتمال اور بھی زیادہ موجود ہے۔خصوصاً قرآن میں تو زبردست احتمالات ہُوا کرتے ہیں۔مثلاً: صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم اور حج وغیرہ کے لفظی معنی بالترتیب رحمت، پاکیزگی، رُکنا اور غلبہ ہیں۔اب یہ الفاظ بول کر اللہ تعالیٰ نے کیا کہنا چاہا ہے؟ اس بات کا فیصلہ لغت (Dictionary) نہیں دے سکتی۔یہ فیصلہ نبی کریم ﷺ کے ارشادات سے ہی ہو سکتا ہے۔اس لیے کہ آپ ﷺ اس کتاب کے معلم ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (النحل: ۴۴) یعنی ہم نے یہ قرآن آپ ﷺ پر اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کو اس کی وضاحت کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔

یہ ایمان اور نصیب کا ایسا موڑ ہے کہ اگر سوچ کا سٹیرنگ حدیث کو چھوڑ کر صرف لُغت کی طرف مڑ گیا تو وہ زمانہ در زمانہ اور علاقہ در علاقہ بدلتی رہنے والی لُغت کے سنگلاخ جنگلوں میں بھٹک گیا اور اگر کسی کی سوچ کا رُخ حدیثِ رسول ﷺ کی طرف ہو گیا تو اُسے ایک فیصلہ کن چیز (یعنی حکمت) ہاتھ آ گئی اور وہ قرآن کے حقیقی معنی اور منشائے خداوندی سے آگاہ ہو گیا۔اس اِنتباہ کے بعد مندرجہ ذیل احادیث کا مطالعہ کیجیے:

(1)۔ كَانَتْ بَنُوْٓ اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهٗ نَبِيٌّ وَاِنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَسَيَكُوْنُ خُلَفَآءُ فَيَكْثُرُوْنَ قَالُوْا فَمَا ذَا تَأْمُرُنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ فُوْا بَيْعَةَ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ اَعْطُوْا حَقَّهُمْ فَاِنَّ اللهَ سَآئِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ (مسلم: ۳۷۷۴، بخاری: ۳۴۵۵، ابن ماجہ: ۲۸۷۱)۔

ترجمہ: بنی اسرائیل میں لوگوں کی اصلاح کا کام انبیاء کے ذمے تھا۔ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آ جاتا تھا۔لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔بلکہ اب خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! پھر ہمارے لیے کیا حکم ہے۔فرمایا پہلے کی بیعت نبھاؤ بس پہلے کی بیعت نبھاؤ۔تم ان کا حق ادا کرتے رہو۔اللہ ان سے ان کی رعایا کے بارے میں خود پوچھ لے گا۔

اس حدیث میں ختمِ نبوت کی وضاحت چار طرح سے کر دی گئی ہے۔

(ا)۔ بنی اسرائیل کے پے در پے آنے والے انبیاء علیہم السلام کی بجائے لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ کے الفاظ فرمائے گئے۔اس سے ظِل اور بروز وغیرہ کی جڑ کٹ گئی۔

(ب)۔ کثرت سے خلفاء کا ہونا بھی اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ خلفاء سے مراد انبیاء

Islam The World Religion

نہیں ہیں۔ ورنہ چودہ سو سال میں کثرت سے انبیاء آ چکے ہوتے۔

(ج)۔ ''پہلے خلیفہ کی بیعت نبھانے'' کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ ایک ہی شخص کئی خلفاء کا زمانہ پائے گا۔ خلفاء کا یہ تسلسل بھی ختمِ نبوت میں کسی ظلی اور بروزی رخنہ اندازی کی اجازت نہیں دیتا۔

(د)۔ ''تم اُن کا حق ادا کرتے رہو۔ اللہ اُن سے اُن کی رعایا کے بارے میں خود پوچھ لے گا''۔ اِن الفاظ سے معلوم ہوا کہ ان خلفاء سے خطا کے سرزد ہونے کا امکان ہوگا اور وہ معصوم نہیں ہوں گے اور جو معصوم نہ ہو وہ نبی نہیں ہوتا۔

(2)۔ اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلَ الْاَنْبِیَآءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتاً فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعُ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِیَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَیَتَعَجَّبُوْنَ لَهٗ وَ یَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ (مسلم :۵۹۶۱، بخاری:۳۵۳۵)۔

ترجمہ: میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی نے حسین وجمیل محل بنایا ہو مگر کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو۔ لوگ آ کر اس محل میں گھوم پھر کر دیکھتے ہیں اور اس کی خوبصورتی پر حیران ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ کی جگہ کیوں خالی ہے۔ بس میں وہ آخری اینٹ ہوں۔ اور میں خاتم النبیین ہوں۔

(3)۔ سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ کُلُّهُمْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (ترمذی:۲۲۱۹، بخاری:۳۶۰۹، مسلم:۷۳۴۲)۔

ترجمہ: میری اُمت میں تیس جھوٹے شخص ہوں گے، ان میں سے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ حالانکہ میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(4)۔ اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ (ترمذی :۲۲۷۲، مسندِ احمد:۱۳۸۳۱)۔

ترجمہ: بلاشبہ رسالت اور نبوت دونوں منقطع ہو چکی ہیں۔ اب میرے بعد نہ تو کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔

(5)۔ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ کَهَاتَیْنِ (مسلم :۷۴۰۴، بخاری :۶۵۰۴، ترمذی

Islam The World Religion

:۲۲۱۴)۔

ترجمہ: میں اور قیامت دو انگلیوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں (یعنی میرے اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں)۔

(6)۔ اَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَیْسَ بَعْدَہٗ اَحَدٌ (مسلم:۶۱۰۵، بخاری:۳۵۳۲، ۴۸۹۶، ترمذی:۲۸۴۰)۔

ترجمہ: میں عاقب ہوں، اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو، ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد ایک بھی نہ ہو۔

(7)۔ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اِنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (مسلم:۶۲۱۸، بخاری:۴۴۱۶، ابن ماجہ:۱۱۵، ۱۲۱)۔

ترجمہ: اے علی! کیا آپ خوش نہیں کہ آپ میرے وہی کچھ لگتے ہیں جو موسیٰ کے ہارون لگتے تھے۔ فرق صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(8)۔ لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ (ترمذی:۳۶۸۶، مستدرک حاکم:۴۵۵۱)۔

ترجمہ: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتا۔

ان احادیث میں نبی کریم ﷺ نے مثالیں دے دے کر اور الفاظ پھیر پھیر کر ختم نبوت کی وضاحت کی حد کر دی ہے۔ آپ ان احادیث کا دوبارہ مطالعہ کریجیے۔ آخر اس سے بڑھ کر کون سے الفاظ کا استعمال کیا جاتا، جس سے منکرین ختم نبوت کی تشفی ہوتی؟ نبی کریم ﷺ نے کہیں فرمایا "پے در پے انبیاء کی بجائے اب خلفاء ہوں گے"۔ کہیں فرمایا: "انبیاء کے محل کی آخری اینٹ میں ہوں"، کہیں فرمایا "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" کہیں فرمایا "نبوت ختم ہوگئی"۔ کہیں فرمایا "میں اور قیامت دو انگلیوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں" کہیں فرمایا "میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد ایک نبی بھی نہ ہو" کہیں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ماتحت اور ظلی و بروزی نبوت کی نفی کر دی۔ کہیں یہاں تک وضاحت کر دی کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتا۔

ان تمام احادیث میں لفظ "خاتم" کی ایسی زبردست وضاحت کر دی گئی ہے کہ ایک بد دماغ شخص کا دماغ بھی ٹھکانے پر آجائے۔ اس سے پہلے آپ خاتم کی دو قراءتوں کی بحث بھی

Islam The World Religion

پڑھ چکے ہیں۔

دنیا بھر کے مفسرین نے اس آیت کے تحت نبی کریم ﷺ کو آخری نبی تسلیم کیا ہے اور اس مسئلے پر پوری اُمت کا اجماع اور اتفاق چلا آ رہا ہے۔ ہمارے عقائد کی مشہور درسی کتاب شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے کہ: ثَبَتَ اَنَّهٗ اٰخِرُ الْاَنْبِيَآءِ یعنی ثابت ہو گیا کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں (شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۳۸)۔ خاتم النبیین کی وضاحت کرتے ہوئے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اِجْتَمَعَتِ الْاُمَّةُ عَلٰى حَمْلِ هٰذَا الْكَلَامِ عَلٰى ظَاهِرِهٖ وَاَنَّ مَفْهُوْمَهُ الْمُرَادَ بِهٖ دُوْنَ تَاوِيْلٍ وَلَا تَخْصِيْص یعنی پوری اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ خاتم النبیین اور لَا نَبِيَّ بَعْدِي کے الفاظ اپنے ظاہر پر محمول ہیں اور ان میں کسی قسم کی تاویل اور تخصیص جائز نہیں (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۲۴۷)۔ مُلّا علی قاری علیہ الرحمۃ پوری اُمت کی کتابوں کا جائزہ لینے کے بعد فیصلہ لکھتے ہیں کہ: دَعْوَى النُّبُوَّةِ بَعْدَ نَبِيِّنَا ﷺ كُفْرٌ بِالْاِجْمَاعِ یعنی ہمارے نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا کفر ہے اور اس پر پوری اُمت کا اجماع و اتفاق ہے (شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۶۴)۔

جس قوم کے پاس ختمِ نبوت پر دلائل کا اس قدر ذخیرہ موجود ہو وہ یقیناً اس عقیدے کو اختیار کرنے میں حق بجانب ہے۔ اور وہ اس موضوع پر اللہ کی بارگاہ میں سُرخرو ہے۔

مرزا قادیانی کا اپنا بیان

مرزا قادیانی لکھتے ہیں ''میں نبوت کا مدعی نہیں، بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں'' (آسمانی فیصلہ صفحہ ۳)۔

حیاتِ مسیح علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم سمیت آسمان پر اٹھائے جانا اور قیامت کی نشانی کے طور پر آسمان سے نازل ہونا قطعی دلائل سے ثابت ہے۔ ختمِ نبوت کی وضاحت کرتے ہوئے تمام مفسرین نے بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ختمِ نبوت کے منافی نہیں۔ مدارک، خازن، بیضاوی، تفسیراتِ احمدیہ اور مظہری وغیرہ میں اس مسئلے کو تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔ مثلاً تفسیر مدارک کے الفاظ یہ ہیں: لَا يُنَبَّأُ اَحَدٌ بَعْدَهٗ وَعِيْسٰى مِمَّنْ نُبِّئَ قَبْلَهٗ یعنی آپ

Islam The World Religion

ﷺ کے بعد کوئی نبی بنایا نہیں جائے گا جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُن میں سے ہیں جو آپ سے پہلے نبی بنا دیے گئے ہیں۔

تفسیر بیضاوی کے الفاظ یہ ہیں: وَلَا یَقْدَحُ فِیْهِ نُزُوْلُ عِیْسٰی بَعْدَهٗ لِاَنَّهٗ اِذَا نَزَلَ کَانَ عَلٰی دِیْنِهٖ، مَعَ اَنَّ الْمُرَادَ مِنْهُ اَنَّهٗ آخِرُ مَنْ نُبِّئَ یعنی نزولِ عیسیٰ ختمِ نبوت کے خلاف نہیں اس لیے کہ جب وہ نازل ہوں گے تو شریعتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر عمل کریں گے، اس کے علاوہ آخری نبی ہونے سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ سب سے آخر میں نبی بنائے گئے ہیں (بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۲۴۷)۔

تفسیر مظہری کے الفاظ یہ ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ختمِ نبوت کے منافی نہیں ہے۔ اس لیے کہ جب وہ نازل ہوں گے تو نبی کریم ﷺ کی شریعت پر چلیں گے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ ان کو نبی کریم ﷺ سے پہلے نبوت مل چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانی خبروں کا سلسلہ نبی کریم ﷺ پر ختم کر دیا ہے۔ لیکن کسی سابق نبی کا باقی رہنا ختمِ نبوت کے خلاف نہیں ہے (مظہری جلد ۷ صفحہ ۳۵۱)۔

ہاں البتہ جس طرح مرزا قادیانی کی ایک نئی شخصیت نے کھڑے ہو کر نبوت اور مسیحیت کا دعویٰ کر دیا ہے، یہ ضرور ختمِ نبوت کے تمام اعلانات کے منافی ہے۔ اب آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت کی نشانی کے طور پر جسم سمیت واپس آنے کا ختمِ نبوت کے ساتھ ایک گہرا رشتہ ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا اس آیت سے ثابت ہے: وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ وَکَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَکُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا (النساء: ۱۵۷، ۱۵۹)۔

ترجمہ: اسے یہودیوں نے یقیناً قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ تمام اہلِ کتاب اس کی موت سے پہلے پہلے اس پر ایمان لائیں گے اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہو گا۔

یہاں قادیانی ایک سوال اٹھایا کرتے ہیں کہ اس آیت میں آسمان کا لفظ کہیں موجود نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ''اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا'' سے مراد آسمان پر اٹھانا ہی

Islam The World Religion

ہے۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ لیکن اسکی سلطنت کا ظہورِ کامل آسمانوں میں ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خود کا آسمانوں میں ہونا بیان فرماتا ہے (تفسیر جامع البیان میں ہے: لِاَنَّ السَّمَآءَ مَحَلُّ ظُهُوْرِ سُلْطَانِہٖ: صفحہ ۵۲)۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو معراج کے لیے آسمان پر لے جایا گیا، ورنہ اللہ تعالیٰ تو زمین پر بھی موجود تھا۔ قرآن پڑھیے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ (ملک: ۱۶)۔ اس آیت کا ترجمہ مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین نے اس طرح کیا ہے:

کیا آسمان میں رہنے والی ہستی سے تم اس بات سے امن میں آ گئے ہو کہ وہ تم کو دنیا میں ذلیل کرے (ترجمہ مرزا بشیر الدین)۔

یہاں مرزا بشیر الدین نے اللہ تعالیٰ کو صاف طور پر آسمان میں رہنے والی ہستی قرار دیا ہے۔ اس سے اگلی آیت میں بھی ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ کے الفاظ موجود ہیں۔ اور مرزا بشیر الدین نے وہاں بھی یہی ترجمہ کیا ہے۔

حدیث شریف میں بھی یہی ہے کہ: جو زمین پر ہیں تم ان پر رحم کرو اور جو آسمان پر ہے وہ تم پر رحم کرے گا (ابوداؤد: ۴۹۴۱، ترمذی: ۱۹۲۴، مسندِ احمد: ۶۵۰۱)۔

مرزا قادیانی خود بھی لکھتے ہیں کہ رَافِعُكَ اِلَيَّ کے یہ معنی ہیں کہ: جب عیسیٰ فوت ہوئے تو ان کی روح آسمان پر اٹھائی گئی (ازالہ اوہام صفحہ ۲۲)۔

اب بتائیے کہ! مرزا قادیانی نے آسمان کا لفظ کہاں سے نکالا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو آسمان پر کیسے پہنچا دیا۔ جو آپ کا جواب ہوگا وہی ہمارا جواب ہے۔

صحیح اور سیدھا طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر کرتے وقت اس قسم کی ہیرا پھیری کی بجائے نبی کریم ﷺ کی ان احادیث کی طرف رجوع کیا جائے جو خالص اسی موضوع پر وارد ہوئی ہیں۔

اس آیت کی تشریح احادیث میں اس طرح بیان ہوئی ہے۔

(1)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اِنَّ عِيْسٰى لَمْ يَمُتْ وَاِنَّهٗ رَاجِعٌ اِلَيْكُمْ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ یعنی عیسیٰ نہیں مرے بلکہ وہ قیامت سے پہلے پہلے تمہاری طرف واپس آنیوالے ہیں (ابن جریر جلد ۳ جزء ۳ صفحہ ۳۵۵، درِ منثور جلد ۲ صفحہ ۲۶، ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۵۰۵)۔

Islam The World Religion

(2)۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کا واقعہ حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ: جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ فرمایا تو عیسیٰ علیہ السلام اپنے گھر کے چشمے پر نہا کر گھر سے نکلے۔ آپ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ باہر بارہ حواری موجود تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کون چاہتا ہے کہ میری جگہ قتل کیا جائے اور درجہ میں میرے ساتھ رہے۔ اس پر ایک نوجوان کھڑا ہو گیا اور خود کو اس کام کے لیے پیش کر دیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بیٹھ جا اور پھر عیسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ وہی فرمایا۔ پھر وہی نوجوان کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ میں حاضر ہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا پھر تو ہی وہ شخص ہے۔ اس کے فوراً بعد اس پر عیسیٰ علیہ السلام کی صورت ڈال دی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشندان سے آسمان پر اٹھا لیے گئے۔ یہودی عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کے لیے گھر میں داخل ہوئے اور اس حواری کو عیسیٰ سمجھ کر گرفتار کر لیا اور قتل کر کے صلیب پر لٹکا دیا۔ ابنِ کثیر فرماتے ہیں کہ اسکی سند صحیح ہے اور بہت سے سلف سے اسی طرح مروی ہے (مصنف ابنِ ابی شیبہ جلد ۸ صفحہ ۴۶۱، تفسیر ابنِ کثیر جلد ۱ صفحہ ۷۸۹)۔ مفہوماً یہی بات ابن جریر میں اختصار کے ساتھ موجود ہے (ابنِ جریر جلد ۴ جزء ۶ صفحہ ۱۸، ۱۹)۔

(3)۔ "اللہ کی قسم تم میں عیسیٰ ابنِ مریم ضرور نازل ہوگا۔ حکومت کرے گا، عدل کرے گا، صلیب کو توڑ دے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا (یعنی صلیب پرستی اور خنزیر خوری ختم ہو جائے گی) جنگ بند کرے گا (یعنی امنِ عامہ کی وجہ سے جنگ کی ضرورت ہی نہ رہے گی)، دولت اس قدر بہائے گا کہ اسے کوئی بھی قبول نہ کرے گا۔ نوبت یہاں تک آ جائے گی کہ لوگ ایک سجدہ کرنا دُنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر سمجھیں گے"۔ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا کہ تمام اہل کتاب اس کی موت سے پہلے پہلے اس پر ایمان لائیں گے اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا (بخاری حدیث: ۳۴۴۸، مسلم: ۳۸۹، ترمذی: ۲۲۳۳)۔

(4)۔ اللہ تعالیٰ مسیح ابنِ مریم کو بھیجے گا۔ وہ دمشق کے مشرقی سفید مینار کے پاس نازل ہوگا۔ اس نے دو زرد چادریں اوڑھی ہوں گی۔ دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوں گے۔ جب اپنے سر کو جھکائے گا تو اس میں سے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھائے گا تو جواہرات جیسے موتی

Islam The World Religion

گریں گے۔ اس کے سانس کی ہوا جس کافر تک پہنچے گی وہ مر جائے گا۔وہ دجّال کو لُد کے دروازے کے پاس پکڑ کر قتل کر دے گا(مسلم : ۷۳۷۳، ابوداؤد :۴۳۲۱،ترمذی: ۲۲۴۰، ابن ماجہ:۴۰۷۵)۔واضح رہے کہ لُد آجکل اسرائیل کی ایک ائرپورٹ کا نام ہے۔

(4)۔ یَنْزِلُ اَخِیْ اِبْنُ مَرْیَمَ مِنَ السَّمَآءِ یعنی میرا بھائی ابنِ مریم آسمان سے نازل ہو گا(کنزالعمال ۷ /۲۶۸،مجمع الزوائد ۷ /۳۴۹حدیث: ۱۲۵۴۳)۔

(5)۔ حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت سعد بن ابی وقاص قادسیہ کے حاکم تھے۔ انہوں نے حضرت نضلہ بن معاویہ انصاری کو تین سو سوار دے کر حلوان عراق کی طرف مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ اپنے مشن میں کامیاب ہو کر واپس آ رہے تھے کہ راستے میں عصر کی نماز کے لیے اذان دی۔ جب وہ اذان کہنے لگے تو اچانک حلوان کے پہاڑوں میں سے اذان کا جواب سنائی دینے لگا۔ جب نضلہ اذان سے فارغ ہوئے تو سب لوگ کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ اللہ تجھ پر رحم کرے، تو جو کوئی بھی ہے ہمارے سامنے آ کر اپنی صورت دکھا۔ کیونکہ یہ لشکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عمر ابن خطاب کا بھیجا ہوا ہے۔ اس پر ایک شخص کا سر پہاڑ کے شگاف سے ظاہر ہوا۔ اس کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اور اس نے اون کے دو پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے ۔اس نے سامنے آ کر سلام کہا اور لوگوں نے اس کے سلام کا جواب دیا۔لوگوں نے پوچھا تو کون ہے۔اس نے جواب دیا کہ میرا نام زریت بن برتملا ہے۔ میں اللہ کے نیک بندے عیسیٰ ابنِ مریم کا وصی ہوں۔ انہوں نے مجھے اس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور میرے لیے آسمان سے نازل ہونے کے وقت تک زندہ رہنے کی دعا فرمائی ہے۔ میری طرف سے عمر کو سلام کہنا اور اسے میری طرف سے بتا دینا کہ قیامت قریب ہے۔ اس کے بعد وہ غائب ہو گیا اور لوگ اسے نہ دیکھ سکے۔ پھر نضلہ نے یہ سارا واقعہ حضرت سعد بن ابی وقاص کی طرف لکھا اور انہوں نے حضرت فاروقِ اعظم کی طرف لکھا۔حضرت فاروقِ اعظم نے اس کے جواب میں حضرت سعد کو لکھا کہ آپ بھی مہاجرین وانصار کی ایک جماعت لے کر اس پہاڑ پر جائیں اور اگر زریت بن برتملا سے ملاقات ہو جائے تو میری طرف سے انہیں سلام کہیں۔ چنانچہ حضرت سعد چار ہزار مہاجرین وانصار کو لے کر اس پہاڑ پر گئے اور چالیس دن تک ہر نماز کے لیے اذان پڑھتے رہے مگر انہیں

Islam The World Religion

کوئی جواب یا آواز سنائی نہ دی (فتوحاتِ مکیہ جلد ۱، ازالۃ الخفا جلد ۲ صفحہ ۱۶۷، ۱۶۸)۔ شیخ اکبر قدس سرہٗ اپنے کشف کے ذریعے فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

ردِّ عیسائیت اور حیاتِ مسیح علیہ السلام

عیسائیوں نے جب کبھی اسلامی تعلیمات پر کوئی اعتراض کیا تو اہلِ اسلام نے ہمیشہ اس کا مُنہ توڑ جواب دیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے سامنے کسی عیسائی نے یہ سوال رکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر موجود ہیں جبکہ آپ کے نبی زمین میں دفن ہیں۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے نبی سے افضل ہوئے۔ آپؒ نے فرمایا اگر اس طرح اوپر جانے سے افضلیت ثابت ہوتی ہو تو پھر پانی کا بلبلا موتیوں سے افضل ہونا چاہیے۔ کیونکہ بلبلا پانی کے اوپر رہتا ہے جبکہ موتی پانی کی تہ میں بیٹھا ہوتا ہے۔ عیسائی نے یہ سوال ایک شعر کی صورت میں کیا تھا۔ اور شاہ صاحب نے اس کا جواب بھی شعر میں ہی دیا تھا۔ دونوں شعر ملاحظہ کیجیے:

سوال: کسے بگفت کہ عیسیٰ زِ مصطفی اعلیٰ است
کہ ایں بزیرِ زمیں دفن وآں باوجِ سما است

جواب: بگفتمت کہ نہ ایں حجت قوی باشد
حباب برسرِ آب وگوہر تہِ دریا است

مرزا قادیانی کو بھی شروع شروع میں عیسائیت کے رد کا بہت شوق تھا۔ لیکن ایسے کاموں کے لیے لیاقت اور مستقل مزاجی کی ضرورت ہوتی ہے۔ مرزا قادیانی سے جب عیسائیوں کے اس قسم کے اعتراضات کے جواب نہ بن سکے تو چاہیے تو یہ تھا کہ وہ وقت کے علماء اور مشائخ کی طرف رجوع کرتے اور ان سے رہنمائی لیتے۔ لیکن مرزا قادیانی نے اس کے برعکس یہ ترکیب نکالی کہ حیاتِ مسیح علیہ السلام کا سرے سے انکار ہی کر دیا جائے۔ نہ بجے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ چنانچہ وہ خود اپنی کتاب کشتیِ نوح میں یوں لکھتے ہیں خوب یاد رکھو کہ بجز موتِ مسیح صلیبی عقیدہ (عیسائیت) پر موت نہیں آسکتی (کشتیِ نوح صفحہ ۲۵)۔

لیکن مرزا قادیانی ان حقائق کو بھول گئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باپ کے بغیر پیدا ہوئے تھے (سورۂ مریم وغیرہ) اور اللہ نے انکا نام روح اللہ اور کلمۃ اللہ رکھا ہے (آلِ عمران)۔ وہ

Islam The World Religion

اپنے ہاتھ سے مٹی کے پرندے بنا کر ان میں پھونک مارتے تھے تو وہ اصلی پرندہ بن جاتا تھا۔ وہ بیماروں کو شفا دیتے اور مردوں کو زندہ کر دیتے تھے (آلِ عمران)۔ کیا یہ سب باتیں عیسائیت کے ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی کو تقویت نہیں دے رہیں؟ کیا آپ ان تمام حقائق کا انکار محض اس لیے کر دیں گے کہ ان سے عیسائیت کو تقویت مل رہی ہے؟ قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے خاندان کے حوالے سے پوری پوری سورتیں موجود ہیں (آلِ عمران، مائدہ اور مریم)۔ کیا ان سب کو بھی عیسائی دشمنی میں آ کر قرآن سے نکال باہر کریں گے؟

ایک سوال یہ بھی ہے کہ کیا مرزا قادیانی نے وفاتِ مسیح کا شوشا چھوڑ کر عیسائیوں کو مطمئن کر دیا ہے؟ کیا واقعی صلیبی عقیدے پر موت طاری کر دی گئی ہے؟ ہم دیکھتے ہیں کہ آج بھی عیسائی لوگ قادیانیت کو قبول کرنے کی بجائے دھڑا دھڑ اسلام کو قبول کرتے جا رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کا حیاتِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ اس کام میں رکاوٹ نہیں ڈال رہا۔ بلکہ زبردست مددگار ثابت ہو رہا ہے۔ جب انہیں معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں اور اسلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزت و آبرو موجود ہے تو ان کا دل اسلام کے لیے خود بخود نرم ہو جاتا ہے۔ اور خدا گواہ ہے کہ ہم یہ بات محض ہوائی اور بے بنیاد نہیں کر رہے بلکہ ہم نے خود عیسائیوں سے گفتگو کی ہے اور اپنے ذاتی تجربے کی بنیاد پر یہ بات عرض کر رہے ہیں۔

آج تک عیسائیوں نے حیاتِ مسیح سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں کو کبھی نقصان نہیں پہنچایا۔ یہ شوشا محض قادیانیوں نے خود چھوڑ رکھا ہے اور عیسائیوں کی مخالفت کا ڈھونگ رچائے بیٹھے ہیں۔ کسی عیسائی نے جو شعر فارسی زبان میں کہا تھا، قادیانی وہی بات اردو کے اس شعر میں کہتے ہیں:

غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسماں پر
مدفون ہو زمیں میں شاہِ جہاں ہمارا

اس شعر کے لکھنے والوں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ وہ اس شعر سے عیسائیت کی تردید کر رہے ہیں یا تائید؟۔ قادیانیوں کے اس عیسائی نما شعر کا ہم یوں جواب دیتے ہیں:

افضل ہے آسماں سے وہ سر زمین طیبہ
مدفون ہے جہاں پر شاہِ جہاں ہمارا

یہ شعر بھی میں نے پوری ذمہ داری سے لکھا ہے۔ اس امر پر پوری امت کا اجماع ہے

Islam The World Religion

کہ آج جس جگہ سے ہمارے نبی کریم ﷺ کا جسمِ اطہر چھو رہا ہے وہ جگہ عرشِ عظیم سے بھی افضل ہے۔ کاش مرزا قادیانی عیسائیت کی تردید کے لیے گھر سے نکلنے سے پہلے وسیع مطالعہ اور مکمل تیاری کر لیتے۔

عیسائیوں کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے پھانسی پر لٹکا دیا اور ان کی موت واقع ہوگئی۔ یہ پورا واقعہ انجیل میں درج ہے۔ دوسری طرف یہودی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی پر لٹکا کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دینے کے دعویدار ہیں۔

یہاں قادیانی بھی یہودیوں اور عیسائیوں کے ہم نوا ہیں۔ قادیانی بھی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی پر لٹکایا گیا مگر ہوا یہ کہ انکی موت واقع نہیں ہوئی، بلکہ وہ مُردے کی طرح ہو گئے۔ بعد میں جب ہوش میں آ چکے تو چپکے سے کشمیر کی طرف بھاگ آئے۔ یہاں سری نگر میں ان کی وفات ہوئی اور وہ سری نگر کے محلہ خان یار میں دفن ہیں۔ قادیانیوں نے یہ سارا ڈھکوسلا عیسائیوں کی کتب اور آثارِ قدیمہ سے اخذ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے برعکس قرآن کہتا ہے:

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ (النساء: ۱۵۷) یعنی یہود نے عیسیٰ کو نہ تو قتل کیا اور نہ ہی پھانسی دیا۔

واضح رہے کہ اس آیت میں قرآن نے قتل اور پھانسی دونوں کی نفی کی ہے۔ قتل کی واردات میں موت کا واقع ہو جانا ضروری ہوتا ہے جب کہ پھانسی کی واردات میں موت کا واقع ہو جانا ضروری نہیں ہوتا۔ آج کل کے ہوشیار وکیلوں نے جب پھانسی (hang) کے لفظ میں پائی جانے والی اس گنجائش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مجرموں کو تختۂ دار سے زندہ نیچے اتروانا شروع کر دیا تو قانون دانوں کو مجبوراً صرف پھانسی کی بجائے موت تک پھانسی (hang till death) کے الفاظ کا اضافہ کرنا پڑا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ پھانسی میں موت کا مفہوم شامل نہ تھا۔ اسی وجہ سے قرآن نے بھی قتل کا لفظ الگ اور پھانسی کا لفظ الگ استعمال کیا ہے۔ یہاں سے صلیب پرستی کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ جب حضرت مسیح علیہ السلام صلیب کے قریب بھی نہیں گئے تو تم کس غلط فہمی میں صلیب کی پوجا کرتے ہو؟ اسی عقیدہِ مصلوبیت نے صلیب پرستی کو بنیاد فراہم کی تھی اور قادیانیوں نے صلیب توڑنے کی بجائے صلیب پرستی میں عیسائیوں کا ہاتھ بٹایا۔ آج اگر کوئی شخص صلیب کو توڑ کر دکھانا چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ قرآنی الفاظ **مَا صَلَبُوْهُ** کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مطلق صلیب پر چڑھنے کی نفی کرے تاکہ صلیب کو متبرک سمجھ کر اسکی

Islam The World Religion

پوجا کرنے کی بنیاد ختم ہوجائے اور صلیب پرستی کا صفایا ہوجائے۔

چلیے سب کچھ چھوڑیے۔آپ عیسائیوں کو نیچا دکھانا چاہتے ہیں؟ ذرا انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا ملاحظہ کر لیجیے۔ جس میں وہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی خواہش فرما رہے ہیں۔آپ کا ردِ عیسائیت کا شوق بھی پورا ہوجائے گا اور حیاتِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ بھی درست معلوم ہونے لگے گا۔انصاف شرط ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا

انجیل برناباس کے الفاظ پڑھیے:

UNWORTHY THOUGH I AM TO UNTIE HIS HOSEN I HAVE RECEIVED GRACE AND MERCY FROM GOD TO SEE HIM

(BARNABAS:97-1)

ترجمہ:۔اگرچہ میں اس کے جوتے کا تسمہ کھولنے کے قابل بھی نہیں ہوں، میں نے اللہ سے اس بات کی عاجزانہ دُعا کی جو اس نے قبول کر لی کہ میں اس سے مل سکوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا قبول ہوئی۔یہی وجہ ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور قرآن کے مطابق فیصلے کریں گے (مسلم حدیث: ۳۹۴)۔

وہ حج یا عمرہ کریں گے اور مکہ شریف سے مدینہ طیبہ تک سفر کریں گے (مسلم ۳۰۳۰)۔

مستدرکِ حاکم میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ: لَیَهْبِطَنَّ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدْلًا وَ اِمَامًا مُّقْسِطًا وَلَیَسْلُکَنَّ فَجًّا حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا اَوْ بِنِیَّتِهِمَا وَلَیَاْتِیَنَّ قَبْرِیْ حَتّٰی یُسَلِّمَ عَلَیَّ وَلَاَرُدَّنَّ عَلَیْهِ یعنی عیسیٰ ابنِ مریم ضرور بر ضرور نیچے اترے گا، حکومت کرے گا، عدل کرے گا، اور منصفانہ امامت کرے گا، اور حج یا عمرہ کے لیے ضرور سفر کرے گا، اور ضرور بر ضرور میری قبر پر آئے گا حتیٰ کہ مجھے سلام کہے گا اور میں ضرور بر ضرور جواب دوں گا۔ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے میرے بھائی جب تم حضرت عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کو دیکھو تو عرض کرنا کہ ابوہریرہ آپ کو سلام پیش کرتا تھا۔حاکم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے (مستدرک حاکم: ۴۲۱۴)۔

واضح رہے کہ مرزا قادیانی نے زندگی بھر نہ حج کیا اور نہ عمرہ۔

Islam The World Religion

پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ اپنی کتاب سیفِ چشتیائی میں یہی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''ہم پیش گوئی کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً میں حاضر ہو کر سلام عرض کرنا اور جوابِ سلام سے مشرف ہونا، یہ نعمت قادیانی کو کبھی نصیب نہ ہو گی'' (سیفِ چشتیائی صفحہ ۱۰۸)۔

حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس پیش گوئی کے بعد مرزا قادیانی چھ سال زندہ رہے مگر پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس پیش گوئی کو غلط ثابت نہ کر سکے۔ اور حج وعمرہ کی سعادت سے بے نصیب رہے۔ جَاۗءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدینہ شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اقدس میں دفن ہوں گے۔ اور قیامت کے روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں ایک ہی روضے میں سے سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بیچ میں سے اٹھیں گے (الوفا ۲ / ۸۱۴)۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (جو سابق یہودی عالم تھے) فرماتے ہیں کہ تورات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا ایک جگہ دفن ہونا لکھا ہوا ہے۔ ابومودود فرماتے ہیں کہ آج بھی روضۂ اقدس میں ایک قبر کی جگہ خالی ہے (ترمذی: ۳۶۱۷)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت عیسیٰ ابنِ مریم نازل ہوں گے تو مسلمانوں کا امیر انہیں نماز پڑھانے کی دعوت دے گا مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ نہیں، اس اُمت کے اپنے لوگ ہی اس اُمت کی امامت کا حق رکھتے ہیں، اللہ نے اس اُمت کو یہ اعزاز بخشا ہے (مسلم: ۳۹۵)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ اے میری اُمت! تمہاری شان اس وقت کیا ہو گی جب عیسیٰ ابن مریم تم میں نازل ہوگا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا (مسلم: ۳۹۲، بخاری: ۳۴۴۹)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَآءِ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ یعنی تمہاری شان اُس وقت کیا ہو گی جب عیسیٰ ابنِ مریم تم میں آسمان سے نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا (بیہقی کتاب الاسماء والصفات صفحہ ۳۰۱)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر تشریف لے جانے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُمتی

Islam The World Religion

ہونے کا شرف حاصل کرنے کے لیے دوبارہ تشریف لانے میں نبی کریم ﷺ کی جوشان پوشیدہ ہے وہ ان تمام دلائل سے اچھی طرح واضح ہورہی ہے اور اس میں اُمتِ مسلمہ کے لیے جو اعزاز پنہاں ہے اس پر ہم اللہ کا شکرادا کرتے ہیں۔

اللہ کریم جل شانہٗ کا ارشاد ہے: **وَاِنَّهٗ لَعِلۡمٌ لِّلسَّاعَةِ** یعنی عیسیٰ قیامت کی نشانی ہے (الزخرف:۶۱)۔اس آیت کی ایک قرأت **عَلَمٌ** (ع اور ل کے زبر کے ساتھ) بھی ہے اور یہ قرأت حضرت ابنِ عباس، حضرت ابوہریرہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے (بغوی جلد ۴ صفحہ ۱۴۳)۔جس سے اس آیت کا مفہوم نکھر کر سامنے آ گیا ہے۔اور حدیث شریف میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ اس آیت میں قیامت کی نشانی سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مراد حضرت عیسیٰ ابنِ مریم کی قیامت سے پہلے تشریف آوری ہے (مصنف ابنِ ابی شیبہ ۷/۴۶۱،مسند احمد: ۲۹۲۴)۔

ظہورِ مہدی

حدیث شریف میں ہے کہ یہ اُمت کس طرح ہلاک ہوسکتی ہے۔جس کے شروع میں میں ہوں، درمیان میں مہدی اور آخر میں عیسیٰ ہے (رزین، مشکوٰۃ حدیث: ۶۲۸۷)۔

اس حدیث سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔جبکہ مرزا قادیانی کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ خود ہی عیسیٰ بھی ہیں اور وہی مہدی بھی ہیں۔دوسرے یہ معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری اس اُمت کے لیے اعزاز ہی اعزاز ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مہدی میری عترت سے ہوگا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوگا (ابوداؤد: ۴۲۸۴، ابن ماجہ: ۴۰۸۶، شرح السنۃ: ۴۲۸۰)۔

اس حدیث میں حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ ﷺ کی آل میں سے ہونا صراحتہً مذکور ہے اور ''حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد'' کے الفاظ تمام تاویلاتِ بعیدہ کا دروازہ بند کررہے ہیں اور مرزا قادیانی کے مُغل (مرزا) ہونے کے وجہ سے انکی مہدویت کو پاش پاش کررہے ہیں۔

Islam The World Religion

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے بیٹے حسن کو نبی کریم ﷺ نے سید قرار دیا ہے۔ اس کی پشت میں سے ایک آدمی پیدا ہوگا جو نبی کریم ﷺ کا ہمنام اور ہم اخلاق ہوگا مگر صورت مختلف ہوگی۔ وہ زمین کو عدل سے بھر دے گا (ابوداؤد: ۴۲۹۰)۔

قادیانی حضرات اپنے مرزا قادیانی کی مہدویت کو ثابت کرنے کے لیے حدیث کا ایک ٹکڑا "لَا مَهْدِيَ إِلَّا عِيسَىٰ" پڑھ دیا کرتے ہیں۔ یعنی عیسی کے سوا کوئی مہدی نہیں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ پوری حدیث اس طرح ہے: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلىٰ شِرَارِ النَّاسِ وَلَا الْمَهْدِيُّ إِلَّا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ یعنی قیامت شریر ترین لوگوں پر قائم ہوگی اور اس وقت عیسیٰ ابنِ مریم کے سوا کوئی ہدایت پر نہ ہوگا۔

اس مکمل حدیث کو پڑھنے کے بعد یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اس حدیث میں مہدی کا لفظ عربی زبان کے لفظ کے طور پر اپنے لفظی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور یہاں مہدی سے مراد امام مہدی نہیں ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ صفت کا حصر ذات میں جائز ہے جیسے لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ اور ذات کا حصر صفت میں بھی جائز ہے جیسے مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْل۔ مگر ذات کا حصر ذات میں یا صفت کا حصر صفت میں نہیں ہوا کرتا۔ مرزا قادیانی کا ذاتی نام غلام احمد ہے اور وہ مسیحیت اور مہدویت کی صفات سے متصف ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ اگر مسیحیت اور مہدویت دونوں ان کی صفات ہوں تو لَا الْمَهْدِيُّ إِلَّا عِيسَىٰ میں صفت کا حصر صفت میں لازم آئے گا اور یہ باطل ہے۔

شناخت

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام مسیح ابنِ مریم اور عیسیٰ ابنِ مریم کی تصریح کے ساتھ آیا ہے۔ قیامت کے نزدیک نازل ہونے والے مسیح کو بھی احادیث میں وہی عیسیٰ ابنِ مریم یعنی "مریم کا بیٹا عیسیٰ" کے صاف الفاظ سے متعارف کرایا گیا ہے۔ مرزا قادیانی اپنے دعوے سے مسیح تو بن بیٹھے لیکن مریم کا بیٹا بن کے دکھانا مشکل ہوگیا۔ مرزا قادیانی اپنی اس مشکل کو حل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "استعارے کے رنگ میں مجھے مریم بنایا گیا، پھر مجھے حمل ہوا، پھر مجھ سے عیسیٰ پیدا ہوا، وہ پیدا ہونے والا عیسیٰ بھی میں خود ہی تھا، اس طرح

Islam The World Religion

میں عیسیٰ ابنِ مریم ٹھہرا'' (کشتیِ نوح صفحہ ٦٨ تا٦٩)۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ احادیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول دمشق میں بتایا گیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ دمشق سے مراد قادیان ہے۔ جو دمشق سے مشابہت رکھتا ہے (حاشیہ ازالہِ اوہام صفحہ ٦٣ تا٧٣)۔

احادیث کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول سفید مینار کے پاس ہوگا۔ ان صاحب نے اس طرح کا مینار خود آکر قادیان میں تعمیر کرالیا، اور خانہ پُری مکمل کر لی۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ حدیث شریف کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجّال کو لُد کے دراز ے پر قتل کریں گے تو ان صاحب نے جواب دیا کہ لُد سے مراد لُدھیانہ ہے اور دجّال کو قتل کرنے سے مراد مخالفین کو علمی طور پر شکست دینا ہے (الہدیٰ صفحہ ٩١)۔

اور جب ان سے پوچھا گیا کہ قرآن شریف کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیماروں کو شفا دینا اور مردوں کو زندہ کرنا ثابت ہے آپ بھی یہ سارے کام کر کے اپنی مسیحیت کو ثابت کریں، تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ سب مسمیرزم (ایک قسم کا جادو) تھا۔ اگر میں ان چیزوں کو جائز سمجھتا تو کسی طرح عیسیٰ ابنِ مریم سے کم نہ رہتا (ازالہِ اوہام صفحہ ١٢٨)۔

فردِ واحد کے مختلف دعوے

قادیان میں جن صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ وہی محمد رسول اللہ ہیں (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ٤)۔

اور وہی مسیح ابن مریم ہیں (حقیقت الوحی وازالہ اوہام وغیرہ)۔

اور وہی امام مہدی ہیں (سیرت المہدی وغیرہ)۔

ان کی کتابوں میں کہیں صرف مجدد ہونے کا دعویٰ موجود ہے، کہیں باقاعدہ نبوت کا اعلان پایا جاتا ہے (ازالہِ اوہام اور ایک غلطی کا ازالہ وغیرہ)۔

اور کہیں مرزا قادیانی لکھتے ہیں ''میں نبوت کا مدعی نہیں، بلکہ ایسے مدعی کو دائرہِ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں'' (آسمانی فیصلہ صفحہ ٣)۔

کوئی دوسرا ان کے متضاد بیانات کو کیا سمجھے گا۔ خود انکے ماننے والے بھی اس چکر کو نہ

Islam The World Religion

سمجھ سکے اور وہ دوفرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک فرقہ صرف مجددیت کا قائل ہے جسے لاہوری گروپ کہا جاتا ہے۔اور دوسرا فرقہ نبوت ومسیحیت کا قائل ہے جسے قادیانی گروپ کہا جاتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کواحمدیت سے خارج سمجھتے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف لٹریچر شائع کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ اچھا خاصا اُلجھا ہوا ہے اور انکے مذہب میں داخل ہونے والے ایسے نئے لوگوں کے لیے سخت پریشانی کا باعث ہے، جوذراسی بھی سوجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ بلکہ اب توان کے اپنے نوجوانوں میں بھی ہیجان اور چہ میگوئیاں شروع ہو چکی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ مرزا قادیانی کا اپنا لٹریچر اپنے نوجوان طبقے سے چھپا کر رکھتے ہیں۔ اور انہیں صرف بعد کا لکھا ہوا محتاط لٹریچر پڑھاتے ہیں۔

بعض قادیانیوں نے مرزا قادیانی کی ان تضاد بیانیوں سے جان چھڑانے کے لیےان میں تطبیق دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ہم نے ان کی باتوں کا بغور جائزہ لیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ایسی تمام کاوشیں محض وفاداری کا ثبوت تو کہلاسکتی ہیں مگر صحیح تطبیق نہیں کہلاسکتیں۔قادیانیوں کے لاہوری گروپ کا وجود میں آجانا اس مسئلے کے ناقابل حل ہونے کا واضح ثبوت ہے۔اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔ختم نبوت کے موضوع پرفقیر کی کتاب الانتہاء کا مطالعہ فرمائیں۔

ستائیسویں آیت:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب:۵۶)۔

ترجمہ: بے شک اللہ اوراس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔اے ایمان والوتم بھی ان پر درود وسلام اچھے طریقے سے بھیجو۔

صلوٰۃ کے لفظی معنی

صلوٰۃ کے لفظی معنی رحمت اور دعا کے ہیں(المنجد صفحہ ۵۶۵)۔ مفرداتُ الفاظِ القرآن میں ہے۔

قَالَ کَثِیْرٌ مِّنْ اَھْلِ اللُّغَۃِ ھِیَ الدُّعَاءُ وَالتَّبْرِیْکُ وَالتَّمْجِیْدُ یعنی بے شمار

Islam The World Religion

اہلِ لغت نے کہا ہے کہ صلوٰۃ سے مراد دُعا، تبریک اور تمجید ہے۔

شرعی معنی

اللہ کے اپنے نبی پر صلوٰۃ بھیجنے سے مراد رحمت کرنا ہے اور بندوں کے صلوٰۃ بھیجنے سے مراد دُعا کرنا ہے (خازن جلد ۳ صفحہ ۵۱۰ ، احکام القرآن جلد ۳ صفحہ ۳۷۰ ، مظہری جلد ۷ صفحہ ۳۷۴ بلکہ تمام مفسرین نے تقریباً یہی بات لکھی ہے)۔

درود شریف کا مقصود

درود شریف کا مقصود نبی کریم ﷺ سے محبت کرنا، تعظیم کرنا، شان بیان کرنا اور درجات کی بلندی کی دُعا کرنا ہے۔

حضرت ابو العالیہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

صَلٰوۃُ اللہِ ثَنَاءُہٗ عَلَیۡہِ عِنۡدَ الۡمَلَآئِکَۃِ وَصَلٰوۃُ الۡمَلَآئِکَۃِ الدُّعَآءُ (بخاری کتاب التفسیر باب قوله:ان الله وملائکته یصلون علی النبی ، ترجمۃ الباب)۔

ترجمہ: اللہ کی صلوٰۃ سے مراد آپ ﷺ کی فرشتوں کے سامنے ثناء خوانی ہے اور فرشتوں کی صلوٰۃ سے مراد دُعا ہے۔

بیضاوی میں ہے: اِنَّ اللہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یَعۡتَنُوۡنَ بِاِظۡهَارِ شَرَفِهٖ وَتَعۡظِیۡمِ شَانِهٖ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اعۡتَنُوۡا اَیۡضاً فَاِنَّکُمۡ اَوۡلٰی بِذٰلِكَ (تفسیر بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۲۵۲)۔

ترجمہ: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے آپ کی فضیلت کا اظہار اور شان وتعظیم کا اہتمام کرتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی اسی بات کا اہتمام کرو۔ تم تو اس چیز کے زیادہ حقدار ہو۔

حضرت سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کی تکریم ہے (خزائن العرفان صفحہ ۶۷۹)۔

حضرت مُلّا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: کَثۡرَۃُ الصَّلٰوۃِ مُنۡبَئَۃٌ عَنِ التَّعۡظِیۡمِ الۡمُقۡتَضِیۡ لِلۡمُتَابَعَۃِ النَّاشِئَۃِ عَنِ الۡمُحَبَّۃِ الۡکَامِلَۃِ الۡمُرَتَّبَۃِ عَلَیۡهَا

Islam The World Religion

مَحَبَّۃُ اللہِ تَعَالٰی قَالَ تَعَالٰی قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللہُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (مرقاۃ جلد ۲ صفحہ ۳۴۰)۔

ترجمہ: کثرت سے درود شریف پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے ہے۔ تعظیم اور محبت کاملہ ہی اتباع کا تقاضا کرتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر ہی اللہ تعالیٰ کی محبت مرتب ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فرمادو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کرے گا۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اَلْمَقْصُوْدُ بِالصَّلٰوۃِ'' کی سرخی قائم فرماتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

صلوٰۃ سے مقصود اللہ کا حکم مان کر اس کا قرب حاصل کرنا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق ادا کرنا ہے۔ ہماری صلوٰۃ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کرنے کے لیے نہیں ہے۔ ہم کہاں اور حضور کہاں۔ دراصل حضور کے ہم پر اتنے احسانات ہیں کہ ان سے بڑھ کر کسی احسان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ہم ان احسانات کا کچھ بدلہ تو دے نہیں سکتے البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی بارگاہ میں درود کے نذرانے پیش کرنے کی راہ دکھائی ہے۔ درود شریف پڑھنے کا فائدہ خود پڑھنے والے کو ہی پہنچتا ہے اور وہ درحقیقت اپنی ذات کے لیے ہی دعا کرتا ہے۔ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں کہ درود شریف کا فائدہ اس کے پڑھنے والے کو پہنچتا ہے۔ اس لیے کہ درود پڑھنے میں سچے عقیدے، خلوصِ نیت، محبت واطاعت اور ادب واحترام کی جھلک موجود ہوتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر محبت میں ڈوب کر حق غلامی کی ادائیگی اور توقیر وتعظیم کی خاطر درود بھیجنا ایمان کا اعلیٰ ترین شعبہ ہے۔ درود شریف حضور کی نوازشات کا شکرانہ ہے۔ آپ کی عنایات کا شکر ہم پر واجب ہے۔ آپ جہنم سے ہماری خلاصی اور جنت میں دخول کا ذریعہ ہیں، کامیابی کا آسان راستہ، سعادت کے تمام دروازوں کی کشاد اور بغیر کسی حجاب کے عظیم مراتب اور اعلیٰ مناقب کے وصول کا ذریعہ ہیں۔ بے شک اللہ نے مومنوں پر احسان کیا ہے کہ ان میں ان کے نفسوں میں سے ہی عالی شان رسول کو بھیجا۔

لَقَدْ مَنَّ اللہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ

Islam The World Religion

ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (القول البدیع صفحہ ۲۶،۲۵)۔

مطالع المسرات میں ہے: یُصَلُّوْنَ اَیْ یَعْطِفُوْنَ فَاِنَّ اللّٰہَ یَعْطِفُ بِرَحْمَتِہٖ وَالْمَلَآئِکَۃُ یَعْطِفُوْنَ بِاِسْتِغْفَارِھِمْ یعنی یُصَلُّوْنَ سے مراد محبت کے ساتھ میلان ہے۔ اللہ کا میلان رحمت ہے اور فرشتوں کا میلان استغفار ہے (مطالع المسرات صفحہ ۲۱)۔

نیز لکھا ہے: اللہ کی صلوٰۃ سے مراد آپ ﷺ کی ثناء اور عظمت کا بیان ہے اور فرشتوں اور دوسروں کی صلوٰۃ سے مراد اللہ سے اسی چیز میں مزید اضافہ کرنے کی دعا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صلوٰۃ سے مراد آپ ﷺ کی شان کا اظہار ہے اور آپ ﷺ کی ہر طرح سے خیر خواہی کرنا ہے۔ اس معنی کو امام غزالی اور زرکشی نے پسند کیا ہے۔ اس لیے کہ یہ قدرِ مشترک ہے (مطالع المسرات صفحہ ۲۵)۔

آپ نے دیکھا کہ ان تمام عبارات میں درود شریف کے ساتھ ثناء، محبت، شان، تعظیم، شرف، عطف (جھکاؤ) جیسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ جیسی صلوٰۃ بھیجنے والے کی شان ہوگی ویسے ہی صلوٰۃ کے معنی ہوں گے۔ لیکن شرف و تعظیم کا لحاظ و اعتناء اللہ، فرشتوں اور مومنین کی صلوٰۃ میں مشترک طور پر موجود ہے اور یہی درود شریف کا مقصود ہے۔

لہٰذا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا ہی وہ منبع و مرکز ہے جہاں سے کثرتِ درود کے علاوہ نعت خوانی، اشعار میں صلوٰۃ و سلام اور محافلِ میلاد و قیام کو جنم ملتا ہے۔ یہی وہ عظمت و محبت ہے جس کی وجہ سے ایک عاشق پروانہ وار گنبدِ خضراء کی طرف لپکتا ہے۔ اسی صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا کا عکس آپ کو اس حدیث شریف میں ملے گا کہ: ''تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے ماں، باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں'' (مسلم: ۱۶۹، بخاری: ۱۳، نسائی: ۵۰۱۳، ۵۰۱۴، ابن ماجہ: ۶۷)۔

سیاق و سباق اور شانِ نزول

یہ آیت کفار کی ایذا رسانی کے مقابلے پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو راحت و سکون کی فراہمی کے لیے نازل فرمائی۔ اس آیت سے پہلے ایذا سے منع کرنے کے الفاظ ہیں (وَمَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ) اور اس کے بعد میں اَلَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ

Islam The World Religion

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا کے الفاظ سے محبوب کریم ﷺ کو دُکھ پہنچانے کو دنیا وآخرت میں لعنت کا سبب قرار دیا ہے۔

مراد یہ ہے کہ مخالفین، اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی جلالتِ شان اور رفعتِ ذکر میں کیا رخنہ اندازی کرسکیں گے؟ جبکہ خود اللہ جو مسبب الاسباب ہے اور اس کے فرشتے جو اس نظامِ کائنات کو چلانے پر سبب کے طور پر مامور ہیں، سب کے سب مل کر اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ پر ہمہ وقت درود بھیجنے میں مصروف ہیں۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

سیاقِ کلام سے واضح ہوگیا ہے کہ صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا کے الفاظ ایذا کے مقابلے پر استعمال ہوئے ہیں۔ جب کفار اور مخالفین کی طرف سے ایذا رسانی کا ہر حربہ استعمال ہو رہا ہے تو مومنین اور غلاموں کی طرف سے راحت وتسکین، تعظیم وتوقیر اور رفعتِ شان میں کیوں کسر باقی رہے۔

علامہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"درود شریف تمام عبادات سے افضل ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو باقی عبادات کا حکم دیا ہے مگر درود شریف پہلے خود بھیجا، پھر فرشتوں کو اس کا حکم دیا اور پھر مومنین کو اس کا حکم دیا" (مطالع المسرات: ۲۲،۲۱)۔

فضائل دُرود پر احادیث

(1)۔ درود شریف نماز جیسی اہم ترین عبادت کا جزوِ لازم ہے۔ اس کے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ: دعا عبادت کا مغز ہے (ترمذی: ۳۳۷۱)۔ لیکن عبادت کا یہ مغز بھی اس وقت تک زمین اور آسمان کے درمیان لٹکا رہتا ہے جب تک حبیب کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس پر درود شریف نہ پڑھ لیا جائے (ترمذی: ۴۸۶)۔

(2)۔ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں آپ پر کثرت سے درود شریف پڑھنا چاہتا ہوں، یہ فرمایئے کہ! میں اس کے لیے کتنا وقت

Islam The World Religion

مقرر کروں۔فرمایا جتنا چاہو۔میں نے عرض کیا وقت کا چوتھا حصہ؟ فرمایا: جتنا چاہو اور اگر اس سے زیادہ کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔میں نے عرض کیا آدھا؟ فرمایا جتنا چاہو اور اگر اس سے بھی زیادہ کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔میں نے عرض کیا ۳/۲ حصہ؟ فرمایا جتنا چاہو اور اگر اس سے بھی زیادہ کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔میں نے عرض کیا پھر سارا وقت آپ پر درود شریف ہی پڑھا کروں گا۔فرمایا اگر ایسا کرو گے تو یہ درود تمہارے لیے ہر اَمر میں کافی ہے اور یہ تیرے گناہ معاف کرائے گا (ترمذی:۲۴۵۷)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ درود شریف ذکر کا قائم مقام بھی ہے یعنی اللہ کا ذکر اس کے اندر ہی موجود ہے''ہر اَمر میں کافی ہے'' سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ہر دُعا کا بدل ہے اور''تیرے گناہ معاف کرائے گا'' سے مراد ظاہر ہے کہ یہ استغفار کا کام بھی کرتا ہے۔

(3)۔ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً وَّاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرَ صَلَوٰتٍ وَّحُطَّتْ عَنْہُ عَشْرُ خَطِیْئَاتٍ وَرُفِعَتْ لَہٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ (نسائی:۱۲۹۷،مسند احمد:۱۲۰۰۴،شعب الایمان للبیہقی:۱۵۵۴)۔

ترجمہ: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا۔اللہ اس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا اور اس کے دس گناہ معاف کرے گا۔اور اس کے دس درجات بلند کرے گا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا یعنی جو بھی نیکی کرے گا اُسے دس گنا اجر ملے گا۔لیکن درود شریف ایک ایسا عمل ہے کہ صرف اس کا ثواب ہی دس گُنا نہیں بلکہ خود اللہ تعالیٰ کی ذات دس مرتبہ درود بھیجے گی۔اللہ کے درود کے سامنے محض ثواب نہایت چھوٹی چیز ہے۔پھر یہیں تک بس نہیں بلکہ دس گناہ بھی معاف اور دس درجات بھی بلند فَجَزَی اللّٰہُ تَعَالٰی عَنَّا سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا مَّا ھُوَ اَھْلُہٗ۔

اللہ تعالیٰ نے جو معاملہ اپنے ذکر سے کیا وہی اپنے حبیب ﷺ پر درود بھیجنے سے کیا۔ وہاں فرمایا: فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ یعنی تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا (بقرۃ:۱۵۲)۔ یہاں فرمایا جو ایک مرتبہ درود پڑھے گا ، اللہ اس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا (کذا فی القول البدیع:۱۳۸)۔

(4)۔ اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلٰوۃً یعنی قیامت کے دن

Islam The World Religion

میرے سب سے قریب وہ شخص ہوگا جس نے سب سے زیادہ مجھ پر درود پڑھا ہوگا(ترمذی: ۴۸۴،شعب الایمان للبیہقی: ۱۵۶۳)۔

معلوم ہوا کہ عاشقوں کو جس گوہرِ نایاب کی تلاش ہے یعنی قربِ مصطفی ﷺ، وہ کثرتِ درود میں ہی پنہاں ہے۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: محبوب کریم ﷺ کا پیغام اور آپ کی باتیں لوگوں تک پہنچانے والے اس میدان میں سب سے آگے ہیں اس لیے کہ یہ زبان سے بھی اور عمل سے بھی درود شریف ہی میں مصروف ہیں۔(یعنی زبانی درود، درودِ قولی ہے اور دین مصطفی ﷺ کا چرچا درودِ فعلی ہی)(القول البدیع: ۱۴۰)۔

(5)۔ مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ (ابوداوٗد: ۲۰۴۱،مسندِ احمد: ۱۰۸۲۳،شعب الایمان للبیہقی: ۱۵۸۱)۔

ترجمہ: جب بھی کوئی آدمی مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالی میری روح کو اسکی طرف متوجہ کرتا ہے حتی کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں

(6)۔ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَیْہِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ یُغْفَرَ لَہٗ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَکَ عِنْدَہٗ اَبَوَاہُ الْکِبَرَ اَوْ اَحَدُھُمَا فَلَمْ یُدْخِلَاہُ الْجَنَّۃَ (ترمذی: ۳۵۴۵،مسندِ احمد: ۷۴۶۹)۔

ترجمہ: وہ شخص برباد ہو جس کے پاس میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ اور وہ شخص بھی برباد ہو جو رمضان کا مہینہ پائے اور عبادات کے ذریعے اپنی بخشش نہ کرا سکے۔ اور وہ شخص بھی برباد ہو جس نے اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت میں نہ جا سکا۔

(7)۔ لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یُصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا بَلَغَنِیْ صَوْتُہٗ حَیْثُ کَانَ، قَالَ قُلْنَا وَبَعْدَ وَفَاتِکَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَأْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ (جلاء الافہام: ۱۱۰،المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۶۴۲،مجمع الزوائد: ۱۷۲۹۷)۔

ترجمہ: جو آدمی بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے، وہ جہاں کہیں بھی ہو اسکی آواز مجھ تک پہنچتی ہے۔

Islam The World Religion

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی وفات کے بعد بھی؟ فرمایا اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے جسم کو کھائے۔

(8)۔ اَکْثِرُوا الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَاِنَّہٗ مَشْھُوْدٌ یَشْھَدُہُ الْمَلَائِکَۃُ، وَاِنَّ اَحَدًا لَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَیَّ صَلٰوتُہٗ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْھَا. قَالَ قُلْتُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ (ابن ماجہ: ۱۶۳۷)۔

ترجمہ: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، فرشتے اس پر گواہی دیتے ہیں۔ جب بھی کوئی شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اس کا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ درود پڑھنے سے فارغ ہو جاتا ہے۔ حدیث کو بیان کرنے والے صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی وفات کے بعد بھی؟ فرمایا بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ نبیوں کا جسم کھائے، لہٰذا اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اسے رزق ملتا ہے۔

(9)۔ اَلْبَخِیْلُ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ یعنی وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور اُس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا (ترمذی: ۳۵۴۶، مسندِ احمد: ۱۷۴۱، شعب الایمان للبیہقی: ۱۵۶۶)۔

(10)۔ جو شخص مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھول گیا (ابن ماجہ: ۹۰۸)۔

(11)۔ مجھ پر درود پڑھا کرو، تمہارا مجھ پر درود پڑھنا تمہاری روحانی صفائی کا ذریعہ ہے (خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۵۵)۔

(12)۔ مجھ پر درود پڑھا کرو، تمہارا مجھ پر درود پڑھنا تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے (خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۵۵)۔

(13)۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا بے شمار غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا اللہ کی راہ میں تلوار کے ساتھ جہاد کرنے سے بہتر ہے (خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۵۶)۔

(14)۔ جب کوئی شخص دعا مانگتا ہے تو ایک پردہ اسے آسمان پر نہیں چڑھنے دیتا۔ جب دعا مانگنے والا نبی ﷺ اور اس کی آل پر درود پڑھتا ہے تو وہ پردہ پھٹ جاتا ہے اور دعا آسمانوں

Islam The World Religion

میں داخل ہو جاتی ہے ورنہ دعا واپس لوٹ آتی ہے (خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۵۶)۔

(15)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں اپنی امت کے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ پل صراط پر لڑکھڑا رہا ہے۔ اچانک وہ درود شریف اس کے پاس پہنچ گیا جو وہ مجھ پر پڑھا کرتا تھا، وہ آدمی فوراً سنبھل گیا (خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۵۶)۔

(16)۔ قیامت کے روز حضرت آدم علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی امت کے ایک شخص کو دیکھیں گے جسے جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا۔ حضرت آدم علیہ السلام آواز دیں گے یا احمد، یا احمد۔ نبی کریم ﷺ فرمائیں گے لبیک اے انسانوں کے باپ۔ وہ فرمائیں گے آپ کے اس امتی کو جہنم میں لے کر جا رہے ہیں۔ میں اپنا تہبند مضبوط کروں گا اور اس کے پیچھے بھاگ پڑوں گا اور کہوں گا اے میرے رب کے فرشتو ٹھہر جاؤ۔ وہ کہیں گے ہم بڑے سخت لوگ ہیں، ہمیں اللہ کی طرف سے جو حکم ملتا ہے کر گزرتے ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ مایوسی محسوس کریں گے تو اپنی داڑھی مبارک کو بائیں ہاتھ سے پکڑیں گے اور عرش کی طرف متوجہ ہو کر عرض کریں گے، اے میرے رب آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ میری امت کے بارے میں مجھے رسوا نہیں کریں گے۔ اللہ کریم فرمائے گا محمد کی بات مانو اور اس آدمی کو واپس لے آؤ۔ میں اپنی جیب سے ایک سفید پرچہ نکالوں گا اور ترازو کے دائیں پلڑے میں رکھ دوں گا اور کہوں گا بسم اللہ۔ اس کی نیکیاں گناہوں سے بھاری ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا آپ کی کوشش کامیاب ہوئی اور اس شخص کا نامۂ اعمال بھاری ہو گیا، اسے جنت میں لے جاؤ۔ وہ شخص کہے گا اے اللہ کے فرشتو ٹھہر جاؤ میں اللہ کے اس پیارے سے ایک بات پوچھ لوں۔ وہ کہے گا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کا چہرہ کتنا حسین ہے اور آپ سر سے پاؤں تک سراپا حسن ہیں، آپ کون ہیں؟ آپ نے میرے گناہ واپس کرا دیے اور میری خستہ حالی پر رحم کیا۔ نبی کریم ﷺ فرمائیں گے میں تیرا نبی محمد ہوں اور یہ تیرا درود ہے جو تو مجھ پر پڑھتا رہا۔ اس درود نے مشکل کے وقت تجھ سے وفا کی ہے (خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۵۷)۔

(17)۔ جس نے اپنی کتاب میں مجھ پر درود شریف لکھا، تو جب تک وہ درود شریف اس کتاب میں لکھا رہے گا فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے اور اس شخص پر جوابی طور پر درود جاری رہے گا (خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۵۸)۔

Islam The World Religion

(18)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ عزوجل نے وحی فرمائی کہ اے موسیٰ کیا آپ چاہتے ہیں کہ قیامت کے دن آپ کو پیاس نہ لگے؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ اللہ کریم نے فرمایا محمد ﷺ پر کثرت سے درود پڑھا کرو (خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۵۸)۔

(19)۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنے سے گناہ اس سے بھی زیادہ مٹتے ہیں جتنی ٹھنڈے پانی سے آگ بجھتی ہے (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۶۱)۔

(20)۔ اَنَا حَبِيْبُ اللهِ وَ الْمُصَلِّي عَلَيَّ حَبِيْبِيْ فَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّكُوْنَ حَبِيْباً لِلْحَبِيْبِ فَلْيُكْثِرْ مِنَ الصَّلٰوةِ عَلَى الْحَبِيْبِ یعنی میں اللہ کا حبیب ہوں اور مجھ پر درود پڑھنے والا میرا حبیب ہے۔ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ حبیب کا حبیب بنے تو اسے چاہیے کہ حبیب پر کثرت سے درود پڑھے (خزینۃ الاسرار الکبریٰ صفحہ ۲۰۸)۔

(21)۔ جتنی دیر کوئی شخص مجھ پر درود پڑھتا رہتا ہے، اس وقت تک فرشتے بھی اس پر درود پڑھتے رہتے ہیں۔ اب تم خود سمجھ لو کہ درود کم پڑھنا چاہیے یا زیادہ (الوفا صفحہ ۸۰۴)۔

(22)۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور ہماری طرف متوجہ ہونے کی بجائے قبلہ رخ ہو کر سیدھے سجدے میں گر گئے۔ آپ نے اتنا لمبا سجدہ فرمایا کہ ہم نے سمجھا آپ کا وصال ہو گیا ہے۔ میں پریشان ہو کر قریب گیا تو آپ ﷺ نے سر مبارک اٹھایا اور بیٹھ گئے۔ مجھ سے فرمایا: کون ہو؟ میں نے عرض کیا عبدالرحمن۔ فرمایا: کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھ پر آپ کے وصال کا خوف طاری ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جبریل میرے پاس آئے اور مجھے خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: جو شخص آپ پر درود پڑھے گا میں خود اس پر درود پڑھوں گا اور جو شخص آپ پر سلام بھیجے گا میں خود اس پر سلام بھیجوں گا۔ یہ بات مجھے اتنی پیاری لگی کہ میں نے شکرانے کے طور پر اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا (الوفا صفحہ ۸۰۴)۔

(23)۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھو تو بڑے پیارے طریقے سے درود پڑھا کرو، بے خبری میں نہ رہنا، اس درود شریف نے نبی کریم

Islam The World Religion

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش ہونا ہوتا ہے(ابن ماجہ:۹۰۶)۔

چند درود شریف

ذیل میں مختلف الفاظ کے ساتھ چند درود شریف تحریر کیے جاتے ہیں جنہیں ایک غلام اپنے آقا کے احسانات کے شکرانے کے طور پر پڑھ سکتا ہے۔ دل میں والہانہ پن اور پروانے جیسی فدائیت ہو۔ رُخِ زیبا کے تصور میں ڈوب کر قاری اپنے محبوب پر عقیدت کے پھول یوں نچھاور کرے۔

(1)۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ۔
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ۔
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

یقیناً ہم اپنے آقا و مولا کے احسانات کا بدلہ نہیں دے سکتے لہٰذا لاچار ہو کر اللہ کریم ہی کی بارگاہ میں یوں عرض کناں ہوتے ہیں۔

(2)۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

(3)۔ جَزَى اللّٰهُ تَعَالٰى عَنَّا سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا هُوَ اَهْلُهٗ۔

(4)۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

(5)۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَعِتْرَتِهٖ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ۔

(6)۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

(7)۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُنْجِيْنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ الْاَهْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِيْ لَنَا بِهَا جَمِيْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ السَّيِّاٰتِ وَتَرْفَعُنَا بِهَا عِنْدَكَ اَعْلَى الدَّرَجٰتِ وَتُبَلِّغُنَا بِهَا اَقْصَى الْغَايَاتِ مِنْ جَمِيْعِ الْخَيْرَاتِ فِي الْحَيٰوةِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

Islam The World Religion

مذکورہ بالا درود شریف کا نام درودِ تنجینا ہے۔ شیخِ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: هُوَ كَنْزٌ مِنْ كُنُوْزِ الْعَرْشِ یعنی یہ عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

درود شریف کا ایک بہترین مجموعہ ''دلائل الخیرات'' ہے۔ اس کتاب کو اپنے مُرشد کی اجازت سے پڑھنا صوفیاء کا طریقہ چلا آ رہا ہے۔ یہ کتاب بجا طور پر لائقِ تحسین ہے اور اس کے مصنف امام ابوعبداللہ محمد بن سلیمان الجزولی علیہ الرحمہ ہماری دعاؤں اور شکریے کے حقدار ہیں۔

باقی رہا صیغۂ خطاب کا اختلاف اور براہِ راست اور بالواسطہ کی باریکیاں تو اس کے لیے وہی قاعدہ یاد کر لیجیے کہ:

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

درود شریف کے موضوع پر ابوسعید حضرت علامہ مفتی محمد امین صاحب فیصل آبادی کی کتاب ''آبِ کوثر'' بڑی پیاری چیز ہے۔

اٹھائیسویں آیت:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (الحجرات:۲)۔

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور اسے اس طرح نہ بلاؤ جس طرح ایک دوسرے کو بلاتے ہو ورنہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں گے اور تمہیں خبر تک نہ ہو گی۔

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کے ادب کی زبردست تعلیم موجود ہے۔ آپ ﷺ کی بارگاہ میں اونچی آواز سے بولنا اور آپ ﷺ کو عام لوگوں کی طرح نام سے پکارنا بھی بے ادبی ہے۔

حبیبِ کریم ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنا ہمارے لیے سخت ضروری ہے لیکن اس آیت اور اس جیسی دیگر بے شمار آیات و احادیث سے پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ کی تعظیم کا درجہ تعلیم سے بھی بلند تر ہے۔ تعظیم نہ کرنے پر اعمال کی بربادی کی وعید اس کا واضح ثبوت ہے۔

Islam The World Religion

ندائے یارسول اللہ

لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَیۡنَکُمۡ آیت کے تحت تمام مفسرین نے مختلف صحابہ و تابعین کے حوالے سے لکھا ہے کہ نرمی اور محبت کے ساتھ کہا کرو۔ یارسول اللہ، یا نبی اللہ (ابنِ جریر جلد ۱۰ پارہ ۱۸ صفحہ ۲۱۱، قرطبی جلد ۱۲ صفحہ ۲۹۴، تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۴۲۵، بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۱۳۳، خازن جلد ۳ صفحہ ۳۶۵، بغوی جلد ۳ صفحہ ۳۵۹، ابنِ کثیر جلد ۳ صفحہ ۴۲۱)۔ اور چونکہ قرآنی احکام پر عمل کرنا قیامت تک کے آنے والی امت پر لازم ہے لہذا آج بھی یارسول اللہ اور یا نبی اللہ کہنا درست ہے۔ چنانچہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: بِاَنۡ تَقُوۡلُوۡا یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ وَاَمۡثَالَھُمَا مِنۡ نَحۡوِ یَاحَبِیۡبَ اللّٰہِ یَا خَلِیۡلَ اللّٰہِ وَھٰذَا فِیۡ حَیَاتِہٖ وَکَذَا بَعۡدَ وَفَاتِہٖ فِیۡ جَمِیۡعِ مُخَاطَبَاتِہٖ یعنی آپ ﷺ کی حیات میں بھی اور وفات شریف کے بعد ہر قسم کے خطاب میں تم لوگوں کو یارسول اللہ، یا نبی اللہ، یا حبیب اللہ، یا خلیل اللہ، کہنا چاہیے (شرح الشفاء از ملا علی قاری علیٰ ہامش نسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۳۸۶)۔

ہمیں نماز میں اَلسَّلَامُ عَلَیۡكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ پڑھنے کا حکم ہے۔ اس حدیث کے تحت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایں حکم از جہت سریانِ حقیقتِ محمدیہ است در ذرائرِ موجودات و افرادِ ممکنات یعنی یہ حکم اس وجہ سے دیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی حقیقت موجودات کے ذرے ذرے میں اور مخلوقات کی ہر ہر فرد میں موجود ہے (اشعۃ اللمعات جلد ا صفحہ ۴۳۰)۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اپنے قلب میں نبی کریم ﷺ کی صورت مبارک کو حاضر کر کے پڑھو اَلسَّلَامُ عَلَیۡكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ (احیاء العلوم جلد ا صفحہ ۱۷۱)۔

اسم محمد ﷺ کی دو جہات ہیں۔ ایک تو یہ آپ ﷺ کا ذاتی نام ہے۔ ذاتی نام سمجھ کر یا محمد کہنا منع ہے۔ دوسرے یہ اپنے معنی کے لحاظ سے آپ ﷺ کا صفاتی نام ہے (یعنی تعریف کیا گیا)۔ اس صفاتی نیت سے آپ ﷺ کو یا محمد کہہ کر پکارنا جائز ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے مدینہ شریف میں آپ کے استقبال میں نعرے لگائے۔ یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ (مسلم: ۷۵۲۲)۔

Islam The World Religion

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سُن ہو گیا تو انہوں نے شفا حاصل کرنے کے لیے یا مُحَمَّدَاہ کا نعرہ لگایا (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۸)۔ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ آپ نے مدد مانگنے کی غرض سے محبت کے ساتھ بلند آواز سے نعرہ لگایا تھا (شرح الشفاء از ملا علی قاری علیہ الرحمۃ علیٰ ہامش نسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۳۵۵)۔

حضرت عثمان بن حُنَیف رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو محبوب کریم ﷺ کے وصال شریف کے بعد حدیثِ مرفوع کے مطابق دعا سکھائی جس میں یا نبی اللہ کے الفاظ موجود ہیں اور یہ حدیث اسی کتاب میں دعا کے باب میں مکمل نقل کی جا چکی ہے۔ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام وفات سے پہلے یا بعد میں تفریق نہیں کرتے تھے۔

مسلمان جنگِ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑ رہے تھے۔ مسلمانوں کو شکست کا خطرہ لاحق ہوا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نعرہ لگایا یا مُحَمَّدَاہ، ان کی شکست فوراً فتح میں تبدیل ہو گئی۔ اس دن یہی نعرہ مسلمانوں کے لشکر کی پہچان تھا (البدایہ والنہایہ جلد ۶ صفحہ ۳۲۱)۔

میدانِ جنگ میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی فوجوں کا نعرہ یا مُحَمَّدُ ہوا کرتا تھا (فتوح الشام صفحہ ۳۸۵)۔

بلکہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں صحابہ کرام علیہم الرضوان جنگ لڑ رہے تھے اور ان کے لشکر کی پہچان یہ نعرہ تھا "یا مُحَمَّدُ یا مَنْصُوْرُ اَجِبْ اَجِبْ" یعنی اے محمد۔ اے امداد یافتہ، مدد کو پہنچ، مدد کو پہنچ (فتوح الشام صفحہ ۲۴۹)۔

انتیسویں آیت:

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ (الشعراء: ۲۱۷ تا ۲۱۹)۔

ترجمہ: اس زبردست رحم والے پر بھروسہ کر جو تجھے کھڑا ہوتے ہوئے دیکھتا ہے۔ اور تیرا سجدہ کرنے والوں میں آنا جانا بھی دیکھتا ہے۔

اس آیتِ کریمہ میں نبی کریم ﷺ کی شانِ محبوبیت اپنی آب و تاب کے ساتھ جلوہ فگن ہے۔ گویا اللہ کریم اپنے حبیب ﷺ کے اٹھنے، بیٹھنے، آنے جانے اور اداؤں کو

Islam The World Religion

محبانہ انداز میں دیکھتا ہے۔

الَّذِیۡ یَرٰىكَ حِیۡنَ تَقُوۡمُ کی تفسیر میں اکثر مفسرین نے حضرت مجاہد تابعی کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ : اَیۡنَمَا کُنۡتَ یعنی اے محبوب آپ جہاں کہیں بھی ہوں، اللہ تعالی آپ کو ہر وقت دیکھتا رہتا ہے (بغوی ۳ / ۴۰۲، ابن جریر جلد ۱۱ پارہ ۱۹ صفحہ ۱۳۲، قرطبی ۱۳ / ۱۳۰)۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تائید میں یہ آیت بیان فرمائی ہے: وَاصۡبِرۡ لِحُكۡمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعۡيُنِنَا یعنی اے محبوب آپ اپنے رب کے حکم پر صبر کریں۔ آپ ہر وقت ہماری نظروں میں ہیں (الطور: ۴۸، ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۴۸۱)۔

ایمانِ والدین شریفین علیٰ ابنہما وعلیہما الصلوٰۃ والسلام

اس آیت میں وَتَقَلُّبَكَ فِى السّٰجِدِيۡنَ سے استدلال کرتے ہوئے مفسرین نے ساجدین سے آپ ﷺ کے آباء بھی مراد لیے ہیں۔ آپ ﷺ پاک مردوں کی پشت سے پاک خواتین کے رحم میں منتقل ہوتے چلے آئے۔ اُنہوں نے یہاں تک استدلال کیا ہے کہ آپ ﷺ کے تمام آباء مومن اور ساجد تھے۔ یہ تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی ہے (بغوی جلد ۳ صفحہ ۴۰۲، قرطبی جلد ۱۳ صفحہ ۱۳۰، ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۴۸۲)۔

اس کی تائید بخاری کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں بنی آدم کے بہترین لوگوں میں سے زمانہ در زمانہ چلا آیا حتیٰ کہ اس زمانے میں میری بعثت ہو گئی (بخاری حدیث: ۳۵۵۷)۔ اور مسلم میں حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی اولاد میں سے اسماعیل کو، اسماعیل کی اولاد میں سے بنی کنانہ کو، ان میں سے قریش کو، قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو چن لیا (مسلم: ۵۹۳۸، ترمذی: ۳۶۰۵، ۳۶۰۶)۔ بیہقی نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں بہترین لوگوں میں پیدا ہوا۔ میں اپنے ماں باپ میں سے پیدا ہوا اور مجھے جہالت کی کوئی بات نہ چھو سکی۔ میرے آباء و اجداد سب با کردار تھے۔ میں تم سب میں اپنی ذات اور آباء کے لحاظ سے بہتر ہوں۔

حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ کی روح مبارک حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے نور کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں

Islam The World Religion

موجود تھی۔ یہ نور اور فرشتے مل کر اللہ کی تسبیح کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس نور کو ان کی پشت میں رکھ دیا۔ خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے آدم کی پشت میں زمین پر اتارا، پھر نوح کی پشت میں منتقل کیا، پھر ابراہیم کی پشت میں منتقل کیا، پھر اسی طرح پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل کرتا رہا حتی کہ مجھے میرے ماں باپ کے ذریعے پیدا کر دیا۔ میرے ماں باپ نے کبھی برائی نہیں کی۔ یہ حدیث صحیح ہے (الشفاء جلد ا صفحہ ۴۸)۔

اس پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ قرآن میں آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اب یعنی باپ کہا گیا ہے حالانکہ وہ مشرک تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اب یعنی باپ کا لفظ قرآن وسنت میں چچا کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے ان سے کہا تھا کہ: نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآءِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ یعنی ہم تیرے اور تیرے باپوں ابراہیم اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے (البقرہ: ۱۳۳)۔ حالانکہ ان میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کے باپ نہیں بلکہ چچا تھے۔

حدیث پاک میں ہے کہ: عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِيْهِ یعنی آدمی کا چچا اس کا باپ ہی ہوتا ہے (ترمذی: ۳۷۶۱، ابوداؤد: ۱۶۲۳، مسند احمد: ۸۳۰۴، صحیح ابن حبان: ۷۰۵۰)۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنی اسرائیل: ۱۵) سے استدلال کرتے ہوئے حضور کریم رؤف رحیم ﷺ کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کا ایمان ثابت کیا ہے۔

اس موضوع پر انہوں نے ایک مکمل رسالہ لکھا ہے جس کا نام "مسالك الحنفاء فی والدی المصطفیٰ" ہے۔ یہ رسالہ الحاوی للفتاوی میں موجود ہے۔ امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ابر المقال میں لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ سے ایمانِ والدین کریمین پر استدلال فرمایا ہے۔

نعت کی تاریخ

قرآن شریف میں کہیں نبی کریم ﷺ کے کھڑے ہونے اور آنے جانے کا ذکر ہے (الشعراء: ۲۱۹)۔ کہیں چہرہ انور کو آسمان کی طرف اُٹھانے کا ذکر ہے (البقرہ: ۱۴۴)۔ کہیں جنگ

Islam The World Religion

کے لیے گھر سے نکلنے کا ذکر ہے (آلِ عمران: ۱۲۱)۔ کہیں اللہ کریم فرماتا ہے اے محبوب آپ ہر وقت ہماری نظروں میں ہیں (الطور: ۴۸)۔ کہیں آپ ﷺ کے شہر کی قسم ہے (البلد: ۱)۔ کہیں آپ ﷺ کی جان کی قسم ہے (الحجر: ۲۷)۔ کہیں آپ ﷺ کی چادر کا تذکرہ ہے (المزمل: ۱)۔ کہیں لحاف مبارک کا ذکر ہی (المدثر: ۱)۔ کہیں آپ ﷺ کے خُلقِ عظیم کا ذکر ہے (القلم: ۴)۔ کہیں دشمنوں کے الزامات سے براءت کا اظہار ہے (القلم: ۲)۔ کہیں دشمن رسول کو تَبَّتۡ يَدَاۤ اَبِیۡ لَهَبٍ کہہ کر رسوا کیا جا رہا ہے (لہب: ۱) اور کہیں حبیبِ لبیب ﷺ کے جانثاروں اور غلاموں کو وَالَّذِیۡنَ مَعَهٗۤ کہہ کر سراہا جا رہا ہے (الفتح: ۲۹)۔

اُدھر اللہ ہے کہ وہ خود بھی اور اس کے تمام فرشتے بھی ہر وقت حبیبِ کریم ﷺ پر درود میں مصروف ہیں (الاحزاب: ۵۶) اور حضرت ابو العالیہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ یعنی درود شریف سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی محفل سجائے ان میں اپنے نبی ﷺ کی ثناء فرما رہا ہے (بخاری قبل حدیث: ۴۷۹۷)۔ شمع رسالت کے پروانے یعنی صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) بھی بڑھ چڑھ کر نذرانہ ہائے عقیدت پیش کر رہے ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے نبی کریم ﷺ خود مسجد میں منبر رکھواتے تھے جس پر کھڑے ہو کر حضرت حسان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں اشعار پڑھتے تھے (ابو داؤد حدیث: ۵۰۱۵، ترمذی: ۲۸۴۶)۔

آپ کی نعت کے تیرہ اشعار مسلم شریف میں موتیوں کی طرح درج ہیں۔ حبیبِ کریم ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ابو بکر صدیق سے راہنمائی حاصل کرو اور پھر شعر لکھو (مسلم حدیث: ۶۳۹۵)۔ آپ کا پورا دیوان بازار میں آج بھی دستیاب ہے جسکا نام دیوانِ حسان ہے۔

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کے نعتیہ اشعار میں سے ایک شعر یہ ہے:

اِنَّ الرَّسُوۡلَ لَنُوۡرٌ يُّسۡتَضَآءُ بِهٖ
مُهَنَّدٌ مِنۡ سُيُوۡفِ الۡهِنۡدِ مَسۡلُوۡلُ

ترجمہ: (بلاشبہ رسول ایسا نور ہیں کہ اس سے روشنی حاصل ہوتی ہے۔ آپ ﷺ ہند کی

Islam The World Religion

سونتی ہوئی تلوار ہیں)

آپ ﷺ نے یہ شعر سن کر فرمایا کہ مجھے ہند کی تلوار مت کہو۔ اللہ کی تلوار کہو۔ (الہند کو اللہ سے بدل دو) اور آپ ﷺ نے انہیں انعام کے طور پر چادر بھی عطا فرمائی (البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۴۰۳)۔ اس شعر میں آپ ﷺ کی طرف سے ترمیم کے باوجود شعر کا وزن برقرار رہا۔

اس کے علاوہ چاروں خلفاء راشدین، دیگر صحابہ کرام اور صحابیات علیہم الرضوان نے بھی نعتیں لکھی ہیں اور ان کے بعد آج تک پوری اُمت بے شمار زبانوں میں نعتِ رسولِ اکرم ﷺ سے اپنے قلب و باطن کو منور کرتی چلی آئی ہے۔ ان نعت خوانوں میں امامِ اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ، مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ اور حضرت مولانا عبدالرحمن جامی جیسی جلیل القدر ہستیاں شامل ہیں۔

علامہ شرف الدین بوصیری علیہ الرحمۃ کا لکھا ہوا قصیدہ بردہ زبان زدِ عالم ہے۔ جس کا ایک ایک شعر عشق و مستی کا بھرپور خزانہ ہے۔

ماضی قریب میں حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ نے عقیدت و محبت سے لبریز، بے دریغ نذرانے پیش کر کے اسلاف کی یاد تازہ کر دی ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ نعت نویس کا صحیح العقیدہ ہونا، قرآن و سنت پر نظر رکھنا، اگر خود عالم نہ ہو تو کسی عالم سے اپنا کلام درست کروالینا اور باعمل و خوش کردار ہونا ضروری ہے۔ نعت کو قرآن و سنت پر غالب رکھنا یا قرآن و سنت کے مقابلے پر لے آنا اور بدعقیدگی پر مبنی نعتیں لکھنا بے دینی ہے۔ آج کے دور میں یہ مرض کثرت سے پھیل چکا ہے۔

حضور سیدنا غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ہامیہ فرقہ والے علم کے مخالف ہیں، تدریس سے منع کرتے ہیں، فلسفیوں کے تابع ہیں، اور کہتے ہیں کہ قرآن حجاب ہے، اور اشعار طریقت کا قرآن ہیں، یہ لوگ قرآن کے تارک ہیں، اپنی اولادوں کو شعر سکھاتے ہیں اور ورد و وظائف سے منع کرتے ہیں، یہ لوگ اس اعتقاد کی وجہ سے ہلاک ہو گئے، یہ خود کو اپنے باطل خیال کے مطابق اہل سنت و جماعت بتاتے ہیں حالانکہ یہ اہل سنت و جماعت میں سے نہیں ہیں و

Islam The World Religion

يَقُوْلُوْنَ: اَلْقُرْآنُ حِجَابٌ، وَ الْاَشْعَارُ قُرْآنُ الطَّرِيْقَةِ ... وَ فِيْ نَفْسِهِمُ الْبَاطِلِ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَلَيْسُوْا مِنْهُمْ (سر الاسرار صفحہ ۵۸)۔

چند نعتیں

اس عاجز مسکین اور رُوسیاہ نے اپنے آقا و مولا کی شان میں چند نعتیں تحریر کر ڈالی ہیں۔ چھوٹا منہ بڑی بات۔ اِن نعتوں کے اندر جو میری خطائیں پوشیدہ ہیں وہ ان کی نگاہِ بصیرت پر خوب عیاں ہیں، لیکن وہ رحمۃ للعلمین ہیں، کیا بعید کہ وہ انہیں میرے منہ پر دے مارنے کی بجائے شرفِ قبولیت سے نواز دیں۔

اے آں کہ تُرا عفو و عطا می زیبد
من آں کہ مَرا جرم و خطا می زیبد

ما ہیچ نہ گویم کہ با ما آں کن
با ما آں کن کہ تُرا می زیبد

☆......☆......☆

Islam The World Religion

نقطوں کے بغیر نعت

اس دردِ لادوا کی کوئی دوا کرو
آ کر رسولِ اکرم درماں عطا کرو
مولا سماں دکھائے دُولہا سہاگ لائے
ممدود ہوں کرم کے سائے دعا کرو
ساحل وہی ہے واحد ساری ہَمَم کے دھارے
سوئے کرم کدۂ ہر دوسرا کرو
سِرِّ گدا گری ہے اللہ کے گداؤ
وہ لاڈلا ہے اُس کا اُس سے کہا کرو
مل کر مِلک ملائک ہر دم درود لائے
گھر گھر اِسی عمل کو سَحر و مَسا کرو
سرکار کے محامِد اَعداء سِماع سے عاری
اے مُسلمو دَما دَم حد سے سِوا کرو
آلائے ہر دوعالم دے کر کہا گدا سے
آگے کہو سوالی کُھل کر صدا کرو

☆......☆......☆

Islam The World Religion

عربی نعت

جَزَی اللهُ عَنَّا النَّبِیَّ الْکَرِیْم
حَرِیْصٌ عَلَیْنَا رَءُوْفٌ رَّحِیْم
بَشِیْرٌ نَذِیْرٌ سِرَاجٌ مُّنِیْر
حَلِیْمٌ حَکِیْمٌ کَرِیْمٌ عَظِیْم
شَکَی الطَّائِرُ وَالْبَہِیْمُ اِلَیْہِ
عَلَی الْاِنْسِ وَالْجِنِّ لُطْفٌ عَمِیْم
صَلٰوۃٌ عَلَیْکُمْ شَفِیْعَ الْوَرٰی
مُقِیْلَ الْخَطَآءِ وَ عَیْنَ النَّعِیْم
سَلَامٌ عَلَیْکُمْ مُفِیْضَ السَّلَام
لِکُلٍّ اَتَاکُم بِقَلْبٍ سَلِیْم
صَلٰوۃٌ عَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ
سَلَامٌ عَلَیْہِمْ وَ رَحْمٌ دَوِیْم
عَلٰی اُمَّۃِ الْمُصْطَفٰی کُلِّہَا
وَ مِنْہَا غُلَامُ الرَّسُوْلِ الْکَرِیْمِ

صَلَّی اللهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَسَلَّمْ

☆......☆......☆

Islam The World Religion

ترجمہ

(1)۔ اللہ ہماری طرف سے نبی کریم ﷺ کو جزائے خیر دے جو ہم پر حریص ہیں اور رؤف ورحیم ہیں۔

(2)۔ وہ بشیر، نذیر اور سراجِ منیر ہیں۔ حلیم، حکیم، کریم اور عظمت والے ہیں۔

(3)۔ پرندوں اور جانوروں نے اپنے مسائل آپ سے عرض کیے۔ آپ کا لُطف وکرم انسانوں اور جنّوں پر بھی عام ہے۔

(4)۔ اے تمام انسانوں کے شفیع! آپ پر درود ہو۔ اے خطاؤں کو مٹا دینے والے نعمتوں کے سرچشمہ۔

(5)۔ جو بھی آپ کے پاس قلبِ سلیم لے کر آیا اُس کی طرف سلامتی کے دریا بہا دینے والے! آپ پر سلام ہو۔

(6)۔ اُن کی آلِ پاک پر درود ہو اور اُن پر سلام ہو اور دائمی رحمت نازل ہو۔

(7)۔ یہ درود وسلام مصطفی ﷺ کی پوری امت پر بھی ہو۔ اور اسی امت میں رسولِ کریم ﷺ کا یہ غلام بھی شامل ہے۔

☆......☆......☆

Islam The World Religion

فارسی نعت

درود و سلام و ثنائے محمد
همه وقت وردِ خدائے محمد

قرآں گُفت الحمدُ للہ و لیکن
محمد لقب شُد برائے محمد

عَیاں از رَانی حدیثِ بخاری
کہ حسنِ خدا جلوہ ہائے محمد

نہ گفتد حبیبِ خدا اَز ہوایَش
کلامِ خدا شُد صدائے محمد

همه خُلقِ اُو شُد کلامِ الٰہی
دل و جاں فدائے ادائے محمد

مفاتیحِ جملہ خزائن بدستش
عطائے خدا شُد عطائے محمد

وَلَوْ اَنَّهُمْ مژدہِ کامرانی
عفائے خدا شُد عفائے محمد

روا نیست کَس را کہ تفریق سازَد
وِلائے خدا شُد وِلائے محمد

زہے قاسمیؔ سرمہِ چشمِ عاشق
کُجا مَن کُجا خاکِ پائے محمد

☆......☆......☆

IslamThe World Religion

ترجمہ

(1)۔ حضور ﷺ پر درود وسلام اور آپکی ثنا خوانی ہر وقت اللہ کا وظیفہ ہے۔

(2)۔ قرآن میں ہے الحمد للہ، لیکن محمد کا لقب محمد کریم ﷺ کے لیے ہے۔

(3)۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ: جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق کو دیکھا۔اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا حسن حضور کے جلوؤں میں پوشیدہ ہے۔

(4)۔ اللہ کا حبیب اپنی مرضی سے بولتا ہی نہیں۔اللہ کا کلام ہی حضور کی صدا ہے۔ (وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ النجم: ۳، ۴)۔

(5)۔ آپکا اخلاق سارا قرآن ہے۔ دِل و جان آپ ﷺ کی اداؤں پر فدا ہے۔

(6)۔ تمام خزانوں کی چابیاں آپ کے ہاتھ میں ہیں۔حضور کی عطا ہی خدا کی عطا ہے (میرے پاس زمین کے خزانوں کی چابیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھوں پر رکھ دی گئیں: بخاری: ۲۹۷۷، ۶۹۹۸، ۷۰۱۳، ۷۲۷۳)۔

(7)۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ (جب یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو اے حبیب آپ کے پاس آجائیں۔) یہ آیت گناہگاروں کے لیے کامیابی کی خوشخبری ہے حضور کی معافی ہی خدا کی معافی ہے۔

(8)۔ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ فرق کرے۔حضور کی دوستی عین خدا کی دوستی ہے۔

(9)۔ اے قاسمؔ! کاش ہمیں عاشقوں کی آنکھ کا سرمہ نصیب ہو جائے لیکن میں کہاں اور حضور ﷺ کے قدموں کی خاک کہاں۔

☆......☆......☆

Islam The World Religion

پشتو نعت

بلبل د پاره گل به ې هرکس د پاره معشوقه
مؤنگ غلامانِ نبی یو مونگ د پاره مصطفٰی

مونگ ظالمان یو جَآءُوْکَ مونگ دپاره دې
یمنی خادر کښې به پټ کې مونګ واړه مصطفٰی

پلار چه کله زوې وهې نو مور پناه ورکوې
چا چه دَ خداې بره وې هغوې د پاره مصطفٰی

یا خدایا اوبخې امت دَ احمد مجتبٰی
تا نه خدایا غواړم هر یو دَ پاره مصطفٰی

زندگې په استقامت تیره شې یامصطفٰی
خاتمه بالخیر اوشې نور مې نشته مدّعا

ستا مینه کښې یا رسول دریاب نه مهې بهر شو
پنجابیانو په مینه پښتو کښې خبره وکړه

منم چه قاسمې ټولونه خوار دې بدکار دې
خو ستا کرم نه زیات نه ساتې گناه یا مصطفی

☆......☆......☆

Islam The World Religion

ترجمہ

(1)۔ بلبل کے لیے پھول ہے اور ہر شخص کا کوئی نہ کوئی محبوب ہے۔ ہم غلامانِ نبی ہیں ہمارے محبوب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

(2)۔ ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ جآءوك والی آیت ہمارے لیے ہے۔ ہم گناہگاروں کو حضور اپنی یمنی چادر میں چھپالیں گے۔

(3)۔ جب باپ اپنے بیٹے کو مارے تو ماں اسے پناہ دیتی ہے۔ جسے اللہ سے سزا پانے کا خوف ہو وہ حضور کے دروازے پر حاضری دے۔

(4)۔ اے اللہ! احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری اُمت کو بخش دے۔ میں تجھ سے حضور کے ہر اُمتی کے لیے سوال کرتا ہوں۔

(5)۔ یارسول اللہ! میری صرف یہی استدعا ہے کہ میری زندگی استقامت سے گزر جائے اور خاتمہ ایمان پر ہو۔

(6)۔ یارسول اللہ! آپ کی محبت میں مچھلی دریا سے باہر آ گئی ہے۔ اور پنجابیوں نے پشتو بولنا شروع کر دیا ہے۔

(7)۔ میں مانتا ہوں کہ قاسمیؔ سب سے خوار اور سیاہ کار ہے۔ مگر اس کے گناہ آپ کے کرم سے زیادہ نہیں۔

☆......☆......☆

Islam The World Religion

سنڌي نعت

تنهنجي مثل جڳ ۾ آئي ڪا نه ٻي آ
اهڙي سهڻي صورت نه ٿيندي نه ٿي آ

تنهنجي چپ به منڙا حڪم آ رباني
وسن عرشي موتي جڏهن ڳالهه ڪئي آ

منهنجي سائين جي صورت آ جلوو خدا جو
خدا خود ڪيو آ جيئين سائين ۽ چئي آ

ثنا فرش وارا ڪري چا سڀهن تا
جڏهن عرش تي به ثنا ٿيندي پئي آ

ٿيڻ تنهنجو ثاني نا ممڪن محال آ
نه اول نه آخر ڪائي ذات ٻي آ

منهنجا سائين قدمن ۾ مونکي وهاريو
سڄي دنيا ۾ جاء نه ٻي ڪا رهي آ

نگاهه ڪرم سان ڪيو پاڪ آقا
شڪل قاسمي جي سنڌي مهر ٿي آ

☆......☆......☆

Islam The World Religion

ترجمہ

(1)۔ تیری مثال اس دنیا میں نہیں آئی۔ ایسی حسین صورت نہ ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔

(2)۔ میرے پیارے! تیری چپ بھی اللہ کا حکم ہے اور جب بولتے ہو تو اس بولنے سے بھی عرش کے موتی برستے ہیں۔

(3)۔ میرے آقا کی صورت خدا کا جلوہ ہے۔ آپ کو اللہ نے اسی طرح بنایا جس طرح آپ نے خود چاہا۔

(4)۔ زمین والے ثنا کا حق کیا ادا کریں گے جبکہ عرشِ بریں پر بھی آپ کی ثنا جاری ہے۔

(5)۔ آپ کا ثانی ممکن ومحال ہے۔ اوّل وآخر کوئی دوسرا پیدا نہیں ہوا۔

(6)۔ میرے آقا! مجھے اپنے قدموں میں جگہ عطا فرمائیے۔ پوری دنیا میں کوئی دوسری پناہ گاہ نہیں ہے۔

(7)۔ آقا نے اپنی نگاہِ کرم سے ایسا پاک کر دیا کہ قاسمی کی صورت بھی سراپا کرم ہے۔

☆......☆......☆

Islam The World Religion

انگریزی نعت

His Highness The Greatest Prophet

See in sun and see in light.
who is wrong and who is right.

Great is Allah then my prophet
None is greater in my sight.

He is never son of Allah
Even then you see his height.

Always Allah helps Muhammad
Fight with him if you can fight.

Midst of ten thousands of saints
In his right hand flaming light.

Live in love and die in love
You will see that end is bright.

For his umma after him
Has been weeping day and night.

No body can beat Muhammad
Take it granted black and white.

Only Allah can assess him
O,Qasmi you should be quiet.

☆……☆……☆

Islam The World Religion

انگریزی نعت کا ترجمہ

کون ہے حق پر کس کی خطا — دیپ جلا کر دیکھ ذرا
میرا پیمبر سب سے بڑا ہے — ایک خدا ہے اُس سے بڑا
وہ اِبن اللہ نہیں پھر بھی — دیکھ بلندی دیکھ علیٰ
رب ہے جانب دارِ محمد — ہمت ہے تو لڑ کے دِکھا
لاکھوں قدسیوں میں وہ آیا — سیدھے ہاتھ میں نورِ ھدیٰ
عشق میں جینے مرنے والا — آخر بازی جیت گیا
غاروں میں وہ روتے روتے — اُمت اُمت کرتا رہا
کون ہے اُسکا مدِّ مقابل — خود رَب نے للکار دیا
اللہ ہی جانے شان نبی کی — بَس کر قاسمؔ چُپ کر جا

★...★...★

Islam The World Religion

اُردو نعت

جہانِ رنگ و بُو میں کوئی اُن جیسا نہیں ہو گا
نہ ہی افلاک میں ہو گا نہ بر فرشِ زمیں ہو گا

کہیں قرآن میں شاہد کہیں پر شمسِ نورانی
کہیں قَد جآءَ کُم ہو گا کہیں نُورِ مبیں ہو گا

نبی کی شان کے منکِر تجھے جھکنا پڑے گا ہی
حشر میں تم بھی جاؤ گے یہ عاصی بھی وَہیں ہو گا

بڑے حیران ہوں گے پھر یہودی بھی نصاریٰ بھی
کہ جب اَوجِ براہیمی ترے زیرِ نگیں ہو گا

اُنہیں میں ڈھونڈھ ہی لوں گا صراط و حوض و میزاں پر
نگاہیں مضطرب ہوں گی مگر دِل کو یقیں ہو گا

بروزِ حشر تکتے ہی اُنہیں پہچان لیں گے ہم
سراپا حسنِ یزدانی ہمارا مہ جبیں ہو گا

نہیں ہے قاسمؔی ایسا کوئی توشہ و سرمایہ
نبی کے عشق کا ذرّہ اگر دِل میں کہیں ہو گا

☆......☆......☆

Islam The World Religion

پنجابی نعت

جاواں صدقے حُسنِ ازل توں — کالی زُلف دے پیچ کُنڈل توں
جیندی نبیا ں تے سر داری — میری نال محمد یاری
قربان میں خاص فضل توں — کالی زُلف دے پیچ کُنڈل توں
جیندے نور کیتا اُجیالا — میرا ڈھول مدینے والا
فاران تے اُحد جبل توں — کالی زُلف دے پیچ کُنڈل توں
ہر حُسن اُسے دا جلوہ — گیا عرش تے جیندا تلوا
مازاغ دے نین کجل توں — کالی زُلف دے پیچ کُنڈل توں
میری لُوں لُوں دے وِچ وسدا — کدی اَپنا بھید نہ دَسدا
ہر چیز دے نور اصل توں — کالی زُلف دے پیچ کُنڈل توں
اُس یا رنوں سامنے پایا — جنہیں اپنا آپ ہٹایا
اُس مظہر ذات شکل توں — کالی زُلف دے پیچ کُنڈل توں
ہُن قاسمیؔ دے وَل آچا — پیا ترسدا ای گل لا چا
میں واری وقت وصل توں — کالی زُلف دے پیچ کُنڈل توں

☆......☆......☆

Islam The World Religion

سرائیکی زبان میں صوفیانہ کلام

مِلن اوِیندا وویار گل چالوِیندا وویار

تَسیاں دِید دِیاں دا سَاڑ مٹیندا وو یار

آوَطناں تے وے ماہیا روز اُڈیکاں وے راہیا

موڑ مُڑیندا وو یار

سانگا واڈھے لَوِیوے سِکدیاں جند تڑفیوے

تاں سمجھیندا وو یار

سجناں دور پیانوں تھی مجبور گیا نوں

آن ملیندا وو یار

ڈاڈھا ڈھول تھکائی جیندیاں مار مکائی

رحم کریندا ویار

چنگی ماڑی بی تھیندی سجناں کان سہیندی

معاف کریندا وو یار

سن وو غلام رسولا مُڑ وو غلام رسولا

حکم منیندا وو یار

☆......☆......☆

Islam The World Religion

جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

درمیانہ قد۔ گندمی رنگ۔ نیم گھنگریالے بال۔ سر بڑا۔ بال گھنے، کان کی لوتک لمبے، کبھی شانوں تک پہنچ جاتے تھے۔ کندھوں کا درمیانی فاصلہ چوڑا۔ پیٹ اور سینہ ہموار۔ دونوں بازوؤں، کندھوں اور سینہ بالائی پر بال تھے۔ سینے سے ناف تک بالوں کی باریک دھاری تھی۔ بدن پر زیادہ بال نہ تھے۔ چہرہ نہ گول نہ لمبا۔ آنکھیں سیاہ اور پتلی۔ آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے۔ پلکیں دراز۔ پیشانی کشادہ۔ ابرو خم دار اور گنجان۔ دونوں اَبرو جدا جدا تھے۔ ان دونوں اَبروؤں کے درمیان ایک رَگ تھی جو بوقتِ جلال اُبھر آتی تھی۔ ناک بلندی مائل، سرسری دیکھنے سے بلند لگتی تھی۔ رُخسار ہموار، ہلکے اور گوشت بھرے تھے۔ دہن معتدل فراخ۔ دانت باریک آبدار۔ سامنے کے دانتوں میں معمولی فصل۔ داڑھی گُنجان، سینے کو بھر دیتی تھی۔ گردن مُورتی کی طرح صاف تراشیدہ۔ دونوں شانوں کے درمیان مُہرِ نبوت۔ اعضاء معتدل اور پُر گوشت۔ بدن گٹھا ہوا۔ کلائیاں دراز۔ اُنگلیاں مناسب لمبی۔ ہاتھ اور پاؤں کی ہتھیلیاں گوشت دار۔ اعضا کے جوڑ کی ہڈیاں بڑی۔ مجموعی بدن موٹا نہ تھا۔ بارُعب تھے۔ سچی سچی زبان۔ نرم دل۔ تیز رفتار۔ نیچی نظر۔ آگے جھک کر چلتے جیسے بلندی سے اُتر رہے ہوں۔ قوت سے قدم اُٹھاتے۔ کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پورے بدن سے مڑتے۔ آسمان کی نسبت زمین کی طرف زیادہ دیکھتے اور کبھی کبھی اس کے برعکس بھی کرتے۔ سفید لباس۔ سفید عمامہ۔ سبز یا سُرخ دھاریوں والی چادر، جوتا چمڑے کی بغیر بالوں والی چپٹی جس پر دو دو تسمے تھے۔ زیادہ تر تبسم فرماتے، آپ کی ہنسی صرف تبسم ہوتی تھی۔ کنواری پردہ دار لڑکی سے زیادہ شرمیلے۔ لگا تار اور جلدی جلدی نہ بولتے بلکہ ہر مضمون صاف اور دوسرے سے جدا ہوتا۔ جامع کلام فرماتے تھے۔ بات کو تین دفعہ دہراتے تاکہ سننے والا ذہن نشین کر لے۔ سُرمہ رات سوتے وقت لگاتے۔

بوقتِ وصال سر مبارک میں تیرہ اور داڑھی مبارک میں چار بال سفید تھے۔ تریسٹھ برس کی عمر میں وصال فرمایا۔

چاندی سے ڈھالا گیا بدن۔ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

Islam The World Religion

چاند سے زیادہ خوبصورت۔ (جابر ابن سمرہ رضی اللہ عنہ)

بَلْ مِثْلُ الْقَمَرِ۔ (براء بن عاذب رضی اللہ عنہ)

میں نے اتنا حسین نہ پہلے دیکھا نہ بعد میں۔(براء بن عاذب رضی اللہ عنہ، ہند ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ، مولیٰ علی رضی اللہ عنہ، امام حسین رضی اللہ عنہ)

تقریباً یہ سب باتیں شمائلِ ترمذی سے ماخوذ ہیں۔ فقیر نے محبوب کریم ﷺ کا مذکورہ بالا حلیہ مبارک الشفاء بجمال المصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے نام سے شعروں میں ڈھال دیا ہے۔

اَلشِّفاء

بجمال المصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

باعثِ تخلیقِ عالَم جانِ جاں　　صاحبِ لولاک سِرِّ کن فکاں
جملہ حاجت ہائے عالَم شُد وصول　　تو بہٖ آدم طفیلِ اُو قبول
رحمۃ للعٰلمیں فرحُ الحزیں　　بر کبائر ہا شفیعُ المذنبیں
گندمی رنگ سر بڑا قد معتدل　　بر سرِ محفل بلندی مستقل
گیسوئے خمدار کالے اور گھنے　　کان کی لو کے برابر تھے بنے
پھیل کر شانوں کو چھو لیتے کبھی　　کھائی قرآن نے قسم واللّیل کی
بطن و سینہ سیدھ میں کندھے وسیع　　سینہ کندھے بازوؤں پر بال بھی
سینہ بالا سے لے کر ناف تک　　بال کی باریک دھاری کی دمک
بدنِ اقدس پر نہ تھے کثرت سے بال　　حسن وخوبی سے مزین بال بال
چہرۂ اقدس نہ لمبا تھا نہ گول　　والضُّحیٰ کہہ کر پڑا قرآن بول
کالی آنکھیں تیز پتلی آبدار　　سرخ ڈورے آنکھ میں پلکیں دراز
ابروئے خم دار گنجان و جدا　　عذرائے محجوب سے بڑھ کر حیاء
خوب پیشانی کشادہ یار کی　　چاند سے بڑھ کر چمک دلدار کی
ناک مائل تھی بلندی کی طرف　　سرسری دیکھو تو لگتا تھا شرف

Islam The World Religion

صاف ہلکے گوشتی ہموار گال ۔۔۔ منہ فراخی مائل ولب باجمال
دانت پتلے آب دار و بافصل ۔۔۔ گوہرِ نایاب کی اعلیٰ نسل
پُر کریں سینہ گھنی داڑھی کے بال ۔۔۔ مونچھ چھوٹی خوبصورت باجمال
مورتی گردن مبارک پر فدا ۔۔۔ اُس کو قدرت نے تراشا تھا جدا
تھی عیاں مُہرِ نبوت پشت سے ۔۔۔ چھوئی جا سکتی تھی وہ انگشت سے
معتدل ہر عضو ہے پُر گوشت ہے ۔۔۔ گٹھا ہوا اُن کے بدن کا پوست ہے
لمبی کلائی اُنگلیاں جائز دراز ۔۔۔ ہاتھ پاؤں کی ہتھیلی گوشت دار
جوڑ کی ہڈیاں بڑی مضبوط تر ۔۔۔ معتدل ان کا بدن مربوط تر
مسکرانا تیری عادت تھی سدا ۔۔۔ مسکرا دے مسکرا دے مسکرا
یا الٰہی از طفیلِ حسنِ اُو ۔۔۔ رحم کن بر حالِ زارِ خستہ رُو
یَا حَبِیْبِیْ اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ ۔۔۔ یَا مُحِبِّی اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ
یَا شَفِیْعِیْ اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ ۔۔۔ یَا شِفَائِیْ اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ

نوٹ

اس کلام ''الشفاء بجمال المصطفیٰ'' کو تین بار پڑھ کر مریض پر دم کیا جائے تو انشاء اللہ ہر مرض میں شفا ہوگی۔ مرض اگر پُرانا ہو تو سات بار پڑھ کر دم کیا جائے اور اگر لاعلاج ہو تو اِکتالیس بار پڑھا جائے۔ مریض خود پڑھ کر اپنے اوپر خود بھی دم کر سکتا ہے۔

شعراء سے گزارش

ایک شاعر کے لیے یہ ضروری ہے کہ نہایت ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے کلام کے راست اور ضمنی اثرات پر نظر رکھے۔ آجکل کے بعض ناعاقبت اندیش شعراء چند مجذوب صوفیاء کی زبان سے کسی خاص حال میں نکلی ہوئی باتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے علم اور علماء کی مخالفت کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے سامنے قرآن اور حدیث پڑھنے کا کچھ فائدہ نہیں۔ ہم انہیں ایسے کاملین کی زبانی سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں جن کی عظمت و کمال اس کائنات پست وبالا میں ہر سُو مسلّم ہے۔

Islam The World Religion

(1)۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب کشف المحجوب کا آغاز ''اثباتِ علم'' کے باب سے کیا ہے اور آپ اس میں قرآن اور حدیث کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''یہ طے شدہ بات ہے کہ علم کی نفی جہالت ہے اور علم کا ترک بھی جہالت۔ تو جاہل تو بہر حال قابل مذمت ہوگا اور جہالت تو کفر اور باطل کا قرینہ ہے۔ کیونکہ حق کا جہالت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور یہ جہالت و ترکِ علم تمام صوفیاء و مشائخ کے عقیدہ کے خلاف ہے'' (کشف المحجوب صفحہ ۱۵)۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''جس کو شریعت کا علم حاصل نہیں اس کا دل جہالت کی بیماری میں مبتلا ہے (صفحہ ۱۷)۔

(2)۔ قُطب الاقطاب سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مشہور قصیدہ میں فرماتے ہیں:

دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتّٰی صِرْتُ قُطْبًا
وَ نِلْتُ السَّعْدَ مِنْ مَّوْلَی الْمَوَالِیْ

ترجمہ: میں علم پڑھتے پڑھتے قطب ہوگیا اور میں نے خداوند تعالیٰ کی مدد سے سعادت کو پالیا۔

(قصیدہ خمریہ شعر نمبر ۹)

(3)۔ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الوصیہ'' میں فرماتے ہیں:

''تو اپنے ماتحتوں پر اللہ کی حدود نافذ کر۔ تجھ سے اُن کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ تیرا چھوٹے سے چھوٹا ماتحت تیرا اپنا نفس ہے۔ اس پر اللہ کی حدود جاری کر۔ اگر تیرے خیال میں اچھائی وارد ہو تو یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر اچھائی سے رُکنے کا خیال آئے تو یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ اچھائی وہ ہے جسے شریعت نے اچھائی کہا ہو اور شر وہ ہے جسے شریعت نے شر کہا ہو۔ خیر اور شر کی یہی پہچان ہے۔ اب تجھے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اللہ کی حدود نافذ کرنے کے لئے شریعت کا علم کتنا ضروری ہے'' (الوصیہ، رسائل ابن عربی صفحہ ۴۰۸)۔

Islam The World Religion

(4)۔حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

علموں باجھ جو فقر کماوے کافر مرے دیوانہ ہو
سے ورہیاں دی کرے عبادت رہے اللہ کنوں بےگانہ ہو
غفلت کنوں نہ کھلیس پردے دل جاہل بت خانہ ہو
میں قربان تنہاں توں باہو جنہاں ملیا یار یگانہ ہو

(کلامِ حضرت باہو صفحہ ۱۱۹)۔

یہ ہیں میرے آباء و پیشوا، کوئی مائی کا لال اِن کی مثال لاسکتا ہو تو لے آئے۔

جن چند صوفیاء کی زبان سے علم اور شریعت کے خلاف باتیں سرزد ہوئی ہیں۔ اوّل تو اُن کے پیشِ نظر ابوالفضل اور فیضی جیسے اکبر بادشاد کے پالتو مُلّا تھے، یا وہ صوفیاء مجذوب تھے، یا یہ باتیں انہوں نے کسی حال میں کہی ہیں جنہیں صوفیاء کی اصطلاح میں ''شطحیات'' کہا جاتا ہے۔ جیسے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی حال میں ''سُبحانی ما اعظم شانی'' کہہ دیا مگر جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ میں دوبارہ ایسا کہوں تو مجھے قتل کر دینا۔ جب آپ نے دوبارہ اسی حال میں یہی الفاظ کہے تو آپ پر تلوار چلادی گئی، مگر تلوار جسم سے ہوا کی طرح پار ہوگئی۔ یہ ہے سچ۔

صرف زبان سے ''سُبحانی'' کہہ کر ہر شخص بایزید بسطامی نہیں بن سکتا۔ ''انا الحق'' کہہ کر ابنِ منصور نہیں بن سکتا اور گھنگرو باندھ کر بلھے شاہ نہیں بن سکتا۔ علیہم الرحمۃ

مجذوب کا معاملہ بالکل جدا ہے، لیکن لوگوں کی اصلاح کی خاطر مسندِ ارشاد پر بیٹھنے والے سالک کے لیے ضروری ہے کہ اس نے کم از کم قرآن شریف، مشکوٰۃ شریف، قدوری اور شرح عقائدِ نسفی کی تعلیم حاصل کر لی ہو۔ علم اور فقر ایک دوسرے کے بغیر ادھورے ہیں۔ محقق اور صاحبِ ظرف وہ ہے جو اِن دونوں کو ساتھ لے کر چلے۔

یہ سب باتیں نعت خوان حضرات کے بھی کام کی ہیں۔ نعت خوان دوستوں سے درخواست ہے کہ اپنی نعتیں علماءِ کرام کے پاس جا کر صحیح کرا لیا کریں۔ بعض نعت خوان غلط اور خلافِ شرع بلکہ غلط عقائد پر مبنی نعتیں اور کلام پڑھ ڈالتے ہیں۔ پھر لوگ ایسے کلام پر اعتراض

Islam The World Religion

کرتے ہیں تو علماء کو جواب دینا پڑتا ہے۔لہٰذا پہلے ہی علماء کو اپنا کلام دکھا کر درست کرا لینا اور محفل نعت میں کسی نہ کسی معتبر عالم سے تقریر کرانا، اس غلطی کی اصلاح کا بہترین طریقہ ہے۔

نعت پڑھنے کی قیمت طے کر لینا ناجائز ہے اور اخلاص ومحبت کے بھی منافی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد ایسی قوم پیدا ہوگی جو اپنی زبان سے اس طرح کھائے گی جیسے گائے اپنی زبان سے کھاتی ہے(مسندِ احمد: ۱۶۰۲، مشکوٰۃ: ۴۷۹۹)۔ یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کے باب البیان والشعر میں بیان ہوئی ہے یعنی گفتگو اور شاعری کا باب۔

نعت خوانی کی اجرت کے طور پر محض کھانا کھانے سے بھی علماء نے لَا تَشْتَرُوْا بِآيَاتِيْ ثَمَناً قَلِيْلاً پڑھ کر منع فرمایا ہے(ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ حصہ دوم صفحہ ۱۷۵)۔

نعت شریف کو گانے کی طرز پر پڑھنا بھی سخت قبیح ہے اور محفلِ نعت کو تھیٹر میں تبدیل کرنے کے مترادف ہے۔محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عشقیہ طرز سے بچنا تم پر لازم ہے(شعب الایمان للبیہقی: ۲۶۴۹، مشکوٰۃ: ۲۲۰۷)۔

نعت شریف کو ڈھول یا دف کے ساتھ پڑھنا بھی ناجائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے میرے رب نے دف توڑ دینے کا حکم دیا ہے(مسندِ احمد: ۲۲۲۸۱، مشکوٰۃ: ۳۶۵۴)۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دف حرام ہے، موسیقی کے تمام آلات حرام ہیں، طبل حرام ہے اور بانسری حرام ہے(سنن کبریٰ للبیہقی جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۲)۔ ڈھول باجوں کی کثرت قیامت کی نشانیوں میں سے ہے(ترمذی: ۲۲۱۰، ۲۲۱۱)۔

نعت خوان کا اپنے پیچھے کویوں اور سوزیوں کی ٹیم بٹھا لینا جو اللہ تعالیٰ جل شانہ کا اسمِ گرامی بگاڑ بگاڑ کر اس کی تکرار کرتے رہتے ہیں، سخت ناجائز ہے اور اللہ کریم کا نام بگاڑنا حرام ہے۔ دراصل یہ لوگ اللہ کے نام کے ذریعے ڈھول کی آواز پیدا کر رہے ہوتے ہیں۔اسی طرح لاؤڈ اسپیکر یا ساؤنڈ سسٹم کی گونج (Echo) اس طریقے سے کھولنا کہ ڈھول جیسا رِدھم پیدا ہو جائے، ناجائز ہے اور ڈھول ہی کے مترادف ہے۔

بعض نعت خوان اپنی نعت کے دوران لوگوں کو کبھی کھڑا ہونے کو کہتے ہیں اور کبھی بیٹھ جانے کو۔کبھی ایک ہاتھ کھڑا کراتے ہیں اور کبھی دونوں ہاتھ۔کبھی دونوں ہاتھ کھڑے کرا کر ہاتھ لہرانے کا حکم دیتے ہیں۔ایسی محافل میں بعض اوقات ایک طرف عورتیں بھی بیٹھی ہوتی ہیں اور وہ

Islam The World Religion

اپنے دونوں ہاتھ مردوں کے ہمراہ اٹھا کر لہراتی ہیں تو نہایت شرمناک منظر دیکھنے میں آتا ہے۔

ذکر اور نعت کے دوران جان بوجھ کر رقص کرنے لگ جانا شریعت اور طریقت دونوں کے لحاظ سے منع ہے۔تمام علماء اور صوفیاء علیہم الرضوان کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے۔

اللہ کریم جل جلالہ فرماتا ہے: اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا یعنی ان لوگوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا ہے(الاعراف:۵۱)۔

اس غناء، دف اور رقص کے حرام ہونے پر امت کا اجماع ہے(فتاویٰ بزازیہ بر فتاویٰ عالمگیری جلد ۶ صفحہ ۳۴۹)۔جو رقص کو جائز کہے علماء نے اسے کافر کہا ہے(درمختار ۲/۷/۳۳)۔

حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: شریعت اور طریقت دونوں میں رقص کا کوئی ثبوت نہیں۔اولیاء اللہ میں سے کسی ایک نے بھی اسے پسند نہیں کیا هیچ کس از مشائخ آں را نستودہ اند۔خرافاتی لوگ رقص کو ثابت کرنے کے لیے جتنی روایات پیش کرتے ہیں وہ سب باطل ہیں۔کاملین ایسی گندی حرکت نہیں کر سکتے (کشف المحجوب صفحہ ۶۷۴)۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس زمانے کے کچے اور خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ کر کے سرود و رقص کو اپنا دین و ملت بنالیا ہے اور اسی کو اطاعت و عبادت سمجھ لیا ہے(مکتوبات مجدد جلد اول مکتوب نمبر ۲۶۶)۔

حضرت علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: یہ حرکتیں تو محض نفس کی اغراض ہیں نہ کہ رب تعالیٰ جل شانہ کا قرب، اگر ایسی حرکتیں کرنے والا قائد سمجھا جاتا ہو اور وہ اسے عبادت سمجھ رہا ہو تو اسکا یہ کرتوت برا ہے، اسے اطاعت سمجھنا اس کا وہم ہے، جبکہ یہ درحقیقت ایک بدترین رعونت ہے(روح المعانی جلد ۲۱ صفحہ ۶۵)۔

اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ایسی محافل میں جس قدر لوگ کثرت سے جمع کیے جائیں گے اسی قدر گناہ اور وبال صاحبِ محفل اور داعی پر پڑے گا۔اگر کوئی مغلوب الحال ہونے کا دعویٰ کرے اور مان بھی لیا جائے تو ایک محفل سجانے والا مغلوب الحال سہی، یہ جو سینکڑوں ہزاروں عوام کا ہجوم وازدحام کرایا جاتا ہے کیا یہ سب بھی خدا رسیدہ مغلوب الحال ہو کر آئے ہیں یا دنیا بھر سے چھانٹ چھانٹ کر پاگل بوہرے بلائے ہوتے

Islam The World Religion

ہیں جن پر شرع کا قلم نہیں اور جب ایسا کچھ نہیں تو ایسا مجمع حرام ہے اور اس کا بانی گناہگار ہے اس میں اصلاً شک نہیں فَاِنَّمَا عَلَیْكَ اِثْمُ الْاَرِیْسِیِّیْنَ واللہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَم (حاصل فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ صفحہ ۲۱۲ تا ۲۱۵)۔

ان باتوں کی اصلاح ہو جائے تو نعت خوانی بلا شبہ ایک پسندیدہ امر ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ کریم جل شانہ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے اور اخلاصِ نیت کے ساتھ نعت پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ آبادر کھے اس شخص کو جس نے دولت کمانے اور اپنی ذاتی اناء کے مقابلے پر شریعت کے قواعد کو ترجیح دی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے تقاضے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی جائے۔ یہ محبت جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی ایمان مضبوط ہوگا۔ اس ایمان کا دوسرا تقاضا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب و تعظیم کی جائے اور تیسرا تقاضا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی جائے (وَغَیْرُ ذَالِكَ)۔

اِن تمام تقاضوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(1)۔ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت کا اکٹھا ذکر قرآن شریف کی سورۃ توبہ میں ہوا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِیْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ (التوبہ:۲۴)۔

ترجمہ: (اے محبوب) آپ فرمائیں اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے اور تمہارے (سگے) بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور تمہارے مال جو تم نے کمائے اور تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو اور رہائشی مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو زیادہ محبوب ہوں تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے

Islam The World Religion

آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔

آیت کی تفسیر میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: **وَفِي الْآيَةِ دَلِيْلٌ عَلٰى وُجُوْبِ حُبِّ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ وَلَا خِلَافَ فِيْ ذٰلِكَ بَيْنَ الْاُمَّةِ وَاَنَّ ذٰلِكَ مُقَدَّمٌ عَلٰى كُلِّ مَحْبُوْبٍ** یعنی اس آیت میں اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت کے واجب ہونے کی دلیل موجود ہے اور اس میں پوری امت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں اور یہ محبت ہر محبوب پر بھاری ہے (قرطبی جلد ۸ صفحہ ۸۸)۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس آیت میں جس طریقے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر امت کو ابھارا گیا ہے اور محبت نہ کرنے پر تنبیہ کی گئی ہے اور آیت میں جس قدر دلالت اور حجت موجود ہے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے لازم اور فرض ہونے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس کا حقدار ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو اپنے جان و مال، اہل وعیال اور اولاد سے بڑھ کر اللہ اور اللہ کے رسول سے زیادہ محبت رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور ایسا نہ کرنے پر سخت ترین وعید سنائی گئی ہے۔ پھر محبت نہ کرنے والوں کو فاسق قرار دیا گیا ہے اور انہیں جتلا دیا گیا ہے کہ ایسے لوگ گمراہ ہیں اور انہیں اللہ ہدایت نہیں دے گا (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۴، ۱۵)۔

حدیث شریف میں ہے:

(1)۔ **لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ** (بخاری: ۱۵، مسلم: ۱۶۹، نسائی: ۵۰۱۳، ۵۰۱۴، ابن ماجہ: ۶۷)۔

تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے ماں، باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(2)۔ **عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ثَلٰثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ، اَنْ يَّكُوْنَ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَاَنْ يَكْرَهَ اَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ** (مسلم: ۱۶۵، بخاری ۱۶، ترمذی: ۲۶۲۴)۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں

Islam The World Religion

کہ جس بندے میں پائی جائیں اس نے ایمان کی چاشنی پالی۔ایک یہ کہ اللہ اور اسکا رسول اسے باقی سب سے زیادہ پیارے ہوں۔ دوسری یہ کہ وہ کسی بندے سے محض اللہ کی خاطر محبت کرتا ہو۔تیسری یہ کہ کفر کی طرف لوٹ جانا اسے اتنا ناپسند ہو جس طرح آگ میں گرائے جانا اسے ناپسند ہے۔

(3)۔ وَعَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ وَمَا اَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ مَا اَعْدَدْتُ لَهَا اِلَّا اَنِّيْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ قَالَ اَنَسٌ فَمَا رَأَيْتُ الْمُسْلِمِيْنَ فَرِحُوْا بِشَيْئٍ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَرَحَهُمْ بِهَا رَوَاهُ مُسْلِم وَالْبُخَارِي وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَاَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ فَاَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ مَعَهُمْ وَاِنْ لَّمْ اَعْمَلْ بِاَعْمَالِهِمْ رَوَاهُ مُسْلِم وَفِيْ رِوَايَةٍ فَكَاَنَّ الرَّجُلَ اِسْتَكَانَ ثُمَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَعْدَدْتُ لَهَا كَثِيْرَ صَلَاةٍ وَلَا صِيَامٍ وَلَا صَدَقَةٍ وَلٰكِنِّيْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ فَاَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ رَوَاهُ مُسْلِم وَمِثْلُهٗ فِيْ مُوَطَّا الْاِمَامِ مُحَمَّدٍ (مسلم: ۶۷۱۳، بخاری: ۳۶۸۸)۔

ترجمہ: انہی سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کب آئے گی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تونے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا میں نے اس کے لیے کوئی تیاری نہیں کی، سوائے اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔فرمایا تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہوگی۔حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام لانے کے بعد کسی بات پر اتنا خوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا جتنا وہ اس بات پر خوش ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اللہ اور اس کے رسول اور ابوبکر اور عمر سے محبت کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ انکے ساتھ رہوں گا اگرچہ میرے اعمال ان جیسے نہیں ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ آدمی خاموش سا ہوگیا۔پھر کہنے لگا یا رسول اللہ میں نے اس کے لیے نہ تو زیادہ نماز تیار کی ہے نہ روزے اور نہ ہی زکوٰۃ، ہاں البتہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔فرمایا تو اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تیری محبت ہوگی (موطا امام محمد صفحہ ۳۹۰، مسلم: ۶۷۱۵، بخاری: ۷۱۵۳)۔

(4)۔ عَنْ عُمَرَ وَبْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَا سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَذْكُرُ النَّبِيَّ ﷺ

Islam The World Religion

قَطُّ اِلَّا بَکٰی (دارمی: ۸۷، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۵۲)۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن محمد اپنے باپ کی زبانی بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کو جب بھی نبی کریم ﷺ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے سنا وہ ہمیشہ رونے لگتے تھے۔

(5)۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے حسن اور حسین کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے محبت کی اور ان کے باپ اور ان کی ماں سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۶)۔

(6)۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا، یا رسول اللہ آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں سوائے اپنی جان کے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اسکی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی ہے آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اب ٹھیک ہے (الشفاء ۲ / ۱۵)۔

(7)۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: مَا کَانَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یعنی مجھے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر دنیا کا کوئی شخص محبوب نہیں تھا (مسلم ۳۲۱:)۔

(8)۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، آپ کے چچا ابو طالب کا مسلمان ہوجانا مجھے اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے زیادہ پسند ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہی بات محبوب کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کی تھی کہ اگر آپ مسلمان ہوجائیں تو یہ چیز مجھے اپنے باپ خطاب کے مسلمان ہونے سے زیادہ پسند ہے (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۸)۔

(9)۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ لوگ رسول اللہ ﷺ سے کیسی محبت کرتے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم آپ ﷺ ہمیں ہمارے مال، اولاد، باپ دادا، ہماری ماؤں اور پیاس میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب تھے (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۸)۔

Islam The World Religion

(10)۔ حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو جب اہل مکہ نے قتل کرنے کے لیے حرم شریف سے باہر نکالا تو ابوسفیان بن حرب نے ان سے کہا، اے زید میں تجھے اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں، کیا تم اس وقت یہی نہیں چاہتے کہ تمہاری جگہ پر محمد ہوں اور تمہاری جگہ انہیں قتل کیا جائے اور تو اپنے گھر والوں میں خیریت سے موجود ہو؟ حضرت زید نے فرمایا اللہ کی قسم میں نہیں چاہتا کہ محمد ﷺ کو اپنے گھر میں بیٹھے بٹھائے بھی کوئی کانٹا تک چبھے اور میں اپنے گھر بیٹھا رہوں۔ ابوسفیان نے کہا میں نے آج تک کسی انسان کو کسی دوسرے انسان سے اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی محمد کے اصحاب محمد سے محبت کرتے ہیں (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۹)۔ اسی طرح کا واقعہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا جب انہیں سولی پر چڑھایا گیا اور چالیس کافروں نے نیزے لے کر چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔

(11)۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غارِ ثور کے باہر نبی کریم ﷺ کو کھڑا کیا اور خود اندر تشریف لے گئے تاکہ غار میں سے کوئی مصیبت حضور کو نہ پہنچے۔ اپنی چادر پھاڑ کر غار کے سارے سوراخ بند کر دیے۔ صرف دو سوراخ رہ گئے، ان پر اپنے پاؤں رکھ دیے اور محبوب کریم ﷺ سے عرض کیا کہ اندر تشریف لے آئیں۔ آپ ﷺ انکی گود میں سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر سانپ نے ڈس لیا مگر انہوں نے حرکت تک نہیں کی تاکہ حبیب کریم ﷺ جاگ نہ جائیں۔ انکے آنسو آپ ﷺ کے چہرہِ اقدس پر پڑے تو آپ ﷺ جاگ گئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا ابوبکر آپ کو کیا ہوا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ آپ ﷺ نے لعاب مبارک لگایا تو انکی تکلیف رفع ہوگئی (رزین، مشکوۃ حدیث: ۶۰۳۴)۔

(12)۔ جنگِ احد میں ایک انصاری خاتون رضی اللہ عنہا کے والد، بھائی اور شوہر شہید ہو گئے۔ وہ میدان احد کی طرف جا رہی تھیں اور لوگوں سے اپنے گھر کے افراد کی بجائے رسول اللہ ﷺ کی خیریت دریافت کر رہی تھیں۔ لوگوں نے بتایا کہ حضور الحمد للہ تمہاری مرضی کے مطابق خیریت سے ہیں۔ کہنے لگیں مجھے دکھاؤ میں حضور کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں۔ جب حضور پر نظر پڑی تو کہنے لگیں كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ یعنی آپ کو دیکھ لینے کے بعد ہر مصیبت آسان ہے (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۸)۔

(13)۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو صلح حدیبیہ کے موقع پر مکہ شریف میں اہل مکہ سے بات چیت کے لیے بھیجا۔ مکہ والوں نے انہیں کعبہ کا طواف کرنے کی اجازت دی تو انہوں نے فرمایا: مَا كُنْتُ لِاَفْعَلَ حَتّٰى يَطُوْفَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یعنی میں کعبہ کا طواف ہرگز نہیں کروں گا جب تک رسول اللہ ﷺ طواف نہیں کرتے (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۳۱)۔

(14)۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ایک غزوہ میں بلا وجہ شریک نہ ہوئے تو اللہ تعالی کی طرف سے ان پر ناراضگی آ گئی۔ نبی کریم ﷺ نے توبہ قبول ہونے تک لوگوں کو ان سے قطع تعلق کا حکم دیا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔ حضور نماز کے بعد مسجد میں صحابہ کرام کی مجلس میں تشریف فرما ہوتے۔ میں سلام عرض کرتا تو غور سے دیکھتا رہتا تھا کہ میرے سلام کے جواب میں حضور نے ہونٹ مبارک ہلائے ہیں کہ نہیں۔ پھر میں آپ ﷺ کے قریب نماز پڑھتا تھا۔ میں نماز کے دوران آپ ﷺ کو چوری چوری دیکھتا رہتا تھا۔ جب میں نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو حضور مجھے دیکھنے لگتے اور جب میں حضور کی طرف دیکھتا تو حضور دوسری طرف دیکھنے لگتے تھے (مسلم: ۷۰۱۶، بخاری: ۴۴۱۸، ابوداؤد: ۲۲۰۲، نسائی: ۳۴۲۳، ۳۴۲۴، ۳۴۲۵)۔

(15)۔ آخری دنوں میں محبوب کریم ﷺ کو تکلیف تھی جس کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نمازیں پڑھاتے تھے۔ سوموار کے دن لوگ نماز میں کھڑے تھے کہ حبیب کریم ﷺ نے اپنے حجرہ مبارک کا پردہ اٹھایا اور کھڑے ہو کر ہماری طرف دیکھنے لگے۔ ہم سب لوگ بھی عین نماز میں نبی کریم ﷺ کی طرف دیکھنے لگے۔ آپ ﷺ کا چہرۂ انور قرآن کے ورق کی طرح تھا كَاَنَّ وَجْهَهٗ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ۔ پھر آپ مسکرائے اور ہمیں خیال آنے لگا کہ کہیں ہم حضور کے دیدار کی خوشی کی وجہ سے نمازیں نہ توڑ بیٹھیں۔ ابوبکر اپنی ایڑیوں کے بل مصلہِ امامت سے پیچھے ہٹے کہ شاید نبی کریم ﷺ نماز میں تشریف لانے والے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز مکمل کرو اور پردہ گرا دیا۔ اسی دن آپ ﷺ کا وصال ہو گیا (بخاری: ۶۸۰، مسلم: ۹۴۴)۔

(16)۔ جب نبی کریم ﷺ کا وصال شریف ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خیال یہ تھا کہ حضور ﷺ فوت نہیں ہو سکتے۔ آپ قسم کھا کر بیان فرماتے ہیں کہ اس وقت میری سوچ یہی

Islam The World Religion

تھی کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ نے کسی کام سے بلایا ہے اور آپ واپس تشریف لے آئیں گے۔ انہوں نے تلوار نکال لی اور فرمایا جس نے کہا کہ حضور فوت ہو گئے ہیں میں اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور خطبہ دیا جس میں مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْل اور اِنَّكَ مَيِّتٌ آیات پڑھیں اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو محبوب کریم ﷺ کے وصال شریف کا یقین آ گیا اور حیرت جاتی رہی (بخاری: ۳۶۶۸)۔

(17)۔ جب حبیب کریم ﷺ کی تدفین ہو رہی تھی اور آخر میں قدمین شریفین کی طرف سے قبرِ انور بند کی جانے لگی تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے جان بوجھ کر اپنی انگوٹھی قبر شریف کے اندر گرا دی۔ اور کہنے لگے میری انگوٹھی اندر گر گئی ہے۔ لوگوں نے انہیں قبرِ انور کے اندر اتر کر انگوٹھی اٹھانے کی اجازت دے دی۔ انہوں نے اندر اتر کر اپنی انگوٹھی اٹھا لی اور محبوب کریم ﷺ کے مقدس قدمین کو ہاتھ لگا کر باہر آ گئے۔ بعد میں ساری زندگی فخر کرتے رہے کہ میں وہ واحد شخص ہوں جس نے حبیب کریم ﷺ کے قدموں کو سب سے آخر میں مس کیا ہے (سیرت ابن ہشام ۴/ ۶۶۴)۔

(18)۔ ایک عورت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور کہنے لگی میرے لیے رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کا دروازہ کھول دو۔ انہوں نے دروازہ مبارک کھول دیا۔ وہ عورت قبر انور پر اتنا روئی کہ اس کی وفات ہو گئی (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۹)۔

(19)۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ عوام کی دیکھ بھال کے لیے رات کو گشت کر رہے تھے۔ آپ نے ایک گھر میں چراغ جلتا ہوا دیکھا۔ ایک بوڑھی عورت سوت کات رہی تھی اور وہ نبی کریم ﷺ کی محبت اور جدائی میں شعر پڑھ رہی تھی:

عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَاةُ الْاَبْرَار ۔۔۔ صَلّٰی عَلَیْهِ الطَّیِّبُوْنَ الْاَخْیَار
قَدْ کُنْتَ قَوَّامًا بُکًا بِالْاَسْحَار ۔۔۔ یَا لَیْتَ شِعْرِی وَالْمَنَایَا اَطْوَار
هَلْ تَجْمَعُنِی وَ حَبِیْبِی الدَّار

ترجمہ: محمد ﷺ پر اللہ کے پیاروں کی طرف سے درود ہو۔ آپ ﷺ پر پاک لوگوں اور نیک لوگوں کا درود ہو۔ یا رسول اللہ آپ رات کو قیام فرماتے اور سحری کے وقت رویا کرتے تھے۔ کاش میں جان لیتی کہ میں اور میرا محبوب ایک جگہ پر اکٹھے ہوں گے کہ نہیں۔ اس لیے کہ موت

Islamic The World Religion

مختلف طریقوں سے آتی ہے اور نہ جانے میری موت کس حالت میں آئے اور مرنے کے بعد حضور سے ملاقات ہو سکے یا نہ ہو سکے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہیں بیٹھ کر رونے لگے (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۸)۔

(20)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ فَعَمِيْ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ وَ عَلَيْكَ كُنْتُ أُحَاذِرُ

ترجمہ: یا رسول اللہ آپ میری آنکھوں کی کالی دھیری تھے، آپ کے جانے سے میری آنکھیں اندھی ہوگئی ہیں۔ اب آپ کے بعد جس کا جی چاہے مرجائے، مجھے اگر خوف تھا تو آپ سے بچھڑنے کا خوف تھا۔

(21)۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جب آپ کا ذکر کرتے تو ان پر کیف طاری ہو جاتا اور ان کے جسم پھڑکنے لگتے اور وہ رونا شروع کر دیتے تھے اور یہی حال بے شمار تابعین کا بھی تھا (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۲۰)۔

(22)۔ حضرت عبدہ بنتِ خالد فرماتی ہیں کہ میرے والد حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ جب رات کو سونے لگتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے مہاجرین وانصار صحابہ سے ملاقات کے شوق میں ان کا نام لے لے کر فرماتے تھے کہ یہ ہستیاں میرے اصول وفروع ہیں، میں ان سے بچھڑ گیا ہوں، میرا دل انہی کی خاطر تڑپتا ہے، میرا فراق طویل ہو چکا ہے، اے میرے اللہ میری روح قبض کر کے مجھے جلدی ان سے ملا دے۔ یہ کہتے کہتے انہیں نیند آ جاتی تھی (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۷)۔

(23)۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انکی زوجہ نے کہا: **وَا حُزْنَاہ** یعنی ہائے غم، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **وَا طَرَبَاہ غَداً اَلْقَی الْاَحِبَّۃَ مُحَمَّداً وَ حِزْبَہٗ** یعنی واہ خوشی، میں کل اپنے پیاروں محمد اور اس کے ساتھیوں سے جاملوں گا (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۸)۔

(24)۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تہبند، چادر، قمیض، بال اور ناخن مبارک تھے۔ انہوں نے وصیت فرمائی کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیض کا کفن دینا آپ

Islam The World Religion

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر میں لپیٹنا اورتہبند مبارک کا اِزار بنانا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال اور ناخن مبارک میرے چہرے اور سجدے کی جگہوں پر رکھ دینا اور مجھے ارحم الراحمین کے حوالے کر دینا (الاکمال مع المشکوۃ صفحہ ۶۱۷)۔

(25)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے غم کی وجہ سے مدینہ منورہ چھوڑ دیا اور شام میں جا کر رہائش پذیر ہو گئے۔ انہیں حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں فرمایا کہ مدینہ میں آ کر ہمیں مل جاؤ۔ وہ صبح اٹھے تو مدینہ شریف کا رُخ کیا۔ مدینہ شریف پہنچے تو ہر طرف ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ ہر کسی کی زبان پر تھا، بلال آ گئے بلال آ گئے۔ جب وہ مسجد نبوی شریف میں پہنچے تو دیوانہ وار کبھی حجرات میں جا کر حضور کو تلاش کرتے اور کبھی مسجد شریف میں۔ جب روضہ انور پر گئے تو اپنا سر قبر انور پر ڈال کر دھاڑیں مار کر روئے۔ صحابہ کرام اور خلفاء راشدین علیہم الرضوان پاس موجود تھے۔ حضرت بلال بے ہوش ہو کر گر گئے۔ لوگوں نے جب ہوش دلایا۔ سب لوگ فرمائش کرنے لگے کہ اذان سناؤ۔ انہوں نے معذرت کی کہ میں اذان نہیں پڑھ سکتا۔ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں اذان پڑھتے وقت محبوب کا چہرہ سامنے ہوتا تھا اب میں کون سے چہرے کو دیکھ کر اذان پڑھوں گا۔ لوگوں نے شہزادۂ رسول حضرت سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما سے سفارش کرائی۔ شہزادوں نے ہاتھوں سے پکڑ کر فرمائش کی کہ چچا جان اذان سنائیے۔ آپ اس فرمائش کو ٹال نہ سکے اور کھڑے ہو کر اذان شروع کر دی۔ اذان آگے کو بڑھ رہی تھی اور مدینہ منورہ میں کہرام برپا ہو رہا تھا۔ جب آپ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہ پر پہنچے تو مدینہ کے گھروں میں سے باپردہ خواتین بھی بے قابو ہو کر باہر نکل آئیں۔ پورا مدینہ قبر انور کی طرف پرواز کر کے اُمڈ رہا تھا اور ایسے لگتا تھا کہ حضور کا وصال آج ہی ہوا ہے۔ فقیر راقم الحروف نے اس پورے واقعہ کی منظر کشی ذیل کے اشعار میں کی ہے۔ واللہ الموفق

Islam The World Religion

اندازِ بلالی

بحضور عاشقِ مصطفیٰ علیٰ محبوبہٖ وعلیہ التحیۃ والثناء

دنیا سے چلے جب سے وہ ذیشان گئے
بلال حبشی مدینے سے چلے شام گئے

قسمت کے سکندر کو ملے خواب میں آقا
اِک بار مدینے میں ہمیں آن کے مل جا

جیسے ہی مدینے کی وہ دہلیز پہ آیا
ہر سمت ہوا شور مدینہ میں بلال آیا

مسجد میں تو حجرات میں جا جا کے تلاشا
سرکار یہ حاضر ہے رُخِ یار کا پیاسا

ہر سمت مدینے میں تھا کہرام سا برپا
آقا کی وہ جب قبر پہ سر ڈال کے رویا

بے ہوش ہوا گر کے وہ دربار نبی میں
یارانِ نبی پاس تھے سرکار نبی میں

لوگوں نے کہا یادِ نبی تازہ کراؤ
اِک بار ذرا پھر سے وہ آذان سناؤ

کہتا ہے مجھے معاف رکھو اہلِ مدینہ
میرا یہ تہیہ ہے کہ آذان پڑھوں نہ

تھا سامنے آذان میں سرکار کا چہرہ
اب کون دکھائے گا میرے یار کا چہرہ

حسنین سے لوگوں نے سفارش جو کرائی
عشاق کی اس بات سے امید بر آئی

کہتے ہیں کہ چچا ہمیں آذان سنائیں
پھر سوزِ بلالی سے مدینے کو سجائیں

لبیک میری مالک و مختار کے بیٹے
لبیک علی حیدر کِرار کے بیٹے

فوراً ہی بلال اٹھے گئے جائے اذاں پر
آذان شروع کر دی کھڑے ہو کے وہاں پر

منظر تھا عجب وہ تھی گھڑی دید کے قابل
پھٹتا تھا ہر اک شخص کا سینہ وجگر دل

بڑھتی جو گئی آگے کو آذانِ بلالی
ہر لفظ میں اِک آگ نئی شعلہ سَرا تھی

پہنچا جو رسالت کی گواہی پر مؤذِن
لگتا تھا کہ رخصت ہوئے سرکار اُسی دن

با پردہ خواتین نکل آئیں گھروں سے
ہر سمت تھا ہنگامہ بپا آہ و فغاں سے

اے کاش مسلمان اسی نہج پہ جائے
یارانِ محمد نے جو انداز سکھائے

حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کو اپنے تمام احوال کا حکمران اور متصرف نہیں سمجھتا اور اپنی جان کو آپ ﷺ کی ملکیت نہیں جانتا وہ آپ ﷺ کی سنت کی حلاوت سے بے خبر ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے

Islam The World Religion

کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اسکی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۵)۔

محبتِ رسول ﷺ ایمان کا خلاصہ اور اِجمال ہے۔ اس محبت کی تین قسمیں ہیں۔

ایک محبت عقلی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کے نہ چاہنے کے باوجود نفس کی مخالفت کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کو ہر چیز پر ترجیح دے۔

اس سے بہتر محبت ایمانی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا اسمِ گرامی سن کر یا آپ ﷺ کی یاد آنے پر مسلمان کے دل میں تعظیم اور محبت کا ایک کرنٹ سا گزرے۔ یہ کرنٹ جتنا زیادہ ہوگا اتنا ایمان مضبوط ہوگا۔

اس سے بھی بہتر محبت طبعی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مسلمان اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کے دیدار کا شوق رکھے۔ آپ ﷺ کے لیے اُداس ہو جایا کرے اور ماں باپ اور اولاد کی حسی محبت سے یہ محبت بڑھ جائے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد میں آنے والے بعض امتیوں کے حق میں فرمایا کہ: إِنَّ مِنْ أَشَدِّ أُمَّتِي لِي حُبًّا نَاسٌ يَكُونُونَ بَعْدِي يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ رَآنِي بِأَهْلِهِ وَمَالِهِ یعنی میری امت میں سے مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد آئیں گے، ان میں سے ایک یہ چاہے گا کہ کاش وہ اپنا مال اور اولاد قربان کر کے مجھے ایک جھلک دیکھ سکے (مسلم: ۷۱۴۵، ومثلہ فی البخاری: ۳۵۸۹، مسندِ احمد: ۹۴۱۳)۔

محبت کی اقسام میں سے کسی ایک کی چھوٹی سے چنگاری بھی اگر کسی کے دل میں موجود ہے، تو یہ عین ایمان ہے اور یہ محبت جس قدر ترقی کرتی جائے گی اتنا ہی ایمان مضبوط ہوتا چلا جائے گا۔

محبت کی پہچان اور علامت یہ ہے کہ عاشق اپنے محبوب کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔

مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرَهُ یعنی جو جس چیز سے محبت کرتا ہے اس کا ذکر بار بار کرتا ہے (کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۴۲۵)۔

محبت کی دوسری نشانی یہ ہے کہ عاشق کو محبوب میں عیب نظر نہ آئے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ (ابوداؤد: ۵۱۳۰، مسندِ احمد: ۲۱۷۵۱) یعنی محبت انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے، یعنی وہ محبوب میں عیب نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ کسی سے اس کا عیب

Islam The World Religion

سن سکتا ہے۔ یہ عام محبوب کی بات ہے جس میں عیب موجود تو ہوتا ہے مگر اس کا عاشق نہ عیب دیکھ سکے نہ سن سکے۔ اور جس محبوب میں عیب ہو ہی نہیں۔ اس کے عاشق کا کیا رویہ اور کیا ایمان ویقین ہونا چاہیے؟ آپ خود اس بات کا اندازہ فرما سکتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ محبتِ رسول ﷺ کا تقاضا یہ ہے کہ مرتبۂ الوہیت کے سواء آپ ﷺ کا ہر وصفِ کمال کسی حیل وحجت کے بغیر آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لیا جائے۔

اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اللہ کے محبوب ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: أَلَا وَأَنَا حَبِيبُ اللّٰهِ وَلَا فَخْرَ یعنی خبردار! میں اللہ کا حبیب ہوں اور میں فخر نہیں کرتا (ترمذی:۳۶۱۶)۔

حضور ﷺ اللہ کے محبوب ہیں اور محبوب میں عیب دیکھنا اور اس کا عیب سننا محبت کے منافی ہے۔ تو پھر اللہ کریم نے اپنے محبوب میں کوئی عیب رکھا ہی کیوں ہوگا؟

لہٰذا یہ بات اچھی طرح باور کر لینی چاہیے کہ ہر وہ عقیدہ جس میں سے تنقیصِ رسالت کی بُو آئے اور شانِ مصطفیٰ ﷺ کو ماننے میں بخل اور تنزل کے جراثیم پائے جائیں۔ وہی محبتِ رسول ﷺ کے منافی سمجھا جائے گا۔

اور جب آپ ﷺ اللہ کے حبیب ہیں تو اس نسبت سے بھی آپ ﷺ سے محبت کرنا محبتِ الٰہی اور توحیدِ خداوندی کا تقاضا ہے۔

پھر آپ ﷺ خود اپنی پوری امت سے محبت کرتے ہیں اور ہم جیسے سیاہ کاروں کے لیے رو رو کر دعائیں فرماتے رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری دلی تمنا ہے کہ میں اپنے ان امتیوں سے مل سکوں جنہوں نے مجھے نہیں دیکھا مگر پھر بھی وہ مجھ پر ایمان لائے (مسند احمد :۱۲۵۸۶)۔

آپ ﷺ نے ہمیں توحید سکھائی، قرآن دیا، اسلام دیا اور بے شمار احسانات فرمائے۔ ایسے محسن حبیب ہماری محبت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ہر پیر، ہر عالم اور ہر خطیب پر لازم ہے کہ حبیبِ کریم ﷺ کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کی کوشش کرے اور کوئی ایسی بات یا عقیدہ لوگوں میں نہ پھیلائے جس کے نتیجے میں حضور کی محبت لوگوں کے دلوں میں کم ہوتی ہو۔

Islam The World Religion

محبت کی تیسری علامت یہ ہے کہ محبوب کے دوستوں سے بھی محبت کی جائے اور محبوب کے دشمنوں سے دشمنی کی جائے۔یہی وجہ ہے کہ خلفاءِ راشدین اور تمام صحابہ کرام واہلِ بیتِ اطہار کی محبت ہمارا ایمان ہے۔

(2)۔ تعظیمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تعظیمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم قرآن میں بار بار ہوا ہے۔فرمایا رسول کی تعظیم کرو اور توقیر کرو(الفتح:۹)۔دوسری جگہ فرمایا۔اللہ اور اس کے رسول سے آگے مت بڑھو۔اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند مت کرو۔اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح مت پکارو جس طرح ایک دوسرے کو پکارتے ہو(الحجرات:۱ تا ۲)۔ان آیات کی تفسیر پہلے لکھی جا چکی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ: صلح حدیبیہ کے بعد عروہ بن مسعود نے قریش مکہ کو جا کر تعظیمِ رسول کا آنکھوں دیکھا منظر بتایا۔انہوں نے بتایا کہ خدا کی قسم میں بادشاہوں کے درباروں میں جا چکا ہوں۔میں قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے ہاں بھی گیا ہوں۔اللہ کی قسم میں نے اتنی تعظیم کسی بادشاہ کی نہیں دیکھی جتنی تعظیم محمد کی اُسکے صحابی کرتے ہیں۔اللہ کی قسم جب وہ بلغم پھینکتا ہے تو اس کے صحابہ میں سے کوئی نہ کوئی اسے اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے مُنہ اور بدن پر مل لیتا ہے۔جب وہ کسی کو حکم دے تو سارے بھاگ پڑتے ہیں۔جب وہ وضو کرتا ہے تو یہ لوگ وضو کے پانی سے برکت حاصل کرنیکے لیے اسطرح بھاگتے ہیں جیسے ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے۔جب وہ بات کرے تو یہ سب اس کے سامنے چپ ہو جاتے ہیں۔اس کے ادب کی وجہ سے اس کے چہرے کی طرف نظر جما کر دیکھتے بھی نہیں۔اے لوگو! وہ تمہارے پاس ہدایت کا پیغام لایا ہے اُسے قبول کر لو اور مسلمان ہو جاؤ(بخاری:۲۷۳۱)۔

حجام جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک بناتا تو صحابہ کرام اردگرد جمع ہو جاتے۔اُنکی کوشش ہوتی کہ ایک بال بھی کٹے تو کسی نہ کسی کے ہاتھ میں آئے(مسلم:۶۰۴۳)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی محفل میں تشریف فرما ہوتے تو حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سجادہ بچھاتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے نماز، عصا مبارک، چادر مبارک، مسواک مبارک، وضو کا برتن اور نعلین مبارک اپنے پاس رکھتے تھے اور سیدنا ابن مسعود

Islam The World Religion

رضی اللہ عنہ کو صاحبِ نعلین کہا جاتا تھا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نعلین والا (مسند امام اعظم صفحہ ۱۸۴، ومثلہ فی البخاری حدیث: ۳۱۰۷)۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجۂ مطہرہ تھیں۔ مسلمان ہونے سے پہلے ابوسفیان جب صلح کا معاہدہ مضبوط کرنے کے لیے مدینہ شریف گئے تو اپنی بیٹی کے پاس گئے۔ جب بستر پر بیٹھنے لگے تو انہوں نے جلدی سے بستر لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے کہا مجھے سمجھ نہیں آئی کہ میں اس بستر کے قابل نہیں ہوں یا یہ بستر میرے قابل نہیں ہے۔ اُم المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بستر ہے جب کہ تم ایک مشرک اور ناپاک شخص ہو۔ میں نہیں چاہتی کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بستر مبارک پر بیٹھو۔ ابوسفیان نے کہا اے بیٹی تم میرے بعد بہت بگڑ گئی ہو (سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۳۹۶)۔

جنگِ یمامہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سر سے عین میدانِ جنگ میں ٹوپی گر گئی۔ میدانِ جنگ میں تلواروں کی چھنکار میں ٹوپی اُٹھانے کے لیے نیچے جھکنا موت کو دعوت دینا تھا۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے موت کی پرواہ کیے بغیر جھک کر ٹوپی اُٹھالی۔ بعد میں لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے ایک معمولی ٹوپی کی خاطر اتنا بڑا رِسک کیوں لیا؟ آپ نے فرمایا دراصل اس ٹوپی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بال مبارک تھا۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ بابرکت بال کسی مشرک کے ہاتھ لگے۔ آپ اس بال مبارک کی برکت سے دشمن کے خلاف مدد طلب کرتے تھے (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۴۴)۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں چوما کرتے تھے۔ ایک حدیث میں ہے کہ وفد بنی قیس کے صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنی اپنی سواریوں سے چھلانگیں لگا رہے تھے اور باری باری نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں چوم رہے تھے (ابوداؤد: ۵۲۲۵)۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ مبارک چومے (ابن ماجہ: ۳۷۰۴)۔ یہودیوں کے ایک وفد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متاثر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں چومے (ترمذی: ۲۷۳۳، ۳۱۴۴، نسائی: ۴۰۷۸، ابن ماجہ: ۳۷۰۵، مسند احمد: ۱۸۱۱۶)۔

حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رات کو اٹھے

Islam The World Religion

اور ٹھیکرے میں بول مبارک فرمایا۔ میں رات کو جاگی تو مجھے پیاس لگی ہوئی تھی۔ میں نے وہ بول مبارک بے خبری میں پی لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کو اٹھے تو فرمایا اے اُمِ ایمن اس ٹھیکرے کو اٹھا لو اور جو کچھ اس میں ہے اسے باہر گرادو۔ میں نے عرض کیا حضور وہ تو میں نے رات کو پی لیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑے حتیٰ کہ آپکے دانت مبارک نظر آ گئے۔ پھر فرمایا آج کے بعد تمہارے پیٹ میں درد نہیں ہو گا (مستدرکِ حاکم: ۷۰۶۲، الشفاء جلد ا صفحہ ۴۱، خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۴۰)۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگوائے۔ ان میں سے جو خون مبارک نکلا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دے دیا اور فرمایا کہ اسے جانوروں، پرندوں اور انسانوں سے بچا کر دفن کر دو۔ میں اسے لے کر ایک طرف ہو گیا اور چھپ کر اسے پی لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بارے میں مجھ سے پوچھا تو میں نے بتایا کہ میں نے اسے پی لیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑے (شعب الایمان للبیہقی جلد ۵ صفحہ ۲۳۳، خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۴۱)۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو وہ ادب کی وجہ سے منبر پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں والی جگہ پر بیٹھتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر کے قدموں والی جگہ پر بیٹھتے تھے (صواعق محرقہ صفحہ ۱۳)۔ اسی طرح جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دفن کیا جانے لگا تو ادب کی وجہ سے انکے قدم حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں سے نیچے رکھے گئے اور جب سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا تو ادب کی وجہ سے ان کے قدم سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے قدموں سے نیچے رکھے گئے۔

(3)۔ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قرآن شریف میں بار بار اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا حکم ہوا ہے۔ انتہا یہ ہے کہ اللہ کریم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے: **مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ** یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی (النساء: ۸۰)۔

گویا اللہ کی اطاعت کے لیے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا واسطہ ضروری ہے۔

Islam The World Religion

اس واسطے کو نکال کر براہِ راست اللہ کی اطاعت کا تصور محض خبط اور پاگل پن ہے۔ جو شخص شریعت کا پابند نہیں اور سنت کا متبع نہیں اس کے دعوائے محبت کا کچھ اعتبار نہیں۔ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں۔

تَعْصِی الْحَبِیْبَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ ہٰذَا لَعُمْرِیْ فِی الْقِیَاسِ بَدِیْعٌ

لَوْ کَانَ حُبُّكَ صَادِقاً لَاَطَعْتَهٗ اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ

ترجمہ: تو حبیب کی محبت کا دعوی کرتا ہے اور اس کی نافرمانی بھی کرتا ہے۔ بخدا یہ بات تعجب انگیز ہے۔ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کی اطاعت کرتا۔ اس لیے کہ محب اپنے محبوب کا تابع فرمان ہوا کرتا ہے۔ اطاعت کی تفصیل متعدد آیات کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

(4)۔ اللہ کا شکر

اللہ کریم جل شانہٗ نے اپنی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا: **وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنَ** یعنی میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری مت کرو (البقرۃ:۱۵۲)۔ نبی کریم ﷺ اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا** یعنی یقیناً اللہ نے مومنوں پر احسان کیا ہے کہ ان میں اپنا رسول بھیجا (آلِ عمران:۱۶۴)۔

جب ایک عام نعمت کا شکر لازم ہے تو نبی کریم ﷺ کے عطا ہونے کا شکر سب سے بڑھ کر لازم ہوگا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی بچیوں کے مشہور اشعار پڑھنے کے لیے یہ مناسب موقع معلوم ہوتا ہے۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاع

وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاع

خود نبی کریم ﷺ بھی اپنے اس دنیا میں تشریف لانے کی خوشی میں شکرانے کے طور پر پیر کو روزہ رکھا کرتے تھے (مسلم:۲۷۵۰)۔

یہ شکر پوری اُمت پر واجب ہے اور اسے محافلِ میلاد کی صورت میں بجالانا مستحب ہے۔

Islam The World Religion

کرم غلام رسول پہ اُن کا بے حد ہے
اس پر دن بھر رات ترانے لازم ہیں

(5)۔کثرتِ درود وسلام

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود وسلام بھیجنا ایمان اور محبت کا تقاضا بھی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کا شکرانہ بھی ہے۔ **جَزَى اللهُ تَعَالٰى عَنَّا سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا مَّا هُوَ اَهْلُهٗ**۔ درود شریف پر مکمل مضمون اس کتاب کے صفحہ نمبر ۲۹۵ پر گزر چکا ہے۔

اسلامی عقائد کا خلاصہ

(1)۔ مسلمان اللہ کو ایک مانتے ہیں۔

(2)۔ مسلمان تمام رسولوں اور انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہیں۔کسی ایک نبی کے انکار یا بے ادبی کو کفر سمجھتے ہیں۔

(3)۔ مسلمان تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

اِن میں سے تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اور قرآن ہمارے نبی سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا۔ سابقہ کتابوں کی تعلیمات کسی خاص قوم یا علاقے یا وقت تک محدود تھیں جب کہ قرآن کی تعلیمات ساری دنیا کے لیے ہیں۔ اب قرآن کے آجانے کے بعد کسی دوسری کتاب کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ یہ کتابیں اگرچہ منسوخ ہو چکی ہیں لیکن ان کا انکار کر دینا کفر ہے۔

(4)۔ مسلمان قیامت یعنی آخرت پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اس سے مُراد یہ ہے کہ سب لوگوں نے مرنے کے بعد اللہ کے سامنے حساب دینا ہے۔ اس عقیدے کا فائدہ یہ ہے کہ حساب کتاب کا خوف انسان کو اپنا کردار درست رکھنے پر مجبور کرتا ہے۔

(5)۔ مسلمان فرشتوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ فرشتے نوری مخلوق ہیں جو نظر نہیں آتے۔ یہ اللہ کا حکم مانتے ہیں اور ڈیوٹی دیتے ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام وحی کے فرشتے ہیں۔ حضرت میکائیل علیہ السلام روزی کے فرشتے ہیں۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام انسانوں کی روح

Islam The World Religion

قبض کرتے ہیں اور حضرت اسرافیل علیہ السلام قیامت کے دن صُور پھونکیں گے۔ یہ چار مشہور فرشتے ہیں۔

(6)۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہوا یا ہوگا سب کچھ لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا ہے۔ خیر اور شر سب اللہ کی تقدیر سے ہے۔ مگر بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان خیر کو اللہ تعالیٰ کی طرف اور شر کو اپنی طرف منسوب کرے۔ اس عقیدے کا نام عقیدۂ تقدیر ہے۔

اِن چھ باتوں پر ایمان لانے کو ایمان مفصّل کہتے ہیں۔ اس کا ذکر قرآن اور حدیث میں اس طرح ہے: وَمَنۡ یَّكۡفُرۡ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيۡدًا یعنی جو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور آخرت کے دن کا انکار کرے وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا (النساء:۱۳۶)۔

اَنۡ تُؤۡمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَتُؤۡمِنَ بِالۡقَدَرِ خَيۡرِهٖ وَشَرِّهٖ یعنی ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر اور خیر اور شر کی تقدیر پر (مسلم:۹۳، ابوداؤد:۴۶۹۵، ترمذی:۲۶۱۰، سنن النسائی:۴۹۹۱، ابن ماجہ:۶۳)۔

اور اس سارے کچھ کا خلاصہ ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ۔ یہاں تک اسی کلمہ طیبہ کی تشریح مکمل ہوئی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيۡبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

☆......☆......☆

Islam The World Religion

باب سوئم:

نماز

Islam The World Religion

Islam The World Religion

نماز کی اہمیت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا یعنی بیشک وقتِ مقررہ پر نماز مومنوں پر فرض کردی گئی ہے (النساء:۱۰۳)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ یعنی نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو (البقرۃ:۱۱۰)۔ یہ الفاظ قرآنِ پاک میں کئی بار استعمال ہوئے ہیں۔

ایک اور جگہ فرمایا: اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ یعنی بیشک نماز فحاشی اور برائی سے روکتی ہے (العنکبوت:۴۵)۔

نمازی وضو کرنے سے لے کر نماز پڑھ چکنے تک برائی سے بالکل رُکا رہتا ہے جبکہ اس کے علاوہ وقت میں بھی اسکی طبیعت اور مزاج پر نماز اپنے اثرات چھوڑتی ہے۔ اگر وہ غلط کام کرنے ہی لگے تو اُسکا ضمیر اُسے یاد دلاتا ہے کہ ابھی تو نماز پڑھ کر آئے ہو اور ابھی یہ غلط کام کرنے لگ گئے ہو؟ اگر وہ ضمیر کو بھی جھیل جائے تو دیکھنے والے لوگ اُسے اس کی نمازوں کے باوجود گناہ کرنے کا طعنہ دیتے ہیں، جس سے اسکی حیاء بیدار ہو جاتی ہے۔

اِن سب باتوں کے علاوہ ہر نماز میں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کے الفاظ سیدھی راہ پر چلنے اور فحاشی و برائی سے رُکنے کا حکم دیتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر تم میں سے کسی کے دروازے کے پاس سے نہر گزرتی ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ نہاتا ہو تو اس کے بدن پر کچھ میل رہ جائے گا؟ فرمایا: یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے۔ اِن کے ذریعے اللہ تعالیٰ گناہوں کو دھو دیتا ہی (مسلم:۱۵۲۲، بخاری:۵۲۸، ترمذی:۲۸۶۸، نسائی:۴۶۲، دارمی:۱۱۸۵، مسندِ احمد:۸۹۴۶)۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک روز سردی کے موسم میں جب درختوں کے پتے جھڑ رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ باہر تشریف لے گئے۔ ایک درخت کی دو ٹہنیاں پکڑ کر ہلائیں تو اُنکے پتے گرنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! حضرت ابوذر نے عرض کیا لَبَّیْكَ یَارَسُوْلَ اللہ۔ آپ نے فرمایا: جب مسلمان خالص اللہ تعالیٰ کے لیے نماز پڑھتا ہے تو اسکے گناہ اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں (مسندِ احمد:۲۱۶۱۱)۔

Islam The World Religion

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محبوب کریم ﷺ نے اس دنیا میں اپنے آخری وقت میں فرمایا: اَلصَّلٰوۃُ اَلصَّلٰوۃُ ۔اِتَّقُوا اللّٰہَ فِیۡمَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ یعنی نماز کی پابندی کرنا، نماز کی پابندی کرنا، اپنے غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا (مسندِ احمد: ۵۸۷)۔

نماز کے قیام، رکوع، سجدہ اور قعدہ جیسا کوئی اندازِ نشست (آسن) نہیں۔ نماز کے اندر پڑھی جانے والی سورۃ فاتحہ، تسبیحات، درود شریف اور دعاؤں جیسا کوئی جاپ (وِرد) نہیں۔ اور نماز میں خشوع وخضوع اور یکسوئی جیسا کوئی مراقبہ نہیں۔

وقت کی پابندی، مساجد میں اجتماع اور جمعہ وعیدین کی نمازیں معاشرتی ربط واتحاد کا بہترین سبق ہیں۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ نماز اپنے روحانی واُخروی فیوض کے لحاظ سے کسی عقلی فلسفے کی نہ تو محتاج ہے اور نہ ہی عقل اس کی وسعتوں کا احاطہ کرسکتی ہے۔

نماز کے مسائل

استنجاء

اگر نجاست مخرج سے تجاوز کر جائے تو استنجاء واجب ہے۔ پاکیزہ ڈھیلے یا پتھر سے استنجاء کرنا سنت ہے۔ ڈھیلوں کی تعداد متعین نہیں ہے۔ بعد میں پانی سے بھی دھولینا مستحب ہے۔ صرف گیس خارج ہو تو اس سے استنجاء کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

وضو

وضو کے چار فرض ہیں: (1)۔ منہ دھونا (ماتھے کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور کانوں کی لو تک)۔ (2)۔ دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا۔ (3)۔ چوتھائی سر کا مسح۔ (4)۔ پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔

وضو کی سنتیں یہ ہیں:

نیت کرنا، بسم اللہ سے شروع کرنا، دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا، کُلّی کرنا، مسواک کرنا،

Islam The World Religion

ناک میں پانی ڈالنا، داڑھی کا خلال کرنا، انگلیوں کا خلال کرنا، پورے سر کا مسح کرنا، کانوں کا مسح کرنا، پے در پے دھونا یعنی ایک عضو سوکھنے سے پہلے دوسرا دھو لینا، ترتیب سے وضو کرنا، ہر عضو کو تین بار دھونا۔

وضو کے مستحبات یہ ہیں: دائیں اعضاء پہلے دھونا اور گردن کا مسح کرنا۔

وضو کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے بسم اللہ پڑھ کے دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئیں، پھر تین دفعہ کُلّی کریں اور مسواک کریں، پھر تین بار ناک میں پانی ڈالیں، پھر تین بار مُنہ دھوئیں اور داڑھی میں خلال کریں، پھر دایاں ہاتھ کہنی سمیت تین بار دھوئیں پھر بایاں ہاتھ اسی طرح دھوئیں، پھر پورے سر کا مسح کریں، پھر کانوں کا مسح کریں، پھر گردن کا مسح کریں، پھر دایاں پاؤں ٹخنے سمیت تین بار دھوئیں، پھر بایاں پاؤں اسی طرح دھوئیں۔ وضو کے بعد کھڑے ہو کر آسمان کی طرف منہ کر کے کلمہ شہادت پڑھنا اور پھر یہ دعا پڑھنا مستحب ہے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ (ترمذی:۵۵)۔

اگر بیماری کی وجہ سے کسی کا وضو نہ ٹھہرتا ہو تو اسے چاہیے کہ صحت کی حالت میں ایک وضو سے جو کچھ کرتا تھا اب بھی ایک مرتبہ وضو کر کے وہ سب کچھ کرتا رہے خواہ وضو ٹوٹ بھی چکا ہو۔

موزے

ایک بار وضو کر کے اگر موزے پہن لیے جائیں تو چوبیس گھنٹے تک اِن پر مسح کرنا جائز ہے۔ پاؤں دھونے کی ضرورت نہیں۔ مسافر تین دن تک ایسا کر سکتا ہے۔ موزوں پر مسح کا طریقہ یہ ہے کہ بھیگے ہوئے ہاتھ کی انگلیاں پاؤں کی اُنگلیوں سے پنڈلی تک کھینچیں۔

غسل

غسل کے تین فرض ہیں۔

(1)۔ حلق تک کُلّی کرنا۔ (2)۔ ناک میں پانی چڑھانا۔ (3)۔ پورے بدن کو دھونا۔

غسل کا سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے ہاتھ دھوئے جائیں، پھر اگر بدن پر غلاظت لگی ہو تو وہ دھوئی جائے، پھر وضو کیا جائے اور پھر پورے بدن پر تین بار پانی بہایا جائے۔

غسل اس وقت فرض ہوتا ہے جب منی اچھل کر شہوت کے ساتھ نکلے۔ مذی، ودی

Islam The World Religion

اور بغیر تری کے احتلام میں غسل فرض نہیں ہوتا۔

جریان کی وجہ سے پیشاب کے بعد لیسدار قطرے نکلیں تو ان سے غسل فرض نہیں ہوتا۔ صرف وضو کرنا پڑتا ہے۔ اگر وہ قطرے بدن یا کپڑوں پر لگ جائیں تو صرف اتنی جگہ کو دھولیا جائے۔ ننگے بدن غسل کر لینے کے بعد کپڑے پہن کر دوبارہ وضو کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہی وضو کافی ہے۔

تیمم

جب نمازی پانی سے ایک میل دور ہو یا پانی استعمال کرنے سے بیماری بڑھ جانے کا خطرہ ہو تو پھر تیمم کر لے۔ وضو اور غسل کا تیمم ایک ہی ہے۔ صرف نیت کا فرق ہے۔

تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے نیت کرے کہ میں ناپاکی دور کرنے یا نماز پڑھنے کے لیے تیمم کرتا ہوں، پھر زمین پر یا زمین کی جنس سے کسی چیز پر جو پاک ہو دونوں ہاتھ ملے، اور اگر ہاتھوں پر مٹی زیادہ لگ جائے تو دونوں انگوٹھوں کی جڑیں آپس میں ٹکرا کر جھاڑے، پھر سارے مُنہ پر ہاتھ پھیرے۔ دوبارہ اسی طرح پاک زمین پر ہاتھ مَل کر دونوں ہاتھوں پر کہنیوں سمیت پھیر لے۔ گویا تیمم کے تین فرض ہوئے (۱) نیت کرنا۔ (۲) پاک مٹی والے ہاتھ منہ پر پھیرنا۔ (۳) پاک مٹی والے ہاتھ کہنیوں سمیت ہاتھوں پر پھیرنا۔ جس چیز سے وضو ٹوٹتا ہے اور غسل واجب ہوتا ہے اسی سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے۔ اور اگر پانی مل جائے تو پھر بھی تیمم ٹوٹ جاتا ہے۔

اگرچہ یہ پوری کتاب ضابطۂ حیات مردوں اور عورتوں کے لیے یکساں مفید ہے۔ لیکن یہاں ہم عورتوں کے خصوصی مسائل ایک مستقل عنوان کے تحت الگ تحریر کر رہے ہیں۔

عورتوں کے مسائل

حیض کی کم سے کم مدت تین دن اور تین راتیں ہیں۔ جو خون اس سے کم عرصے کے لیے آئے وہ حیض نہیں استحاضہ ہے۔ حیض کی زیادہ سے زیادہ مدّت دس دن ہے۔ جو خون اس سے زیادہ ہو وہ بھی استحاضہ ہے۔

حیض کے دنوں میں سرخ، کالا، مٹیالا اور زرد رنگ کا خون سب حیض ہی شمار ہوتا ہے۔ البتہ خالص سفید رنگ کی رطوبت ہو تو یہ حیض نہیں ہے لیکوریا وغیرہ ہے۔

Islam The World Religion

حیض کے دنوں میں عورت کونماز معاف ہے۔حتیٰ کہ نماز کی قضا بھی اس پر لازم نہیں۔ روزے کی حالت میں حیض آ جائے تو وہ روزہ توڑ دینا ضروری ہے۔ اور حیض کے دنوں کے روزے بعد میں قضا کر کے رکھنا لازم ہے۔

حیض والی عورت مسجد میں نہیں جاسکتی۔کعبہ شریف کا طواف بھی نہیں کرسکتی۔اس لیے کہ کعبۃ اللہ مسجد حرام میں واقع ہے۔حج کے باقی سارے ارکان ادا کرسکتی ہے۔ایسی عورت کو بعد میں کسی سال موقع مل جائے تو بہتر ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نہایت مہربان اور غفورورحیم ہے۔ نیتوں کا جاننے والا ہے۔حالات سے آگاہ ہےاوراپنے بندوں پر اُن کی وسعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

حیض والی عورت قرآن شریف کی تلاوت نہیں کرسکتی اور غلاف کے بغیر چھو بھی نہیں سکتی۔اگر بچوں کو پڑھاتی ہوتو صرف ہجے کراسکتی ہے۔البتہ کلمہ طیبہ اور درود شریف پڑھنا اس کے لیے جائز ہے۔اورشکر کے طور الحمد للہ کہنا اور کام شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا بھی جائز ہے۔حیض کے دنوں میں مباشرت جائز نہیں۔

حیض کے دنوں کے درمیان عورت تھوڑے وقت کے لیے اگر پاک ہوجائے تو سب حیض ہی سمجھنا چاہیے۔

تین دن سے کم یا دس دن سے زیادہ خون ہوتو یہ بیماری ہے۔عورت کی عام عادت (روٹین) جتنے دنوں کی ہو، دس دنوں سے زائد خون آنے کی صورت میں وہ عادت والے دن نکال کر باقی سارے دن بیماری کے تصور کیے جائیں۔اس بیماری (استحاضہ) کے دنوں میں نماز، روزہ ضروری ہےاورمباشرت کی بھی شرعاً اجازت ہے۔

نفاس وہ خون ہے جو بچے کی پیدائش کے بعد آتا ہے۔اس کی کم از کم مدّت مقرر نہیں ہے۔ یہ ایک منٹ کا بھی ہوسکتا ہے۔اس کی زیادہ سے زیادہ مدّت چالیس دن ہے۔لہٰذا چالیس دن سے پہلے پہلے عورت جب بھی پاک ہوجائے۔نہا کر اپنا نماز روزہ شروع کردے۔

نفاس کے دوران مباشرت، نماز، روزہ اور مسجد میں داخل ہونا سب منع ہیں۔

اگر چالیس دن سے زیادہ نفاس رہے تو یہ استحاضہ (بیماری) ہے۔ یہ سب باتیں قدوری میں ہیں (مع التوضیح)۔

Islam The World Religion

ناخن پالش لگی ہوتو وضواور غسل نہیں ہوتے۔البتہ مہندی لگی ہوتو ہو جاتے ہیں۔

عورتوں کا عورت کی امامت میں الگ جماعت کرانا مکروہ تحریمی ہے(قدوری صفحہ ۲۰ ،کنز الدقائق صفحہ ۲۸، عالم گیری جلد ا صفحہ ۸۵،شامی جلد ا صفحہ ۴۱۸ وغیرہ)۔

عورت نماز میں ہاتھ سینے پر باندھے۔ پاؤں داہنی طرف نکال کر سمٹ لپٹ کر سجدہ کرے۔مَردوں کی طرح سجدہ نہ کرے۔عورت پر جماعت ، جمعہ،عیدین ، جنازہ اوراعتکاف لازم نہیں۔اوّل تو عورت کو چاہیے کہ جب شریعت نے یہ عبادات اس پر لازم نہیں کیں تو شریعت کی مصلحت کا احترام کرے۔اور''آ بیل مجھے مار'' کے مصداق اپنے لیے مصیبت نہ بنائے۔بعض مساجد میں جمعہ کے دن عورتوں کے لیے پردے کا الگ انتظام ہوتا ہے۔وہاں اگر عورت جانا ہی چاہے تو اس کے لیے پردہ، راستے کا محفوظ ہونا،مسجد تک کسی محرم کا ساتھ ہونا اور کسی قسم کے فتنے کا اندیشہ نہ ہونا ضروری ہے۔اگر عورت اعتکاف بیٹھنا ہی چاہے تو گھر میں ایک الگ جگہ مخصوص کر کے وہاں بیٹھے۔اور اگر اعتکاف کے دوران حیض شروع ہو جائے تو فوراً اعتکاف توڑ دے۔اسی لیے ہم نے عرض کیا ہے کہ عورت اپنے لیے امتحان نہ بنائے تو اچھا ہے۔ہم نے تجربہ کیا ہے کہ ایسے معاملات میں بعض اوقات لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں۔

عورت پردہ کر کے محرم کے ہمراہ قبروں کی زیارت کے لیے جاسکتی ہے۔بشرطیکہ وہاں جا کر واویلا اور غلط حرکت نہ کرے۔

عورت اپنے شوہر کے لیے بناؤ سنگھار(make up) کرسکتی ہے۔نامحرموں کے لیے اور بازار میں جانے کے لیے نہیں۔

عورت پر پردہ لازم ہے۔قرآن وحدیث میں پردے کے متعلق واضح احکام موجود ہیں(النور:۳۱، الاحزاب:۵۹)۔تنگ ، باریک اور نیم عریان لباس پہننا ، ننگے سر رہنا اور غیر مسلموں سے مشابہت اختیار کرنا منع ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ:مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ یعنی جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ اُنہیں میں سے ہوگا(ابوداؤد:۴۰۳۱ ، مسند احمد:۵۱۱۴،۵۱۱۳)۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا:نِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُءُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا یعنی میرے بعد ایسی عورتیں ہوں گی جنہیں میں نے ابھی تک نہیں دیکھا۔وہ عورتیں جو لباس پہنے

Islam The World Religion

کے باوجود ننگی ہوں گی، لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہوں گی اور خود لوگوں کی طرف مائل ہوتی ہوں گی، اُن کے سر کے بال اونٹ کی کوہان کی طرح اونچے ہوں گے۔ وہ عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی اور نہ ہی جنت کی خوشبو سونگھیں گی (مسلم: ۵۵۸۲، ۱۹۴۷)۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس اُن کی بھتیجی حضرت حفصہ بنت عبدالرحمن رضی اللہ عنہم حاضر ہوئیں۔ اُن کے سر پر باریک دوپٹہ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ دوپٹہ پھاڑ ڈالا اور انہیں موٹا دوپٹہ اوڑھا دیا (مؤطا امام مالک: ۶ من کتاب اللباس)۔

عورت، مرد کے ہاتھ پر بیعت کرسکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ خود عورتوں کو بیعت فرمایا کرتے تھے۔ قرآن شریف میں ہے: فَبَايِعْهُنَّ یعنی اے نبی! عورتوں کو بیعت کریں (الممتحنہ ۱۲:)۔

عورت پیر یا حاکم نہیں بن سکتی۔ یہ اگر جائز ہوتا تو ازواجِ مطہرات اور شہزادیٔ رسول ﷺ اس کی زیادہ حق دار تھیں۔

عورت کو صرف ایسی تعلیم حاصل کرنے کی اجازت ہے جس میں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ ماں باپ کو چاہیے کہ موجودہ حالات کی روشنی میں اس مسئلے پر خوب غور کرلیں۔

عورت کا میراث میں باقاعدہ حصہ موجود ہے۔ بیٹی، بیوی، ماں، بہن، دادی، نانی، پوتی سب ذوالفروض میں شامل ہیں۔ عورتوں کو میراث سے محروم رکھ کر علاقائی رسم و رواج نبھانا سخت گناہ ہے۔ مرد یا عورت اگر خود میراث سے دستبردار ہونا چاہیں تو یہ جائز ہے۔ اسے تخارج کہتے ہیں۔

سسرال والوں کی طرف سے جہیز کی شرائط عائد کرنا غلط ہے بلکہ ظلم ہے۔ حق مہر زیادہ سے زیادہ مقرر کرنا مستحب ہے۔ اس کی کم سے کم مقدار دس درہم ہے۔ زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ عورت کا کھانا، پینا، لباس اور رہائش شوہر کے ذمے ہے۔

طلاق شدہ عورت کی عدت تین حیض ہے اور بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ عدت کے دوران با پردہ گھر میں رہنا ضروری ہے اور بناؤ سنگھار کی اجازت نہیں۔ حاملہ عورت کی عدت بچے کی پیدائش تک ہے۔

بعض عورتیں سسرال اور شوہر کے خلاف یا بعض سسرال والے اپنی بہو کے خلاف

Islam The World Religion

تعویز لینا شروع کر دیتے ہیں۔ اس معاملے میں اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ غلط بیانی سے تعویز نہیں لینا چاہیے۔ بعض تعویز دینے والے بھی حرام خور یا جادوگر ہوتے ہیں۔ ایسے عاملوں کے پاس جا کر تعویز نہیں لینا چاہییں۔ بعض عورتیں ہندوؤں اور عیسائیوں کے پاس بھی تعویز لینے پہنچ جاتی ہیں۔ ایسے تعویزات کی بجائے نقصان اٹھا لینا بہتر ہے۔ جو شخص زیور دوگنا کر دے، کسی ناواقف کا نام بتا دے، کوئی چھپی ہوئی بات ظاہر کر دے، چھو کر کے آگ لگا دے، عورتیں اُس پر دل و جان سے فدا ہو جاتی ہیں۔ یہ باتیں کوئی کمال کی باتیں نہیں ہیں، بلکہ یہ شعبدہ بازیاں ہیں جو ایک جوگی اور ہندو بھی کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ یہ لوگ ہوا میں پرواز بھی کر لیتے ہیں۔ حضرت داتا صاحب علیہ الرحمۃ سے ایک ہندو نے مقابلہ کیا۔ وہ ہوا میں اُڑنے لگا۔ آپ نے اپنے جوتے کو حکم دیا کہ اسے نیچے اُتار کر لے آ۔ وہ جوتے ہوا میں پرواز کر گئے اور اس ہندو کے سر پر برسنے لگے۔ وہ نیچے اترنے پر مجبور ہو گیا۔ اصل چیز سید عالم ﷺ کا طریقہ ہے، نہ کہ کشف و کرامت یا شعبدہ بازی۔

خواب کی تعبیر اپنے مرشدِ کامل یا کسی عالم سے پوچھنی چاہیے، ہر کسی سے نہیں۔ قبلہ کی طرف یا اپنی داہنی طرف نہیں تھوکنا چاہیے۔ جمائی کے وقت لاحول اور چھینک آنے پر الحمد للہ پڑھنا چاہیے۔ کھانے سے پہلے بسم اللہ اور بعد میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ ماں یہ سب کچھ بلند آواز سے کرے تو اچھا ہے تاکہ اُس کے بچے سن کر سیکھ سکیں۔

بچوں کو سبق آموز کہانیاں سنانا جائز ہے۔ خواہ وہ کہانیاں فرضی اور من گھڑت ہوں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ بادل کی کڑک، طوفان اور زلزلے کے وقت اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ استغفار یا نفل پڑھیں تو اور بھی اچھا ہے۔ اس کتاب کے پہلے باب میں مخصوص اوقات میں پڑھی جانے والی دعائیں یکجا لکھ دی گئی ہیں۔ انہیں یاد کر لینا چاہیے۔

میلاد، گیارہویں، معراج شریف، دسویں محرم کو پانی پلانا یا ایصالِ ثواب کرنا، شبِ برأت کو میٹھا یا چاول پکانا سب جائز ہے۔ بلکہ کسی بھی روز ایصالِ ثواب کی غرض سے کوئی بھی حلال چیز پکانا اور کوئی بھی جائز کلام (قرآن، درود شریف، ذکر) پڑھ کر بخشنا جائز ہے۔

یہ تمام باتیں قرآن و حدیث اور بے شمار کتبِ فقہ سے ماخوذ ہیں۔

Islam The World Religion

خواتین کے لیے مزید تربیتی باتیں

(1)۔ اپنا جسم اورلباس پاک صاف رکھیں۔ ہر ماں، بڑی بہن یا استانی کی ذمہ داری ہے کہ بچیوں کو پاکی پلیدی کے مسائل سمجھائے اور بچیوں کے لیے ضروری ہے کہ ان مسائل کو بڑی خواتین سے سیکھیں۔

جسم اورلباس کے بعد، کچن کے تمام برتنوں کی پاکی اور صفائی کا خیال رکھیں۔ روزمرہ میں استعمال ہونے والا ہر برتن پاک بھی ہونا چاہیے اور صاف بھی۔ کچھ دن یا کچھ دیر پہلے کا دھلا ہوا برتن استعمال کرنے لگیں تو اسے پانی کے ساتھ تازہ کر لیں۔ صرف کپڑا مار لینا کافی نہیں۔ ممکن ہے چوہے، چھپکلی، ٹڈی وغیرہ اس میں سے گزرے ہوں۔

کمروں میں ٹنگے ہوئے برتنوں، پیٹی، بکسوں اور الماریوں وغیرہ کو روزانہ جھاڑیں۔ انہیں روزانہ پاک کرنا ضروری نہیں بلکہ ان کی صرف صفائی اور جھاڑ پھونک کافی ہے۔ ہاں جب استعمال کرنے کے لیے اتاریں تو ضرور پاک بھی کر لیں۔

جھاڑ پھونک کے بعد چھتوں میں لگے ہوئے جالے اتاریں۔ یہ جالے اگر روزانہ نہیں تو کم از کم ہفتے میں ایک بار ضرور اتارا کریں۔ جالے لگے ہوں تو رزق تنگ ہو جاتا ہے اور اس میں برکت نہیں رہتی۔

ہر کام بسم اللہ سے شروع کریں۔ صبح اٹھیں تو بسم اللہ، رات سوئیں تو بسم اللہ، آٹا نکالیں تو بسم اللہ، گوندھیں تو بسم اللہ، پکائیں تو بسم اللہ، کھائیں اور کھلائیں تو بسم اللہ، پانی لیں یا دیں تو بسم اللہ الغرض ہر نیک کام پر بسم اللہ پڑھنا برکتوں کا موجب ہے۔

(2)۔ صبح اٹھیں تو گھر کا ہر فرد اپنا بستر خود طے کرے۔ چار پائی کو اس کی جگہ پر رکھے سوائے چھوٹے بچوں اور ضعیفوں کے۔ ان کے بستر دوسرے گھر والے طے کر دیں۔

ہر گھر والے اپنا سامان ایک خاص سلیقے اور ترتیب سے جوڑ کر رکھتے ہیں۔ خصوصاً دلہن کا سامان بڑے ناز کے ساتھ اس کے کمرے میں جوڑا جاتا ہے۔ کوئی امیر ہو یا غریب بہرحال تھوڑا بہت سامان ہر گھر میں ہوتا ہے اور وہ کسی نہ کسی ترتیب سے ہی رکھا جاتا ہے۔ یہی انسانیت ہے۔

اب اس کے بعد گھر کے ہر فرد کی ڈیوٹی یہ ہے کہ جہاں سے کوئی چیز اٹھائے، استعمال

Islam The World Religion

کے بعد اسے وہیں پر رکھے۔ بس! آپ کے گھر سے کبھی کوئی چیز گم نہیں ہوگی۔ خواہ کاپی پنسل کتاب ہو یا تیل کنگھی سرمہ۔

(3)۔ غلط فہمی یا لڑائی جھگڑا ہر گھر میں ہوسکتا ہے۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ صرف گزارش یہ ہے کہ ایک شخص جوش میں ہو تو دوسرا ہوش میں رہے۔ تھوڑی دیر بعد جوش والا بھی ہوش میں آ جائے گا اور یقیناً معافی مانگے گا اور ہوش والے کے صبر کا اعتراف کرے گا۔

غصہ عقل کو کھا جاتا ہے۔ جب ایک شخص غصے میں ہے تو گویا اس وقت اس کی عقل کام نہیں کر رہی۔ دوسرا شخص اگر اسے ترکی بہ ترکی جواب دیتا ہے تو گویا وہ پاگل سے بحث کر رہا ہے۔ ان چند لمحوں کے لیے دوسرے کو چاہیے کہ جذبات کی بجائے حکمت سے کام لے۔ خاموش ہو جائے یا ادھر اُدھر نکل جائے۔

بعض اوقات دونوں طرف غصہ ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں طرفین کا درود شریف پڑھنا، یا وَدُوْدُ پڑھنا، اپنی حالت بدل لینا، وضو کرنا اور لاحول پڑھنا وغیرہ اس کا علاج ہے۔ اگر غصے کو کنٹرول کرنے کا لٹریچر پہلے سے پڑھ رکھا ہو تو عین موقع پر کام دیتا ہے۔

بہو کے غصہ کرنے کی اکثر وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس نے ساس کو ماں نہیں سمجھا ہوتا۔ جو بات اس کی ماں اسے کہتی تھی تو اسے غصہ نہیں آتا تھا، وہی بات آج اگر ساس اسے کہتی ہے تو اسے برا لگتا ہے۔ ہر بہو کو چاہیے کہ اپنی ساس کی بات کے بارے میں اسی طرح سوچا کرے کہ یہ بات اگر میری ماں مجھے کہتی تو میرا کیا ردعمل ہوتا۔ مثلاً:

اگر ماں کہے کہ دفع ہو جا تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر ساس کہہ دے تو؟

اگر ماں کہے کہ جلدی کام ختم کرو تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر ساس کہہ دے تو؟

اگر ماں کہے کہ تم بڑی سست ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر ساس کہہ دے تو؟

اگر ماں کہے کہ صبح جلدی اٹھا کرو تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر ساس کہہ دے تو؟

اگر ماں کہہ دے کہ تم میں غصہ بہت ہے تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر ساس کہہ دے تو؟

اگر ماں کہہ دے کہ تم بڑی بے وقوف ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر ساس کہہ دے تو؟

جو بہنیں بیٹیاں اپنا گھر بسانا چاہتی ہیں ان کے لیے یہ نکتہ ایک عظیم نعمت ہے۔

(4)۔ گھر میں اگر میاں بیوی یا ساس بہو کے درمیان نوک جھوک چل رہی ہو اور اوپر سے

Islam The World Religion

کوئی مہمان آ جائے تو گھر کا یہ اصول ہونا چاہیے کہ اس وقت سب خاموش ہو جائیں خواہ غلطی کسی کی بھی ہو۔ سب لوگ بسم اللہ بسم اللہ کہنے لگ جائیں اور مہمان کو محسوس تک نہ ہو۔ مہمان اگر ساس کے پاس جا بیٹھا ہے تو بہو بھی وہاں پہنچ جائے اور مہمان نوازی کرے۔ اور اگر مہمان بہو کے پاس گیا ہے تو ساس بھی وہاں چلی جائے اور اس کی آؤ بھگت کرے۔ یہ باعزت اور باوقار لوگوں کا طریقہ ہے۔ اسی میں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ راضی ہیں۔ اسی میں مہمان خوش ہے اور اسی میں ہر گھر کی عزت ہے۔

(5)۔ اپنے بچوں کا معاملہ ہو یا آنے جانے والے لوگوں سے سلوک ہو۔ گلی محلے کا مسئلہ ہو یا رشتہ داروں اور دوست احباب کا باہمی معاملہ ہو، کوئی ایسی بات ہرگز نہ کریں جس سے ان کے درمیان پھوٹ پڑے۔ بلکہ انہیں آپس میں ملا کر رکھنے والا طریقہ اختیار کریں۔ لوگوں میں تفرقہ ڈالنے والی تین چیزیں بہت بڑی آفت ہیں چغلی، غیبت، بہتان۔ چھوٹا بچہ بھی اگر کسی کی چغلی کرے تو اسے منع کریں کہ بیٹا شکایت نہیں لگاتے۔

بعض بڑی عمر کے لوگ بھی ادھر کی بات اُدھر پہنچا کر اس گھناؤنے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ پھر بعد میں ثبوت فراہم کرنا پڑتے ہیں اور قسمیں کھانا پڑتی ہیں مگر مسئلہ پھر بھی حل نہیں ہوتا بلکہ فساد بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ دو مسلمانوں میں صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولنا بھی جائز ہے چہ جائے کہ فساد ڈالنے کے لیے جھوٹ بولا جائے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ

شیطان سب سے زیادہ اپنے اس چیلے پر خوش ہوتا ہے جو دو مسلمانوں میں یا میاں بیوی میں لڑائی ڈلواتا ہے۔ جہاں تک ہو سکے صلح کی کوشش کریں اور جانبداری سے گریز کریں۔ اگر صلح کی تمام کوششیں ناکام ہو جائیں اور کسی ایک کا ساتھ دینا ہی پڑے تو ہمیشہ حق کا ساتھ دیں۔ خواہ حق کسی غیر کی جانب ہی کیوں نہ ہو۔ ایسے ہی لوگوں کو "دانا" کہا جاتا ہے۔ صرف خانہ داری اچھی کر لینا دانائی نہیں بلکہ خانہ داری میں ماہر عورت کو سگھڑ کہا جاتا ہے۔ سگھڑ اور دانا میں بہت فرق ہے۔

(6)۔ پیسے کے زور پر خانہ داری کر لینا اور دسترخوان سجا لینا آسان ہے۔

گھی سنوارے ھنڈیا اور بہو بڑی کا نام

عورت وہ سمجھدار ہے جو غربت اور تنگ دستی میں بھی اپنی مہارت کے جوہر دکھائے۔
ایک ھنڈیا میں سے تین قسم کا سالن نکال کر دکھا دے، ایک دیگچی میں سے کئی قسم کی چائے پیش کر

Islam The World Religion

سکے اور ہری مرچ کئی قسم کی کر کے دے۔ کچھ نہ ہوتو گندم ، چھلکوں سے بھی سالن تیار دکھا

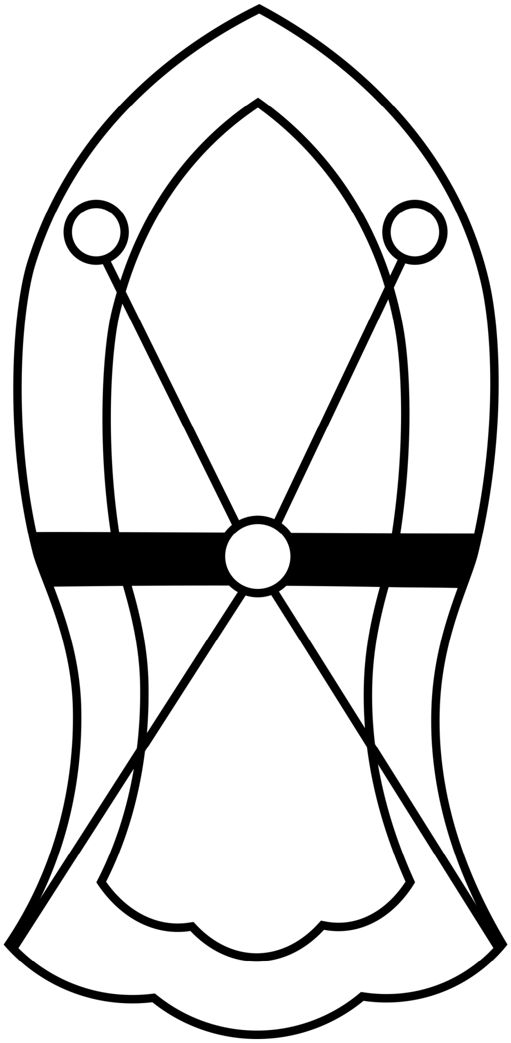

پیاز ٹماٹر دہی سے چٹنی تیار دکھا گھر میں چاول ، روٹی ، وغیرہ لذیذ کر کے دے۔

Islam Th... ...sion

ٹشٹشوٹ:۔عورتوں کے مسائل کے موضوع پر حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''جنتی زیور'' نہایت معقول کتاب ہے۔اس کے علاوہ حضرت علامہ مفتی خلیل احمد صاحب برکاتی کی کتاب ''سنی بہشتی زیور'' ایک بہترین کاوش ہے۔

وسیلہِ دارین وسیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلِ اقدس کا نقشہ تبرک کے طور پر اگلے صفحے پر دیا جارہا ہے۔ اسے گھر میں لٹکانا خیر وبرکت کا موجب ہے اور چوروں سے محفوظ رہنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ یہ مردوں اور عورتوں کے لیے یکساں فیوض وبرکات کا منبع ہے۔ اس کا ادب واحترام سخت ضروری ہے۔ تازہ غسل اور وضو کر کے اسے سامنے رکھ کر اس کا واسطہ دے کر دعا کرنا اور گھر میں لٹکانا بے شمار برکات کا موجب ہے۔

قطعہ

اُسکے حلقے میں اماموں کے امام آتے ہیں
جو رہا لازمِ قدمینِ رسولِ اکرم

ابنِ مسعود مبارک ہو وفا سفر و حضر کی
مرحبا صاحب نِعلینِ رسولِ اکرم

(غلام رسول قاسمیؔ)

☆......☆......☆

Islam The World Religion

كَذَا كَانَ نَعْلُ ذِی الْمَقَامِ
عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

☆......☆......☆

اوقاتِ نماز

صبح کا وقت صبح صادق سے سورج نکلنے تک ہے۔ظہر کا وقت زوال کے بعد سے لے کر اس وقت تک ہے جب ہر چیز کا سایہ اس کے سایہ اصلی کے علاوہ دوگنا ہو جائے (یعنی دوگنا سایہ جمع سایۂ اصلی)۔زوال کے وقت کے سایہ کو سایہ اصلی کہتے ہیں۔

عصر کا وقت ظہر کے فوراً بعد شروع ہوتا ہے اور سورج غروب ہونے تک رہتا ہے۔

مغرب کا وقت سورج ڈوبنے سے لے کر مشرق کی طرف سے سفیدی کے ختم ہونے تک ہے۔

Islam The World Religion

مغرب کا وقت تقریباً سوا سے ڈیڑھ گھنٹہ تک ہوتا ہے۔عشاء کا وقت مغرب کا وقت ختم ہوتے ہی شروع ہوجاتا ہےاور صبح تک باقی رہتا ہے۔

صبح کی نماز اُجیالے میں پڑھنا، گرمیوں میں ظہر کی نماز دیر سے پڑھنا، اورعشاء کی نماز تہائی رات تک لیٹ پڑھنا مستحب ہے۔

طلوعِ آفتاب، غروبِ آفتاب اور زوالِ آفتاب کے وقت، فرض، سنت، نفل، سجدۂ تلاوت، نمازِ جنازہ سب منع ہیں۔صبح کی نماز کے بعد طلوعِ آفتاب تک اور عصر کی نماز کے بعد غروبِ آفتاب تک نفل پڑھنا منع ہے، البتہ اس وقت قضا نماز، سجدۂ تلاوت اور نمازِ جنازہ سب جائز ہیں۔طلوعِ فجر کے بعد صبح کی نماز سے پہلے صرف دوسنت جائز ہیں، نفل جائز نہیں۔مغرب کی اذان کے بعد فرضوں سے پہلے بھی نفل جائز نہیں (کنز الدقائق صفحہ ۱۸)۔

اذان

فرض نمازوں کے لیے اذان کہنا سنتِ مؤکدہ ہے۔گھر میں نماز پڑھنے والوں کے لیے محلے کی مسجد کی اذان کافی ہے۔اذان سے پہلے اور بعد میں صلوٰۃ وسلام پڑھنا جائز ہے۔اسلئے کہ اس سے منع نہیں کیا گیا۔جس چیز سے منع نہ کیا گیا ہو وہ جائز ہوتی ہے۔ نیز ہر وقت درود شریف پڑھنا ویسے بھی اچھی بات ہے۔اس طرح درود شریف اذان کا حصہ نہیں بن جاتا۔ ہر کوئی پہچانتا ہے کہ یہ اذان ہے اور یہ درود ہے۔نیز اذان اور درود شریف کا لہجہ بھی الگ الگ ہوتا ہے۔اذان کے بعد درود پڑھنے کا حکم حدیث شریف میں صاف موجود ہے (مسلم:۸۴۹، ابوداؤد:۵۱۹)۔

اذان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم پاک سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانا مستحب ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایسے شخص کے لیے میری شفاعت حلال ہوگئی۔اس حدیث کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے روایت کیا ہے اور فضائل کے معاملے میں ایسی احادیث پر عمل جائز ہوتا ہے (طحطاوی صفحہ ۲۰۵)۔علماء نے یہاں تک لکھا ہے کہ: مستحب یہ ہے کہ رسالت کی پہلی شہادت سن کر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کہا جائے اور دوسری شہادت کے وقت کہا جائے کہ قُرَّتُ عَیْنِیْ بِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ یعنی یارسول اللہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپکی وجہ سے ہے، اے اللہ مجھے سننے اور دیکھنے کی قوت

Islam The World Religion

سے مالا مال فرما۔ یہ دعا اپنے انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھنے کے بعد پڑھی جائے۔ یہ عمل کرنیوالے شخص کی نبی کریم ﷺ جنت تک قیادت فرمائیں گے (طحطاوی صفحہ ۲۰۵، شامی جلدا صفحہ ۲۹۳)۔

نیز اس عمل سے کہیں منع بھی نہیں کیا گیا۔ جس کام سے منع نہ کیا گیا ہو وہ جائز ہوتا ہے۔

شرائطِ نماز

نماز کی چھ شرائط ہیں:

(1)۔ بدن اور کپڑے پاک ہونا۔ (2)۔ جگہ کا پاک ہونا۔ (3)۔ ستر چھپا ہوا ہونا۔ مرد کے لیے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک اور عورت کے لیے ہاتھ، پاؤں اور چہرہ کے علاوہ سارا بدن۔ (4)۔ نماز کا وقت ہونا۔ (5)۔ قبلہ کی طرف منہ کرنا۔ (6)۔ نیت کرنا۔

نماز کے فرائض

نماز کے سات فرض ہیں:

(1)۔ تکبیرِ تحریمہ۔ (2)۔ قیام۔ (3)۔ قرأت۔ (4)۔ رکوع۔ (5)۔ سجود۔ (6)۔ آخری قعدہ۔ (7)۔ جان بوجھ کر نماز ختم کرنا۔

نماز کے واجبات

نماز کے دس واجبات ہیں۔

(1)۔ سورۃ فاتحہ پڑھنا۔ (2)۔ فرض کی پہلی دو رکعتوں، وتر کی تینوں رکعتوں اور سنت ونفل کی تمام رکعتوں میں فاتحہ کے بعد ایک چھوٹی سورۃ یا کم از کم تین آیات یا تین آیات کے برابر ایک بڑی آیت ملانا۔ (3)۔ ترتیب قائم رکھنا۔ (4)۔ تعدیلِ ارکان۔ (5)۔ پہلا قعدہ۔ (6)۔ تشہد۔ (7)۔ لفظ السّلام۔ (8)۔ وتر میں قنوت پڑھنا۔ (9)۔ عیدین کی تکبیرات۔ (10)۔ آہستہ پڑھی جانے والی قرأت کو آہستہ پڑھنا اور بلند پڑھی جانے والی قرأت کو بلند پڑھنا۔

نماز کی سنتیں

Islam The World Religion

تکبیرِ تحریمہ کے لیے ہاتھ اُٹھانا، اُنگلیاں کھلی رکھنا۔ امام کا بلند آواز سے تکبیر کہنا۔ ثناء۔ تعوذ۔ تسمیہ۔ آمین آہستہ کہنا، اُلٹے ہاتھ پر سیدھا ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا، رکوع کی تکبیر اور اس کی تین بار تسبیح اور گھٹنوں کو ہاتھوں سے پکڑنا اور اُنگلیاں کھلی رکھنا۔ سجود کی تکبیر اور اس کی تین بار تسبیح، سجدے میں ہاتھ اور گھٹنے ٹیکنا، قعدے میں اُلٹے پیر کو بچھانا اور سیدھے کو کھڑا رکھنا۔ قومہ، جلسہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنا اور دُعا پڑھنا۔

نماز کے آداب

نماز کے آداب یہ ہیں:

سجدے کی جگہ پر نظر رکھنا، جمائی کے وقت منہ دبائے رکھنا، تکبیر کہتے وقت ہاتھ چادر سے باہر نکالنا، حتی الوسع کھانسی کو روکنا، حی علی الفلاح پر کھڑے ہونا۔ یہ سب مسائل کنز الدقائق میں مذکور ہیں۔

نماز کے ہونے اور نہ ہونے کا دارومدار چونکہ فرائض اور واجبات پر ہے اس لیے اِن کو اچھی طرح یاد کرلیں۔

سجدۂ سہو

سجدۂ سہو کا اصول اچھی طرح سمجھ لیں۔

(1)۔ اگر فرض رہ جائے تو نماز ہوتی ہی نہیں دوبارہ پڑھنا پڑے گی۔

(2)۔ اگر واجب رہ جائے تو سجدۂ سہو کرنا پڑے گا۔ مثلاً سورۃ فاتحہ کے ساتھ سورۃ ملانا بھول گئے یا وتر میں دعائے قنوت بھول گئے تو سجدۂ سہو کرنا پڑے گا۔

(3)۔ اگر فرض یا واجب میں تاخیر ہو جائے تو سجدۂ سہو کرنا پڑے گا۔ مثلاً چار رکعت والی نماز میں پہلے قعدہ میں عبدہ ورسولہ تک پڑھنا ہوتا ہے لیکن اگر آپ نے اس سے آگے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ تک پڑھ لیا (یعنی ایک جملہ) تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے تیسری رکعت کے قیام میں تاخیر کر دی جو کہ فرض تھا۔ اس فرض میں تاخیر کی وجہ سے سجدۂ سہو کرنا پڑے گا۔

(4)۔ واجب چھوٹ جائے تو پھر بھی سجدہ سہو کرنا پڑے گا۔ مثلاً سورۃ فاتحہ، فرضوں کی نماز

Islam The World Religion

میں پہلی دورکعتوں میں سورۃ ملانا، پہلا قعدہ اور دعائے قنوت بھول جائے تو سجدۂ سہو کرنا پڑے گا۔ اس لیے یہ سب چیزیں واجب ہیں۔

(5)۔ امام کے پیچھے اگر مقتدی سے غلطی ہوجائے تو اسے سجدۂ سہو کرنیکی ضرورت نہیں۔

امام پر واجب ہے کہ ظہر اور عصر میں قراءت آہستہ اور صبح، مغرب اور عشاء میں اونچی کرے۔ اگر ایسا نہ کیا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا۔

(6)۔ ایک سے زیادہ غلطیاں ہو جائیں جن سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے تو ان سب کے ازالے کے لیے ایک ہی سجدۂ سہو کافی ہے۔

اگر نمازی پہلا قعدہ بھول جائے اور بیٹھنے کی بجائے کھڑا ہونے لگے تو یاد آ جائے۔ تو ایسا آدمی اگر بیٹھنے کے زیادہ قریب ہے تو واپس آ جائے اور بیٹھ کر تشہد پڑھے۔ سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں۔ اور اگر کھڑا ہونے کے زیادہ قریب ہے تو کھڑا ہی ہو جائے۔ اپنی نماز اسی طرح مکمل کرکے بعد میں سجدۂ سہو کرے۔

اگر آخری قعدہ کرنا بھول کر پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا تو پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے واپس آ جائے۔ پانچویں رکعت جتنی بھی پڑھی اُسے فضول سمجھ کر سجدۂ سہو کر لے۔ اگر اس نے پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا تو اب اس کی فرض نماز باطل ہوگئی۔ سب نفل بن گئی۔ اب وہ ایک رکعت مزید پڑھ کر کل چھ نفل مکمل کرلے۔

اگر آخری قعدہ کرنے کے بعد اسے پہلا قعدہ سمجھ کر کھڑا ہوگیا تو پانچویں رکعت کے سجدہ سے پہلے پہلے واپس آ جائے اور سجدۂ سہو کرکے نماز مکمل کرلے۔ لیکن اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا تو پھر ایک رکعت مزید ملا کر چھ پوری کرلے۔ پہلے چار فرض ہوگئے اور آخری دو نفل ہوگئے۔

اگر کوئی نمازی بھول جائے کہ تین رکعت پڑھی ہیں یا چار۔ اگر اس کے ساتھ پہلی بار ایسا ہوا ہے تو نماز نئے سرے سے پڑھے۔ اگر اس کے ساتھ اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے تو پھر غالب گمان پر عمل کرے۔ اگر گمان غالب کسی طرف کا نہ ہو تو یقین پر عمل کرے یعنی تھوڑے عدد پر اعتماد کرے۔ مثلاً بھول گیا کہ رکعتیں تین ہوئیں یا چار تو تین تصور کرے اور چوتھی رکعت پڑھ لے۔

امام کے پیچھے قراۃ نہ کریں

Islam The World Religion

اکیلے نمازی پر نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔ لیکن امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوتو اسے چاہیے کہ فاتحہ اور سورۃ خود نہ پڑھے بلکہ امام کا پڑھنا ہی مقتدی کا پڑھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خود چپ رہو (الاعراف: ۲۰۴)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا یعنی جب امام پڑھے تو تم چپ رہو (ابوداؤد: ۶۰۴، نسائی: ۹۲۲، ابن ماجہ: ۸۴۶، مسندِ احمد: ۹۴۴۵، المصنف لابن ابی شیبۃ ۱/ ۴۱۴، سنن الدارقطنی: ۱۲۲۹)۔

نیز فرمایا: فَاِنَّ قِرَأَۃَ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَءَۃٌ یعنی امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے (مسند امام اعظم صفحہ ۶۱، موطا امام محمد صفحہ ۹۸، سنن الدارقطنی: ۱۲۵۰، ابن ماجہ: ۸۵۰)۔

حدیث شریف میں ہے کہ: جس نے فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوئی۔ یہ حدیث اکیلے آدمی کے لیے ہے۔ حضرت سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اکیلے آدمی کے لیے ہے (ابوداؤد: ۸۲۲)۔ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ حکم اکیلے آدمی کے لیے ہے (ترمذی: ۲۴۷)۔

امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا عقل کے بھی خلاف ہے۔ اس سے خلجان اور گڈمڈ پیدا ہوتی ہے۔ بعض لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے قرأت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:
اِنَّ بَعْضَکُمْ خَالَجَنِیْهَا یعنی تم میں سے بعض لوگ خود قرآن پڑھ کر میری قرأت میں خلل ڈال رہے ہیں (نسائی: ۹۱۷، ۹۱۸)۔

رفع یدین نہ کریں

شروع میں نبی کریم ﷺ رکوع میں جانے سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے (بخاری: ۷۳۹، ابوداؤد: ۷۴۱)۔

ایک حدیث میں ہے کہ: دو رکعت کے بعد اُٹھتے تو پھر رفع یدین فرماتے (بخاری: ۷۳۹)۔ لیکن بعد میں آپ ﷺ نے رفع یدین کرنے سے منع فرما دیا۔ یعنی یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح پہلے مسجدِ اقصیٰ قبلہ تھا۔ بعد میں کعبہ شریف کو قبلہ بنا دیا گیا۔ حضرت

Islam The World Religion

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو میں تمہیں نبی کریم ﷺ والی نماز پڑھ کے دکھاؤں؟ لوگوں نے کہا ضرور دکھائیں۔ آپ نے نماز پڑھ کے دکھائی۔ تکبیر تحریمہ کے لیے ہاتھ اُٹھائے اوراس کے بعد پوری نماز میں کہیں رفع یدین نہیں کیا۔ اصل الفاظ یہ ہیں:

فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ یعنی شروع کرتے ہوئے ہاتھ اُٹھائے اوراس کے بعد رفع یدین نہیں کیا (ترمذی: ۲۵۷، ابوداود: ۷۴۸، نسائی: ۱۰۲۶، ۱۰۵۸، جزء رفع الیدین: ۳۲، مسندِ احمد: ۴۲۱۰)۔

بلکہ ایک مرتبہ کچھ لوگوں کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے نماز میں اسطرح رفع یدین کررہے ہو جس طرح بنو شمس کے گھوڑے دُم ہلاتے ہیں، نماز میں سکون سے رہا کرو اُسْكُنُوا فِي الصَّلٰوةِ (مسلم: ۹۶۸)۔

قرآن شریف میں بھی اسی کی طرف اشارہ موجود ہے۔ فرمایا: قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ یعنی اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے رہو (بقرہ: ۲۳۸)۔

آمین آہستہ کہیں

جب امام وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ آمین آہستہ کہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً یعنی اپنے رب کو عاجزی سے اور آہستہ پکارو (اعراف: ۵۵)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب امام آمین کہے تم بھی آمین کہو۔ جسکی آمین فرشتوں کے موافق ہوگئی اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہو گئے (مسلم: ۹۲۰، بخاری: ۷۸۲، ابوداوٗد: ۹۳۵، ترمذی: ۲۵۰، نسائی: ۹۲۷، ابن ماجہ: ۸۵۱، ۸۵۲، سنن الدارمی: ۱۲۴۷، ابن حبان: ۱۸۵۴)۔

فرشتوں کی آمین کسی کو سنائی نہیں دیتی۔ ہماری آمین فرشتوں کے موافق ہونی چاہیے۔ یعنی اسی وقت میں بھی ہو اور آہستہ بھی ہو تا کہ موافقت کامل ہوجائے۔

اس حدیث میں بلند آواز کا کوئی ذکر نہیں بلکہ فرشتوں کی موافقت کا حکم ہے۔ آمین کے بارے میں وارد ہونے والی باقی احادیث کا مکمل نقشہ اس طرح ہے کہ:

Islam The World Religion

خَفِضَ بِہٖ صَوْتَہٗ یعنی نبی کریم ﷺ نے آواز آہستہ رکھی (ترمذی:۲۴۸، ابو داؤد:۹۳۲،مسند احمد:۱۸۸۶۶)۔

مَدَّ بِہٖ صَوْتَہٗ یعنی آواز کو کھینچا(یعنی آہستہ تھی مگر اسے لمبا کیا)(ترمذی:۲۴۸)۔

رَفَعَ بِھَا صَوْتَہٗ یعنی آواز کو بلند کیا(ابوداؤد:۹۳۲)۔

آواز بلند کرنے کی وضاحت اس حدیث میں موجود ہے۔

قَالَ آمِیْنَ، حَتّٰی یَسْمَعَ مَنْ یَّلِیْہِ مِنَ الصَّفِّ الْاَوَّلِ یعنی آپ ﷺ نے آمین کہی حتیٰ کہ پہلی صف میں آپکے قریب والے لوگوں نے اسے سُن لیا(ابوداؤد:۹۳۴)۔

بات واضح ہوگئی کہ یہ آواز کا بلند کرنا دل میں ہی تھا جسے مشکل سے پہلی صف والے سن سکے۔ پوری صف بھی نہ سن سکی بلکہ صرف قریب کھڑے لوگ سن سکے۔ چیخ کر آمین نہ فرمائی۔

ہاں شروع شروع میں تعلیم دینے کے لیے آمین بلند آواز سے کہی جاتی تھی۔ بعد میں اسے چھوڑ دیا گیا۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگوں نے آمین چھوڑ دی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی آمین پہلی صف والے سنتے تھے پھر مسجد گونج اٹھتی تھی (ابن ماجہ:۱۸۵۳)۔ضعیف

اس حدیث کے یہ الفاظ کہ ''لوگوں نے آمین چھوڑ دی'' اس چیز کا واضح ثبوت ہے کہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اونچی آواز میں آمین کہنا چھوڑ دیا تھا۔ یہ اونچی آواز میں آمین کے منسوخ ہونے کا واضح ثبوت ہے۔صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پاس اونچی آواز سے آمین چھوڑ دینے کا کیا ثبوت تھا؟ ثبوت یہی تھا کہ: خَفِضَ بِہٖ صَوْتَہٗ یعنی نبی کریم ﷺ نے آمین آہستہ کہی (ترمذی:۲۴۸،ابوداؤد:۹۳۲،مسند احمد:۱۸۸۶۶)۔

ان موضوعات پر حضرت علامہ مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی علیہ الرحمہ کی کتاب ''جاء الحق'' نہایت لا جواب چیز ہے۔فقیر راقم الحروف نے بھی ان موضوعات پر مستقل رسالہ ''سبیل المومنین'' کے نام سے تحریر کیا ہےاوران موضوعات پر تمام احادیث کو''المستند''میں یکجا کر دیا ہے۔

امامت

باجماعت نماز پڑھنا واجب ہے۔امام فاسق نہ ہواور اس کی داڑھی ایک مٹھی سے کم نہ ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کترنے کا حکم دیا ہے(بخاری:

Islam The World Religion

۵۸۹۲،مسلم: ۶۰۲)۔

اس حدیث میں داڑھی بڑھانے کی تاکید موجود ہے۔ یہ حدیث حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل یہ تھا کہ مٹھی بھر داڑھی رکھتے اور مٹھی سے فالتو کاٹ دیتے تھے (بخاری: ۵۸۹۲،مسلم: ۶۰۲، ابوداؤد: ۴۱۹۹، نسائی: ۵۲۲۶،مسندِ احمد: ۵۱۳۴)۔

حدیث پر اس کے راوی نے عمل کر کے دکھا دیا۔ نبی کریم ﷺ کی اپنی داڑھی مبارک اتنی تھی کہ آپ کے سینہ مبارک کو بھر دیتی تھی (الشفاء جلد ا صفحہ ۳۸)۔

ظاہر ہے کہ مٹھی سے کم داڑھی سے سینہ نہیں بھرتا خواہ سینے کا اوپر کا حصہ مراد ہو۔ تمام علماء کرام نے داڑھی کو کم از کم سنت لکھا ہے۔ سنت سے مراد اس کا فردِ کامل یعنی سنتِ مؤکدہ ہے۔

مثلاً مُلّا علی قاری علیہ الرحمۃ (مرقاۃ جلد ۸ صفحہ ۲۹۱) اور علامہ مرغینانی علیہ الرحمۃ (ہدایہ جلد ا صفحہ ۲۲۱) وغیرہ وغیرہ۔ بعض علماء کا قبضہ کو واجب کہنا اس کے تاکّد پر واضح قرینہ ہے اور بعض کا قبضہ سے کم پر وعید سنانا بھی تاکید پر قرینہ ہے۔

بالکل چھوڑی ہوئی لمبی داڑھی جو مٹھی سے بہت زیادہ ہو اور دیکھنے میں بے ڈھنگی لگے، ایسی لمبی داڑھی رکھنا ناپسندیدہ ہے۔ اسکا فالتو حصہ کتر دینا مستحب ہے (شرح مسند لعلی القاری صفحہ ۲۱۰)۔

امام کا لاؤڈ سپیکر میں جماعت کرانا جائز ہے اس لیے کہ اس سے منع نہیں کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کیا اور جس کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے اس کی معافی ہے (ترمذی: ۱۷۲۶، ابن ماجہ: ۳۳۶۷)۔

نماز میں بے وضو ہو جانا

نماز کے دوران اگر وضو ٹوٹ جائے تو فوراً نماز چھوڑ دیں۔ اگر باجماعت نماز پڑھ رہے ہیں تو جدھر سے بھی راستہ ملے باہر نکل جائیں۔ دوبارہ وضو کریں۔ اب نماز جہاں سے چھوڑی تھی وہیں سے شروع کریں۔ لیکن وہیں سے شروع کرنے کا مسئلہ تھوڑا مشکل ہے۔ اگر اس کی سمجھ نہ آئے تو آسان ترین طریقہ یہ ہے کہ نماز نئے سرے سے پڑھیں۔

Islam The World Religion

قرأۃ کے مسائل

فرض نماز کی پہلی رکعت میں نسبتاً لمبی اور دوسری رکعت میں نسبتاً چھوٹی سورۃ پڑھنا چاہیے۔ اگر ایسا نہ کیا تو نماز بہرحال ہوجائے گی مگر یہ مکروہ ہے۔

پہلی رکعت میں جو سورۃ پڑھی، دوسری رکعت میں ایک سورت چھوڑ کر اس سے اگلی سورۃ پڑھنا مکروہ ہے۔ یہ حکم چھوٹی سورتوں کا ہے اگر لمبی سورۃ ہو تو جائز ہے۔

پہلی رکعت میں بعد والی سورۃ اور دوسری رکعت میں پہلی سورۃ جان بوجھ کر پڑھنا (یعنی سورتوں کی ترتیب بدل دینا) مکروہ تحریمی ہے۔ لیکن اگر بھول کر پڑھا جائے تو معاف ہے، سجدۂ سہو کی بھی ضرورت نہیں۔

امام جہاں بھی غلطی کرے مقتدی اُسے لقمہ دے سکتا ہے۔

پانچ نمازوں میں فرض، وتر، سنت اور نفل کی تعداد

صبح کی نماز میں دو سنتِ مؤکدہ اور دو فرض ہیں۔ ظہر کی نماز میں چار سنتِ مؤکدہ، چار فرض، دو سنتِ مؤکدہ اور دو نفل ہیں۔ عصر کی نماز میں چار سنتِ غیر مؤکدہ اور چار فرض ہیں۔ مغرب کی نماز میں تین فرض، دو سنتِ مؤکدہ اور دو نفل ہیں۔ عشاء کی نماز میں چار سنتِ غیر مؤکدہ، چار فرض، دو سنتِ مؤکدہ، دو نفل، تین وتر اور دو نفل ہیں۔ جمعہ کی نماز میں چار سنتِ مؤکدہ، دو فرض، چار سنتِ مؤکدہ پھر دو سنتِ غیر مؤکدہ اور دو نفل ہیں۔

بیس رکعات تراویح

رمضان شریف میں بیس رکعت تراویح باجماعت ادا کرنا سنتِ مؤکدہ ہے۔ نبی کریم ﷺ رمضان میں بیس رکعات پڑھتے تھے۔ اور وتر الگ پڑھتے تھے (ابنِ ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۸۶)۔ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اپنے دور میں بیس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا (مصنف ابنِ ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۸۵)۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تمام لوگ بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے (موطا امام مالک صفحہ ۹۸)۔ اسی طرح کی کئی احادیث موطا امام مالک، مصنف ابنِ ابی شیبہ اور بیہقی وغیرہ میں موجود ہیں۔

Islam The World Religion

قاری پہلی آٹھ رکعتوں کو لمبا پڑھاتا اور باقی بارہ رکعات مختصر پڑھاتا تھا (موطا امام مالک صفحہ ۹۹)۔

بخاری شریف کی جس حدیث میں آٹھ رکعتوں کا ذکر ہے وہاں تہجد کی نماز مراد ہے۔ اسی لیے اس حدیث میں ''رمضان اور غیر رمضان'' کے الفاظ موجود ہیں اور یہ حدیث بخاری شریف کی کتاب التہجد میں بیان ہوئی ہے۔ نیز اسی حدیث میں محبوب کریم ﷺ کا تین رکعات وِتر پڑھنا بھی بیان ہوا ہے (بخاری شریف کتاب التہجد حدیث: ۱۱۴۷)۔

اس پر پوری اُمت کا اجماع واتفاق ہے کہ تراویح کی تعداد بیس ہے اور آج تک مکہ شریف اور مدینہ شریف میں اسی پر عمل ہو رہا ہے۔

جو شخص فرض نماز جماعت کے ساتھ نہ پڑھ سکا ہو وہ تراویح کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے۔ اسی طرح وہ وتر کی جماعت میں بھی شامل ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ وتر کی جماعت فرض کی جماعت کے ماتحت نہیں ہے بلکہ رمضان کے ماتحت ہے۔

چند اہم نوافل

تہجد کے نوافل رات سو کر اٹھنے کے بعد صبح کی اذان سے پہلے پڑھے جاتے ہیں۔ کم از کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت۔ ان میں کوئی خاص سورتیں متعین نہیں ہیں۔

اشراق کے نفل صبح سورج طلوع ہونے کے بیس منٹ بعد پڑھے جاتے ہیں۔ یہ صرف دو نفل ہوتے ہیں۔

چاشت کے نفل اشراق کے بعد زوال کے وقت سے پہلے پڑھے جاتے ہیں یہ دو سے لے کر بارہ تک ہوتے ہیں۔

اوّابین کے نفل مغرب کے بعد پڑھے جاتے ہیں ان کی چھ رکعتیں ہوتی ہیں۔

نماز تسبیح کی چار رکعتیں ہوتی ہیں۔ پہلی رکعت میں ثناء کے بعد پندرہ بار تیسرا کلمہ پڑھا جاتا ہے۔ پھر فاتحہ اور سورۃ پڑھ چکنے کے بعد دس بار، پھر رکوع میں تسبیحات کے بعد دس بار، پھر رکوع کے بعد سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنے کے بعد دس بار، پھر پہلے سجدے میں دس بار، پھر دو سجدوں کے درمیان دس بار، پھر دوسرے سجدے میں دس بار۔ یہ ایک رکعت میں

Islam The World Religion

پچھتر بار ہوا۔ پھر دوسری رکعت میں فاتحہ سے پہلے پندرہ بار اور باقی پہلی رکعت کی طرح پڑھا جاتا ہے۔ دونوں قعدوں کے دوران تیسرا کلمہ نہیں پڑھا جاتا۔ اگر سجدۂ سہو کرنا پڑ جائے تو سہو کے سجدوں میں بھی تیسرا کلمہ نہیں پڑھا جاتا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اس نماز سے تین سو گناہِ کبیرہ معاف ہو جاتے ہیں۔

سجدۂ تلاوت

قرآنِ پاک میں سجدے کی آیات کی تعداد چودہ ہے۔ انہیں پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ سجدۂ تلاوت کا طریقہ یہ ہے کہ سجدے کا ارادہ کر کے اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے میں چلے جائیں اور اللہ اکبر کہتے ہوئے سر اٹھا لیں۔ تکبیر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھانے، تشہد پڑھنے اور سلام پھیرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایک آدمی کی تلاوت کا سجدہ دوسرا آدمی ادا نہیں کر سکتا۔

استخارہ

حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو استخارہ اسی طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔ استخارہ کا طریقہ یہ ہے کہ کسی مباح کام کے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرنا ہو تو دو رکعت نفل پڑھیں۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قُلْ یَآ اَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور دوسری میں قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ پڑھیں۔ پھر یہ دُعا سات بار پڑھیں اور اس کے بعد جدھر کو شرحِ صدر ہو، اُدھر کو چل دیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ (بخاری: ۶۳۸۲، ترمذی: ۴۸۰، ابو داؤد: ۱۵۳۸، نسائی: ۳۲۵۳، ابن ماجہ: ۱۳۸۳)۔

Islam The World Religion

مریض کی نماز

مریض اپنے مرض کی شدت کے مطابق بیٹھ کر، لیٹ کر یا اشارے سے نماز پڑھ سکتا ہے۔

مسافر کی نماز

جو آدمی اپنی بستی سے ۹۸ کلومیٹر کے سفر کے ارادہ سے نکلے وہ مسافر ہے (بمطابق شامی ۱/۵۸۰)۔ اب وہ چار فرضوں کی بجائے دو پڑھے گا۔ دو فرضوں کو دو اور تین کو تین ہی پڑھے گا۔ سنت اور وتر بھی پورے ہی پڑھے گا۔ جس شہر میں گیا ہے وہاں اگر پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت ہے تو قصر پڑھے گا۔ اگر اس سے زیادہ رہنے کا ارادہ ہے تو اب وہ مسافر نہیں رہا۔ پوری نماز پڑھے گا۔

اگر کسی نے بھول کر دو کی بجائے چار رکعت پڑھ لیں تو اگر اس نے درمیانی قعدہ کیا ہے تو پہلی دو رکعت فرض اور آخری دو رکعت نفل ہو گئیں۔ اگر مقامی امام کے پیچھے مسافر نے نماز پڑھی تو پوری پڑھے گا۔ اگر مسافر امامت کرائے تو دو پڑھے اور مقامی لوگ بعد میں اپنی نماز مکمل کر لیں۔ مگر وہ بقیہ نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھیں بلکہ اندازاً فاتحہ جتنی دیر خاموش کھڑے رہیں۔

مسافر مسافر ہی ہے خواہ وہ سفر جہاز کے ذریعے کر رہا ہو۔ مسافری اپنی بستی سے نکلتے ہی شروع ہو جاتی ہے۔ عارضی رہائش اور مستقل رہائش کے درمیان اگر فاصلہ ۹۸ کلومیٹر کا ہو تو صرف راستے میں مسافر ہو گا۔ ایسے ملازم جو ہر ہفتے گھر کا چکر لگاتے ہیں، اپنی ملازمت والی جگہ پر مسافر ہی شمار ہوں گے۔ مسافر پندرہ دن سے کم سفر میں رہنے کا ارادہ رکھتا ہو مگر بعد میں چند دن مزید ٹھہرنا پڑ جائے، اور جب ارادے میں یہ تبدیلی آئی تو اس دن کے بعد مزید قیام پندرہ دن سے کم ہی بن رہا ہو تو ایسا شخص مسافر ہی شمار ہو گا خواہ اس طرح کرتے کرتے کئی سال گزر جائیں۔

بیوی کے ذاتی گھر اور اپنے ماں باپ کے گھر میں انسان مسافر نہیں ہوتا۔ مسافر پر جمعہ فرض نہیں۔

کشتی، بحری جہاز، ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ مسافر ایک مرتبہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز شروع کر دے بعد میں اگر سواری کا رخ بدل جائے تو اس میں کوئی

Islam The World Religion

حرج نہیں۔نماز جائز ہے۔سفر میں آخری وقت کا اعتبار ہوتا ہے یعنی نماز کے آخر وقت میں اگر آپ مسافر ہو گئے تو نماز قصر پڑھیں گے۔اور اگر آخری وقت میں مقیم ہو گئے تو پوری نماز پڑھیں گے۔قصر کی قضا بھی قصر ہی پڑھی جائے گی۔

جمعہ کی نماز

نمازِ جمعہ وہاں فرض ہے جہاں ضروریاتِ زندگی کی تمام اشیاء میسر ہوں اور شرعی فیصلے ہوتے ہوں۔امام کے علاوہ کم از کم دو آدمی ہوں۔ظہر کا وقت ہو اور نماز سے پہلے خطبہ دیا جائے۔اور جماعت کرائی جائے۔مسافر اور عورت، بچے اور بیمار پر جمعہ فرض نہیں۔اگر کوئی مسافر یا مریض جمعہ میں شامل ہو جائے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔خطبہ ادب سے سننا چاہیے۔پہلے خطبے کے دوران ہاتھ باندھ لینا اور دوسرے کے دوران ہاتھ کھول دینا کوئی ضروری نہیں۔یہ پابندی کہیں سے ثابت نہیں لیکن اگر کوئی ایسا کرے تو اس پر سختی نہ کی جائے۔

جو شخص جمعہ کی نماز کے قعدے میں شامل ہو گیا حتیٰ کہ اگر سجدۂ سہو کے بعد والے قعدے میں بھی شامل ہو گیا تو اسے جمعہ کی نماز مل گئی (کنز الدقائق صفحہ ۴۵، وتفصیلہ فی الشروح مثل فتح القدیر والبحر الرائق)۔

عید کی نماز

عید کی نماز بھی جمعہ کی طرح ہے۔فرق یہ ہے کہ جمعہ میں خطبہ شرط ہے جب کہ عید میں خطبہ سنت ہے۔اور عید کا خطبہ بعد میں ہوتا ہے۔عید کی نماز دو رکعت ہوتی ہے۔اس میں چھ زائد تکبیرات ہوتی ہیں۔تین تکبیریں پہلی رکعت میں فاتحہ سے پہلے اور تین تکبیریں دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے۔تکبیروں کے درمیان ہاتھ چھوڑنا ہوتے ہیں۔

جنازہ کے مسائل

قریب المرگ کا سر شمال کی طرف اور پاؤں جنوب کی طرف کر کے اس کے سر کو قبلہ کی طرف خم دیں۔اس کے پاس کلمۂ شہادت بلند آواز سے پڑھیں۔جب موت واقع ہو جائے تو اس کے جبڑے باندھ دیں اور آنکھیں بند کر دیں۔

Islam The World Religion

غسلِ میّت

سب سے پہلے بیری کے پتے ڈال کر گرم پانی تیار کریں۔غسل کا تختہ اچھی طرح صاف کریں۔ اسے تین مرتبہ عود یا لوبان کی دھونی دیں۔ یعنی تختے کے ارد گرد اس دھونی کو گھمائیں۔

غسل دینے والا میّت کا قریب ترین رشتہ دار ہو تو بہتر ہے ورنہ کوئی بھی نیک آدمی غسل دے سکتا ہے۔غسل دینے والے کا بدن پاک ہو۔اگر باوضو ہو تو زیادہ بہتر ہے۔

میّت کو تختے پر اس طرح لٹائیں کہ سر شمال کو اور پاؤں جنوب کو رہیں۔ ناف سے گھٹنوں تک کپڑا ڈال کر باقی کپڑے اُتار دیں۔غسل دینے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر یا تھیلی چڑھا کر ستر کے کپڑے کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر استنجا کرائے۔

منہ اور ناک میں پانی نہ ڈالیں اور باقی وضو کرائیں۔ البتہ روئی یا کپڑا بھگو کر دانت، منہ اور ناک صاف کر دیں۔ وضو کے بعد میّت کی ناک، مُنہ اور کان میں روئی دے دیں تاکہ پانی اندر نہ جائے۔

سر اور داڑھی کو خطمی یا پاک صابن سے دھوئیں۔ پہلے بائیں کروٹ دے کر پانی نیچے تک بہائیں اور پھر دائیں کروٹ دے کر پانی نیچے تک بہائیں۔ پھر سہارا دے کر بٹھا دیں اور پیٹ کو آہستہ آہستہ ملیں۔ جو کچھ باہر نکلے اُسے دھو دیں۔ دوبارہ غسل کی ضرورت نہیں۔ بدن کپڑے سے خشک کر دیں۔ اب میّت کو تختے سے اُٹھا کر کفن پر رکھیں اور اس کے مُنہ، ناک اور کان سے روئی نکال دیں۔

اس کے سر، داڑھی اور سجدے کے اعضاء پر خوشبو لگائیں۔ بالوں اور داڑھی میں کنگھی نہ کریں اور نہ ہی اس کے بال اور ناخن کاٹیں۔

کفنِ میّت

میّت کو کفن دینا فرضِ کفایہ ہے۔کفن سفید رنگ کا ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سفید لباس پہنا کرو۔ یہ سب سے بہتر لباس ہے اور اسی کا اپنے مردوں کو کفن دیا کرو(مسندِ احمد :

Islam The World Religion

۲۰۱۷۵، ترمذی: ۲۸۱۰، نسائی: ۱۸۹۶، ابن ماجۃ: ۳۵۶۷)۔

مرد کے لیے تین چیزیں سنت ہیں۔ ازار (چادر) قمیض (کفنی) اور لفافہ۔ عورت کے لیے ان تین کے علاوہ دو اور بھی سنتیں ہیں۔ اوڑھنی (ایک طرح کا دوپٹہ) اور سینہ بند۔

لفافہ میّت کے قد سے اتنا زیادہ ہو کہ دونوں طرف باندھا جا سکے۔ ازار میّت کی چوٹی سے قدم تک لمبا ہو اور قمیض گردن سے لے کر گھٹنوں تک لمبی ہو۔ قمیض آگے اور پیچھے دونوں طرف برابر لمبی ہو۔ قمیض میں چاک اور آستینیں نہ ہوں۔ مرد کی قمیض اور عورت کی قمیض میں فرق یہ ہے کہ مرد کی قمیض کو کندھے پر سے چیرا جائے اور عورت کی قمیض کو سینے کی طرف چیرا جائے۔

عورت کی اوڑھنی ڈیڑھ گز (تین ہاتھ) لمبی اور ایک بالشت چوڑی ہو اور سینہ بند پستان سے ران تک ہو۔

مرد کے لیے پہلے لفافہ پھر اس کے اوپر ازار بچھایا جائے، پھر اس پر میّت کو لٹا کر قمیض پہنائی جائے۔ پھر میّت کے سر، داڑھی اور بدن پر خوشبو لگائی جائے۔ وضو کے اعضاء پر کافور لگایا جائے۔ پھر ازار پہلے بائیں طرف سے اور پھر دائیں طرف سے لپیٹا جائے۔ پھر اس کے بعد لفافہ بھی پہلے بائیں اور پھر دائیں طرف سے لپیٹا جائے۔ لفافہ کو سر اور پاؤں کی جانب سے پٹی سے باندھ دیا جائے۔ ایک پٹی کمر کے نیچے بھی باندھ دی جائے تاکہ کفن ہوا سے نہ اُڑے۔

عورت کے لیے بھی لفافہ اور ازار مرد کی طرح بچھائے جائیں۔ پھر میّت کو ازار کے اوپر رکھا جائے۔ پھر اسے قمیض پہنائی جائے۔ پھر اس کے بالوں کی دو لٹیں کر کے اس کے سینے پر قمیض کے اوپر رکھ دیے جائیں۔ پھر اس کے سر اور بالوں پر اوڑھنی کرا دی جائے۔ پھر ازار اور لفافہ مرد کی طرح لپیٹ دیے جائیں اور آخر میں سینہ بند باندھ دیا جائے۔ سینہ بند کو قمیض کے اوپر یا ازار کے اوپر باندھنا بھی جائز ہے۔

میّت کو غسل دینے کے بعد غسل دینے والے کے لیے مستحب ہے کہ خود بھی غسل کر لے۔ اگر غسل نہیں کرے گا تو کوئی گناہ نہیں۔

نمازِ جنازہ

جو بچہ پیدا ہوتے ہی آواز نکالے اور پھر مر جائے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔

Islam The World Religion

ڈاکو جو مقابلے میں مارا جائے اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔خودکشی بہت بڑا گناہ ہے مگر خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔

نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے۔ یہ کھڑے کھڑے پڑھی جائے۔امام میّت کے سینے کے سامنے کھڑا ہو اور چار تکبیریں کہی جائیں۔ثناء، درود اور میّت کے لیے دعا کرنا جنازے کی سنتیں ہیں۔نمازِ جنازہ میں ثناء، درود شریف اور دعا کے مخصوص اور مروّج الفاظ مستحب ہیں۔ یہ نہ آتے ہوں تو نماز والی ثناء، نماز والا درود اور نماز والی دعا پڑھ لینا جائز ہے۔عام طور پر ایک ہی قسم کے الفاظ عوام کو یاد کرائے جاتے ہیں تاکہ انہیں سہولت رہے۔لہٰذا ان الفاظ کو یاد کر لینا ہی اچھی بات ہے۔مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

جنازہ کی نماز پڑھانے کا زیادہ حق دار اسلامی حکومت کا سربراہ ہے۔اس کے بعد شرعی قاضی، اس کے بعد محلے کا امام، اس کے بعد میّت کے وارث درجہ بدرجہ۔اگر وارث نے نمازِ جنازہ نہ پڑھی ہو تو اس کی خاطر دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھانا جائز ہے اور اگر وارث نے نمازِ جنازہ پڑھ لی ہو تو نمازِ جنازہ کی تکرار مکروہ تحریمی ہے۔

اگر کسی مسلمان کو نمازِ جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا تو اس کی قبر پر تین دن تک نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے اس کے بعد نہیں۔

شوہر اپنی بیوی کی میّت کو کندھا دے سکتا ہے۔اس کا منہ دیکھ سکتا ہے۔اسے قبر میں اتار سکتا ہے۔مگر اسے بلا حائل چھو نہیں سکتا۔بیوی بھی اپنے شوہر کا منہ دیکھ سکتی ہے۔

سنت یہ ہے کہ قبر میں لحد بنالی جائے لیکن علاقے کی مٹی اگر کچی ہو تو سیدھی قبر بنالی جائے۔قبر اتنی گہری ہو کہ کم از کم میّت کے آدھے قد کے برابر ہو۔سینے کے برابر یا پورے قد کے برابر بھی درست ہے۔عام طور پر سینے کے برابر زیادہ مناسب رہتی ہے۔گہری قبر کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے بو نہیں آتی اور میّت جانوروں سے محفوظ رہتا ہے۔

میّت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں اُتارا جائے اور یہ پڑھا جائے: بِسۡمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ (مسندِ احمد: ۴۸۱۱، ابوداوٗد: ۳۲۱۳، ترمذی ۱۰۴۶: ابن ماجہ: ۱۵۵۰)۔قبلہ کی طرف مُنہ کر دیا جائے اور بند کھول دیے جائیں۔قبر کو کچی اینٹوں یا بانس وغیرہ سے بند کر دیا جائے۔

Islam The World Religion

اگر زمین گیلی ہو تو لکڑی کے تابوت میں دفن کرنا بھی درست ہے۔ اور قبر پر لکڑی کے تختے لگانا بھی درست ہے پھر اوپر سے مٹی ڈال دی جائے۔ عورت کو پردے میں دفن کیا جائے۔

قبر اندر سے کچی اور باہر سے پختہ ہو تو کوئی حرج نہیں بلکہ اگر زمین ایسی نرم ہو کہ کچی اینٹ کے ناکام ہونے کا واضح اندیشہ ہو تو پکی اینٹ بھی لگا سکتے ہیں ورنہ نہیں۔

مشائخ علماء اور سادات کی قبور پر عمارت (روضہ) بنانا جائز ہے۔ یہ سب مسائل دُرِّ مختار اور شامی جلد ا صفحہ ۶۴۱ تا جلد ا صفحہ ۶۶۲ پر موجود ہیں۔

جنازہ کے تمام مسائل متون، ہدایہ، جوہرہ نیرہ، شامی اور عالمگیری سے لیے گئے ہیں (مع التوضیح)۔

جنازے کے بعد دُعا

جنازے کے بعد دعا مانگنا جائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب میّت پر نمازِ جنازہ پڑھ چکو تو اس کے لیے خصوصی دعا کیا کرو (ابوداؤد: ۳۱۹۹، ابن ماجہ: ۱۴۹۷)۔ عام طور پر جنازے میں اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا والی دعا پڑھی جاتی ہے۔ اس دعا میں سب زندہ اور مردہ مسلمانوں کے لیے مغفرت طلب کی جاتی ہے اور حاضر میّت کے لیے خصوصی الفاظ استعمال نہیں کیے جاتے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں حاضر میّت کے لیے خصوصی دعا کا حکم فرمایا ہے۔

حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے جنازہ میں شامل نہ ہو سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی قبر پر تشریف لے گئے، لوگوں نے صفیں بنائیں اور بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر ان کے لیے یہ دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ اَلْقِ طَلْحَةَ يَضْحَكُ اِلَيْكَ وَتَضْحَكُ اِلَيْهِ یعنی اے اللہ طلحہ تیرے پاس ہنستا ہوا جائے اور تو ہنس کر اس کا استقبال فرما (المعجم الکبیر للطبرانی: ۳۴۷۳، مجمع الزوائد: ۴۱۹۴)۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابنِ عباس اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہم کسی کی نمازِ جنازہ سے بچھڑ گئے تو انہوں نے بعد میں میّت پر حاضر ہو کر اس کے لیے استغفار فرمایا۔ حضرت عبداللہ ابنِ سلام رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق کی نمازِ جنازہ سے بچھڑ گئے۔ جب پہنچے تو آواز لگائی کہ: اِنْ سَبَقْتُمُوْنِيْ بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ لَا تَسْبِقُوْنِيْ بِالدُّعَاءِ لَهٗ یعنی

Islam The World Religion

تم لوگوں نے مجھ سے پہلے نمازِ جنازہ پڑھ لی ہے تو کم از کم مجھے دعا میں تو شامل کرلو(المبسوط جلد ۲ صفحہ ۶۷)۔اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان جنازہ کے بعد دعا مانگا کرتے تھے۔

جنازہ کے بعد بلا وجہ تاخیر کرنا منع ہے۔لیکن جنازے کے بعد دعا پر صرف ہونے والے چند منٹ ممنوع تاخیر کا سبب نہیں بنتے بلکہ اس دعا سے میّت کا فائدہ مقصود ہوتا ہے۔اور حدیث شریف میں ہے کہ:مَنِ اسۡتَطَاعَ اَنۡ یَنۡفَعَ اَخَاہُ فَلۡیَنۡفَعۡہُ یعنی جو شخص اپنے کسی بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو ضرور پہنچائے (مسلم:۵۷۲۷)۔

غائبانہ نمازِ جنازہ جائز نہیں

اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے : وَصَلِّ عَلَیۡہِمۡ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّہُمۡ یعنی اے محبوب آپ اپنے غلاموں پر نماز پڑھا کریں آپ کی نماز ان کے لیے سکون کا باعث ہے(التوبۃ: ۱۰۳)۔اس آیت کے الفاظ کا عموم دعا اور جنازہ دونوں کو شامل ہے بلکہ امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں شرعی معنی یعنی نمازِ جنازہ مراد لینے کو ترجیح دی ہے(فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۱۲۰)۔

اللہ کریم کے اِس حکم کے علاوہ خود محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اپنے غلاموں کے لیے حریص اور انکی بخشش کے لیے فکر مند ہیں حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اعلان کر رکھا تھا کہ : لَا یَمُوۡتَنَّ اَحَدٌ مِّنۡکُمۡ اِلَّا اٰذَنۡتُمُوۡنِیۡ بِہٖ فَاِنَّ صَلَاتِیۡ عَلَیۡہِ رَحۡمَۃٌ لَہٗ جب بھی کوئی مسلمان فوت ہو تو مجھے جنازہ کے لیے اطلاع دیا کرو، میری نماز، میّت کے لیے رحمت ہے(مسند احمد:۱۹۳۷۱،ابن ابی شیبہ ۳/ ۲۷۵،نسائی ۴/ ۸۴۔ ۸۵،ابن ماجہ:۱۵۲۸،حاکم جلد ۳ صفحہ ۵۹۱،ابن حبان:۳۰۸۷،بیہقی جلد ۴ صفحہ ۳۵،کمافی حاشیہ فتح القدیر ۱/ ۱۲۲)۔حتیٰ کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اطلاع دیے بغیر کسی صحابی کو دفن کر دیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسکی قبر پر جا کر نمازِ جنازہ ادا فرماتے۔احادیث میں اسکی کثرت سے مثالیں موجود ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا میّت کو سامنے رکھ کر نمازِ جنازہ پڑھنا اور جنازے سے رہ جانے کی صورت میں قبر پر جانے کا تکلف فرمانا اس بات کا ثبوت ہے کہ غائبانہ نمازِ جنازہ جائز نہیں ہے۔ایسی ہی احادیث کو مدِنظر رکھتے ہوئے علماء اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ میّت کا سامنے موجود ہونا نمازِ جنازہ کی

Islam The World Religion

شرائط میں سے ہے۔

حبشہ کی سرزمین پر، بے شمار غزوات میں اور دور دراز کے علاقوں میں بے شمار صحابہ علیہم الرضوان فوت ہوئے، اِن میں بیر معونہ کے قاری حضرات بھی فوت ہوئے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ پیارے تھے، مگر اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی غائبانہ نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔ رحمت کے غلبے، شفقت اور دلجوئی کے تقاضے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِن حضرات کی غائبانہ جنازہ نہ پڑھنا اِس بات کا ثبوت ہے کہ یہاں اباحتِ اصلیہ کا قاعدہ چسپاں نہیں ہوتا اور غائبانہ نمازِ جنازہ جائز نہیں، ورنہ غائبانہ نمازِ جنازہ کثرت سے منقول ہوتی۔

نیز اگر غائبانہ نمازِ جنازہ جائز ہوتی تو اس دنیا سے ایسی ایسی ہستیاں جا چکی ہیں کہ قیامت تک ان پر غائبانہ نمازِ جنازہ جاری رہتی۔ خصوصاً حبیبِ کریم کی غائبانہ نمازِ جنازہ کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوتا اور قیامت تک پیدا ہونے والے غلام اس سعادت سے محروم نہ رہتے خواہ اس کا طریقہ مخصوص ہی ہوتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی ہے مگر احادیث میں تصریح موجود ہے کہ معجزہ کے طور پر ان کا جنازہ آپ کے سامنے رکھ دیا گیا تھا (مسندِ احمد: ۲۰۰۲۷، صحیح ابن حبان: ۳۱۰۲)۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ ہے اور نجاشی کی نمازِ جنازہ اسی پر محمول ہے۔ کسی اور کے لیے غائبانہ نمازِ جنازہ جائز نہیں اَلصَّلٰوۃُ عَلَی الْغَائِبِ مِنْ خَصَائِصِہٖ ﷺ (الخصائص الکبریٰ ۲/ ۴۱۷)۔

ساری صورتِ حال کو مدِ نظر رکھنے کے بعد بڑے بڑے علماء نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ غائبانہ نمازِ جنازہ جائز نہیں (فتح القدیر ۱/ ۱۲۱، مرقاۃ ۴/ ۴۶)۔

ہاں البتہ اگر کوئی شخص اپنے کسی پیارے کے لیے ارمان پورے کرنا چاہے تو اس کے حق میں استغفار، دعا، صدقہ وخیرات اور قرآن کے ایصالِ ثواب کے دروازے کھلے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمازِ جنازہ

حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمازِ جنازہ مخصوص طریقے سے ادا کی گئی تھی۔ نہ کوئی امام تھا اور نہ ہی عام جنازے والی دعا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا پڑھی گئی بلکہ دس دس آدمیوں کی ٹولیاں اندر جا

Islam The World Religion

کر درود شریف اور حضور کریم ﷺ کی شان کے لائق دعا پڑھتی تھیں اور یہی طریقہ تین دن تک جاری رہا۔ ان میں سے ایک دعا اس طرح ہے جو حضرت ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے پڑھی۔

اے اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہم تک تیرا سارا پیغام پہنچا دیا جو ان پر نازل ہوا تھا اور آپ ﷺ نے اپنی اُمت کی خیر خواہی کی اور اللہ کی راہ میں جہاد فرمایا حتیٰ کہ اللہ نے اپنے دین کو غالب کر دیا اور اسکا وعدہ پورا ہوا۔ اے اللہ ہمیں ان لوگوں میں سے کر دے جو اس کلام کے پیروکار ہوئے جو تو نے اپنے رسول پر نازل فرمایا اور قیامت کے روز ہمیں حضور کی سنگت عطا فرما حتیٰ کہ غلام کی حیثیت سے ہم انکی شناخت ہوں اور آقا کی حیثیت سے وہ ہماری شناخت ہوں کیونکہ حضور ﷺ مومنین پر رؤف اور رحیم تھے۔ ہم حضور ﷺ پر ایمان لانے کا کچھ بدلہ نہیں مانگتے اور نہ ہی اس کے بدلے میں کوئی سودا کریں گے۔ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما یہ دعا مانگ رہے تھے اور لوگ آمین آمین کہہ رہے تھے (سیرتِ حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۴۷۸)۔

آپ ﷺ کی نمازِ جنازہ تمام اہلِ مدینہ و اطرافِ مدینہ اور مہاجرین و انصار نے فوج در فوج ادا کی اور تین دن تک دس دس کی ٹولیوں میں نماز ادا کرتے رہے (جلاء العیون صفحہ ۳۶)۔ تمام اہلِ مدینہ و عوالی نے شرکت کی (اصولِ کافی جلد ۱ صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ ایران/قم)۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے باری باری جنازہ پڑھنے والوں کو کنٹرول کیا حتیٰ کہ تمام مسلمانوں نے فوج در فوج نمازِ جنازہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کی حتیٰ کہ مردوں کے بعد عورتیں بھی اس سعادت سے بہرہ مند ہوئیں (الوفا صفحہ ۷۹۶)۔

دفن کے بعد

قبر میں ہر میّت پر تین سوال ہوتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور یہ ہستی کون ہے جسے تمہاری طرف بھیجا گیا تھا؟ (ابوداؤد: ۴۷۵۳، مسندِ احمد: ۱۸۵۶۱)۔ واضح رہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ سے پہلے کسی نبی کے بارے قبر میں سوال نہیں ہوتا تھا، یہ نبی کریم ﷺ کا خاصہ ہے (الخصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۳۲۵)۔

نبی کریم ﷺ جب میّت کو دفن کرنے کے بعد فارغ ہو جاتے تو وہاں ٹھہر جاتے۔

Islam The World Religion

اور لوگوں کو فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو پھر اس کی ثابت قدمی کے لیے دعا کرو۔ اس پر اب سوال ہو رہے ہیں (ابوداوَد: ۳۲۲۱، مستدرکِ حاکم: ۱۴۰۳/۱ الحدیث صحیح)۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ وفات کے وقت دیوار کی طرف منہ کر کے رو رہے تھے۔ آپ کے بیٹے نے عرض کیا اے ابا جان کیا آپ کو نبی کریم ﷺ نے خوشخبریاں نہیں دی تھیں؟ آپ نے فرمایا سب سے اچھی گواہی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی ہے۔ مجھ پر تین دور گزرے ہیں۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے شدید بغض رکھتا تھا۔ اس وقت اگر میں مرجاتا تو سیدھا دوزخی تھا۔ پھر جب مجھے اللہ نے اسلام کی ہدایت دی تو میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا، میں نے عرض کیا اپنا ہاتھ آگے کریں میں بیعت کروں گا۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک آگے کیا تو میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ فرمایا عمرو تجھے کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا میری ایک شرط ہے فرمایا وہ کیا؟ میں نے عرض کیا ''میری بخشش ہو جائے'' فرمایا اسلام قبول کرنا، ہجرت کرنا اور حج کرنا پہلے والے تمام گناہوں کو دھو دیتا ہے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ جتنا محبوب مجھے دنیا میں کہیں نظر نہیں آتا تھا۔ میں آپ کی طرف ادب کی وجہ سے آنکھ بھر کر دیکھتا بھی نہ تھا۔ اگر کوئی مجھے کہتا کہ حضور کے نقش بیان کرو تو میں نہ کر سکتا کیونکہ میں نے کبھی آنکھ جما کر آپ کی طرف دیکھا ہی نہ تھا۔ اگر میں اس حال میں مرجاتا تو امید ہے کہ میں جنتی ہوتا۔ اس کے بعد ہمیں کچھ ذمہ داریاں سونپ دی گئیں۔ اب مجھے کچھ معلوم نہیں میرا کیا انجام ہوگا۔ تم لوگ میری موت کے بعد میرے جنازے کے ساتھ نہ تو بین کرنے والیاں بلانا اور نہ آگ ساتھ لے جانا۔ جب مجھے دفن کر چکو تو مٹی ڈالنے کے بعد میری قبر پر اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں ایک اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت بانٹا جا سکے۔ تاکہ میں آپ لوگوں سے اُنس حاصل کر سکوں اور مجھے پتہ چلے کہ میں فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں (مسلم: ۳۲۱)۔

میّت پر رونا جائز ہے۔ میّت پر رحم کی وجہ سے رونا آتا ہے اور میّت سے بچھڑنے پر بشری تقاضوں سے بھی رونا آ جاتا ہے۔ مگر نوحہ یا ماتم کرنا حرام ہے کہ یہ بے صبری کا مظاہرہ ہے اور قرآن وسنت میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

قبر پر اذان

Islam The World Religion

قبر پر اذان پڑھنا جائز ہے، اس لیے کہ اس سے منع نہیں کیا گیا اور بذاتِ خود اذان ایک اچھی چیز ہے۔ نیز اس سے میّت کا دل بہلتا ہے، رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے، اذان کی آواز سن کر شیطان بھاگتا ہے اور فرشتوں کے سوالات کے صحیح جواب دینے میں میّت کو مدد ملتی ہے۔ علماء نے نومولود بچے کے کان میں اذان پر قیاس کرتے ہوئے دفن کے بعد اذان کو بھی پسند فرمایا ہے (فتاویٰ شامی جلد ا صفحہ ۲۸۳)۔

ایصالِ ثواب

قرآن شریف، درود شریف، استغفار، کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھ کر میّت کو ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے۔ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اُس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، مگر اسے تین چیزوں کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ صدقۂ جاریہ یا اس کا وہ علم جس سے لوگ فائدہ اُٹھائیں یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے (مسلم: ۴۲۲۳، ترمذی: ۱۳۷۶، نسائی: ۳۶۵۱)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: مرنے والا قبر میں ڈوبنے والے شخص کی طرح ہوتا ہے، اسے اپنے ماں باپ، بھائی اور دوست کی طرف سے دعا کا انتظار رہتا ہے۔ جب اس تک کسی کی دعا پہنچتی ہے تو وہ اسے دنیا اور اس کی ہر چیز سے زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دعا سے قبروں والوں کو پہاڑوں کے برابر ثواب پہنچاتا ہے اور زندہ لوگوں کا مرے ہوئے لوگوں کے لیے بہترین تحفہ استغفار ہے (شعب الایمان للبیہقی: ۹۲۹۵)۔

سیدالانبیاء ﷺ نے فرمایا: **مَنْ مَرَّ عَلَى الْمَقَابِرِ وَقَرَءَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اِحْدٰى عَشَرَةَ مَرَّةً ثُمَّ وَهَبَ اَجْرَهَا لِلْاَمْوَاتِ اُعْطِيَ مِنَ الْاَجْرِ بِعَدَدِ الْاَمْوَاتِ** یعنی جو قبرستان میں سے گزرا اور گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ شریف پڑھ کر اس کا ثواب قبرستان والوں کو ہدیہ کر دیا، اُسے مردوں کی تعداد کے برابر اَجر ملے گا (فتاویٰ شامی جلد ۲ صفحہ ۲۵۷)۔

اس کے علاوہ میّت کی طرف سے کھانے پینے کی اشیاء کی خیرات جائز ہے۔ خود نبی کریم ﷺ نے دو قربانیاں دیں اور سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو آپ نے حکم دیا کہ ہر سال دو قربانیاں دینا۔ ایک اپنی طرف سے اور ایک میری طرف سے (ترمذی: ۱۴۹۵، ابو داؤد

Islam The World Religion

:۲۷۹۰)۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہوا تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ میں اپنی ماں کی طرف سے کون سا صدقہ دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پانی۔ انہوں نے کنواں کھدوایا اور اسکا نام ''بِیرِ اُمِّ سعد'' رکھا۔ یعنی ''سعد کی ماں کا کنواں'' (امسندِ احمد: ۲۲۵۲۰، ابوداوٗد: ۱۶۸۱، نسائی: ۳۶۶۴، ابن ماجہ: ۳۶۸۴)۔

حضرت سعد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ کر پھلوں کا باغ والدہ کی طرف سے صدقہ کر دیا (مؤطا امام مالک، کتاب الاقضیۃ، باب صدقۃ الحی عن المیت حدیث: ۵۲، سنن النسائی: ۳۶۵۰، ترمذی: ۶۶۹، ابوداوٗد: ۲۸۸۲، بخاری: ۲۷۵۶)۔

زیارتِ قبور

قبروں کی زیارت کرنا سنت ہے۔ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا وَتُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ یعنی میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا مگر اب اس کی اجازت ہے، اس سے دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور آخرت کی یاد آتی ہے (ابن ماجہ: ۱۵۷۱، مسلم: ۲۲۶۰)۔ اس حدیث کے عموم میں مرد اور عورتیں سب شامل ہیں بشرطیکہ عورت پردہ کر کے اپنے کسی محرم کے ہمراہ جائے اور وہاں جا کر واویلا نہ کرے (حاصلِ عبارتِ مشکوۃ حدیث: ۱۷۶۹)۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حجرے میں دفن ہوئے تو میں پردہ کیے بغیر سادہ کپڑوں میں قبرِ انور پر چلی جاتی تھی۔ اور میں کہتی تھی کہ یہاں میرے شوہر اور میرے والد ہی تو ہیں، پردے کی کیا ضرورت۔ مگر جب عمر اُن کے ساتھ دفن ہوئے تو میں عمر سے حیا کرتے ہوئے پردہ کر کے جاتی تھی (مسندِ احمد: ۲۵۷۱۶)۔ بے پردہ جانے والی اور واویلا کرنے والی عورتوں کیلیے حدیث شریف میں لعنت وارد ہوئی ہے: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ (ترمذی: ۱۰۵۶، ابن ماجہ: ۱۵۷۶، مسندِ احمد: ۱۵۶۶۳)۔

محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جس نے ہر جمعہ کو اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی تو اسکی بخشش ہوگئی اور وہ نیک لوگوں میں لکھ دیا گیا (شعب الایمان للبیہقی

Islam The World Religion

:۷۹۰۱، المعجم الصغیر للطبرانی: ۹۵۵)۔ نبی کریم ﷺ اُحد کے شہداء کی قبروں پر ہر سال کے آغاز میں جایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ یعنی آپکے صبر کے بدلے میں آپ پر سلامتی ہو اور آخرت بہترین گھر ہے۔ ابوبکر، عمر اور عثمان بھی ایسا ہی کرتے تھے (المصنف لعبدالرزاق حدیث: ۶۷۱۶، ابن جریر: ۱۵۴۴۳)۔

قبرستان میں جا کر یوں کہنا چاہیے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ یعنی اے قبروں والو تم پر سلام ہو، اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت کرے، تم ہم سے پہلے آ گئے ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں (ترمذی حدیث: ۱۰۵۳)۔ مسلمان کی قبر کی بے حرمتی حرام ہے۔

دعا کے لیے ہاتھ اُٹھانا

نبی کریم ﷺ کا عمومی طریقہ یہ تھا کہ آپ ﷺ جب بھی دعا فرماتے تو اپنے ہاتھ مبارک اُٹھا کر دعا فرماتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الدُّعَآءِ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ اِبْطَيْهِ یعنی رسول اللہ ﷺ دعا کے وقت ہمیشہ ہاتھ اُٹھایا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگتی تھی (مسلم: ۲۰۷۴، بخاری: ۱۰۳۰، ۴۳۶۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۴۳۷، صحیح ابن حبان: ۸۷۷)۔

بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۳۸ اور ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۷۶ پر باب رفع الایدی فی الدعا موجود ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ: اِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ اِلَيْهِ اَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا یعنی تمہارا رب حیاء والا مہربان ہے جب اُس کا کوئی بندہ دعا کے لیے ہاتھ اُٹھاتا ہے تو اُسے اُن ہاتھوں کو خالی واپس لوٹاتے وقت حیا آتی ہے (ابوداؤد: ۱۴۸۸، ترمذی: ۳۵۵۶، ابن ماجہ: ۳۸۶۵)۔

اس حدیث سے یہ قاعدہ معلوم ہوا کہ ہاتھوں کا اُٹھانا دعا کی قبولیت کا سبب ہے۔ لہٰذا ہر دعا کے لیے ہاتھ اُٹھانا ہی احسن ہے خواہ کسی موقع پر بالخصوص ہاتھ اُٹھانے کی تصریح قرآن وسنت میں موجود نہ بھی ہو (فتاویٰ علماء الحرمین صفحہ ۱۷۰۲)۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ کی قبر پر حبیبِ کبریاء ﷺ تشریف لے گئے اور ہاتھ اُٹھا کر

Islam The World Religion

دعا مانگی رَفَعَ یَدَیْہِ (المعجم الکبیر للطبرانی: ۳۰۷۳۴، مجمع الزوائد: ۴۱۹۴)۔

مُردے سنتے ہیں

قبروں والے، باہر والوں کی آواز سنتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میّت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے گھر والے واپس آنے لگتے ہیں تو وہ ان کے پیروں کی آواز کو بھی سنتا ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے آکر سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تو اس ہستی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ (اُس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے سامنے موجود ہوتے ہیں: بخاری: ۱۳۳۸، مسلم: ۲۲۱۶۷، ابوداؤد: ۳۲۳۱، نسائی: ۲۰۵۰)۔ بخاری شریف کے جس باب میں یہ حدیث موجود ہے اس باب کا نام ہے ''اَلْمَیِّتُ یَسْمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ'' یعنی میّت پاؤں کی آواز سنتا ہے۔

جنگِ بدر کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کافروں کی نعشیں بدر کے کنویں میں پھینکوا کر ان مُردوں سے فرمایا کہ جو کچھ میں کہتا تھا کیا تم نے اسے حق پایا؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ سن سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اِن سے زیادہ نہیں سنتے مگر یہ جواب نہیں دے سکتے (بخاری: ۳۹۷۶، مسلم: ۲۲۲۷، نسائی: ۲۰۷۳)۔ اس سے پہلے حضرت عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ کی وفات والی حدیث ہم نقل کر چکے ہیں۔

اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی میں کفار کو مُردوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور سماعِ قبول کی نفی کی گئی ہے۔ مشبہ بہ میں وجہ شبہ کا حقیقی ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَلْیَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ یَوْمِهِمْ هٰذَا (الاعراف: ۵۱) یہاں کفار کا نسیان مشبہ بہ ہے اور اگر ان کا نسیان حقیقی مان لیا جائے تو وہ سارے بے گناہ اور معذور ثابت ہو جائیں گے۔ اسی طرح حدیث شریف میں ہے کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ یہاں ستاروں میں ہدایت نہ حقیقی ہے اور نہ اقویٰ بلکہ اگر حقیقی مان لی جائے تو اِس سے شرک لازم آئے گا۔

سماعِ موتی کے موضوع پر حضرت علامہ شیخ الحدیث محمد اشرف سیالوی کی کتاب ''جلاء الصدور'' نہایت مدلل اور جامع کتاب ہے۔

Islam The World Religion

میراث کے مسائل

میّت کے ترکہ میں سب سے پہلے کفن دفن کا خرچ نکالا جائے۔ بیوی کا شوہر اگر زندہ ہوتو اس کا کفن شوہر پر واجب ہے۔ اگر کوئی دوسرا شخص فی سبیل اللہ کفن دفن کا خرچ دینا چاہے تو یہ جائز ہے۔لیکن یہ ضروری سمجھنا کہ داماد اور بیٹی کا کفن بیٹی کے میکے کے ذمے ہے یا نواسے نواسی کا کفن ننہال کے ذمے ہے۔ یہ محض بے اصل چیز ہے اور اسے شرعی حیثیت دینا تو اور بھی قبیح ہے۔

تعزیت کرنے والوں پر چائے پانی اور روٹی کا خرچ اور میّت کے ایصالِ ثواب کے لیے جو کچھ خرچ ہو وہ یا تو ورثاء اپنی جیب سے خرچ کریں یا اگر میّت کے ترکہ میں سے خرچ کرنا ہے تو تمام وارثوں سے اس کی اجازت لی جائے۔

کفن دفن کے بعد میّت کے ترکہ میں سے اسکا قرض ادا کیا جائے۔ قرض خواہ اگر چاہیں تو معاف کر سکتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ: مومن کی روح قرض کی وجہ سے لٹکی رہتی ہے (ترمذی:۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ابن ماجہ: ۲۴۱۳، دارمی: ۲۵۹۴، مسندِ احمد: ۹۶۹۲)۔

جو مال کفن دفن اور قرض کی ادائیگی سے بچ جائے اس میں سے میّت کی وصیت پوری کی جائے۔ کفن دفن اور قرض سے بچے ہوئے مال کے تیسرے حصہ (1/3) تک وصیت کرنا جائز ہے (ترمذی: ۲۱۱۶، مسلم: ۴۲۰۹، بخاری: ۱۲۹۵، ۴۴۰۹، ۵۶۶۸، ۶۳۷۳، ۶۷۳۳، ابو داؤد: ۲۸۶۴، نسائی: ۳۶۲۸، ابن ماجہ: ۲۷۰۸)۔

اولاد کو عاق کرنے کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں۔ وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں (ترمذی: ۲۱۲۰، ابوداؤد: ۲۸۷۰، ۳۵۶۵، ابن ماجہ: ۲۷۱۳)۔ خلافِ شرع کام کی وصیت بھی جائز نہیں۔ بعد والے اس پر عمل نہ کریں۔ وصیت کرنے والے کا عاقل، بالغ ہونا ضروری ہے ورنہ وصیت جاری نہ ہوگی۔ اگر مَرنے والے کو معلوم ہو کہ اس کے مرنے کے بعد لوگ خلافِ شرع حرکتیں کریں گے تو اِن حرکتوں سے باز رہنے کی وصیت کرنا اس پر واجب ہے۔

اب کفن، دفن، قرض اور وصیت بالترتیب ادا کرنے کے بعد میّت کی میراث اس کے وارثوں میں اسلامی قانونِ میراث کے مطابق تقسیم کر دی جائے۔ تمام وارثوں کی صحیح صحیح تعداد اور

Islam The World Religion

میّت سے انکار رشتہ اپنے علاقے کے کسی جیّد عالم کو جا کر بتایا جائے اور میراث کی تقسیم کا طریقہ معلوم کیا جائے۔

بیٹیوں کو میراث سے محروم رکھنا (جیسا کہ پنجاب میں رواج ہے) حرام ہے۔ بیٹی کا حصہ سورۃ النسآء میں صاف صاف بیان ہوا ہے۔

فقیر نے میراث کے موضوع پر نظم الفرائض کے نام سے شعروں میں کتاب لکھی ہے۔ اس کے اشعار پنجابی زبان میں ہیں۔ ان کے ذریعے اہم رشتے اور حصے یاد کرنا آسان ہے۔

ریاضی، سائنس اور جغرافیہ کی دینی اہمیت

ریاضی

آدھے سے زیادہ اسلام کو سمجھنے کے لیے علمِ ریاضی کی شدید ضرورت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ میراث کا علم آدھا علم ہے (ابن ماجۃ: ۲۷۱۹)۔

میراث کے مسائل میں ریاضی کا مکمل عمل دخل ہے۔ اس کے علاوہ زکوٰۃ کی ضروریات اور بیت المال کی آمدنی اور خرچ، شرکت اور مضاربت (بینکاری) وغیرہ شماریات کے بغیر سمجھ میں نہیں آسکتے۔ قرآن شریف میں گنتی کے تمام اعداد، جمع، تفریق، ضرب، تقسیم، نسبت، تناسب اور حساب کے پیچیدہ ترین مسائل حل کر کے دکھائے گئے ہیں۔ سورۃ النساء میں وارثوں کے یہ حصے بیان ہوئے ہیں۔

۱/۲ ، ۱/۴ ، ۱/۸ ، ۱/۶ ، ۱/۳ اور ۲/۳

مثلاً اولاد کی موجودگی میں بیوی ۸/۱ لے گی اور اگر اولاد نہ ہو تو ۴/۱ لے گی۔ اولاد ہو تو شوہر ۴/۱ اور نہ ہو تو ۲/۱ لے گا۔ اکیلی لڑکی ۲/۱ لے گی۔ ایک سے زائد لڑکیاں ۳/۲ کو آپس میں بانٹ لیں گی۔ بیٹے کی موجودگی میں ایک بیٹے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہوگا۔

اگر مرنے والے کی ایک بیوی، ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہو تو میراث اس طرح تقسیم ہوگی کہ بیوی ۸/۱ حصہ لے گی۔ باقی ۸/۷ بچے گا۔ اس میں سے لڑکے کا حصہ لڑکی سے دوگنا ہوگا۔ تینوں کے حصے اس طرح ہوں گے۔

Islam The World Religion

بیٹی	بیٹا	ماں
۱/ ۳x۷/۸	۲/ ۳x۷/۸	۱/۸

ذواضعافِ اقل ۲۴ ہوگا۔

۳ ، ۱۴ ، ۷

۲۴

کل جائیداد کے ۲۴ حصے کر کے ان میں سے تین ماں کو، ۱۴ بیٹے کو اور سات بیٹی کو دیے جائیں گے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ان مسائل میں اتنی زبردست مہارت حاصل تھی کہ زبانی ہر سوال کو حل کر لیتے تھے۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے تقریر کے دوران کسی نے اچانک سوال پوچھ لیا کہ اگر ایک بیوی، دو لڑکیاں، ماں اور باپ وارث ہوں تو بیوی کو کتنا حصہ ملے گا۔ اب یہ مسئلہ اچھا خاصا مشکل تھا۔ آپ نے فوراً فرمایا بیوی کو 1/9 ملے گا۔ یہ جواب آپ نے منبر پر بیٹھے بیٹھے دیا تھا۔ اس لیے یہ مسئلہ منبریہ کے نام سے مشہور ہے۔

میراث کے موضوع پر سراجی بڑی مشہور کتاب ہے۔ اس کی ایک شرح حضرت میر سید شریف جرجانی علیہ الرحمہ نے لکھی ہے جس کا نام شریفیہ ہے۔ آج تقریباً ہر عالم کے پاس یہ دونوں کتابیں ضرور موجود ہوتی ہیں۔ شریفیہ کی شرح قطب الاقطاب حضرت پیر سائیں محمد قاسم مشوری قدس سرہٗ نے لکھی ہے جس کا نام معلم الفرائض ہے۔ یہ سندھی زبان میں ہے۔

سائنس

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے جس تیزی سے اس مسئلے کا حل بتایا اتنا تیز آج کا کمپیوٹر بھی نہیں ہوسکتا۔ کمپیوٹر کو ایک صحیح خادم العلوم کے طور پر استعمال کرنا جائز ہے۔ بلکہ انسان کی جائز سہولیات کے لیے سائنس کو جس قدر ترقی دی جائے درست ہے۔ اسلام میں طے زمانی، طے مکانی اور طے لسانی وغیرہ بطور معجزہ و کرامت صادر ہو چکے ہیں۔ آج برق کی رفتار اگر ۱۸۶۰۰۰ میل فی سیکنڈ ہے تو کیا ہوا؟ ہمارے ہاں صدیوں پہلے براق کی رفتار کو آزمایا جا چکا ہے۔

طبی سائنس کے معاملے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ کا اعلان فرما کر مسلم اطباء کو تحقیق کے بے کنار میدان میں اتار دیا ہے۔

Islam The World Religion

ایک مشورہ یہ ہے کہ طلباء اسلام کے لیے طب کا ایک تخصّص بنایا جائے۔ جیسا کہ طب کا نصاب مشہور ہے۔ اور مسلم ڈاکٹروں کے تعاون سے اس میں جدّت پیدا کر دی جائے۔

فقیر راقم الحروف نے طبِ جدید کے موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھ دی ہے جس کا نام دستور الطبیب ہے۔ یہ کتاب حکماء کو نصاب میں پڑھائی جا رہی ہے۔

جنگی لحاظ سے وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ (الانفال: ۶۰) فرما کر ہر قسم کے بمب، راکٹ، میزائل وغیرہ کو تیار کرنے کا حکم دے دیا گیا ہے۔

آئندہ زمانے میں سائنس اس سے بھی بہت آگے جا سکتی ہے اور ایسی ایسی ایجادات کا واضح امکان موجود ہے جس کا قبل از وقت اظہار کر کے ہم اس کتاب کو تماشا نہیں بنانا چاہتے۔

فقیر کے پاس ایک غیر مسلم مفکر کی لکھی ہوئی کتاب The Bible,The Quran and science. موجود ہے۔ مصنف کا نام Maurice Bucaille ہے۔

اس نے قرآنی سائنس کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ سنا ہے کہ اب وہ شخص مسلمان ہو چکا ہے۔

ایک مشورہ یہ ہے کہ تعلیمی اداروں میں براہِ راست کمپیوٹر پڑھانے کے علاوہ بعض طلباء کو پہلے ایٹم کا مرکز اور مدار، الیکٹران کا انتقال اور برقی رو کا اجراء سمجھایا جائے۔ پھر بنیادی پرزے (Basic devices) اور مختلف سرکٹ بتائے جائیں۔ پھر موٹر اور جنریٹر پڑھایا جائے۔ یہ پہلا سمسٹر ہوا۔

دوسرے سمسٹر میں ابتدائی ترسیل (primary transmission) اور تیسرے سمسٹر میں ثانوی ترسیل (Secondary transmission) اور چوتھے سمسٹر میں کمپیوٹر پڑھایا جائے۔ اور جدید ترین ٹیکنالوجی پڑھائی جائے اور حکومت خود اس کام میں دلچسپی لے اور سہولیات فراہم کرے۔ غیر مسلموں کی ٹیکنالوجی ہائی جیک کر لینا جائز ہے۔ وہ اس سے پہلے ہمارے بے شمار علوم کو ہائی جیک کر چکے ہیں۔

اس علم کا ایک تخصّص (speciality) قائم کر دیا جائے اور ان علماء کو سائنس کے شعبوں میں ملازمتیں دلوائی جائیں۔ موجودہ سائنسدانوں کے دلوں میں دینی حوالے سے تحقیق کا

Islam The World Religion

جذبہ اُجاگر ہو اور وہ اس تخصّص کے لیے اپنے شاگردوں کو تیار کریں۔ اور تعلیمی اداروں سے پاس ہو کر آنے والے اِن (specialists) کی راہنمائی کریں۔ اس تجویز میں ماہرین اپنی صوابدید کے مطابق ردّ و بدل کر سکتے ہیں۔

جغرافیہ

نمازوں اور افطار کے لیے سورج کے طلوع، غروب اور استواء کو جاننا واجب ہے۔ ناپ کے لحاظ سے اِس مسئلے کا تعلق ریاضی سے ہے اور خطوطِ ارضیہ کے لحاظ سے اسکا تعلق جغرافیہ سے ہے۔

قبلہ کی سمت کو جاننا، اس کا تعیّن کرنا اور اس کے لیے ستاروں کے علم (Astronomy) کو ضرورت کی حد تک جاننا واجب ہے۔ اس کے علاوہ جنگی نقطۂ نظر سے پہاڑوں، دریاؤں اور جنگلوں وغیرہ کے محل وقوع کا علم اور ان کا مکمل جائزہ لے کر حملے کے امکانات کے مکمل زاویے معلوم کر کے ان کی جوابی کارروائی کے لیے اقدامات کرنا ضروری ہے۔ اس کے لیے جغرافیہ کے ماہر ترین کمانڈروں کی ضرورت ہے۔

عبرت حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا اور اقوامِ گزشتہ کے احوال معلوم کرنا، روحانی ترقی کا زبردست ذریعہ ہے۔ حکم یہ ہے کہ زمین میں سیر کرو اور جھٹلانے والوں کا حشر معلوم کرو (آلِ عمران: ۱۳۷)۔

سیدنا غوثِ اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نے سیاحت کو تصوف میں بہت بڑی اساس قرار دیا ہے۔ حضرت داتا صاحب علیہ الرحمۃ نے کشف الاسرار میں اسے بہت اہم قرار دیا ہے۔ اور یہ جغرافیہ جانے بغیر مشکل ہے یا پھر اس کے بعد جغرافیہ کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔

معاشی نقطۂ نظر سے جغرافیہ بہت اہم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (الجمعہ: ۱۰)۔

ترجمہ: زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو

مختلف علاقوں اور ملکوں میں اشیاء کی طلب اور رسد کو جان کر وہاں پر معاشی تعلق اسی صورت میں مضبوط ہو سکے گا کہ ہمیں اس علاقے کی سمت، جغرافیہ اور فصلوں وغیرہ کا مکمل علم ہو۔

Islam The World Religion

اس کے علاوہ حج کی ادائیگی کے لیے سفر کا اور وہاں پہنچ کر بیت اللہ، منیٰ، مزدلفہ وغیرہ کا جغرافیہ جاننا ضروری ہے۔ خواہ نقشے میں سمجھ لیا جائے یا وہاں جا کر کسی سے پوچھ لیا جائے۔

☆......☆......☆

خطبات

(جمعہ کا پہلا خطبہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا
وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
خَيْرُ الْوَرٰی اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الدُّنْيَا خُضْرَةٌ وَّحُلْوَةٌ وَاِنِّیْ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا فَنَاظِرٌ

Islam The World Religion

كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ ۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۔ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔

☆......☆......☆

(جمعہ کا دوسرا خطبہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِكَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ اَجْمَعِيْنَ خُصُوْصًا عَلٰى اَفْضَلِ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّيْنَ اَبِيْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ وَعُمَرَ الْفَارُوْقِ وَعُثْمَانَ ذِي النُّوْرَيْنِ وَعَلِيِّ نِ الْمُرْتَضٰى وَالْحَسَنَيْنِ وَعَلٰى سَيِّدَةِ النِّسَآءِ فَاطِمَةَ الزَّهْرَآءِ وَعَلٰى عَمَّيْهِ الْمُكَرَّمَيْنِ الْحَمْزَةَ وَالْعَبَّاسِ وَعَلٰى كُلِّ مَنِ اخْتَارَهُ اللّٰهُ بِصُحْبَةِ نَبِيِّهِمْ بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔ عِبَادَ اللّٰهِ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى اَعْلٰى وَاَوْلٰى وَاَجَلُّ وَاَعَزُّ وَاَتَمُّ وَاَعْظَمُ وَاَكْبَرُ ۔

☆......☆......☆

(جمعہ کا پہلا خطبہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمَآءَ لِمُحَمَّدٍ
اَعْطٰى كَمَالًا كَامِلًا فِي الْاَنْبِيَآءِ لِمُحَمَّدٍ

لَوْلَاكَ قَالَ خِطَابُهٗ اُمُّ الْكِتَابِ كِتَابُهٗ
خَيْرُ الْمَاٰبِ مَاٰبُهٗ سَعْدُ الْعُلٰى لِمُحَمَّدٍ

Islam The World Religion

اَسریٰ لِعِزَّةِ شَانِهٖ وَحیٌ بِنُطقِ لِسَانِهٖ
قَوسَینِ حَدُّ قِرَانِهٖ قُربُ الدَّنیٰ لِمُحَمَّدٖ

وَالشَّمسِ فِیْ تَوصِیفِهٖ وَاللَّیلُ فِیْ تَعرِیفِهٖ
یٰسِیْن فِیْ تَشرِیفِهٖ نَزَلَ الضُّحیٰ لِمُحَمَّدٖ

وَیَدٌ سَخِیٌّ بَاذِلٌ قَلبٌ عَلِیمٌ شَاغِلٌ
وَحیٌ یُّرِیدُ نَازِلٌ صَدرُ الصَّفَا لِمُحَمَّدٖ

یَمُّ العِنَایَةِ وَالکَرَمْ نُورُ الهِدَایَةِ وَالنِّعَمْ
اِذْنُ الشَّفَاعَةِ لِلْاُمَمْ یَومَ الجَزَا لِمُحَمَّدٖ

اَعْلَی المَدَارِجِ فِی الجُمَلْ خَتمُ النُّبُوَّةِ فِی الرُّسُلْ
وَالاَمرُ فِی القُرْاٰنِ قُلْ یَااَیُّهَا لِمُحَمَّدٖ

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ الحَشَمْ رَأْسٌ رَفِیعٌ فِی الخَدَمْ
لَیِنُ الحِجَارَةِ فِی القَدَمْ فَتحُ الغُریٰ لِمُحَمَّدٖ

صِدِّیْقٌ فِیْ تَصدِیقِهٖ فَارُوقٌ فِیْ تَوفِیقِهٖ
عُثْمَان فِیْ تَرفِیقِهٖ حَیدَرْ فَتیٰ لِمُحَمَّدٖ

سِبْطَاهُ فِیْ غُفرَانِهٖ عَمَّاهُ فِیْ رِضوَانِهٖ
وَبَنَاتُهٗ فِیْ جَنَابِهٖ خُلُقُ الصَّفَا لِمُحَمَّدٖ

بَارَکَ اللّٰهُ لَنَا وَلَکُمْ فِی القُرْاٰنِ العَظِیمِ وَنَفَعَنَا وَاِیَّاکُمْ بِالاٰیَاتِ وَالذِّکْرِ الحَکِیمِ اِنَّهٗ تَعَالیٰ جَوَادٌ کَرِیمٌ قَدِیمٌ مَلِکٌ بَرٌّ رَّءُوفٌ رَّحِیمٌ

(جمعہ کا دوسرا خطبہ)

اَلحَمدُ لِلّٰهِ الَّذِی قَدْ عَمَّنَا نَعمَائُهٗ
وَتَحِیَّةُ المَولیٰ عَلیٰ مَنْ صَادِقٌ اَنبَائُهٗ

وَاُریٰ وَاَشهَدُ اَنَّهٗ فَرْدٌ وَّ اَحْمَدُ عَبدُهٗ

Islam The World Religion

وَرَسُوْلُهٗ صَلّٰی عَلَیْهِ اللّٰهُ جَلَّ ثَنَائُهٗ

وَ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ وَ فَارُوْقٍ وَ عُثْمَانَ الزَّکِیِّ

وَالْمُرْتَضٰی وَعَلٰی کِلَا الْحَسَنَیْنِ هُمْ خُلَفَائُهٗ

وَعَلَی الْبَتُوْلِ الْفَاطِمَةِ وَعَلٰی کِلَا الْعَمَّیْنِ لَهٗ

وَعَلَی الصَّحَابَةِ کُلِّهِمْ رِضْوَانُهٗ وَ رِضَائُهٗ

فَا غْفِرْلَنَا یَا رَبَّنَا وَانْصُرْ بِفَضْلِكَ دَائِمًا

وَانْشُرْ عَلَیْنَا رَحْمَتَكَ لَازَالَ اِسْتِعْلَائُهٗ

وَلَذِکْرُ اللّٰهِ تَعَالٰی اَعْلٰی وَاَوْلٰی وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَتَمُّ وَاَهَمُّ وَاَکْبَرُ

☆......☆......☆

(عیدالفطر کا پہلا خطبہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰهُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْاَکْبَرُ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْمَجِیْدِ۔ اَلْوَلِیِّ الْحَمِیْدِ۔ ذِی اللُّطْفِ وَالْجُوْدِ فِی الْقَدِیْمِ وَالْجَدِیْدِ اَشْهَدُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَهُوَ اَقْرَبُ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالتَّمْجِیْدُ۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَعَزَّنَا بِشَهْرِ رَمَضَانَ شَهْرِ الرَّحْمَةِ وَالْغُفْرَانِ شَهْرٌ فِیْهِ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ صَامَ وَقَامَ فِیْ اَیَّامِهٖ وَلَیَالِهٖ اِسْتَحَقَّ الثَّوَابَ الْمَزِیْدَ۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالتَّمْجِیْدُ۔ سُبْحَانَهٗ مَا اَعْظَمَ شَانَهٗ وَعَدَ لِلصَّائِمِیْنَ وَالْقَائِمِیْنَ النَّجَاةَ مِنْ مَّهَالِكِ یَوْمِ الْوَعِیْدِ۔ قَائِلًا وَّلَدَیْنَا مَزِیْدٌ۔ کَیْفَ اَشْکُرُهٗ وَ کَیْفَ لَا اَشْکُرُهٗ عَلٰی مَا اَعَادَ عَلَیْنَا عَوَائِدَ الْاِحْسَانِ وَاَظَلَّ عَلَیْنَا یَوْمَ الْعِیْدِ۔ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ

Islam The World Religion

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالتَّمْجِيْدُ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلٰينَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِیْ هَدَی الْخَلْقَ اِلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ۔ وَاَخْرَجَهُمْ مِنْ شَفَا حُفْرَةِ النَّارِ اِلٰی دَارِ النَّعِيْمِ۔ وَتَكَفَّلَ لِشَفَاعَةِ الْعُصَاةِ يَوْمَ الْوَعِيْدِ۔ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَسَلَّمَ صَلٰوةً دَائِمَةً لَا تَنْقَطِعُ وَلَا تَبِيْدُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالتَّمْجِيْدُ۔ وَبَعْدُ فَيَا اَيُّهَا الْاَكْيَاسُ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ۔ قَدْ اَظَلَّكُمْ يَوْمُ الْعِيْدِ۔ يَوْمُ الْفِطْرِ مِنَ الصِّيَامِ۔ وَالتَّوْبَةِ مِنَ الْاٰثَامِ۔ يَوْمُ السُّرُوْرِ وَالْفَرْحَةِ وَالْاِنَابَةِ۔ تَتَنَزَّلُ فِيْهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ مِنَ السَّمٰوٰتِ لِمُعَايَنَةِ عِبَادَاتِ الْعَبِيْدِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاجْتَهِدُوْا فِی الْعِبَادَةِ طَلَبًا لِّلْحُسْنٰی وَالزِّيَادَةِ وَتُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ قَدِيْمٍ وَّجَدِيْدٍ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالتَّمْجِيْدُ۔ وَاعْلَمُوْا لَيْسَ الْعِيْدُ لِمَنْ نَسِیَ الْعُقْبٰی وَاٰثَرَ الدُّنْيَا وَاشْتَغَلَ بِاَسْبَابِ الْمَسَرَّةِ الْمُضِلَّةِ كَاشْتِغَالِ فِرْعَوْنَ وَالْوَلِيْدِ۔ اِنَّمَا الْعِيْدُ لِمَنْ هَجَرَ مَا نَهٰی عَنْهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اِنَّ فِی اللّٰهِ عَزَاءً مِنْ كُلِّ مُصِيْبَةٍ وَخَلَفًا مِنْ كُلِّ فَائِتٍ فَبِاللّٰهِ فَثِقُوْا وَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْا وَاسْتَغْفِرُوْهُ وَلَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَتِهٖ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ التَّوَّابُ الْحَمِيْدُ۔ بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِی الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ۔ اِنَّهٗ تَعَالٰی جَوَادٌ كَرِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَّءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

☆......☆......☆

(عیدالاضحیٰ کا پہلا خطبہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَللّٰهُ

Islam The World Religion

اَكْبَرُ۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ بِالسِّرِّ وَالْاِعْلَانِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَهُ الْبَیَانَ۔ وَجَعَلَ الْكَعْبَةَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیَامًا لِّلنَّاسِ وَجَعَلَ الْحَرَمَ اٰمِنًا لِّلنَّاسِ مِنْ كُلِّ شَرٍّ وَّطُغْیَانٍ۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ جَعَلَ الْحَجَّ مُطَهِّرًا عَنِ الذُّنُوْبِ وَدَافِعًا لِّلْكُرُوْبِ وَوَعَدَ لِلْحُجَّاجِ وَالْمُعْتَمِرِیْنَ بِدَارِ الْجِنَانِ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ بِالسِّرِّ وَالْاِعْلَانِ۔ سُبْحَانَهٗ مَآ اَعْظَمَ شَانَهٗ وَضَعَ لِلنَّاسِ اَوَّلَ بَیْتٍ وَجَعَلَهٗ مُبَارَكًا وَجَعَلَ الْاَفْئِدَةَ تَهْوِیْ اِلَیْهِ فِیْ كُلِّ زَمَانٍ۔ اَحْمَدُهٗ حَمْدًا جَمِیْلًا وَاَشْكُرُهٗ شُكْرًا جَلِیْلًا عَلٰٓی اَنْ اَظَلَّ عَلَیْنَا اَیَّامًا مُتَبَرَّكَةً ذَوِی الرُّتْبَةِ وَالْقَدْرِ۔ اَیَّامَ الْعَشْرِ۔ خِتَامُهَا یَوْمُ النَّحْرِ۔ وَهِیَ الَّتِیْ اَقْسَمَ اللّٰهُ بِهَا فِی الْقُرْاٰنِ۔ كَیْفَ اَحْمَدُهٗ وَكَیْفَ لَآ اَحْمَدُهٗ عَلٰٓی اَنْ اَعَادَ عَلَیْنَا عَوَآئِدَ الْاِحْسَانِ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ بِالسِّرِّ وَالْاِعْلَانِ۔ اَشْهَدُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهُ الرَّحْمٰنِ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَیِّدُ اَهْلِ الْبَوَادِیْ وَالْعُمْرَانِ۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ۔ وَعَلٰی سَآئِرِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ لَا سِیَّمَا سَیِّدِنَا اِسْمٰعِیْلَ ذَبِیْحِ اللّٰهِ وَسَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلِ الرَّحْمٰنِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ بِالسِّرِّ وَالْاِعْلَانِ۔ اَمَّا بَعْدُ مَعَاشِرَ الْاِخْوَانِ وَالْخُلَّانِ اُشْكُرُوا اللّٰهَ عَلٰی نَعْمَآئِهِ السَّآئِلَةِ وَالْاٰئِهِ الْكَامِلَةِ فِیْ كُلِّ زَمَانٍ۔ وَاذْكُرُوْهُ صَبَاحًا وَّمَسَآءً فَاِنَّ ذِكْرَهٗ اَمَانٌ اَیُّ اَمَانٍ۔ وَتَحَسَّرُوْا عَلٰی مَا فَاتَ مِنْكُمْ مِنَ الْحُضُوْرِ حَضْرَةَ بَیْتِ الرَّحْمٰنِ۔ طُوْبٰی لِلَّذِیْنَ قَطَعُوا الْقِفَارَ۔ وَرَكِبُوا الطَّیَّارَاتِ عَلَی الْمَطَارِ۔ وَتَرَكُوا الْاَوْلَادَ وَالْاَحْبَابَ۔ وَالْاَحْفَادَ وَالْاَصْحَابَ وَالْاَوْطَانَ شَوْقًا اِلٰی كَعْبَةِ الرَّحْمٰنِ۔ فَطَافُوْا بِهَا طَوَافًا عُتِقُوْا بِهٖ مِنَ النِّیْرَانِ۔ وَحَصَلَتْ لَهُمُ الْمُنٰی۔ بِالْوُصُوْلِ اِلٰی مِنٰی۔ وَنَالُوا الدَّرَجَاتِ۔ بِوُقُوْفِ عَرَفَاتٍ۔ وَبَاهٰی بِهِمْ رَبُّهُمْ فَرَضُوْا عَنْهُ وَرَضِیَ عَنْهُمْ وَاَسْبَلَ عَلَیْهِمْ سِجَالَ الْغُفْرَانِ وَحِیْنَ اَتَمُّوْا

Islam The World Religion

الْمَنَاسِكَ غُفِرَتْ ذُنُوْبُهُمْ وَسُتِرَتْ عُيُوْبُهُمْ وَحُطَّتْ عَنْهُمْ تَبْعَاتُهُمْ وَرُفِعَتْ دَرَجَاتُهُمْ وَكُتِبَتْ لَهُمُ النَّجَاةُ مِنَ النِّيْرَانِ۔ اَيُّهَا الْمُتَخَلِّفُوْنَ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ فَاِنَّهٗ حَلِيْمٌ كَرِيْمٌ رَحِيْمٌ مَنَّانٌ فَتُوْبُوْآ اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ مِنْ كُلِّ عِصْيَانٍ۔ وَبَادِرُوْا فِيْ اَدَآءِ مَا فَرَضَ اللهُ عَلَيْكُمْ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ مِنْ اَدَآءِ رَكْعَتَيْنِ مَعَ سِتِّ تَكْبِيْرَاتٍ زَوَائِدَ ثُمَّ تَضْحِيَةِ الْحَيَوَانِ وَهٰذِهٖ سُنَّةُ خَلِيْلِ الرَّحْمٰنِ۔ عَلٰى مَا تَلٰى عَلَيْنَا رَبُّنَا قِصَّتَهٗ فِي الْقُرْاٰنِ۔ فَاِنَّ اِبْنَهٗ لَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْۤ اَرٰى اَنِّيْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللهُ مِنْ اَهْلِ الصَّبْرِ وَالْاِذْعَانِ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ۔ تَزَلْزَلَتْ سُكَّانُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرَضِيْنَ۔ وَضَجَّتِ الْمَلَآئِكَةُ بِالدُّعَاءِ حَضْرَةَ الرَّحْمٰنِ فَنَادٰى خَلِيْلَهٗ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَاءَ وَفَدٰى اِبْنَهٗ بِكَبْشٍ عَظِيْمٍ ذِيْ رُتْبَةٍ عُلْيَا۔ فَصَارَ ذٰلِكَ سُنَّةً مِنْ عَهْدِهٖ اِلٰى قِيَامِ يَوْمِ الْاِحْسَانِ۔ وَقَدْ وَرَدَ فِي الْخَبَرِ عَنْ سَيِّدِ بَنِيْ عَدْنَانَ اِنَّ اللهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ كُلَّهَا بِاَوَّلِ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِ الْحَيَوَانِ فَسَمِّنُوْا ضَحَايَاكُمْ فَاِنَّهَا عَلَى الصِّرَاطِ مَطَايَاكُمْ وَمُوْصِلَةٌ اِلٰى دَارِ الْجِنَانِ۔ وَعَلَيْكُمْ بِتَقْوَى اللهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ فَاِنَّهَا اَرْبَحُ بِضَاعَةٍ وَهِيَ الْمُنْجِيَةُ مِنْ كُلِّ نُقْصَانٍ وَّخُسْرَانٍ وَادْعُوا اللهَ بِخُلُوْصِ الْجَنَانِ قَآئِلِيْنَ اَللّٰهُمَّ يَا مَنَّانُ يَا رَحْمٰنُ۔ يَا حَنَّانُ۔ يَا دَيَّانُ۔ اِرْحَمْنَا وَعَافِنَا وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَنَجِّنَا مِنْ عَذَابِ النِّيْرَانِ۔ بَارَكَ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ۔ وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ۔ اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَادٌ كَرِيْمٌ مَلِكٌ بَرٌّ رَّءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

☆......☆......☆

(عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا دوسرا خطبہ)

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللهُ اَكْبَرُ۔ اَللهُ اَكْبَرُ۔ اَللهُ اَكْبَرُ۔ اَللهُ اَكْبَرُ۔ اَللهُ اَكْبَرُ۔ اَللهُ اَكْبَرُ۔ اَللهُ اَكْبَرُ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ۔ اَللهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْاَكْبَرُ۔ اَلْحَمْدُ

Islam The World Religion

لِلّٰهِ الَّذِىْ خَلَقَ الْخَلْقَ وَدَبَّرَ۔ وَاَحْكَمَ نَظْمَ الْعَالَمِ وَقَدَّرَ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ سُبْحَانَ الَّذِىْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَهُ الْبَيَانَ وَبِاَحْسَنِ الصُّوَرِ صَوَّرَ۔ وَجَعَلَهٗ اَشْرَفَ الْمَخْلُوْقَاتِ فِي الدُّنْيَا وَالْمَحْشَرِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَشْهَدُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ شَهَادَةً تُنَجِّيْنَا مِنْ حَسَرَاتِ يَوْمِ الْاَرْضِ الْاَكْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَاحِبُ الْفَضْلِ الْاَبْهَرِ وَالْعِزِّ الْاَنْوَرِ۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَعَلٰى سَائِرِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ۔ وَمَلَائِكَةِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِيْنَ صَلٰوةً دَائِمَةً بِدَوَامِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ۔ اَمَّا بَعْدُ فَيَآ اَيُّهَا الْحَاضِرُوْنَ مِنَ الْجِنِّ وَالْبَشَرِ۔ اُشْكُرُوا اللّٰهَ عَلٰى نِعَمِهٖ الْفَآئِضَةِ وَمِنَنِهٖ السَّابِغَةِ حَيْثُ اَعَادَ عَلَيْكُمْ عَوَائِدَ اللُّطْفِ وَالْمِنَّةِ وَاَظَلَّ عَلَيْكُمْ هٰذَا الْيَوْمَ الْاَزْهَرَ۔ يَوْمٌ تُغْفَرُ فِيْهِ الذُّنُوْبُ۔ وَتُكْشَفُ فِيْهِ الْكُرُوْبُ وَتُقْبَلُ فِيْهِ الْعِبَادَاتُ۔ وَتُحَطُّ فِيْهِ السَّيِّئَاتُ۔ فَيَا لَهٗ مِنْ فَضْلٍ اَنْوَرِ۔ فَاَكْثِرُوْا فِيْهِ مِنَ الطَّاعَةِ وَالْاِنَابَةِ وَاجْتَهِدُوْا فِيْهِ فِي الْعِبَادَةِ وَالْاِصَابَةِ۔ لِتَفُوْزُوْا بِالْعِزِّ وَالْقَدْرِ۔ وَاَكْثِرُوْا فِيْهِ الصَّلٰوةَ وَالسَّلَامَ عَلٰى سَيِّدِ الْبَشَرِ وَاٰلِهِ الْاَطْهَرِ۔ فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيْهِ وَمَقْبُوْلَةٌ لَّدَيْهِ وَشَافِعَةٌ فِي الْمَحْشَرِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ وَاَنْعِمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى جَمِيْعِ الْمَلَآئِكَةِ وَالْاَنْبِيَاءِ ذَوِى الْمَقَامِ الْاَشْهَرِ وَعَلٰٓى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّصَحْبِهٖ وَمَنْ تَبِعَهُمْ وَانْقَادَ الشَّرْعَ الْاَطْهَرَ۔ لَاسِيَّماً عَلٰى رَفِيْقِ النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ فِي الْغَارِ وَصَاحِبِهٖ فِي الْاَسْفَارِ سَيِّدِنَا اَبِيْ بَكْرٍ عَبْدِاللّٰهِ الصِّدِّيْقِ الْاَكْبَرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَرْضَاهُ فِي الْمَحْشَرِ وَعَلٰى قَامِعِ اَسَاسِ الْكُفْرِ وَالْاِلْحَادِ۔ قَالِعِ بُنْيَانِ الشِّرْكِ وَالْفَسَادِ سَيِّدِنَا عُمَرَ فَازَ بِالْحَظِّ الْاَوْفَرِ۔ وَعَلٰى جَامِعِ الْقُرْاٰنِ رَفِيْعِ الْمَكَانِ صَاحِبِ الْحَيَآءِ الَّذِىْ هُوَ شُعْبَةٌ مِنَ الْاِيْمَانِ سَيِّدِنَا عُثْمَانِ ابْنِ عَفَّانَ ذِى النُّوْرِ الْاَنْوَرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَخَذَلَ اَعْدَآءَهٗ فِي الْمَحْضَرِ۔ وَعَلٰى بَابِ مَدِيْنَةِ الْعِلْمِ النَّبَوِيِّ ذِى الْفَضْلِ الْجَلِيِّ وَالْخَفِيِّ سَيِّدِنَا عَلِيِّنِ الْحَيْدَرِ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ وَطَهَّرَ ، وَعَلَى السِّبْطَيْنِ النَّيِّرَيْنِ السَّعِيْدَيْنِ

Islam The World Religion

الشَّهِيْدَيْنِ سَيِّدِنَا الْحَسَنِ وَسَيِّدِنَا الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا الْعَلِيُّ الْاَكْبَرُ۔ وَعَلٰى اُمِّهِمَا السَّيِّدَةِ فَاطِمَةَ الزَّهْرَآءِ فِي الدُّنْيَا وَالْمَحْشَرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَاَسْكَنَهَا فِي الْبَيْتِ الْاَنْوَرِ۔ وَعَلٰى سَآئِرِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ وَبَنَاتِهٖ وَاَبْنَآئِهِ الطَّاهِرِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَخَصَّهُمْ بِمَزِيْدِ اللُّطْفِ وَالْقَدْرِ وَعَلٰى عَمَّيْهِ الْمُعَظَّمَيْنِ عِنْدَ الْجِنِّ وَالْبَشَرِ سَيِّدِنَا حَمْزَةَ وَسَيِّدِنَا الْعَبَّاسِ الْمُطَهَّرَيْنِ مِنَ الدَّنَسِ وَالْاَرْجَاسِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا الْوَلِيُّ الْاَكْبَرُ۔ وَعَلٰى سَآئِرِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَاَصْحَابِهِ الْاَخْيَارِ۔ وَعَلٰى مَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الْعَرْضِ الْاَكْبَرِ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ الْاَكْبَرِ مِنْهُمْ وَالْاَصْغَرِ اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ الْاِسْلَامِ الْاَنْوَرِ۔ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ الدِّيْنَ الْمُنَوَّرَ۔ اُذْكُرُوا اللّٰهَ يَذْكُرْكُمْ وَادْعُوْهُ يَسْتَجِبْ لَكُمْ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى اَوْلٰى وَاَعْلٰى وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَتَمُّ وَاَهَمُّ وَاَقْوٰى وَاَكْبَرُ۔

(شعری خطبہ اور عیدین کے خطبے خطباتِ غفاریہ سے لیے گئے ہیں۔ انہیں رئیس الاتقیاء حضرت پیر سائیں عبدالغفار صاحب نقشبندی قدس سرہ رحمت پور شریف لاڑکانہ والوں نے تحریر فرمایا ہے)

☆......☆......☆

(خطبۂ نکاح)

خطبے سے پہلے لڑکے اور لڑکی کو کم از کم پہلا کلمہ طیبہ پڑھا لیا جائے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ

Islam The World Religion

لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَلتَّزَوُّجُ النِّسَآءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہِ الْکَرِیْمِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

خطبے کے بعد ایجاب وقبول کرائیں اور اس کے بعد میاں بیوی کے لیے دعا کریں۔

☆......☆......☆

تقریر کرنے کا طریقہ

سب سے پہلے خطبہ پڑھیں (وہی نکاح والا خطبہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تک) اس کے بعد اپنے موضوع کے مطابق آیتِ مبارکہ پڑھیں۔ آیت کے بعد صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ پڑھیں پھر تین مرتبہ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ پوری آیت پڑھیں۔ پھر اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ پوری آیت پڑھ کر درود شریف پڑھیں اور نہایت اطمینان سے تقریر شروع کریں۔

معزز بزرگو! بھائیو! عزیزو! یا بھائیو اور بہنو! یا حسبِ موقع۔ اپنی قدرتی رفتار سے کم رفتار میں بولیں۔ صاف صاف الفاظ ادا کریں۔ تقریر میں جلدی نہ کریں۔ کچی اور غلط بات زبان پر نہ لائیں۔ آخر میں وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہہ دیں۔

Islam The World Religion

رحم کی اپیل

علم کے بغیر وعظ کرنا حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ علم والے کم ہوں گے اور خطیب کثرت سے ہوں گے (المعجم الکبیر للطبرانی: ۳۰۴۱)۔ آج ان پڑھ لوگ علماء کی مخالفت کررہے ہیں اور محض کسی سنتِ زائدہ کے ترک پر علماء کو بے عمل کہنے لگے ہیں۔ حبیبِ کریم ﷺ نے فرمایا: ثَلٰثَةٌ لَا یَسْتَخِفُّ بِهِمْ اِلَّا مُنَافِقٌ ذُوالشَّیْبَةِ فِی الْاِسْلَامِ وَ ذُوالْعِلْمِ وَاِمَامٌ مُقْسِطٌ یعنی تین آدمیوں کی بے حرمتی صرف منافق ہی کرتا ہے۔ بوڑھا مسلمان، عالمِ دین اور عادل حکمران (مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۱۲۷)۔ یہ لوگ عوام میں تشدد پھیلا رہے ہیں اور ہر کسی کو اپنے ہی مشائخ اور اساتذہ کا پابند دیکھنا چاہتے ہیں۔ اگر یہ نیم حکیم اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں تو مریض خود بخود شفا پا جائے گا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان جاہل مبلغین کو مساجد سے نکال دیا کرتے تھے۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ جب بصرہ میں تشریف لائے تو آپ نے بصرہ کے تمام خطیبوں کا امتحان لیا اور نتیجے میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے سوا تمام مبلغین کو تبلیغ سے روک دیا۔ اور ان کے منبر توڑ کر پھینک دینے کا حکم دیا (تذکرۃ الاولیا صفحہ ۱۳)۔

لہٰذا اس نازک کام کو ہاتھ ڈالنے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانک لینا ضروری ہے۔

☆......☆......☆

Islam The World Religion

باب چہارم:

زکوٰۃ

Islam The World Religion

Islam The World Religion

زکوٰۃ کی اہمیت

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

(1)۔اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (البقرہ:۱۱۰)۔

ترجمہ: نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

(2)۔وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الزاریات:۱۹)۔

ترجمہ: ان کے مالوں میں سائل اور محروم کا بھی حق ہے۔

(3)۔حدیث شریف میں ہے: مَنْ اٰتَاهُ اللهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهٗ زَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَاْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِيْ شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتَاهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (بخاری:۱۴۰۳، ۴۵۶۵)۔

ترجمہ: جسے اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو، قیامت کے دن اس کا مال ایک خوفناک اژدھا کی شکل میں اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔ وہ اس کی باچھوں سے پکڑ کر اسے کہے گا میں تمہارا مال اور دولت ہوں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ "جو لوگ اللہ کے دیے ہوئے مال میں بخل کرتے ہیں وہ اسے اپنے لیے اچھا نہ سمجھیں بلکہ یہ انکے حق میں برا ہے۔ جس میں یہ بخل کرتے ہیں قیامت کے دن انکے گلے میں ڈالا جائے گا۔

زکوٰۃ کی ادائیگی میں باہمی ہمدردی اور اخوت کا اظہار ہے۔ اور یہ امیر اور غریب میں فاصلہ کم کرکے معاشی توازن قائم کرنے کا معقول ذریعہ ہے۔

زکوٰۃ کے مسائل

7½ تولے سونا یا 52½ تولے چاندی یا اِن میں سے کسی ایک کی قیمت کا سامانِ تجارت یا نقدرقم جس کے پاس موجود ہو اور وہ قرض سے فالتو ہو اور اس پر ایک سال گزر جائے تو زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔

گھریلو استعمال کے برتن، کپڑے، رہائشی مکان، کرائے پر دیا ہوا مکان، فیکٹری یا گھریلو مشین، فریج، ٹی وی، کار، سائیکل وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

گھر میں بندھے ہوئے قیمتی چارہ کھانے والے جانوروں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ صرف

Islam The World Religion

ان جانوروں پر زکوٰۃ ہے جو باہر چرتے ہوں۔ کم از کم پانچ اونٹوں، تیس بھینس، تیس گائے اور چالیس بکریوں پر زکوٰۃ لاگو ہوتی ہے۔

اگر سونا اور چاندی دونوں موجود ہوں تو سونے کی قیمت کو چاندی کی قیمت میں تبدیل کیا جائے گا اور چاندی کو زکوٰۃ کے لیے بنیاد بنایا جائے گا۔ مثلاً دو تولے سونا اور تیس تولے چاندی ہو تو ہم معلوم کریں گے کہ دو تولے سونا کتنی چاندی کے برابر ہے۔ سونے کی چاندی بنا کر پھر تیس تولے چاندی اس میں جمع کریں گے، پھر دیکھیں گے کہ کیا یہ 52½ تولے چاندی بنتی ہے یا نہیں۔ اگر بن جائے تو زکوٰۃ دینا پڑے گی ورنہ نہیں۔ لیکن آج کے دور میں سونے اور چاندی کی قیمت میں بہت فاصلہ آ چکا ہے اور اگر چاندی کو زکوٰۃ کی بنیاد بنایا جائے تو صرف چالیس ہزار روپے پر زکوٰۃ لاگو ہو جاتی ہے جبکہ یہ محض ایک بکرے کی قیمت ہے، اس صورتِ حال میں سونے کو زکوٰۃ کی بنیاد بنانا مناسب ہے۔

زمین کی فصل پر عُشر دینا پڑتا ہے۔ اگر زمین قدرتی پانی اور بارش سے سیراب ہوتی ہو تو عشر یعنی دسواں حصہ اور اگر پانی قیمتاً دیا جاتا ہے تو نصف عُشر یعنی بیسواں حصہ دینا پڑتا ہے۔

فصل خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ بہرحال عُشر یا نصف عُشر دینا پڑے گا اور وہ کل پیداوار پر لاگو ہوگا یعنی اس میں سے کھیت کا خرچ، بیج کا خرچ، مزدوری وغیرہ نہیں نکالی جائے گی۔

زکوٰۃ کی رقم مسجد کی تعمیر پر نہیں لگائی جا سکتی۔ زکوٰۃ دینے کے لیے ضروری ہے کہ جسے زکوٰۃ دی جائے اسے زکوٰۃ کی رقم یا چیز کا مالک بنا دیا جائے۔ ماں، باپ، اولاد، میاں اور بیوی کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔ بھائی، بہنیں اور داماد اگر غریب ہوں تو انہیں زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔

صدقۂ فطر

گھر کے تمام بالغ اور نابالغ افراد حتیٰ کہ عید کے دن صبح صادق سے پہلے پیدا ہونے والے بچے کی طرف سے بھی اس کے والدین پر صدقۂ فطر واجب ہے۔ فطرانہ کی مقدار دو سیر تین چھٹانک چھ ماشے گندم ہے۔ جو تقریباً دو کلوگرام بنتی ہے۔ فطرانہ نمازِ عید سے پہلے پہلے دے دینا چاہیے۔

فطرانہ اس شخص پر واجب ہے جو صاحبِ نصاب ہو یعنی زکوٰۃ دینے کی اہلیت رکھتا ہو۔ فرق صرف یہ ہے کہ زکوٰۃ اس وقت فرض ہوتی ہے جب مال ایک سال تک جمع رہے۔ مگر فطرانے

Islam The World Religion

پر سال گزرنا ضروری نہیں۔ اگر آپ عید کے دن صبح مالدار ہوئے ہیں تو فطرانہ واجب ہو جائے گا۔

صدقات کی اقسام

صدقہ چار قسم کا ہوتا ہے۔

(1)۔ فرض جیسے زکوٰۃ۔ مالدار پر زکوٰۃ فرض ہے۔ یہ صرف غریب اور حقدار آدمی لے سکتا ہے۔

(2)۔ واجب جیسے صدقۂ فطر اور منّت۔ یہ بھی صرف غریب اور مستحق ہی لے سکتا ہے۔

(3)۔ نفلی صدقہ، یہ صدقہ عام طور پر لوگ مشکل کے وقت اور بلا کو ٹالنے کے لیے دیا کرتے ہیں۔ یہ بھی صرف غریبوں کا حق ہے۔

(4)۔ خیرات، یہ دوسرے صدقات سے جُدا چیز ہے۔ جیسے محافل ختمِ قرآن میں، تراویح میں ختم قرآن کے بعد، محفلِ میلاد اور گیارہویں شریف میں خیرات بانٹنا۔ اسے امیر غریب سب کھا سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ خود خیرات دینے والا بھی کھا سکتا ہے۔ عقیقہ اور قربانی کا گوشت بھی امیر غریب سب کھا سکتے ہیں اور دینے والا خود بھی کھا سکتا ہے۔

☆......☆......☆

اسلام کا معاشی ضابطہ

انفرادی سطح پر

Islam The World Religion

ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ دولت کمانے سے پہلے تین اُصولوں کو مدِّ نظر رکھے۔

(1)۔ انسان کی پیدائش کا مقصد دولت کمانا نہیں اور نہ ہی انسان ایک معاشی کیڑا ہے بلکہ اسکی تخلیق کا مقصد اللہ کی عبادت و معرفت ہے۔ اور وہ ملکِ آخرت کا مسافر ہے۔ جو لوگ اس اصول کو مدِّ نظر نہیں رکھتے وہ کھرب پتی ہونے کے باوجود بھی لالچی اور دل کے غریب ہی رہتے ہیں۔ اور اُنکی آنکھ سے بھوک کبھی نہیں مرتی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا انسان دولت سے امیر نہیں ہوتا بلکہ امیر وہ ہے جس کا دل امیر ہے (مسلم: ۲۴۲۰، بخاری: ۶۴۴۶، ترمذی: ۲۳۷۳، ابن ماجہ: ۴۱۳۷)۔

نیز فرمایا: امیر لوگ قیامت کے دن غریب ہوں گے (بخاری: ۶۴۴۳)۔

(2)۔ جو بھی رزق کمایا جائے حلال طریقے سے کمایا جائے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْٓا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ یعنی اے ایمان والو ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ (النساء: ۲۹)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: جس کا کھانا پینا لباس اور غذا حرام ہے وہ لمبا سفر کر کے آئے اور بکھرے ہوئے گرد و غبار والے بال ہوں۔ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یا رب یا رب کہہ کر دعا کرتا رہے اس شخص کی دعا قبول نہیں ہوگی (مسلم: ۲۳۴۶، ترمذی: ۲۹۸۹، سنن الدارمی: ۲۷۱۹، مسندِ احمد: ۸۳۶۹)۔

(3)۔ انسان کو چاہیے کہ اس مال و دولت کا اصلی مالک اللہ کریم جل شانہٗ کو سمجھے اور اپنے پاس اسے اللہ کی امانت سمجھے۔

اَللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ یعنی اے اللہ تو ہی مالک الملک ہے (آلِ عمران: ۲۶)۔

دولت کی پیدائش اور تقسیم

دولت کی پیدائش کے وہی چند ذرائع ہیں جو ہر معاشی نظریے میں تسلیم شدہ ہیں۔ یعنی حیوانات، نباتات، جمادات، معدنیات، مصنوعات اور محنت۔

اصل مسئلہ دولت کی تقسیم اور گردش کا ہے۔ اسلام نے دولت کے ارتکاز اور چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ جانے کا مکمل سدِّ باب کیا ہے۔ تقسیمِ دولت کے اسلامی اصولوں کی تفصیل حسبِ

Islam The World Religion

ذیل ہے:

(1)۔زکوٰۃ

زکوٰۃ امیروں سے حاصل کی جائے اور غرباء میں تقسیم کردی جائے۔حدیث شریف میں ہے کہ:امیروں سے لو اور غریبوں کو دے دو(بخاری:۲۰۷۳)۔

قرآن شریف میں اس کی حکمت یوں بیان ہوئی ہے: كَيۡ لَا يَكُونَ دُولَةًۢ بَيۡنَ الۡاَغۡنِيَآءِ یعنی تاکہ دولت صرف امیروں کے ہاتھوں میں گردش نہ کرتی رہے(الحشر:۷)۔

(2)۔سود کی ممانعت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:يَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرۡبِى الصَّدَقٰتِ یعنی اللہ سُود کو برباد کرتا ہے اور صدقات کو قوت دیتا ہے(بقرہ:۲۷۶)۔

جو شخص پہلے ہی قرض لینے پر مجبور ہے اسے سُود کے بوجھ تلے دبانا ظلم ہے۔لہٰذا اسلام نے سود کو قطعی طور پر حرام قرار دے دیا ہے۔

(3)۔اجارہ داری کی ممانعت

اجارہ داروں کا طریقہ واردات جھوٹی اشتہار بازی(Advertisement)ہے۔

اللہ کریم کا ارشاد ہے:لَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ یعنی لوگوں کو انکی چیزیں گھٹا کر مت دو(ھود:۸۵)۔

ناپ اور تول میں کمی یا گھٹیا چیز کو اعلیٰ بتا کر بیچنا سب اس کے عموم میں شامل ہیں۔اجارہ داروں کا دوسرا حربہ ارزانی کے وقت ذخیرہ اندوزی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَلۡجَالِبُ مَرۡزُوقٌ وَالۡمُحۡتَكِرُ مَلۡعُونٌ یعنی مال کھولنے والے کو رزق ملتا ہے اور ذخیرہ کرنے والے پر لعنت ہے(ابن ماجہ:۲۱۵۳،سنن الدارمی:۲۵۴۷)۔

اجارہ داروں کا تیسرا اور آخری حربہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی اجارہ داری کو قائم رکھنے کے لیے مال کو ضائع تک کردیتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الۡاَرۡضِ لِيُفۡسِدَ فِيۡهَا وَيُهۡلِكَ

Islam The World Religion

الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ (البقرہ:۲۰۵)۔

ترجمہ: فسادی آدمی اس کوشش میں رہتا ہے کہ زمین میں فساد پھیلائے اور فصل اور جانوروں کو تلف کرے۔ حالانکہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

(4)۔ سٹہ کی ممانعت

غائب مال کی سوداگری کو سٹہ کہتے ہیں۔ کھڑی فصل کا پکنے سے پہلے سودا یا منڈی میں پہنچنے سے پہلے پہلے مال راستے میں ہی جا کر خرید لینا اور پھر منڈی میں لا کر مہنگا بیچنا۔ ان طریقوں سے مال کئی ہاتھوں میں سے گزرنے کی وجہ سے مہنگا ہو جاتا ہے۔ اسلام میں اس طریقہ کو منع کر دیا گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَحِلُّ بَيْعَ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ یعنی جو چیز تیرے ہاتھ میں نہیں اس کی کوئی خرید و فروخت نہیں (ابن ماجہ:۲۱۸۸)۔

لہٰذا محض بینک بیلنس کے بل بوتے پر اور صرف ٹیلیفون کے ذریعے گھر بیٹھے بٹھائے کاروبار کر لینا ممنوع ہے۔

(5)۔ فضول خرچی کی ممانعت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا یعنی کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی مت کرو (الاعراف:۳۱)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَلْاِقْتِصَادُ فِي النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِيْشَةِ یعنی خرچ میں میانہ روی آدھی معاشیات ہے (شعب الایمان للبیہقی:۶۵۶۸)۔

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاشی حکمتِ عملی کی وہ خیرات بانٹی ہے کہ دنیا کے تمام معاشی مریضوں کے درد کا درماں کر چھوڑا ہے۔ اگر مغرب کے تمام معاشی کیڑے اپنے آباء و اجداد کی تفکرات کا مغز نکال لائیں تو اس چادر اوڑھنے والے کے اس سادہ سے جملے کی نظیر نہ لا سکیں گے۔

اس کے علاوہ اسلام کا قانونِ وراثت، صدقات، اُجرت، منافع، ماعون (استعمال کے لیے کوئی چیز ادھار دینا)، میزبانی، وصیّت (مرنے والا اپنی میراث میں سے 1/3 حصہ تک کے

Islam The World Religion

بارے میں وصیّت کرسکتا ہے۔) نذر، کفارہ، مزارعت، مضاربت (کسی کی رقم سے کاروبار کرنا اور منافع آپس میں تقسیم کرلینا۔ اسلامی ضابطے کے مطابق بینک کا نظام زیادہ تر مضاربت ہی سے چلتا ہے۔)، لگان اور کرایہ تقسیمِ دولت کے ذرائع ہیں۔

سرکاری سطح پر

اسلامی حکومت کے ذرائع آمدنی مندرجہ ذیل ہیں۔ زکوٰۃ، عُشر، لگان، خراج، جزیہ، خمس (مالِ غنیمت یا دفینہ۔ کسی آدمی کی زمین میں سے اگر کوئی کان یا تیل وغیرہ نکلے تو اس کا پانچواں حصہ حکومت لے گی۔)، عشور (بیرونی ممالک سے آنے والے مال پر کسٹم ڈیوٹی)، ضرائب (ہنگامی ٹیکس)، بیت المال کی زمین کی آمدنی، محصول چونگی، ضبط شدہ مال (مثلاً مرتد کا مال، لاوارث کا مال، ناجائز کمائی کا مال۔)، ذرائع مواصلات کی آمدنی، بجلی کی آمدنی، سیاحت وزیارت کی آمدنی، صنعت کی آمدنی، تجارت کی آمدنی، صدقات کی آمدنی اور اوقاف کی آمدنی۔

اسلامی حکومت کے مال میں سے زکوٰۃ ان چیزوں پر خرچ ہوتی ہے۔ فقراء، مساکین، عملے کی تنخواہیں، مؤلفۃ القلوب (اسلام کی تبلیغ)، غلاموں کی آزادی، مقروض، مسافر اور جہاد۔ زکوٰۃ کے یہ آٹھ مصارف قرآن شریف کی سورۃ توبہ آیت نمبر ۶۰ میں بیان ہوئے ہیں۔

اگر عوام کی بنیادی ضروریات زکوٰۃ میں سے پوری نہ ہوتی ہوں تو بیت المال کے باقی فنڈ میں سے ان ضروریات کو ترجیحی بنیادوں پر پورا کیا جاتا ہے۔ ملک میں ایک شخص بھی بنیادی ضرورت سے محروم نہیں رہتا حتیٰ کہ ایک غیر مسلم بھی روٹی، کپڑا اور رہائش کی بنیادی ضرورت حاصل کرلیتا ہے۔ یہ سب اخراجات بیت المال کے ذمے ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ رہنے کے لیے گھر، پہننے کے لیے کپڑے، کھانے کے لیے روٹی اور پانی انسان کے بنیادی حقوق ہیں (ترمذی: ۲۳۴۱، مسندِ احمد: ۴۴۲)۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر دریائے فرات کے کنارے ایک اونٹ بھی بھوکا مر گیا تو مجھے ڈر ہے کہ خدا مجھے اس کے بارے پوچھ گچھ کرے گا (طبقات ابنِ سعد جلد ۳ صفحہ ۳۰۵)۔

بیت المال کی جو آمدنی بنیادی ضروریات سے بچ جائے اسے رفاعِ عامہ، سڑکوں،

Islam The World Religion

پلوں کی تعمیر، بجلی، پانی اور سوئی گیس کی فراہمی پر خرچ کیا جا سکتا ہے۔ ملکی اور عوامی اصلاح و ترقی کے لیے ہر وہ کام جائز ہے جس سے شریعت نے منع نہ کیا ہو۔

سرکاری آمدنی و اخراجات کی اس تفصیل کو مغربی اصطلاح میں مالیاتِ عامہ (Public Finance) کہتے ہیں۔

مالیاتی پالیسی (Fiscal Policy)

(1)۔ طلب اور رسد کے توازن سے قیمت مقرر کرنے میں یہ خامی ہے کہ اگر طلب زیادہ ہو تو مہنگائی بڑھ جاتی ہے اور اگر رسد زیادہ ہو تو ذخیرہ اندوزی شروع ہو جاتی ہے۔

اس کے برعکس اسلام قیمتوں کا تعین لاگت پر مناسب منافع لگا کر کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص کثیر منافع خوری سے باز نہ آئے تو دوسرے تاجر اسے اپنے ریٹ کے ذریعے کم منافع لینے پر مجبور کر دیں گے۔ اور اگر تمام تاجر کثیر منافع خوری پر متفق ہو جائیں اور اجارہ داری قائم ہونے لگے تو حکومت اخلاقی طریقہ سے بڑھ کر ڈنڈا بھی استعمال کر سکتی ہے۔ البتہ اگر مہنگائی مصنوعی اسباب کی بجائے قدرتی وجوہات سے پیدا ہو جائے مثلاً قحط پڑ جائے یا پیدائش پر خرچ زیادہ آ رہا ہو تو ایسی صورت میں تاجروں پر پابندی لگانا اور ریٹ مقرر کرنا ظلم ہے۔

ایک مرتبہ قحط پڑا تو نبی کریم ﷺ سے لوگوں نے عرض کیا کہ چیزوں کے ریٹ مقرر فرما دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ ایسے کام کے بارے میں مجھ سے پوچھے گا جس کا اس نے مجھے حکم نہیں دیا اور میں اسے اپنی طرف سے رائج کر دوں۔ تم لوگ اللہ سے قحط ختم کرنے کی دعا مانگو (کنز العمال حدیث: ۱۰۶۳۱)۔

(2)۔ اسلامی ضابطے میں زکوٰۃ اور ٹیکس دونوں بلا واسطہ (Directly) وصول کیے جاتے ہیں تاکہ اس کا اثر قیمتوں پر نہ پڑے۔ اسلامی نظام میں معیاری قیمت اور بازاری قیمت میں بہت کم فرق ہوتا ہے۔

(3)۔ حدیث شریف میں ہے کہ گھر، کپڑا، روٹی اور پانی انسان کی بنیادی ضروریات ہیں (ترمذی: ۲۳۴۱، مسند احمد: ۴۴۲)۔

ان بنیادی ضروریات کے ہر کسی کو مل جانے کے بعد ملک کا ہر فرد معاشی دوڑ میں مکمل

Islam The World Religion

حصہ لے سکتا ہے۔ جائز اور حلال طریقے سے جتنا چاہے کما لے۔

بنیادی ضروریات کی فراہمی اور غریب پروری کے ان اقدامات کے بعد بے روزگاری کی شکایت بھی باقی نہیں رہتی۔ روزگار ملتا ہے تو کما لے اگر نہیں ملتا تو گھر بیٹھا روٹی کھاتا رہے۔ بنیادی ضرورت تو حکومت کے ذمے ہے ہی۔

ملازم اور مزدور کے مسائل (Labour Policy)

محنت کشوں کے سلسلے میں اسلام کی بنیادی ہدایات کی تفصیل اس طرح ہے۔

(1)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارے ماتحت تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ نے انہیں تمہارے ماتحت کیا ہے۔ جس کے ماتحت اس کا بھائی ہو اسے چاہیے کہ جو کچھ خود کھائے اسی میں سے اسے بھی کھلائے۔ جو کچھ خود پہنے اسی میں سے اس کو بھی پہنائے۔ انکی برداشت سے زیادہ ان سے کام نہ لے۔ اگر کام زیادہ ہو تو اسکا ہاتھ بٹائے (مسلم:۴۳۱۳، بخاری:۲۵۴۵، ابوداؤد:۵۱۵۷، ۵۱۵۸، ترمذی:۱۹۴۵، ابن ماجہ:۳۶۹۰)۔

اس حدیث شریف میں مزدور کے متعلق چار بنیادی ہدایات فراہم کی گئی ہیں۔

''تمہارے ماتحت تمہارے بھائی ہیں'' ان الفاظ سے مزدور کی عزتِ نفس اور معاشرے میں اس کے باعزت مقام کو تسلیم کرایا گیا ہے۔

''جو کچھ خود کھائے اسی میں سے اسے بھی کھلائے اور جو خود پہنے اسی میں سے اسے بھی پہنائے''۔ ان الفاظ سے بنیادی ضروریات میں امیر اور غریب کی برابری کا استحباب بیان فرما کر انتہا پسندانہ طبقاتی امتیاز کو ختم کر دیا گیا ہے۔

بنیادی ضروریات مل جانے کے بعد فاضل دولت کمانا اور اس میدان میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانا جائز اور درست ہے۔ بنیادی ضروریات کی فراہمی مساوات کا تقاضا ہے۔ اور فاضل دولت کمانے کی اجازت معاشی آزادی کا تقاضا ہے۔

''ان کی برداشت سے زیادہ ان سے کام مت لے''۔ ان الفاظ سے معلوم ہوا کہ فیکٹریوں کے مالک مزدور سے زیادہ کام نہ لیں۔ اگر زیادہ کام لیں تو فاضل تنخواہ (Over time) دیں۔ پیداوار میں کمی ہو یا پیداوار کی قیمت گر جائے تو اس کی سزا مزدور کو نہیں ملنی چاہیے

Islam The World Religion

جس نے اپنا کام مکمل تندہی سے سرانجام دیا تھا۔

''اگر کام زیادہ ہوتو ان کا ہاتھ بٹائے''۔ان الفاظ سے معلوم ہوا کہ ایک آدھ مزدور سے زیادہ کام لینا پڑے تو اسکی خود مدد کرو۔لیکن اگر سینکڑوں مزدوروں کی مدد کرنی پڑے تو اس کا طریقہ کیا ہوگا؟

اس کا طریقہ یقینا یہی ممکن ہے کہ مزدور زیادہ بھرتی کیے جائیں تا کہ محنت کا بوجھ تقسیم ہوجائے (بنفسہ اوبغیرہ شرح نووی جلد ۲ صفحہ ۵۲)۔

صرف اس ایک حدیث نے مزدور کے تمام اصولی مسائل کوحل کر کے دکھا دیا ہے۔

(2)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَعْطُوا الْاَجِيْرَ اَجْرَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّجُفَّ عَرَقُهٗ یعنی مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو(ابن ماجہ: ۲۴۴۳)۔

(3)۔ اسلام کا اخلاقی اور معاشرتی نظام مزدور کو احساس کمتری کا شکار نہیں ہونے دیتا اور مِل مالک یا افسر کو احساسِ برتری نہیں ہونے دیتا۔ یہ دونوں اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ معاشی اُونچ نیچ ایک قدرتی نظام ہے۔اللہ کریم کسی کو رزق دے کر آزماتا ہے اور کسی سے رزق چھین کر آزماتا ہے۔

(4)۔ اسلام کا نظامِ عدل وانصاف ایسا عظیم اور شفاف ہے کہ ایک مزدور، بادشاہِ وقت کے خلاف بھی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتا ہے۔فیصلہ جلد اور منصفانہ ہوتا ہے۔اس سے مزدور کی مشکلات بہت کم ہوجاتی ہیں اور مزدور انجمنوں اور تنظیموں کے ذریعے ہڑتالوں اور نعرہ بازیوں کی نوبت نہیں آتی۔

اسلام اور سرمایہ دارانہ نظام

سرمایہ دارانہ نظام (capitalism) میں زکوٰۃ،صدقہ اور رحم وکرم نام کی کوئی چیز بلکہ شرافت نام کی بھی کوئی چیز نہیں۔کاروباری آدمی صرف اور صرف سُود کی زبان میں بات کرتا ہے۔ سٹّہ کا کاروبار مکمل طور پر جائز ہوتا ہے۔اِن وجوہات کی بنا پر امیر اور غریب کا درمیانی فاصلہ بڑھتا چلا جاتا ہے اور دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ جاتی ہے۔ یہ نظام اس وقت امریکہ میں رائج ہے۔اسلام زکوٰۃ وصدقات کو نافذ کرتا ہے۔سُود سے منع کرتا ہے اور سٹّہ کوممنوع قرار دیتا ہے۔جس سے امیر اور غریب کا درمیانی فاصلہ کم ہوجاتا ہے۔

Islam The World Religion

اسلام اور اشتراکیت

سرمایہ دارانہ نظام کی ضد اشتراکیت ہے۔ امیر اور غریب کا امتیاز ختم کرنے کے لیے مادہ پرستانہ دماغ نے یہ سوچ لڑائی کہ ذاتی ملکیت کو ختم کر کے پوری معیشت سرکاری تحویل میں لے لی جائے اور سب لوگوں میں مساوات قائم کر دی جائے۔ ایک انتہا کا جواب دوسری انتہا سے دیا گیا۔ اس کے برعکس اسلام ذاتی ملکیت کو اللہ کی تقسیمِ رزق کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ یعنی لوگوں میں معیشت ہم نے تقسیم کی ہے (الزخرف: ۳۲)۔

ایک اور جگہ فرمایا: وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ یعنی اللہ نے تمہیں ایک دوسرے پر رزق میں فضیلت دی (النحل: ۷۱)۔

معلوم ہوا کہ اشتراکیت کی بھونڈی مساوات اس کائنات کے نظام کی حکمتوں اور مصلحتوں کو نہ سمجھنے کی بنا پر اختیار کی گئی ہے۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اس کے علاوہ زکوٰۃ، حج، قربانی، فطرانہ، تقسیمِ میراث وغیرہ کے مسائل سب کے سب ذاتی ملکیت پر موقوف ہیں لہٰذا اشتراکیت کا بطلان بالکل واضح ہے۔

بھیک مانگنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صرف تین آدمیوں کو سوال کرنے کی اجازت ہے۔ پہلا وہ شخص جو دیت وغیرہ کے بوجھ تلے دب جائے۔ وہ اپنی ضرورت پوری ہونے تک سوال کر سکتا ہے۔ جب ضرورت پوری ہو جائے تو مانگنا فوراً بند کر دے۔ دوسرا وہ شخص جسے کوئی ناگہانی آفت آ پڑے اور وہ اُجڑ جائے۔ یہ بھی اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے تک سوال کر سکتا ہے۔ تیسرا وہ شخص جس کے حالات ایسے ہو جائیں کہ فاقوں کی نوبت آ جائے اور اس کے حالات جاننے والے تین بندے اس کی تنگدستی کی گواہی دیں۔ یہ بھی اپنی ضرورت پوری ہونے تک سوال کر سکتا ہے۔ ان تینوں کے علاوہ جو بھیک مانگتا ہے وہ حرام کھاتا ہے (مسلم: ۲۴۰۴، ابوداوٗد: ۱۶۴۰، نسائی: ۲۵۷۹، ۲۵۸۰، ۲۵۹۱)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اور اوپر والے ہاتھ سے مراد دینے والا ہے اور نیچے والے ہاتھ سے مراد مانگنے والا ہے (مسلم: ۲۳۸۵، بخاری:

Islam The World Religion

۱۴۲۹، ابوداؤد: ۱۶۴۸، نسائی: ۲۵۳۳، موطا مالک: ۸ من کتاب الصدقۃ، مسندِ احمد: ۵۳۴۳)۔

یہ باتیں بھیک مانگنے والوں کے پڑھنے اور عمل کرنے کی ہیں۔ اس کے برعکس بھیک دینے والوں کو یہ حکم ہے کہ وہ حسن ظن سے کام لیں۔ اگر کچھ پاس ہو تو دے دیں اگر نہ ہو تو معذرت کر لیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اے آدم کے بیٹے خرچ کر تجھ پر خرچ کیا جائے گا (مسلم: ۲۳۰۸، بخاری: ۴۶۸۴)۔ نیز فرمایا کہ: مانگنے والے کا تجھ پر حق ہے خواہ وہ گھوڑے پر سوار ہو (ابوداؤد: ۱۶۶۵، مؤطا مالک: ۳، من کتاب الصدقۃ، مسندِ احمد: ۱۷۳۵)۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ کسی کے حالات کا کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا خواہ مخواہ باتیں سنانا غلط ہے۔

بلکہ اہلِ طریقت تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ ''جو حق دار ہے اس پر بھی خرچ کر اور جو حق دار نہیں ہے اس پر بھی خرچ کر، تاکہ تجھے وہ کچھ بھی عطا ہو جس کا تو حق دار ہے اور وہ بھی عطا ہو جس کا تو حق دار نہیں ہے (جلاء الخواطر، ملفوظات حضور سیدنا قطب الاقطاب والغوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ)۔

مصنوعی غربت

عام طور پر انسان کے لیے دو وقت کی روٹی، کپڑوں کے ایک یا دو سوٹ، ایک جوتا اور رہنے کے لیے چھوٹا سا ہوادار گھر کافی ہوتا ہے۔ آج ہم نے تین وقت کا کھانا، تینوں ٹائم سالن کا استعمال، کپڑوں کے کئی کئی سُوٹ اور کئی کئی جوتے، رہائش کے لیے اُونچی اُونچی عمارتیں، فریج اور ٹی وی کو اپنا بنیادی حق سمجھ کر نہ صرف اپنے اوپر مصنوعی غربت طاری کر لی ہے بلکہ بسیار خوری، سالن بازی اور ٹھنڈے پانی کے ذریعے اپنی صحت بھی برباد کیے بیٹھے ہیں۔ ٹی وی دیکھ دیکھ کر اکثر بچوں کی نظر خراب ہو رہی ہے اور بعض کا کردار تباہ ہو رہا ہے۔

جن لوگوں نے دین سمجھ کر سادگی اور شرافت کو اختیار نہیں کیا، آج وہ حالات کے ہاتھوں پریشان ہو کر سادگی اور شرافت کی طرف پلٹنے پر مجبور نظر آتے ہیں۔

بیمہ پالیسی

بیمہ پالیسی کا موجودہ طریقہ کار ناجائز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا کاروبار سُودی

Islam The World Religion

ہے۔اور سُود سیدھا سیدھا حرام ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بیمہ کرانے والے کی موت کے بعد اس کی رقم اس کے وارثوں میں اسلامی میراث کے اصولوں کے مطابق تقسیم نہیں ہوتی بلکہ فردِ واحد کو اس کا مالک بنا دیا جاتا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ جو شخص چند قسطیں جمع کرانے کے بعد پالیسی چھوڑ دے اس کی جمع شدہ رقم غصب کر لی جاتی ہے۔ یہ صاف ظلم اور زیادتی ہے۔

چند اہم مسائل کا حل

(1)۔ انعامی بانڈ خریدنا جائز ہے۔ اس میں نہ سُود ہے اور نہ جواء۔

(2)۔ نقد کی نسبت قسطوں کی چیز مہنگی بیچنا جائز ہے۔

(3)۔ مزارع کو زمین اس طرح بٹائی پر دینا جائز ہے کہ فصل مالک اور مزارع میں طے شدہ طریقے سے بانٹی جائے اور اگر یہ طے کرلیا جائے کہ زمین کا یہ ٹکڑا تیرا ہے اور یہ میرا ہے تو یہ ناجائز ہے۔

(4)۔ غیر سُودی کھاتے (مضاربت یعنی PLS) میں پیسہ جمع کرانا جائز ہے۔ اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ بینک اندر خانہ سُودی کاروبار کرتا ہے۔ تو وہاں پیسہ جمع کرانا ناجائز ہے۔

(5)۔ اگر سُود کی رقم ہاتھ آ جائے تو اس سے جان چھڑانے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے ایسے قحط زدگان تک پہنچا دیا جائے جو بھوک کے مارے حرام اور خنزیر کھانے پر مجبور ہیں۔ یا دینی مدارس اور خانقاہوں میں دے دیا جائے تا کہ اس سے مدارس کے ٹائلٹ وغیرہ بنا دیے جائیں۔

(6)۔ غیر مسلموں کی امداد سے مسجد تعمیر کرنا جائز نہیں۔ اس کی بہت سی دوسری وجوہات کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ غیر مسلم سادہ لوح مسلمانوں میں اپنی آبرو بنا لیتے ہیں۔ عام لوگ اِن باریکیوں کو نہیں سمجھتے۔

اسلامی معاشیات کے موضوع پر حضرت علامہ مفتی غلام سرور قادری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''معاشیاتِ نظامِ مصطفیٰ'' ایک اچھی کتاب ہے۔

☆......☆......☆

Islam The World Religion

Islam The World Religion

باب پنجم:

روزہ

Islam The World Religion

روزے کی اہمیت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ

Islam The World Religion

كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرہ:۱۸۳)۔

ترجمہ: اے ایمان والوتم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھے تا کہ تم متقی بن جاؤ۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرہ:۱۸۵)۔

ترجمہ: تم میں سے جو بھی اس مہینے (رمضان) کو پالے اُسے چاہیے کہ اس کے روزے رکھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(1)۔ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيٰطِيْنُ (مسلم:۲۴۹۵، بخاری:۳۲۷۷، نسائی:۲۰۹۹)۔

ترجمہ: جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو باندھ دیا جاتا ہے۔

(2)۔ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَّدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ (بخاری:۱۹۰۳، ۶۰۵۷، ابوداود:۲۳۶۲، ابن ماجہ:۱۶۸۹)۔

ترجمہ: جو بری بات اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے اس کے محض بھوکا پیاسا رہنے کی اللہ کو کوئی حاجت نہیں۔

(3)۔ كُلُّ عَمَلِ ابنِ آدَمَ يُضَاعَفُ، اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبعِمِائَةِ ضِعفٍ قَالَ اللهُ تَعَالَى إِلَّا الصَّوْمَ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجزِي بِهِ يَدَعُ شَهوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجَلِيْ، لِلصَّائِمِ فَرحَتَانِ، فَرحَةٌ عِندَ فِطرِهِ وَفَرحَةٌ عِندَ لِقَاءِ رَبِّهِ، وَلَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطيَبُ عِندَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسكِ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرَءٌ صَائِمٌ (مسلم:۲۷۰۶، بخاری:۱۹۰۴، ابن ماجہ:۱۶۳۸، سنن الدارمی:۱۷۷۵، مسند احمد:۷۶۲۵)۔

ترجمہ: ہر نیکی کا بدلہ دس گنا سے سات سو گنا تک ہے لیکن اللہ فرماتا ہے روزہ اس سے مستثنیٰ

ہے۔ روزہ میرے لیے ہے اور میں خود اس کا بدلہ دوں گا۔ بندہ میری خاطر شہوت اور کھانا چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملتے وقت۔ روزہ دار کے مُنہ کی بُو اللہ کو کستوری سے بھی زیادہ پسند ہے۔ روزے ڈھال ہیں۔ روزہ دار کو چاہیے کہ گندی بات اور ہذیان نہ بکے۔ اگر اُسے کوئی گالی دے تو یہ کہے کہ میرا روزہ ہے۔

(3)۔ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَجْوَدُ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ اَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ حَتّٰى يَنْسَلِخَ ، فَيَاْتِيْهِ جِبْرِيْلُ فَيَعْرُضُ عَلَيْهِ الْقُرآنَ ، فَاِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ (مسلم:۶۰۰۹، بخاری :۱۹۰۲، نسائی:۲۰۹۵)۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خیرات کرنے میں سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ اور رمضان شریف میں آپ کی سخاوت زیادہ عروج پر ہوتی تھی حتیٰ کہ پورا رمضان سخاوت میں گزر جاتا تھا۔ حضرت جبریل آپ کے پاس حاضر ہوتے اور قرآن کا دور کراتے تھے۔ جب جبریل آنا شروع ہو جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سخاوت بادل برسانے والی تیز ہوا کی طرح ہوتی تھی۔

(3)۔ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ اَطْلَقَ كُلَّ اَسِيْرٍ وَاَعْطٰى كُلَّ سَائِلٍ (شعب الایمان للبیہقی:۳۶۲۹)۔

ترجمہ: جب رمضان کا مہینہ آجاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر جنگی قیدی کو آزاد کر دیتے اور ہر مانگنے والے کو عطا کرتے تھے۔

روزے کا مقصد حصولِ تقویٰ اور برائی کا ترک ہے۔ بھوکا اور پیاسا رہنے سے غریبوں کی بھوک اور مجبوروں کی پیاس کا اندازہ ہوتا ہے۔ روزے سے شہوت مغلوب ہوتی ہے اور معدے کو آرام ملتا ہے۔ روزہ ترکِ دُنیا اور اللہ سے جُڑنے کا سالانہ تربیتی کورس ہے۔ سالانہ اعتکاف میں بیٹھنا رہبانیت اور دنیا پرستی کے درمیان اعتدال کا راستہ ہے۔

روزے کے مسائل

رمضان شریف کا چاند دیکھنے کی کوشش کرنا ہر مسلمان کے لیے سنتِ مؤکدہ ہے۔

Islam The World Religion

اپنے ملک کی رؤیت ہلال کمیٹی کے اعلان پر روزہ رکھنا اور عید کرنا جائز ہے۔ اگر کوئی شخص رمضان کا چاند دیکھ لے تو لوگ اسکی بات مانیں یا نہ مانیں، وہ خود روزہ ضرور رکھے (کنز الدقائق صفحہ ٦٧، قدوری صفحہ ٤٥)۔

روزے کا وقت طلوعِ فجر ثانی سے لے کر سورج غروب ہو جانے تک ہے۔ سحری کا وقت ختم ہوتے ہی روزہ رکھ لینا چاہیے۔ سحری آخری وقت میں کھانا اور افطار کا وقت ہوتے ہی فوراً افطار کر دینا زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

سُرمہ لگانے، تیل لگانے، خوشبو لگانے، تھوک نگلنے، بیوی کو بوسہ دینے، ٹیکہ لگوانے (خواہ گوشت میں ہو یا رگ میں) اور سطحی زخم پر دوا لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کسی چیز کا صرف ذائقہ چکھ کر تھوک دینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر قدرتی طور پر خود بخود قے آ گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ نہاتے وقت کان میں پانی پڑ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ البتہ کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ سگریٹ، حقّہ، بیڑی، نسوار، ہر قسم کے مشروب (دودھ، پانی، جوس وغیرہ)، طعام اور کسی بھی چیز کے حلق کے اندر چلے جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ بیوی سے صحبت کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

جس نے جان بوجھ کر قے کر دی اور منہ بھر کر ہوئی تو روزہ ٹوٹ گیا، مگر اس پر کفّارہ ادا نہیں کرنا پڑے گا صرف ایک روزہ قضا کر کے رکھنا پڑے گا۔ مسافر اگر روزہ رکھ سکے تو اچھی بات ہے ورنہ اسے بعد میں قضا کر کے رکھنے کی اجازت ہے۔ ایسا ضعیف یا بیمار آدمی جو فی الحال بھی روزہ نہیں رکھ سکتا اور آئندہ اس کے صحت یاب ہونے کی توقع بھی نہیں، اس کی طرف سے ہر روزے کے بدلے ایک مسکین آدمی کو صبح وشام کا کھانا بطور فدیہ کے کھلانا چاہیے۔ عام صحت مند یا وقتی طور پر مجبور آدمی ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔ بھول کر کھا پی لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

جان بوجھ کر روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ یا تو ساٹھ روزے مسلسل رکھے، یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، یا ایک غلام آزاد کرے۔

افطار کا وقت

Islam The World Religion

سورج کی ٹکیہ کے غائب ہونے کے فوراً بعد افطار کا وقت بلا تاخیر شروع ہو جاتا ہے۔

یہ بات احادیث شریفہ سے ثابت ہے اور اس پر پوری امت کا اجماع ہے۔ مثلاً بخاری شریف میں ہے کہ: حِيْنَ غَابَ قُرْصُ الشَّمْسِ یعنی جب سورج کی ٹکیہ غائب ہو جائے (بخاری کتاب الصوم، باب متیٰ یحل فطر الصائم صفحہ ۳۸۹)۔

مسلم شریف میں ہے کہ: وَغَابَتِ الشَّمْسِ یعنی سورج غائب ہو جائے تو افطار کا وقت ہو گیا (مسلم: ۲۵۵۸، بخاری: ۱۹۵۴، ابو داؤد: ۲۳۵۱، ترمذی: ۶۹۸، الدارمی: ۱۷۰۶)۔ اور احکام القرآن میں ہے کہ: اِذَا سَقَطَ الْقُرْصُ اَفْطَرَ وَلَا خِلَافَ فِيْ اَنَّهٗ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ فَقَدِ انْقَضٰى وَقْتُ الصَّوْمِ یعنی جب ٹکیہ گر جائے تو افطار ہو گیا اور اس پر اجماع ہے کہ جب سورج غائب ہو جائے تو روزے کا وقت ختم ہو جاتا ہے (احکام القرآن جلد ا صفحہ ۲۴۲)۔

افطار کا یہ وقت ستارے نکلنے سے پہلے پہلے تک بلا کراہت جاری رہتا ہے كُلُّ ذَالِكَ لَا بَأْسَ بِهٖ یعنی اس سارے وقت میں کوئی حرج نہیں (موطا امام محمد صفحہ ۱۸۸)۔ البتہ جلدی روزہ کھول دینا مستحب ہے اور سورج کی ٹکیہ کے غائب ہونے کے بعد جتنی جلدی کی جائے گی اتنا ہی ثواب زیادہ ملے گا۔

اعتکاف

آخری عشرے کا اعتکاف سنتِ مؤکدہ کفایہ ہے۔ بیس رمضان کو عصر اور مغرب کے درمیان اعتکاف شروع کرنا چاہیے اور عید کا چاند نظر آنے پر ختم کرنا چاہیے۔ اعتکاف کے دوران شرعی باتیں کرنا، دینی کتب کا مطالعہ کرنا، تقریر کرنا، مسجد میں کھانا پینا سونا سب جائز ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر سال ایک مرتبہ قرآن کا دور کرایا جاتا تھا لیکن جس سال آپ کا وصال شریف ہوا اس سال دو مرتبہ دور کرایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال دس دن اعتکاف فرماتے تھے لیکن جس سال آپ کا وصال ہوا اُس سال آپ نے بیس دن اعتکاف فرمایا (بخاری: ۴۹۹۸، ابو داؤد: ۲۴۶۶، ابن ماجہ: ۱۷۶۹)۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: اَلسُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ اَنْ لَا

Islam The World Religion

يَعُوْدَ مَرِيْضاً ، وَلَا يَشْهَدَ جَنَازَةً ، وَلَا يَمَسَّ الْمَرأَةَ وَلَا يُبَاشِرَهَا ، وَلَا يَخْرُجَ لِحَاجَةٍ إِلَّا لِمَا لَا بُدَّ مِنْهُ ، وَلَا إِعتِكَافَ إِلَّا بِصَوْمٍ ، وَلَا إِعتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ جَامِعٍ (ابوداؤد: ۲۴۷۳)۔

معتکف کے لیے سنت یہ ہے کہ مریض کی عیادت نہ کرے، جنازے پر نہ جائے، عورت کو نہ چھوئے نہ مباشرت کرے، اور مسجد سے شرعی حاجت کے سوا نہ نکلے۔ روزے کے بغیر کوئی اعتکاف نہیں اور اعتکاف صرف اسی مسجد میں ہوسکتا ہے جس میں با جماعت نماز ہوتی ہو۔

اعتکاف کے دوران مسجد سے باہر نکل کر نہانے سے حتی المقدور بچنا چاہیے البتہ احتلام ہو جائے تو فوراً نہا لینا چاہیے۔ اگر معتکف کی مسجد جامع نہ ہو تو قریبی جامع مسجد میں جمعہ کے لیے جانے سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔

مسجد کا محراب مسجد کے ساتھ اس قدر پیوست ہوتا ہے کہ معتکف کا محراب میں چلے جانا جائز ہے۔ البتہ مسجد سے ملحق درسی کمرے اور مسجد کا مینار ایسی جگہیں ہیں کہ مسجد کے فنا میں شامل ہونے کے باوجود معتکف کا وہاں چلے جانا درست نہیں۔ ایسی جگہوں پر جانے سے بے جا تفریح ملتی ہے جو اعتکاف کی روح کے منافی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ:

اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللهُ ، ثُمَّ اعْتَكَفَ اَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهٖ (مسلم: ۲۷۸۴، بخاری: ۲۰۲۶، ابوداؤد: ۲۴۶۲، ترمذی: ۷۹۰، مسند احمد: ۲۴۶۶۷)۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے تھے حتی کہ آپ کا وصال شریف ہو گیا۔ پھر آپ کے بعد آپ کی ازواجِ مطہرات نے اعتکاف کیا۔

اس حدیث کی شرح میں حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

ثُمَّ اعْتَكَفَ اَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهٖ اَيْ فِيْ بُيُوْتِهِنَّ لِمَا سَبَقَ مِنْ عَدَمِ رِضَائِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لِفِعْلِهِنَّ وَ كَذَا قَالَ الْفُقَهَاءُ يُسْتَحَبُّ لِلنِّسَاءِ اَنْ تَعْتَكِفْنَ فِيْ مَكَانِهِنَّ (مرقاۃ جلد ۴ صفحہ ۳۲۶)۔

Islam The World Religion

ترجمہ: ازواجِ مطہرات کے اعتکاف سے مراد ان کا اپنے گھروں میں اعتکاف کرنا ہے۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عورتوں کا مساجد میں اعتکاف بیٹھنا ناپسند فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے فقہاء نے فرمایا ہے کہ عورتوں کے لیے اپنے گھروں میں اعتکاف بیٹھنا مستحب ہے۔

لیلۃ القدر

قرآن شریف کی پوری سورۃ القدر، لیلۃ القدر کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرَ شَدَّ مِئْزَرَہٗ وَاَحيَا لَيْلَهٗ وَاَيْقَظَ اَهْلَهٗ (مسلم: ۲۷۸۷، بخاری: ۲۰۲۴، نسائی: ۱۶۳۹، ابن ماجہ: ۱۷۶۸، مسندِ احمد: ۲۴۱۸۶، ابوداؤد: ۱۳۷۶)۔

ترجمہ: جب آخری عشرہ داخل ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنا تہبند مبارک مضبوط کر لیتے تھے، یعنی خوب تیاری کر لیتے تھے، راتوں کو جاگتے تھے اور گھر والوں کو بھی جگاتے تھے۔

محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ: تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ یعنی لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو (مؤطا امام مالک کتاب الاعتکاف، باب ما جاء فی لیلۃ القدر حدیث: ۱۰)۔

اور فرمایا: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَقَالَ اِنِّيْ اُرِيْتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ فِيْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَلَاحَى الرَّجُلَانِ فَرُفِعَتْ فَالْتَمِسُوْهَا فِي التَّاسِعَةِ وَ السَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ (مؤطا امام مالک کتاب الاعتکاف، باب ما جاء فی لیلۃ القدر حدیث: ۱۳، بخاری: ۲۰۲۳)۔

ترجمہ: ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے رمضان کے مہینے میں لیلۃ القدر بتا دی گئی مگر دو آدمی باہم جھگڑ رہے تھے جس کی وجہ سے دوبارہ اُٹھا لی گئی۔ اسے انتیس، ستائیس اور پچیس تاریخوں میں تلاش کرو۔

کم خوری کے حوالے سے روزہ ایک زبردست طبی اہمیت کا حامل ہے۔ اس مناسبت سے طب کے موضوع پر ایک مستقل مضمون ملاحظہ فرمائیے۔

IslamTheWorldReligion

لَمسُ الطَّبِیبِ مِن طِبِّ الحَبِیبِ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انسانی بدن میں ایک لوتھڑا ہے جب وہ ٹھیک ہوتا ہے تو سارا بدن ٹھیک ہوتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے۔خبردار وہ لوتھڑا قلب ہے(مسلم: ۴۰۹۴، بخاری: ۵۲، ترمذی: ۱۲۰۵، ابن ماجہ: ۳۹۸۴)۔

طبی لحاظ سے جو حالت قلب کی ہوتی ہے وہی حالت پورے بدن کی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اطبّاء کرام نبض کے ذریعے قلب کی حالت معلوم کرکے مرض کا پتہ چلا لیتے ہیں۔

انسانی جسم پانی، مٹی، آگ اور ہوا سے بنا ہے۔ پانی سے بلغم، مٹی سے سودا، آگ سے صفرا اور ہوا سے خون پیدا ہوتا ہے۔ ہر مرض انہی چار اخلاط میں سے کسی ایک کے بگاڑ سے پیدا ہوتا ہے۔نبض کا علم ایک بحرِ بےکراں ہے مگر اسکا مفرد علم یہ ہے کہ سست، گہری، چھوٹی، اور عریض نبض بلغم پر۔ تیز، باریک، طویل اور صلب نبض سودا پر۔ معتدل نبض صفرا پر اور مشرف و ممتلی نبض خون پر دلالت کرتی ہے۔

کلونجی

حدیث شریف میں ہے کہ: کلونجی موت کے سوا ہر مرض کا علاج ہے(بخاری: ۵۶۸۷، ۵۶۸۸، مسلم: ۵۷۶۶، ترمذی: ۲۰۴۱، ابن ماجہ: ۳۴۴۷)۔

اوّلاً کلونجی تمام بلغمی امراض کا براہِ راست علاج ہے اور ہر مرض ابتدائی طور پر بلغمی ہی ہوا کرتا ہے۔ثانیاً یہ سودا کو خارج کرتی ہے۔میٹھے شربت یا عرقِ سوئف میں اُبال کر دی جائے تو یہ تمام صفراوی امراض میں مفید ہے۔خون کو صاف کرتی ہے اور چہرے کو نکھارتی ہے۔ یہ سب باتیں کتبِ مفردات میں درج ہیں۔ ثالثاً کلونجی کو پیس کر شہد میں اسکی معجون بنا لی جائے تو یہ معدہ کے تمام امراض کا علاج ہے۔ یہ نسخہ حکیم جالینوس کا ہے اور تمام امراض کی بنیاد معدے کی ہی خرابی سے پڑتی ہے۔اسلیے کہ اخلاط کی تیاری یہیں سے شروع ہوجاتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ: معدہ بدن کا حوض ہے اور نالیاں اسی میں آکر گرتی ہیں جب معدہ صحیح ہو تو نالیاں (عروق) صحت مند مواد لے کر یہاں سے نکلتی ہیں اور اگر معدہ خراب ہو

Islam The World Religion

تو نالیاں بیمار اجزاء لے کر نکلتی ہیں (شعب الایمان للبیہقی :۵۷۹۶)۔

بیماری معدے میں جنم لیتی ہے اور اس کا حتمی اثر جگر، دماغ اور عروق میں سے گزرنے کے بعد قلب پر ظاہر ہوتا ہے۔ رابعاً بعض ایلو پیتھک ڈاکٹروں اور یونانی اطبّاء کے نزدیک ہر مرض جنسی کمزوری سے جنم لیتا ہے۔ کلونجی اپنے خاصہ اور مزاج (خشک گرم) کے لحاظ سے جنسی امراض کا بہترین علاج ہے۔ خامساً مرکب عوارض کی صورت میں مختلف علامات کو ایک دوا کے تحت لاتے ہوئے کلونجی تجویز کی جا سکتی ہے۔ لہٰذا یہ حدیث حق ہے۔ کلونجی کا طریقۂ استعمال جاننا بہت ضروری ہے۔ یہ کم مقدار میں حیض کو روکتی ہے اور زیادہ مقدار میں حیض کو جاری کرتی ہے۔ اس کا روغن محلِل اورام اور مسکنِ اوجاع ہے۔ خارش، برص اور دردِ سر میں مفید ہے۔ زندہ یا مردہ بچے کو پیٹ سے نکالتی ہے۔ دردِ سینہ، قے، غثیان، کھانسی میں مفید ہے۔ سرکہ کے ہمراہ پیٹ کے کیڑے خارج کرتی ہے۔ سکنجبین کے ہمراہ چوتھیا بخار کا علاج ہے۔ مدرِ بول ہے اور گردہ مثانہ کی پتھری کو خارج کرتی ہے۔ ابتدائی موتیا میں اس کا سرمہ مفید ہے۔ اس کی کلیاں کرنے سے دانتوں کے درد کو آرام ملتا ہے۔ یہ سب باتیں مفردات کی کتابوں میں درج ہیں۔

کلونجی پیس کر دس گنا روغنِ زیتون میں جلا کر چھان لیا جائے تو یہ روغن ۳، ۳ قطرے ناک میں ڈالنے سے پرانا زکام ٹھیک ہو جاتا ہے۔

شہد

حدیث شریف میں ہے: تین چیزوں میں شفا ہے۔ پچھنے لگوانے میں، شہد میں اور داغ دینے میں، اور میں اپنی اُمت کو داغ دینے سے منع کرتا ہوں (بخاری: ۵۶۸۰، ۵۶۸۱، ابن ماجہ: ۳۴۹۱)۔

نیز فرمایا کہ: جو آدمی ہر ماہ تین دن صبح شہد پیے اُسے کوئی بڑا مرض نہ لگے گا (ابن ماجہ: ۳۴۵۰)۔

ایک مرتبہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے بھائی کو دست لگے ہیں۔ فرمایا: اسے شہد پلاؤ۔ اسے شہد دیا گیا تو اس کے دست بڑھ گئے۔ اس آدمی نے تین بار آ کر یہی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے سچ فرمایا ہے اور تیرے بھائی کے پیٹ نے جھوٹ بولا

Islam The World Religion

ہے۔اسے چوتھی مرتبہ بھی شہد ہی پلایا گیا تو وہ ٹھیک ہو گیا(مسلم:۵۷۷۰، بخاری:۵۶۸۴، ترمذی:۲۰۸۲)۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ یعنی شہد میں لوگوں کے لیے شفا ہے(النحل:۶۹)۔

حیرت کی بات ہے کہ شہد تمام اخلاط کے امراض میں نافع ہے۔یہی وجہ ہے کہ کوئی ایسا معجون، اطریفل یا جوارش نہیں ہے جس میں شہد نہ پڑتا ہو۔اس کے ساتھ ساتھ یہ دنیا کا بہترین ٹانک بھی ہے۔آنکھوں کے امراض میں سلائی سے لگانا یا سرمہ میں ملانا مفید ہے۔جسم کے زخموں کو مندمل کرتا ہے۔اسے خطرناک اور لاعلاج زخموں پر لگایا گیا اور شفا ہو گئی۔

ایلوپیتھک نظریے کے مطابق ہر بیماری کمزوری سے جنم لیتی ہے۔یہ بات طب میں بھی مسلّم ہے کہ قوتِ مدافعت کے کم ہو جانے سے ہی بیماری غالب آیا کرتی ہے۔چونکہ شہد ایک زبردست ٹانک بھی ہے یہی وجہ ہے کہ اکیلے شہد کا استعمال یا دوسری دواؤں کے ساتھ بطور معاون اس کا استعمال شفا کی راہیں ہموار کرتا ہے۔ایلوپیتھی کا ایک مشہور ٹانک (Lederplex) ہے جس میں شہد کا استعمال ہوتا ہے۔شہد کا مزاج گرم تر ہے۔یہی ایک صحت مند آدمی کا مزاج ہوا کرتا ہے۔

شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ نے طریقت والوں کو گرم تر غذائیں کھانے کا مشورہ دیا ہے۔(التدبیرات الالھیة لاصلاح المملکة الانسانیه للشیخ الاکبر قدس سرہٗ)

سَنا مکی

حدیث شریف میں ہے کہ: اگر کسی چیز میں موت کا علاج ہوتا تو وہ سَنا تھی (ترمذی: ۲۰۸۱، ابن ماجہ: ۳۴۶۱، مسندِ احمد: ۲۷۱۴۵)۔

کُتبِ مفردات میں ہے کہ سنا مکی تینوں اخلاط کو خارج کرتی ہے۔یہ زبردست ملیّن (قبض کشا) ہے۔کالی مرچ ۱ تولہ، ٹھیکری نوشادر 2½ تولہ، سُنڈھ 5 تولہ، سنا مکی 10 تولہ باریک پیس لیں۔مقدار خوراک 1 ماشہ تا 3 ماشہ صبح، دوپہر، شام ہمراہ پانی۔

یہ دوا بدہضمی، گیس، قبض، یرقان، عظمِ جگر (Hepatitus)، بواسیر، ٹی بی، رسولی، جوڑوں کا درد، استسقاء، ہسٹیریا، صلابتِ رحم، دمہ، بند نزلہ، کھانسی، دل کے امراض، مالیخولیا،

Islam The World Religion

جنون ، پاگل پن ، سوزاک ، تقطیر البول ، بندشِ بول ، آنتوں کے ورم ، ہرنیاں ، ورم اعورزائدہ (اپنڈے سائٹس)، مروڑ، خونی پیچش وغیرہ کا زبردست علاج ہے۔ یہ نسخہ پاک و ہند کے بے شمار اطبّاء کے مطب میں ہمیشہ تیار رہتا ہے۔ اگر اس دوا کے ساتھ شہد کا استعمال کیا جائے تو یہ سونے پر سہاگہ ہے۔ لہٰذا یہ حدیث شریف بالکل حق ہے۔

اہم بات

ایک اہم بات یہ ہے کہ آج تک کوئی طبّ جسمانی مشینری اور اس کی اصلاح کا مکمل احاطہ کرتے ہوئے کوئی حرفِ آخر نہیں کہہ سکی۔ ادویہ کی گروپ بندی کے قاعدے محض استقرائی (probable) ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طب کے نزدیک ہرڑ (ہلیلہ) سودا کو پیدا کرتی ہے تو دوسری کے نزدیک سودا کو خارج کرتی ہے۔ نیز بعض ادویہ اپنے مزاج کی وجہ سے اثر دکھاتی ہیں اور بعض اپنے خاصہ کی وجہ سے عمل کرتی ہیں۔ اور کبھی اپنی مقدار کی وجہ سے راست یا معکوس اثر دکھاتی ہیں۔ اسی لیے ایلوپیتھی، ہومیوپیتھی اور طبِّ یونانی کی گروپ بندیوں میں بھی فرق ہے جبکہ شفا تینوں طریقوں سے حاصل ہو رہی ہے۔ لہٰذا خالقِ حقیقی کی زبان میں بات کرنے والی ہستی کی بتائی ہوئی کوئی دوا انسانی گروپ بندیوں میں نہ بھی آتی ہو تو چپ چاپ تسلیم کر لینے میں ہی بہتری ہے۔ یہاں تو الحمدللہ طبِّ نبوی کی ادویہ کو انسانی قواعد بھی پوری طرح قبول کر رہے ہیں اور ہمارا تجربہ بھی پوری پوری تصدیق کر رہا ہے۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی

دیگر ادویہ

احادیث میں ذات الجنب کا علاج عود ہندی، زیتون، قسطِ بحری اور بخار کا علاج پانی بیان ہوا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آج ایلوپیتھی بخار کا علاج ٹھنڈے پانی اور برف سے کرنے لگ گئی ہے۔

حق تو یہ ہے کہ دنیائے طب کے پاس آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف مسواک کا ہی جواب نہیں ہے۔ مذکورہ بالا تمام احادیث مشکٰوۃ کے باب الطب والرقی میں ہیں جو صفحہ نمبر ۳۸۷ سے شروع ہوتا ہے۔ ''معدہ بدن کا حوض ہے'' اس حدیث شریف کے پیشِ نظر آدابِ طعام پر مخصوص نوٹ پیشِ خدمت ہے۔

Islam The World Religion

آدابِ طعام

کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونے اور کلی کرنے سے غذائی زہر آلودگی سے بچا جاسکتا ہے۔کھانا ٹھنڈا کر کے کھانا بسیار خوری اور گیس کا علاج ہے۔کھانے کے دوران پانی کم سے کم پینا چاہیے تاکہ معدہ اپنی حدّت سے کھانے کو تحلیل کر سکے۔سرید بنا کر (روٹی کے ٹکڑے شوربے میں ڈال کر) کھانے سے معدہ مشقت سے بچ جاتا ہے۔ ہریسہ (سالن میں مختلف قسم کے غلے ملا کر پکایا ہوا کھانا، جیسے حلیم ہوتا ہے) ایک زود ہضم اور طاقتور غذا ہے۔دایاں گھٹنا کھڑا کر کے کھانا اپنڈیکس نہیں ہونے دیتا۔اُکڑوں بیٹھ کر کھانے سے پیٹ نہیں بڑھتا اور گیس نہیں بھرتی۔ٹیک لگا کر کھانے سے بدہضمی ہوتی ہے۔کھانا اس وقت کھانا چاہیے جب سخت بھوک لگے اور ابھی بھوک باقی ہو تو کھانا بس کر دینا چاہیے۔آٹا چھان کر نہیں پکانا چاہیے ورنہ قبض رہنے لگتا ہے۔یہ سب باتیں احادیث اور اقوالِ مشائخ سے ماخوذ ہیں۔

حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ : إِيَّاكَ وَالْبِطْنَةَ فَإِنَّهَا تَذْهَبُ بِالْفِطْنَةِ یعنی پیٹ بھر کر کھانے سے بچو۔اس سے ذہانت ختم ہوجاتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے علی! نمکین چیز سے کھانا شروع کر اور نمکین پر ہی ختم کر۔ بے شک نمک ستّر امراض کا علاج ہے۔ان میں جنون، جذام، برص، دانتوں کا درد اور پیٹ کا درد شامل ہیں (الوصیہ، رسائل ابن عربی صفحہ ۴۱۰ للشیخ الاکبر قدس سرہٗ)۔پھر بھی اگر معدے کے علاج کی ضرورت محسوس ہو تو کلونجی میں شہد ملا کر کھانا معدے کے تمام امراض کا شافی علاج ہے۔

اس کے علاوہ بے شمار ادویہ کا تفصیلی ذکر کتب حدیث کے ابواب الطب میں اور طبِّ نبوی کی کتب میں ملتا ہے۔ یہ تو محض ایک ٹکڑا تھا جو بحرِ شفاء سے اچھلا اور طبیب کے کشکول میں آ گرا۔

☆......☆......☆

Islam The World Religion

اس صفحے پر طبی نقشہ آئے گا

Islam The World Religion

☆......☆......☆

نفسیاتی مسائل کا حل

بے شمار نفسیاتی اُلجھنوں کا واحد علاج یہ ہے کہ انسان ہر حال میں نارمل رہنے کی کوشش کرے۔ قبیلہ عبدالقیس کا وفد جب نبی کریم ﷺ کے پاس مدینہ شریف میں پہنچا تو وفد کے سب لوگ آپ ﷺ کی طرف بھاگ پڑے۔ مگر ان کا سردار منذر اُن کی سواریوں کے پاس کھڑا رہا۔ اس نے اپنی اونٹنی کو آرام سے باندھا، اچھا لباس پہنا اور سب سے آخر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا: اِنَّ فِيْكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ الْحِلْمُ وَالْاَنَاةُ یعنی تمہاری دو عادتیں ایسی ہیں جو اللہ کو پسند ہیں، حلیمی اور آہستگی (مسلم:۱۱۷، ترمذی:۲۰۱۱، ابن ماجہ:۴۱۸۸، مسندِ احمد:۱۱۱۸۱)۔

جو لوگ واقعات و حوادث کو نارمل نہیں لیتے وہ جلد بازی میں پڑ کر سارا کام خراب کر لیتے ہیں۔ نارمل نہ لینے سے ہی غصّہ آتا ہے۔ نارمل نہ لینے سے ہی حسد آتا ہے۔ نارمل نہ لینے سے ہی خوف آتا ہے۔ نارمل نہ لینے سے ہی احساسِ کمتری، احساسِ برتری اور تکبر پیدا ہوتا ہے۔ نارمل نہ لینے سے ہی دل کا دورہ پڑ سکتا ہے۔ نارمل نہ لینے سے ہی انسان پاگل ہو جاتا ہے۔ نارمل نہ لینے سے ہی لوگ خودکشی کر لیتے ہیں۔ نارمل نہ لینے سے ہی طلاق، لڑائی اور قتل کی نوبت آتی ہے۔ نارمل نہ لینے والے لوگ ہی راتوں رات امیر بننے کے چکر میں آئے دن اپنا کاروبار تبدیل کرتے اور نقصان اٹھاتے رہتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: آخرت کے امور کے سواء ہر معاملے میں سرد مزاجی بہتر ہے۔ اس موضوع پر مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۹ پر "اَلْحَذَرُ وَالتَّأَنِّيْ فِي الْاُمُوْرِ" کے نام سے پورا باب موجود ہے۔

ذہنی انتشار، بے سکونی، حافظے کی کمزوری، قوتِ فیصلہ کی کمی اور گیس کا علاج اللہ کا ذکر اور مراقبہ ہے۔ مراقبے کا طریقہ یہ ہے کہ صبح کی نماز سے پہلے یا بعد خالی پیٹ قبلہ رُخ التحیات کی حالت یا چارزانو بیٹھ جائیں۔ زبان کو تالُو سے لگا لیں۔ گردن کو دل کی طرف جھکا لیں (سینے میں بائیں پستان کے نیچے دل ہوتا ہے)۔ زبان سے کچھ نہ پڑھیں اور یہ تصور کریں کہ دل اللہ اللہ کر رہا ہے اور آپ سُن رہے ہیں۔ یہ مراقبہ روزانہ دس پندرہ منٹ تک کرنا چاہیے۔

Islam The World Religion

Islam The World Religion

باب ششم:

حج

Islam The World Religion

Islam The World Religion

حج کی اہمیت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا یعنی اور اللہ کی خاطر لوگوں پر کعبہ کا حج فرض ہے بشرطیکہ اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتے ہوں (آلِ عمران: ۹۷)۔

حدیث شریف میں ہے:

(1)۔ مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ وَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ (مسلم: ۳۲۹۱، ۳۲۹۲، بخاری: ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ترمذی: ۸۱۱، نسائی: ۲۶۲۷، ابن ماجہ: ۲۸۸۹)۔

ترجمہ: جس نے حج کیا اور گناہ وفسق نہ کیا وہ ایسے لوٹا جیسے اُسے آج ہی اسکی ماں نے جنا ہو۔

(2)۔ اَلْحَاجُّ وَالْعُمَّارُ وَفْدُ اللّٰهِ اِنْ دَعَوْهُ اَجَابَهُمْ وَاِنِ اسْتَغْفَرُوْهُ غَفَرَ لَهُمْ یعنی حاجی اور عمرہ کرنے والے اللہ کا وفد ہوتے ہیں اگر وہ اس سے دعا کریں تو قبول کرتا ہے اور اگر اس سے معافی مانگیں تو معاف کر دیتا ہے (ابن ماجہ: ۲۸۹۲)۔ حج میں اللہ تعالیٰ کی خاطر سفر کیا جاتا ہے۔ اسلامی یکجہتی، اجتماعیت اور شوکت کا بھرپور مظاہرہ ہوتا ہے۔ اور کعبے کے طواف کی صورت میں اللہ تعالیٰ سے والہانہ محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ اور اسکی نشانیاں دیکھ دیکھ کر اس کے خوف اور خشیت کا حصول ہوتا ہے۔ جس کے نتیجے میں انسان روتا ہے اور آنسو بہاتا ہے۔ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ یعنی جو اپنے رب کے مقام سے ڈرا اُس کے لیے دو جنتوں کا وعدہ ہے (الرحمٰن: ۴۶)۔ اور اصل بات یہ ہے کہ وہاں جانے والے کو یہ سب کچھ اُدھر سے ہی نصیب ہوتا ہے۔

حج کے مسائل

عاقل، بالغ، صحت مند مسلمان پر زندگی میں صرف ایک بار حج فرض ہے بشرطیکہ اسے سواری یا کرایہ میسر ہو۔ راستے کا خرچ اور بال بچوں کا خرچ موجود ہو۔ راستے میں کوئی خطرہ نہ ہو اور اگر عورت ہو تو اس کے ساتھ شوہر یا محرم کا ہونا ضروری ہے۔ جس پر حج فرض ہو وہ پہلے خود حج کرے اور پھر اگر کسی دوسرے کو بھی حج کرانا چاہے تو اپنے فرض کی ادائیگی کے بعد ایسا کرے۔

حج کے تین فرض ہیں:

Islam The World Religion

(1)۔احرام۔(2)۔طوافِ زیارت۔(3)۔وقوفِ عرفہ۔

طوافِ صدر، صفااور مروہ کے درمیان سعی، قربانی، حلق کرانا اور رمی جمار واجب ہیں۔

طوافِ قدوم سنت ہے۔

حج کی تین قسمیں

حج تین قسم کا ہوتا ہے۔

(1)۔ حج مفرد: مفرد کا معنی ہے ایک یا سادہ، یہ حج مکہ شریف کے رہنے والے لوگ کرتے ہیں۔

(2)۔ حج قران: قران کا معنی ہے جمع کرنا، جوڑنا۔ حج قران اسے کہتے ہیں جس میں حج اور عمرہ دونوں جوڑ دیے جاتے ہیں۔ اس میں پہلے جاتے ہی عمرہ کیا جاتا ہے اس کے بعد حلق بھی نہیں کرایا جاتا اور احرام بھی نہیں کھولا جاتا بلکہ اسی احرام کی حالت میں حج پڑھا جاتا ہے۔

(3)۔ حج تمتع: تمتع کا لفظ متاع سے بنا ہے اس کا معنی ہے فائدہ اٹھانا۔ مراد یہ ہے کہ اس حج میں عمرہ اور حج دونوں الگ الگ ادا کر کے فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور ثواب کمایا جاتا ہے۔ اس حج والے لوگ کعبہ شریف میں پہنچتے ہی عمرہ کرتے ہیں اور عمرہ کر لینے کے بعد بال کٹوا دیتے ہیں اور احرام کھول دیتے ہیں اور حج کا انتظار کرتے ہیں پھر حج کے لیے نئے سرے سے احرام باندھتے ہیں۔ حجِ قران اور تمتع باہر سے آنے والے لوگ کرتے ہیں۔

بیرونی ممالک سے جانے والوں کا طریقہِ حج

مکہ شریف کے علاوہ دیگر مقامات سے جانے والوں کو آفاقی کہا جاتا ہے، آفاقی لوگ اکثر حج تمتع کرتے ہیں۔ حج تمتع کا طریقہ حسبِ ذیل ہے۔

وہ مواقیت جن سے آگے انسان احرام باندھے بغیر نہیں جا سکتا، وہ مدینہ طیبہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ، عراق والوں کے لیے ذاتِ عرق، شام والوں کے لیے جحفہ، نجد والوں کے لیے قرن اور یمن والوں کے لیے یلملم ہے۔ ان مقامات کے آنے سے پہلے ہی اگر احرام باندھ لیا جائے تو جائز ہے۔ جس کی رہائش مواقیت سے بھی آگے ہو تو اس کا میقات حل ہے۔ حل سے مراد مکہ شریف سے باہر والی ایسی جگہ ہے جو حرم نہیں ہے۔ اگر کسی کی رہائش مکہ شریف میں ہو تو اس کے

Islam The World Religion

لیے حج کا میقات حرم ہے اور عمرہ کا میقات حل ہے۔

باہر سے جانے والوں کے لیے آسان طریقہ یہ ہے کہ ایئر پورٹ پر ہی احرام باندھ لیں۔ اگر آپ کو پہلے مدینہ شریف بھیجا گیا ہے تو احرام مدینہ شریف سے جا کر باندھیں۔ احرام دو سفید چادروں کا ہوتا ہے۔ جب احرام باندھنے کا ارادہ کر لیں تو پہلے غسل کریں یا کم از کم وضو کریں لیکن غسل کرنا افضل ہے۔

اس کے بعد احرام باندھ لیں۔ ایک تہبند اور ایک چادر۔ اس موقع پر خوشبو لگا سکتے ہیں۔ کمر کے ساتھ پیٹی باندھ سکتے ہیں جس میں کاغذات اور رقم رکھ لیں، اسے عربی میں ہمیان کہتے ہیں۔ اس کے بعد دو رکعت نفل پڑھیں۔ بہتر ہے کہ پہلی رکعت میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھیں۔

ایئر پورٹ پر جب احرام باندھ کر نفل پڑھ چکے تو اب عمرہ کی نیت کریں۔ نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں۔ لیکن زبان سے کہہ لینا افضل ہے۔ نیت عربی زبان میں ہی ضروری نہیں ہر شخص اپنی زبان میں نیت کر سکتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهَا لِیْ وَ تَقَبَّلْ مِنِّیْ یعنی اے میرے اللہ میں عمرے کی نیت کرتا ہوں، اسے میرے لیے آسان بنا اور اسے میری طرف سے قبول فرما۔ آپ نے عمرے کی نیت اس لیے کی ہے کہ حج تمتع میں پہلے عمرہ کیا جاتا ہے اور پھر حج اس سے الگ کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد تلبیہ پڑھیں: لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ یعنی میں حاضر ہوں، اے میرے اللہ میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں۔ بے شک ساری تعریف اور نعمت تیرے لیے ہے اور بادشاہی بھی تیری ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں (بخاری: ۱۵۴۹، مسلم: ۲۸۱۱)۔

یہ تلبیہ کم از کم ایک مرتبہ بلند آواز سے کہنا ضروری ہے اور تین مرتبہ کہنا افضل ہے۔ تلبیہ کے لیے زیادہ چیخنے کی بھی ضرورت نہیں۔ عورتیں صرف اتنی آواز رکھیں کہ خود انکے کان سن سکیں۔

جب آپ نے احرام باندھ کر نیت کر لی اور تلبیہ بول چکے تو اب آپ پر احرام کا ادب لاگو ہو گیا۔ احرام کا معنی ہے حرام کرنا۔ احرام باندھنے سے مندرجہ ذیل چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔ قمیض، شلوار، سر ڈھانپنا، منہ کو ڈھانپنا، موزے، پاؤں کے ابھار کو ڈھانپنے والا

Islam The World Religion

جوتا، خوشبو، بال کٹانا، ناخن اتارنا، خوشبودار صابن سے نہانا، جوئیں مارنا، شکار کرنا یا شکار کی نشاندھی کرنا، بیوی کو بوسہ اور جماع، کوئی بھی گناہ کا کام اور لڑائی جھگڑا۔ ان میں سے کسی بات کی بھی خلاف ورزی کی تو جرمانہ ہوگا۔

ہر نماز کے بعد چڑھائی چڑھتے وقت یا اترتے وقت یا کسی قافلہ سے ملتے وقت اور سحر کے وقت تلبیہ مستحب ہے۔

جب مکہ شریف پہنچ جائیں تو جیسے ہی کعبہ شریف پر نظر پڑے تو اللہ اکبر لا الہ الا اللہ پڑھیں۔ اس کے بعد اپنی مرضی کی دعا مانگیں، یہ قبولیت کا موقع ہے۔

اس کے بعد سیدھے حجر اسود کے پاس جائیں۔ کعبہ شریف میں حجر اسود کو تلاش کرنا بالکل آسان ہوتا ہے۔ دنیا وہاں پر بوسے دے رہی ہوتی ہے اور پہچان کے لیے حجر اسود کے سامنے دیوار میں سبز ٹیوب لائٹ بھی جل رہی ہوتی ہے۔ ٹیوب لائٹ کی طرف پیٹھ کرلیں تو آپ کا چہرہ سیدھا حجر اسود کی طرف ہوگا جو کعبۃ اللہ کے ایک کونے میں نصب ہے۔ یہاں کھڑے ہو کر سب سے پہلے اپنا دایاں کندھا ننگا کرلیں۔ یعنی احرام کو بغل کے نیچے سے گزاریں۔ اسطرح کرنے کو اضطباع کہتے ہیں۔ طواف کا ارادہ کریں۔ اسکے بعد حجر اسود کو بوسہ دیں۔ اگر موقع نہ ملے یا لوگوں کو دھکے دینے کا خدشہ ہو تو کسی پر زیادتی نہ کریں۔ دور سے ہی دونوں ہاتھ حجر اسود کی طرف بلند کر کے نیچے کرلیں۔ اس عمل کو استلام کہتے ہیں۔ استلام کا معنی ہے سلام کر لینا۔ استلام کرتے وقت اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ پڑھنا چاہیے۔

حجرِ اسود وہ پتھر ہے جو جنت سے نازل ہوا تھا۔ حبیب کریم ﷺ نے فرمایا: نَزَلَ الْحَجَرُ الْاَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهُوَ اَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ فَسَوَّدَتْهُ خَطَايَا بَنِيْ آدَمَ یعنی حجرِ اسود جنت سے نازل ہوا تو دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا، بنی آدم کی خطاؤں نے اسے کالا کر دیا (ترمذی: ۸۷۷)۔ یہاں تلبیہ بند کر دیں يُلَبِّي الْمُعْتَمِرُ حَتّٰى يَسْتَلِمَ الْحَجَرَ یعنی عمرے والا حجرِ اسود کے استلام تک تلبیہ کہے (ابوداؤد: ۱۸۱۷، ترمذی: ۹۱۹)۔

اب کعبہ شریف کا طواف شروع کر دیں۔ سات چکر لگائیں۔ ہر چکر میں حطیم کی دیوار کے باہر باہر سے گزریں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حطیم کعبے کا حصہ ہے جسے تعمیر کے وقت کعبہ کو مربع شکل دینے کے لیے علیحدہ کر دیا گیا عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ سَئَلْتُ رَسُوْلَ

Islam The World Religion

اللهِ ﷺ عَنِ الْجَدْرِ أَمِنَ الْبَيْتِ هُوَ؟ قَالَ نَعَمْ (مسلم حدیث: ۳۲۴۹، بخاری: ۱۵۸۴، ابن ماجہ: ۲۹۵۵)۔ پہلے تین چکروں میں رمل کریں۔ رمل کا معنی ہے کندھے ہلانا، مراد یہ ہے کہ کہنیاں دوہری کر کے دوڑنے جیسی شکل بنائیں اور کندھوں کو حرکت دیں۔

جب نبی کریم اور صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم مکہ شریف میں پہنچے تو مشرکینِ مکہ نے کہا، وَهَنَتْهُمْ حُمّٰى يَثْرِبَ وَلَقُوْا مِنْهَا شَرًّا یعنی ان لوگوں کو یثرب کی بیماریوں نے سست کر دیا ہے اور وہاں سے انہیں مصیبتیں ملی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بات سے آگاہ کر دیا، لہٰذا آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو رمل کا حکم دیا (ابوداود: ۱۸۸۶، نسائی: ۲۹۴۵)۔

رمل کے لیے اچھلنے، دوڑنے اور دوسروں سے مقابلہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ صرف دوڑنے جیسی ہیئت بنانی ہے۔ باقی چار چکر اپنے قدرتی انداز میں مکمل کریں۔ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ: مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَلَا يَتَكَلَّمُ إِلَّا بِسُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، مُحِيَتْ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ، وَكُتِبَتْ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ، وَرُفِعَ لَهُ بِهَا عَشَرَةُ دَرَجَاتٍ، وَمَنْ طَافَ فَتَكَلَّمَ وَهُوَ فِيْ تِلْكَ الْحَالِ، خَاضَ فِي الرَّحْمَةِ بِرِجْلَيْهِ، كَخَائِضِ الْمَاءِ بِرِجْلَيْهِ یعنی جس نے اللہ کے گھر کے گرد سات چکر لگائے، اور سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ پڑھتا رہا، اس کے دس گناہ معاف ہوئے، دس نیکیاں لکھی گئیں، دس درجات بلند ہوئے اور وہ اللہ کی رحمت میں اس طرح داخل ہو گیا جس طرح آدمی اپنے پاؤں کے ساتھ پانی میں داخل ہو جاتا ہے (ابنِ ماجہ: ۲۹۵۷)۔

ہر چکر میں رکنِ یمانی کو ہاتھ لگائیں اگر ہو سکے تو بوسہ دیں۔ رکن یمانی سے مراد کعبہ شریف کا چوتھا کونا ہے۔ یعنی حجر اسود والے کونے سے پیچھے والا کونا حدیث شریف میں ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا يَدَعُ أَنْ يَّسْتَلِمَ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ وَالْحَجَرَ فِيْ كُلِّ طَوَافِهٖ قَالَ: وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ یعنی رسول اللہ ﷺ ہر طواف میں رکنِ یمانی اور حجرِ اسود کا استلام کبھی ترک نہیں فرماتے تھے اور عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے (ابوداود: ۱۸۷۶، نسائی: ۲۹۴۷، ابنِ ماجہ: ۲۹۴۶)۔

Islam The World Religion

نبی کریم روف رحیم ﷺ نے رکنِ یمانی کے بارے میں فرمایا: وُكِّلَ بِهٖ سَبْعُوْنَ مَلَكًا فَمَنْ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ. قَالُوْا: آمِين یعنی اس کے پاس ستر فرشتے مقرر ہیں، جب کوئی شخص اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ پڑھتا ہے تو وہ سب آمین کہتے ہیں (ابن ماجہ: ۲۹۵۷)۔

نبی کریم ﷺ رکنِ یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان والی دیوار کا فاصلہ طے کرتے وقت رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ پڑھا کرتے تھے (ابوداؤد: ۱۸۹۲)۔ طواف کے آخر میں بھی حجرِ اسود کا استلام کرنا ہوتا ہے، یہ کل سات چکر ہوئے اور آٹھ استلام۔

اس کے بعد مقامِ ابراہیم کے پاس آ جائیں۔ مقامِ ابراہیم سے مراد وہ جگہ ہے جہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کا نشان ایک پتھر پر لگا ہوا ہے۔ آج کل اسے ایک پنجرے میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔ اس کے پاس کھڑے ہو کر دو نفل پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى یعنی مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ (البقرۃ: ۱۲۵)۔ اس کے قریب جگہ نہ ملے تو کعبہ شریف کے اردگرد کسی بھی جگہ یہ نفل پڑھ لینا جائز ہے۔ سبحان اللہ، جہاں سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم لگے وہاں قیامت تک کے مسلمانوں کو سر جھکانے اور ماتھا ٹیکنے کا حکم ملا۔ یہ دو نفل سنتِ مؤکدہ قریب بہ واجب ہیں۔ اس کے بعد آبِ زم زم کھڑے ہو کر اور خوب سیر ہو کر پئیں۔

اس کے بعد صفا مروہ کی سعی کے لیے نکلیں۔ صفا اور مروہ دو پہاڑیوں کے نام ہیں جن کا درمیانی فاصلہ تقریباً ۸۰۰ گز ہوگا۔ یہ ۸۰۰ گز کا فاصلہ آج کل چھت دیا گیا ہے اور دونوں پہاڑیاں اس چھت کے نیچے ہیں۔ پہلے صفا پر جائیں۔ صفا کی پہاڑی مسجد حرام کے بالکل ساتھ ہے۔ اور طواف کے بعد تمام حاجی ادھر کو ہی رش کر کے جا رہے ہوتے ہیں۔ صفا کی پہاڑی پر چڑھ جائیں۔ بعض لوگ اس پہاڑی کی چوٹی پر جانے کی کوشش کرتے ہیں اور چھت سے جا ٹکراتے ہیں۔ ایسا کرنا ضروری نہیں بس پہاڑی کے تقریباً وسط تک چلے جانا بھی کافی ہے۔ یہاں کھڑے ہو

Islam The World Religion

کر پڑھیں: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ (البقرۃ:۱۵۸) پھر کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے کعبہ کو دیکھیں، کسی نہ کسی دروازے میں سے کعبہ شریف پر نظر پڑ جائے گی۔ اگر کعبہ شریف نظر نہ آئے تو کوئی بات نہیں۔ پڑھیں اَللهُ اَکْبَرُ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، پھر نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھیں، پھر اللہ تعالیٰ جل مجدہ سے جو چاہیں دعا کریں۔ پھر وہاں سے نیچے اتر کر مروہ کی پہاڑی کی طرف چل پڑیں۔ وہاں ساری دنیا یہی کچھ کر رہی ہوتی ہے اور سمجھ لینا بالکل آسان ہوتا ہے۔ دونوں پہاڑیوں کے درمیان نہایت خوبصورت اور ہموار دوہری سڑک بنا دی گئی ہے۔ جس میں وَن وے ٹریفک کی طرح دائیں طرف سے جانا ہے اور بائیں طرف سے واپس آنا ہے۔ دونوں پہاڑیوں کے درمیان میں سبز رنگ کے دو مینار ہیں۔ ان دو میناروں کا درمیانی فاصلہ دوڑ لگا کر پار کرنا ہے، مگر عورتوں نے نہیں دوڑنا ہوتا۔ پھر جب مروہ پر پہنچ جائیں تو وہاں بھی وہی کریں جو کچھ صفا پر کیا تھا، یہ ایک چکر ہوا۔ اسی طرح سات چکر مکمل کریں۔ صفا سے شروع ہوئے اور مروہ پر ساتواں چکر مکمل ہو گیا۔ اس کے بعد مروہ کے دروازے سے باہر نکل جائیں اور حلق کروائیں یا قصر۔ آپ کا عمرہ مکمل ہو گیا احرام کھول دیں۔ اور مکہ شریف میں حج کا وقت آنے تک ٹھہرے رہیں۔ صرف عمرہ کے لیے جانے والوں کے لیے عمرہ کرنے کا یہی طریقہ ہے۔

اس قیام کے دوران شریعت کی پابندی کریں۔ ہر نماز حرم شریف میں آ کر پڑھنے کی پوری کوشش کریں۔ مگر عورت کے لیے زیادہ ثواب اپنے گھر یا ہوٹل میں نماز پڑھنے میں ہے۔ اگر آپ کا یہ قیام پندرہ دن یا اس سے زائد کا ہے تو پھر قصر نہ کریں بلکہ پوری نماز پڑھیں۔

آٹھ ذوالحجہ کو صبح کے وقت احرام باندھ لیں، حج کی نیت کریں اور صبح کی نماز مکہ شریف میں پڑھ کر سب حاجی منیٰ کو چل پڑیں۔ راستے میں ذکر و درود اور لبیک کثرت سے پڑھیں۔ یہ ترویہ کا دن کہلاتا ہے اور نو ذوالحجہ کی صبح تک منیٰ میں قیام رہے گا۔ صبح کی نماز منیٰ میں پڑھ کر سورج طلوع ہونے کے بعد میدانِ عرفات کی طرف چل پڑیں۔ میدانِ عرفات میں غسل کر کے داخل ہونا مستحب ہے۔ سورج ڈھلنے کے بعد امام صاحب خطبہ دیں گے اور تقریر میں عرفات میں ٹھہرنے کا طریقہ، مزدلفہ میں ٹھہرنے کا طریقہ، کنکریاں مارنے کا طریقہ، قربانی کا طریقہ، حلق کرانے کا طریقہ اور طواف زیارت کے مسائل سمجھائیں گے۔ اس کے بعد ظہر اور عصر اکٹھی پڑھی جائیں گی۔ ایک اذان ہوگی اور دو اقامتیں۔ عرفات کا میدان سارا موقف ہے

Islam The World Religion

یعنی حج کے لیے ٹھہرنے کی جگہ ہے، البتہ جبل رحمت کے قریب ٹھہرنا افضل ہے۔ یہاں کثرت سے دعائیں کریں۔ یہاں کھڑے کھڑے دعا کرنا سنت ہے۔عرفات کی بہترین دعا یہ ہے:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اسی کی حمد ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے (ترمذی: ۳۵۸۵)۔

حج دراصل عرفات میں ٹھہرنے کا نام ہے۔حضور کریم ﷺ نے فرمایا: اَلْحَجُّ عَرَفَةُ ، مَنْ جَاءَ لَيْلَةَ جَمْعٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ فَقَدْ اَدْرَكَ الْحَجَّ ، اَيَّامُ مِنًى ثَلَاثَةٌ ، فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ یعنی عرفات میں ٹھہرنا حج ہے، جو شخص اجتماع کی رات طلوعِ فجر سے پہلے پہلے پہنچ گیا اسے حج مل گیا، منیٰ میں قیام تین دن ہے، جس نے دو دن ٹھہر کر واپس آنے کی جلدی کی اس پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو تین دن ٹھہرا اس پر بھی کوئی گناہ نہیں (ترمذی: ۸۸۹، نسائی: ۳۰۱۶، ابنِ ماجہ: ۳۰۱۵)۔

جب سورج غروب ہو جائے تو مغرب کی نماز پڑھے بغیر عرفات سے چل پڑیں۔ مغرب اور عشاء آپ نے مزدلفہ میں جا کر اکٹھی پڑھنی ہیں۔ مزدلفہ میں پہنچ کر مغرب اور عشاء اکٹھی ادا کی جائیں گی، ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ۔ مزدلفہ میں مشعرِ حرام کے پاس ٹھہرنا زیادہ افضل ہے۔ اب مزدلفہ میں رات آ گئی۔ یہ رات ایک عظیم رات ہے۔ اس رات کثرت سے دعائیں کرنا، رونا اور اعتراف خطا کرنا چاہیے، یہاں صبح کی نماز اول وقت میں پڑھنا ہوتی ہے مگر جلد بازی میں وقت سے پہلے پڑھنا بہت بڑی غلطی ہے۔ نماز پڑھ کر سورج نکلنے سے تھوڑا پہلے وہاں سے چل پڑیں اور سیدھے منیٰ پہنچ جائیں۔

منیٰ میں تین مختلف ستون ہیں جنہیں جمرات کہا جاتا ہے۔ ایک جمرۃِ اولیٰ، دوسرا جمرۃِ وسطیٰ، تیسرا جمرۃِ عقبہ۔ ان تینوں ستونوں کو عام طور پر شیطان بھی کہہ دیا جاتا ہے۔

منیٰ میں پہنچ کر سب سے پہلے سیدھے جمرۃِ عقبہ کی طرف جائیں۔ کعبہ آپ کے بائیں طرف ہو، منیٰ دائیں طرف ہو اور جمرۃِ عقبہ آپ کے سامنے ہو۔ اس سے کم از کم تین گز پیچھے ہٹ کر کھڑے ہوں اور سات کنکریاں الٹے ہاتھ میں پکڑ لیں۔ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے درمیان ایک ایک کنکر پکڑ کر باری باری جمرہ کو ماریں اور ہر کنکری مارتے وقت

Islam The World Religion

بسم اللہ اللہ اکبر پڑھیں اور ہاتھ اتنا بلند کر کے کنکری ماریں کہ بغل نظر آئے۔ پہلی کنکر کے ساتھ ہی تلبیہ موقوف کر دیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ :لَبّٰی النَّبِیُّ ﷺ حَتّٰی رَمَی الْجَمْرَۃَ الْعَقَبَۃِ یعنی اللہ کے حبیب ﷺ جمرہِ عقبہ کو کنکر مارنے تک تلبیہ پڑھا (ابوداؤد حدیث : ۱۸۱۵)۔ اور کنکر مار کر دائیں بائیں نہیں بلکہ سیدھے پیچھے کو پلٹ آئیں۔ کسی دوسرے کی طرف سے یا خواتین کی طرف سے کنکریاں مارنا جائز نہیں۔ البتہ معذور آدمی اگر خود کسی کو کہے تو جائز ہے۔ کنکریاں مار کر پیچھے ہٹتے وقت سخت احتیاط کریں۔ رش میں کچلے جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ جوتا یا کوئی دوسری چیز گر جائے تو جھک کر اٹھانے کی کوشش نہ کریں۔ اس کے بعد قربانی ذبح کریں۔ حج قران اور حج تمتع کرنے والوں پر یہ قربانی واجب ہے اور یہ ان کے حج کے واجبات میں سے ہے خواہ وہ فقیر ہوں یا غنی، جبکہ حج مفرد والوں کے لیے یہ قربانی مستحب ہے خواہ وہ غنی ہوں۔ قربانی کا جانور کسی محکمے کے ذمے مت لگائیں۔ عین ممکن ہے وہ لوگ قربانی مقررہ وقت کے بعد کریں یا صحت مند جانور نہ خریدیں یا کوئی دوسری غلطی کریں۔ اس کے بعد حلق کروائیں یا قصر۔ لیکن حلق افضل ہے۔

اب اس کے بعد آپ پر احرام والی پابندیاں ختم ہو گئیں سوائے بیوی کے۔ یہاں آپ احرام کھول سکتے ہیں۔

پھر اسی دن مکہ شریف میں آ جائیں۔ کعبہ شریف کا طواف اسی طریقے سے کریں جیسے پہلے بتایا جا چکا ہے۔ اسے طوافِ زیارت کہتے ہیں۔ یہ طواف فرض ہوتا ہے۔ اس کے بعد صفا مروہ کے درمیان سعی بھی کریں۔ اس طواف کے بعد عورت بھی آپ پر حلال ہو گئی۔

اگر یہ طواف دس ذی الحج کو نہیں کر سکے تو گیارہ یا بارہ کو مغرب سے پہلے پہلے کر لیں۔ اگر بارہ تاریخ تک بھی یہ طواف نہ کر سکے تو آپ پر دم واجب ہو گیا۔ جب تک طواف نہیں کریں گے اس عرصے کے دوران آپ پر بیوی حرام رہے گی۔

اس کے بعد دوبارہ منیٰ میں جائیں اور وہیں ٹھہریں۔ حتیٰ کہ اگلا دن آ جائے یعنی گیارہ تاریخ۔ جب سورج ڈھل جائے تو تینوں جمرات کو باری باری کنکریاں ماریں۔ پہلے جمرہِ اولیٰ کو جو مسجد خیف کے قریب ہے۔ اس جمرے کو کنکریاں مارنے کے بعد اس کے پاس کھڑے رہیں اور دعا کریں۔ پھر دوسرے جمرے کو کنکریاں ماریں اور بعد میں اس کے پاس ٹھہرے رہیں اور دعا کریں۔ پھر تیسرے بڑے جمرے کو کنکریاں ماریں مگر اس کے پاس ٹھہرنا نہیں اور نہ ہی دعا کرنی

Islam The World Religion

ہے۔ واپس اپنے خیمے میں چلے جائیں اور رات منیٰ میں ہی گزاریں۔

دوسرے دن بارہ تاریخ کو پھر جب دوپہر ڈھل جائے تو اسی ترتیب اور اسی طریقے سے تینوں جمرات کو کنکریاں ماریں۔

اب آپ اگر چاہیں تو کعبہ جا سکتے ہیں، کنکریاں مارنے کا کام مکمل ہو گیا۔ لیکن اگر تیرہ تاریخ کو بھی اسی طرح کنکریاں ماریں اور جان بوجھ کر کنکریاں مارنے کی نیت سے وہیں ٹھہرے رہیں تو یہ افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ، وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى یعنی جس نے دو دن کے بعد جلدی کی اس پر کوئی گناہ نہیں، اور جس نے تاخیر کی اور تیسرے دن بھی رمی کی اس پر بھی کوئی حرج نہیں، یہ زیادہ تقویٰ ہے (البقرۃ: ۲۰۳)۔

منیٰ میں قیام کے دوران مسجد خیف میں نمازیں پڑھنے کی پوری کوشش کریں۔ اگر دوسرے دن کنکریاں مارنے کے بعد سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے منیٰ سے نہیں نکلے اور منیٰ میں ہی سورج غروب ہو گیا تو اب منیٰ میں ہی ٹھہر جانا بہتر ہے، لیکن اگر اب بھی کعبہ شریف چلے گئے تو کوئی حرج نہیں۔ ہاں اگر اگلے دن کی صبح منیٰ میں ہو گئی تو اب تیسرے دن بھی پچھلے پہر تینوں جمروں کو کنکریاں مارنا واجب ہو گیا، اس لیے کہ تیسرے دن کی کنکریاں مارنا پہلے ہی پسندیدہ تھا۔

دس تاریخ کو جمرۂ عقبہ کو صبح کے وقت کنکریاں ماری جاتی ہیں جبکہ گیارہ بارہ تیرہ تاریخ کو تینوں جمروں کو پچھلے پہر کنکریاں ماری جاتی ہیں رَمٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى ، وَاَمَّا بَعْدُ ، فَاِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ یعنی رسول اللہ ﷺ نے نحر کے دن اگلے پہر کنکریاں ماریں اور اس کے بعد سورج ڈھلنے کے بعد ماریں (مسلم: ۳۱۴۱، ابوداود: ۱۹۷۱، ترمذی: ۸۹۴، نسائی: ۳۰۶۳، ابنِ ماجہ: ۳۰۵۳)۔

اب آپ کعبہ شریف چلے جائیں اور طواف کریں۔ اس طواف کو طوافِ صدر یعنی الوداعی طواف کہتے ہیں۔ اس کے پہلے تین چکروں میں رمل نہیں کرنا ہوتا۔ اور اس کے بعد صفا مروہ کی سعی بھی نہیں کرنا ہوتی۔ یہ طواف باہر سے جانے والوں کے لیے واجب ہوتا ہے۔ اس کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا ضروری ہیں۔ پھر آبِ زم زم خوب پیئیں اور ملتزم سے چمٹ کر دعائیں کریں اگر ہو سکے تو حجرِ اسود کو بوسہ دیں۔ قسمت کے میلے ہیں، آپ اللہ کریم جل جلالہٗ کے مقدس

Islam The World Religion

گھر سے رخصت ہو رہے ہیں۔

ضروری مسائل

(1)۔ مکہ شریف میں قیام اکثر پندرہ دن سے زیادہ کا ہوتا ہے، لہٰذا آپ وہاں پر قیام کی نیت کریں اور اپنی مکمل نماز پڑھیں ، اسی طرح منیٰ مزدلفہ اور عرفات میں بھی پوری نماز پڑھیں۔

(2)۔ احرام کی حالت میں خوشبو لگانا، سلا ہوا کپڑا، شلوار قمیض پہننا، سر ڈھانپنا، بال کٹوانا، جویں مارنا، ناخن اتارنا، بیوی کا بوسہ یا صحبت، شکار کرنا یا شکار کی نشاندہی کرنا، وضو کے بغیر طواف کرنا منع ہے۔

(3)۔ موذی جانور مثلاً سانپ، بچھو، مچھر، پسو کو مارنا اور غیر وحشی پالتو جانور ذبح کرنا جائز ہے۔

(4)۔ ہر مقام پر پڑھنے کے لیے مخصوص دعائیں مستحب ہیں ، لیکن ایک بھولے بھالے ان پڑھ آدمی کے لیے درود شریف اور یہ دعا ہر جگہ کے لیے کافی ہیں: رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

(5)۔ طواف کے دوران اگر وضو ٹوٹ جائے تو وضو کر لیں ، اگر جنازہ آجائے تو نمازِ جنازہ پڑھ لیں، اگر نماز کا وقت آجائے تو نماز پڑھ لیں اور اس کے بعد باقی طواف مکمل کر لیں۔

(6)۔ اگر عورت کو حیض آجائے اور ابھی طوافِ زیارت باقی ہو تو اگر اس کی واپسی سیٹ بک ہے تو حیض کی حالت میں طوافِ زیارت کر لے، اب اس پر بدنہ ہے، توبہ بھی کرے، اگر بارہ تاریخ تک پاک ہو کر طواف کا اعادہ کر لیا تو سب کچھ معاف ہو گیا اور اگر بارہ کے بعد طواف کیا تو بدنہ معاف ہوا مگر دم دینا ہوگا۔ اگر حیض کی وجہ سے طوافِ وداع نہ کر سکی تو معافی ہے۔

(7)۔ فرض یا واجب طواف میں اگر چکروں کی تعداد بھول گئے تو دوبارہ شروع کریں، سنت اور نفلی طواف میں غالب گمان پر عمل کریں۔

(8)۔ طواف میں اضطباع اور رمل سنت ہیں لیکن اگر نہ کیے تو کوئی جرمانہ نہیں۔

(9)۔ سعی سے پہلے طواف ضروری ہے، اگر طواف سے پہلے حج یا عمرہ کی سعی کر لی تو دم واجب ہے، لیکن اگر طواف کے بعد دوبارہ سعی کر لی تو معافی ہوگئی۔

Islam The World Religion

(10)۔ رات کوسوتے وقت کپڑا اوڑھ سکتے ہیں مگر منہ اور سر پر کپڑا نہیں جانا چاہیے۔

(11)۔ اگر نزلہ ہو تو رومال یا ٹشو نہایت احتیاط سے استعمال کر سکتے ہیں مگر اس سے منہ نہیں ڈھانپنا چاہیے۔

حج کے دوران ہونے والی غلطیاں اور ان کا کفارہ

(1)۔ احرام والا آدمی اگر پورے عضو یا اس سے زیادہ پر خوشبو لگائے تو اس پر دم ہے، اگر اس سے کم لگائے تو صدقہ ہے۔

(2)۔ اگر ایک دن تک سلا ہوا کپڑا پہنے رکھا یا سر ڈھانپ لیا، تو اس پر دم ہے۔ اگر اس سے کم عرصہ پہنا تو صدقہ ہے۔

(3)۔ اگر چوتھائی سر یا اس سے زیادہ منڈوائے تو دم ہے، اگر اس سے کم منڈوائے تو صدقہ ہے، اگر گردن کے بال منڈوائے تو دم ہے۔

(4)۔ ہاتھوں اور پاؤں کے ناخن کاٹے تو دم ہے، اگر صرف ہاتھوں کے یا صرف پاؤں کے ناخن کاٹے تو بھی دم ہے اور اگر پانچ سے کم ناخن کاٹے تو صدقہ ہے خواہ متفرق ہوں۔

(5)۔ اگر اس نے مجبوری اور عذر کی وجہ سے خوشبو لگائی، حلق کرایا یا ممنوع لباس پہنا تو اسے اختیار ہے چاہے تو بکری ذبح کرے اور اگر چاہے تو چھ مسکینوں کو تین صاع گندم کا صدقہ دے یا چاہے تو تین روزے رکھے۔

(6)۔ اگر بیوی کو شہوت کے ساتھ مس کیا یا بوسہ لیا تو اس پر دم ہے، خواہ اسے انزال ہو یا نہ ہو۔

(7)۔ (ا) اگر کسی نے عرفات میں وقوف سے پہلے صحبت کر لی تو اس کا حج فاسد ہو گیا اور اس پر ایک بکری بھی لازم ہے ویسے وہ دوسرے حاجیوں کے ساتھ حج بھی مکمل کرے اور بعد میں دونوں میاں بیوی اس حج کی قضا بھی کریں۔ قضا حج کی ادائیگی کے دوران اس پر لازم نہیں کہ اپنی بیوی سے جدا رہے۔ (ب) جس نے عرفات میں وقوف کے بعد صحبت کر لی اس کا حج فاسد نہیں ہوا مگر اس پر بدنہ ہے۔ (ج) جس نے سر منڈانے کے بعد صحبت کی اس پر بکری ہے۔ (د) جس نے عمرہ میں، طواف کے چار چکر لگانے سے پہلے پہلے صحبت کر لی اس کا عمرہ فاسد ہو گیا۔ وہ عمرہ پورا کرے مگر قضا بھی کرنا پڑے گا اور اس پر بکری بھی ہے۔ اگر چار چکر لگانے کے بعد عمرہ والے نے وطی کی تو

Islam The World Religion

اس پر بکری ہے اور اس کے عمرہ فاسد نہیں ہوا نہ ہی اس کی قضا لازم ہے۔(ہ) بھول کر جماع کرنا بھی ایسا ہی ہے جیسے جان بوجھ کر جماع کرنا۔

(8)۔ جس نے طوافِ قدوم وضو کے بغیر کیا اس پر صدقہ ہے۔اگر جنبی تھا تو اس پر بکری ہے۔

(9)۔ جس نے طوافِ زیارت بے وضو کیا اس پر بکری ہے۔اگر جنبی تھا تو اس پر بدنہ ہے۔ افضل یہ ہے کہ جب تک مکہ میں ہے اس طواف کا اعادہ کرے۔اور اعادہ کی صورت میں اس کے ذمے کوئی جانور نہیں۔

(10)۔ جس نے طوافِ صدر بے وضو کیا اس پر صدقہ ہے۔اگر جنبی تھا تو بکری ہے۔اگر طوافِ زیارت میں سے تین چکر یا اس سے کم ترک ہو گئے تو اس پر بکری ہے۔اگر چار چکر ترک ہو گئے تو پورے کرے۔

(11)۔ اگر طوافِ زیارت بالکل ہی نہ کر سکا حتیٰ کہ اپنے گھر واپس چلا گیا تو اس کی بیوی اس پر حرام رہے گی جب تک وہ واپس جا کر طواف نہ کرے۔

(12)۔ جس نے طوافِ صدر کے تین چکر ترک کر دیے اس پر صدقہ ہے۔جس نے چار چکر چھوڑ دیے اس پر بکری ہے۔

(13)۔ جس نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی ترک کر دی اس پر بکری ہے مگر اسکا حج مکمل ہو گیا۔

(14)۔ جو عرفات سے امام سے پہلے واپس آ گیا اس پر دم ہے۔

(15)۔جس نے مزدلفہ میں قیام ترک کر دیا اس پر دم ہے۔

(16)۔ جس نے رمی جمار تمام دنوں میں ترک کر دی اس پر دم ہے۔جس نے تین میں سے ایک جمرے کی رمی ترک کر دی اس پر صدقہ ہے۔جس نے دسویں ذی الحج کو جمرہ عقبہ کی رمی ترک کر دی اس پر دم ہے،اور اگر ایک یا دو یا تین کنکریاں ترک ہو گئیں تو ہر کنکر کے بدلے صدقہ دے۔

(17)۔ جس نے حلق کو قربانی کے دنوں سے مؤخر کیا تو اس پر دم ہے۔

(18)۔ اگر جوں ماری تو جتنا چاہے صدقہ کرے،ٹڈی کا بھی یہی حکم ہے خواہ صدقہ ایک کھجور ہی ہو۔

(دم سے مراد بکری یا بھیڑ ہے،صدقہ سے مراد فطرانے کے برابر پونے دو کلوگرام گندم

Islam The World Religion

یا اس کی قیمت ہے، بدنہ سے مراد دو سال کی گائے یا پانچ سال کا اونٹ ہے)

عورت کے حج کا طریقہ مرد جیسا ہی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ عورت نے سر ڈھانپنا ہوتا ہے، چہرے کو نہیں ڈھانپنا ہوتا، تلبیہ بلند آواز سے نہیں پڑھنا ہوتی بلکہ اسطرح پڑھے جسے اس کے اپنے کان سن سکیں۔ طواف میں رمل نہیں کرنا ہوتا، صفا و مروہ کے سبز ستونوں کے درمیان دوڑنا نہیں ہوتا اور سر نہیں منڈانا ہوتا بلکہ تھوڑے سے بال کترنا ہوتے ہیں۔

حج کا یہ سارا طریقہ قرآن مجید، بخاری و مسلم وغیرہ کی احادیث سے ماخوذ ہے اور قدوری شریف صفحہ ۴۹ تا ۵۴ پر ترتیب سے لکھا ہوا ہے۔

اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئی ہو تو حج کا تفصیلی طریقہ سمجھانے اور عملاً حج کرانے کے لیے وہاں پر عملہ موجود ہوتا ہے۔

اگر حج کے دن جمعہ آجائے تو اسے حجِ اکبر کہتے ہیں۔

حبیبِ کریم ﷺ نے فرمایا: **اَفْضَلُ الْاَیَّامِ یَوْمُ عَرَفَةَ اِذَا وَافَقَ جُمُعَةً وَهُوَ اَفْضَلُ مِنْ سَبْعِیْنَ حَجَّةٍ** یعنی سب سے افضل دن عرفہ کا دن ہے اور اگر اسی دن جمعہ بھی آجائے تو یہ ستر حجوں سے افضل ہے (طحطاوی صفحہ ۴۷۰)۔

اگر کوئی دائمی معذور یا مجبور آدمی اپنی جگہ کسی دوسرے کو حج پر بھیجنا چاہے تو بھیج سکتا ہے۔ اسے حجِ بدل کہتے ہیں۔ فوت شدہ آدمی کی طرف سے بھی حجِ بدل کرانا جائز ہے۔ حجِ بدل کسی آدمی سے کرانا چاہیے جس پر اپنا حج فرض نہ ہو۔ حج بدل پر جانے والے کو چاہیے کہ جس کی طرف سے حج کو جا رہا ہے اسی کی طرف سے حج کی نیت کرے۔ جس کی طرف سے حجِ بدل ادا ہو چکا ہو وہ خود اگر تندرست ہو جائے یا اس کی مجبوری ختم ہو جائے تو اس پر دوبارہ حج فرض ہو جائے گا بشرطیکہ اس کے پاس باقی استطاعت موجود ہو(کنز الدقائق صفحہ ۹۴، فتاویٰ عالمگیری جلد ا صفحہ ۲۵۷، شامی جلد ۲ صفحہ ۲۵۸)۔

خطبہ حجۃ الوداع

محبوب کریم ﷺ نے ایک ہی حج فرمایا۔ اس حج کے موقع پر آپ ﷺ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ رہتی دنیا تک یادگار رہے گا۔

Islam The World Religion

۱۹۸۷ء کی بات ہے، فقیر راقم الحروف نے پشاور شہر میں مال روڈ کے چرچ کے عیسائی پادری سے پوچھا کہ آپ ہمارے نبی کریم ﷺ کی کسی بات سے متاثر ہوئے؟ اس نے تھوڑی دیر سوچ کر کہا ''خطبۂ حجۃ الوداع''۔

اس خطبے میں رحمتِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ دِمَآءَ کُمْ وَاَمْوَالَکُمْ حَرَامٌ عَلَیْکُمْ کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا ، فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا ، فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا ، اَلَا کُلُّ شَیْئٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاھِلِیَّةِ تَحْتَ قَدَمَیَّ مَوْضُوْعٌ ، وَدِمَآءُ الْجَاھِلِیَّةِ مَوْضُوْعَةٌ ، وَاِنَّ اَوَّلَ دَمٍ اَضَعُ مِنْ دِمَآئِنَا دَمُ ابْنِ رَبِیْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ (کَانَ مُسْتَرْضِعًا فِیْ بَنِیْ سَعْدٍ فَقَتَلَهٗ ھُذَیْلُ) ، وَرِبَا الْجَاھِلِیَّةِ مَوْضُوْعٌ وَاَوَّلُ رِبًا اَضَعُ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ، فَاِنَّهٗ مَوْضُوْعٌ کُلُّهٗ ، فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِی النِّسَآءِ ، فَاِنَّکُمْ اَخَذْتُمُوْھُنَّ بِاَمَانِ اللّٰهِ ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَھُنَّ بِکَلِمَةِ اللّٰهِ ، وَلَکُمْ عَلَیْھِنَّ اَنْ لَّا یُوْطِئْنَ فُرُشَکُمْ اَحَدًا تَکْرَھُوْنَهٗ ، فَاِنْ فَعَلْنَ ذٰلِکَ فَاضْرِبُوْھُنَّ ضَرْبًا غَیْرَ مُبَرِّحٍ ، وَلَھُنَّ عَلَیْکُمْ رِزْقُھُنَّ وَکِسْوَتُھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ، وَقَدْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَالَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ ، کِتَابَ اللّٰهِ ، وَاَنْتُمْ تُسْأَلُوْنَ عَنِّیْ ، فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ ؟ قَالُوْا نَشْھَدُ اَنَّکَ قَدْ بَلَّغْتَ وَاَدَّیْتَ وَنَصَحْتَ ، فَقَالَ بِاُصْبُعِهِ السَّبَّابَةِ یَرْفَعُھَا اِلَی السَّمَآءِ وَیَنْکُتُھَا اِلَی النَّاسِ ، اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ ، اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ ، ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ، (وَفِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ بَکْرَةَ قَالَ فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ ضَلَالًا یَضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ اَلَا ھَلْ بَلَّغْتُ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰی مِنْ سَامِعٍ)

(مسلم:۲۹۵۰، ابوداؤد:۱۹۰۵، ابن ماجہ:۳۰۷۴، سنن الدارمی:۱۸۵۶)۔

ترجمہ: تمہارے خون اور تمہارے مال آج کے دن کی عظمت کی طرح اس مہینے میں اور اس شہر میں ایک دوسرے پر حرام ہیں۔ آج جہالت کی تمام رسمیں میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ زمانہ جہالت کی دشمنیاں ختم کر دی گئی ہیں۔ سب سے پہلے میں ابن ربیعہ بن حارث کا خون معاف کرتا ہوں۔ زمانۂ جاہلیت کے تمام سود ختم کر دیے گئے ہیں۔ سب سے پہلے میں عباس ابن مطلب کا سود ختم کرتا ہوں۔ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا، اللہ نے انہیں تمہاری پناہ میں دیا

Islam The World Religion

ہے اور اپنے کلام کے ذریعے ان کی شرم گاہیں تمہارے لیے حلال کی ہیں۔ عورتوں پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی اور کو نہ سُلائیں۔ اگر وہ ایسی حرکت کریں تو انہیں ضرورت کے مطابق محتاط سزا دو۔ عورتوں کا تمہارے اوپر حق یہ ہے کہ تم انہیں اچھے طریقے سے کھانا اور لباس دو۔ میں تم میں اللہ کی کتاب چھوڑ کر جا رہا ہوں، اگر اس پر عمل کرتے رہو گے تو ہر گز گمراہ نہ ہو گے۔ قیامت کے دن اللہ تم سے میرے بارے میں پوچھے گا تو کیا جواب دو گے؟ سب نے جواب دیا ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے ہم تک احکام پہنچا دیے، تبلیغ کا حق ادا کر دیا اور بھلائی کی انتہا کر دی۔ آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی، اسی انگلی سے لوگوں کی طرف بھی اشارہ کیا اور فرمایا اے اللہ گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا۔ اے لوگو! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا اور ایک دوسرے کی گردن مت مارنے لگنا۔ بتاؤ، کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے؟ سب نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ گواہ رہنا۔ جو لوگ حاضر ہیں وہ ان تک میرا پیغام پہنچا دیں جو غیر حاضر ہیں۔ کتنے ہی سننے والے ایسے ہوتے ہیں کہ جب وہ سنی ہوئی بات آگے بتاتے ہیں تو اگلا ان سے زیادہ سمجھدار ہوتا ہے۔

عمرہ

زندگی میں ایک بار عمرہ کرنا سنت مؤکدہ ہے (شامی جلد ۲ صفحہ ۱۶۴، طحطاوی صفحہ ۴۰۷)۔ یہ حج کے دن کے سواء سال کے کسی بھی دن کیا جا سکتا ہے۔ میقات سے احرام باندھ کر کعبہ کا طواف کرنے، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے اور سعی کے بعد حلق کرانے یا تقصیر کرانے سے عمرہ مکمل ہو جاتا ہے۔ خواہ کوئی ایک دن میں کئی عمرے کر لے یا روزانہ عمرہ کرتا رہے۔

جس شخص کے پاس حج کی استطاعت نہ ہو مگر عمرے کی استطاعت ہو اور وہ عمرہ کر لے تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ اس پر حج اسی وقت فرض ہو گا جب اس کے پاس حج کی استطاعت ہو گی۔ یہ بات مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا سے ظاہر ہو رہی ہے۔

جو شخص شوال کے مہینے میں عمرہ کرے یا مکہ شریف کی حدود میں موجود ہو تو اگر اس کا بس چلتا ہو تو اس پر لازم ہے کہ حج کر کے آئے لیکن اگر اس کی جیب اجازت نہ دے یا حکومت کی طرف سے پابندی ہو تو حج کیے بغیر واپس آ جانا جائز ہے۔

Islam The World Religion

محبوب کریم ﷺ نے فرمایا کہ: إِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً یعنی رمضان شریف کا عمرہ حج کے برابر ہے (مسلم: ۳۰۳۸، بخاری: ۱۷۸۲، نسائی: ۲۱۱۰، ابن ماجہ: ۲۹۹۴، سنن الدارمی: ۱۸۶۵، مسند احمد: ۲۰۳۰)۔

قربانی

اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ یعنی اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر (الکوثر: ۲)۔

حبیبِ کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا: مَن كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَم يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا یعنی جس نے گنجائش کے باوجود قربانی نہیں دی وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے (ابن ماجہ: ۳۱۲۳)۔

نیز فرمایا: مَا عَمِلَ ابنُ آدَمَ مِن عَمَلٍ يومِ النَّحرِ اَحبَّ اِلَى اللهِ مِن اِهْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّهُ لَيَأْتِي يومَ الْقِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَاَشْعَارِهَا وَاَظلَافِهَا وَاِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ اَن يَقَعَ بِالْاَرضِ فَطِيبُوا بِهَا نَفساً (ترمذی: ۱۴۹۳، ابن ماجہ: ۳۱۲۶)۔

ترجمہ: قربانی کے دن اللہ کا سب سے پسندیدہ عمل قربانی کا خون بہانا ہے۔ قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے سینگھوں، بالوں اور کھروں سمیت سامنے آئے گا۔ جانور کا خون زمین پر گرنے سے پہلے پہلے اللہ کے ہاں قبول ہوجاتا ہے۔ اللہ کی اس کرم نوازی پر خوش ہوجاؤ۔

ایک مرتبہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یارسول اللہ یہ قربانی کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ اس میں ہمیں کیا اجر ملتا ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلے میں نیکی۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ اُون پر کیا اجر ہے؟ فرمایا اُون کے بھی ہر بال پر نیکی ہے (ابن ماجہ: ۳۱۲۷، مسند احمد: ۱۹۳۰۵)۔

9 ذی الحج کے دن صبح سے لے کر 13 ذی الحج کی عصر تک ہر فرض نماز کے فوراً بعد بلند آواز سے کم از کم ایک مرتبہ تشریق پڑھنا واجب ہے اور تین بار پڑھنا مستحب ہے۔ تشریق کے الفاظ یہ ہیں: اَللهُ اَكبَر اَللهُ اَكبَر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكبَر اَللهُ اَكبَر وَلِلّٰهِ الْحَمْد۔

Islam The World Religion

قربانی دینے والے کے لیے مستحب ہے کہ قربانی کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی تک بال نہ کٹوائے اور ناخن نہ اتارے تاکہ حاجیوں سے مشابہت ہو جائے۔

عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھنے کے بعد قربانی دینا مقیم اور امیر آدمی پر فرض ہے۔ اونٹ پانچ سال کا، گائے اور بھینس دو سال کی، بکرا، چھترا اور دُنبہ ایک سال کا۔ اور چھ ماہ کا ایسا دُنبہ جو دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو اس کی قربانی جائز ہے۔ اُونٹ، گائے اور بھینس میں سات حصے دار شامل ہوں جبکہ بکرا، دُنبہ، چھترا، ایک کی طرف سے قربانی دیا جائے۔ جہاں عید کی نماز پڑھائی جاتی ہو وہاں اگر کسی آدمی نے عید پڑھنے سے پہلے قربانی ذبح کر دی تو یہ قربانی جائز نہیں ہوئی، نئی قربانی دینا پڑے گی۔

ایسا عیب جو کسی منفعت کو ختم کر دے یا جمال کو خراب کر دے اس سے قربانی جائز نہیں رہتی۔ جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں اس کی قربانی جائز ہے۔ اگر سینگ جڑھ تک ٹوٹا ہوا ہو یا گودا نظر آ رہا ہو تو قربانی جائز نہیں۔ خَصّی جانور کی قربانی جائز ہے۔ اندھے، کانے، لنگڑے اور لاغر جانور جو قربان گاہ تک چل کر نہ جا سکے، جس کی ایک ٹانگ کٹی ہوئی ہو، آدھے سے زیادہ کان کٹے اور آدھے سے زیادہ دُم کٹے جانور کی قربانی جائز نہیں۔ جس بکری کا ایک تھن یا گائے، بھینس اور اونٹنی کے دو تھن ضائع ہو چکے ہوں اس کی قربانی جائز نہیں لِلاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُل۔

اگر قربانی دینے والا ذبح سے پہلے فوت ہو جائے تو اس کے ورثاء کی اجازت سے اس کی طرف سے قربانی ذبح کر دینا جائز ہے ورنہ نہیں (تنویر الابصار، درمختار، شامی جلد ۵ صفحہ ۲۲۹)۔ اگر قربانی کے حصہ داروں میں کوئی غیر مسلم شامل ہو جائے یا کوئی شخص محض گوشت خوری کی نیت سے شامل ہو جائے تو سب کی قربانی ناجائز ہے (تنویر الابصار، درمختار، شامی جلد ۵ صفحہ ۲۲۹)۔ اگر کسی آدمی نے صحیح سلامت جانور خریدا مگر بعد میں اس جانور میں ایسا عیب پیدا ہو گیا جو قربانی میں مانع ہے تو اگر اسکا مالک امیر آدمی ہے تو وہ اس کی جگہ پر نئی قربانی خریدے اور اگر وہ غریب آدمی ہے تو وہی جانور قربان کر دینا جائز ہے۔ اسی طرح اگر جانور مر جائے تو امیر آدمی نیا خریدے اور غریب آدمی نہ خریدے (تنویر الابصار، درمختار، شامی جلد ۵ صفحہ ۲۲۹)۔

قربانی کا چمڑا صدقہ کر دیا جائے یا خود استعمال کر لیا جائے۔ اگر خود استعمال کرے تو براہِ راست چمڑا استعمال کرے یعنی اسکا تھیلہ یا چھلنی یا بچھونا وغیرہ بنا لے۔ بیچ کر پیسے استعمال

Islam The World Religion

نہیں کرسکتا۔ کسی مدرسہ یا دینی ادارے کو دینا افضل ہے۔

قربانی کے تین حصّے کر کے ایک خود کھانا، دوسرا رشتہ داروں کو دینا، خواہ وہ امیر ہوں یا غریب اور تیسرا اغرباء کو دینا مستحب ہے۔ قربانی خود ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر جانور کے پیٹ سے زندہ بچہ نکلے تو اسے ذبح کر دیا جائے اور اگر مرا ہوا بچہ نکلے تو اسے پھینک دیا جائے۔

اگر قصاب وغیرہ سے قربانی ذبح کرائی جائے تو اسکی اُجرت اپنے پاس سے دی جائے۔ گوشت یا چمڑا اُجرت میں دینا جائز نہیں بلکہ قصاب کو خود چاہیے کہ بحیثیت مسلمان یہ چیزیں اُجرت میں لینے سے انکار کر دے۔ قربانی کے مسائل کنز الدقائق صفحہ ۴۲۰ تا ۴۲۲، قدوری صفحہ ۱۹۷ تا ۱۹۸، شامی جلد ۵ صفحہ ۲۱۹ تا ۲۳۶ اور عالمگیری جلد ۵ صفحہ ۳۰۶ تا ۳۰۸ سے لیے گئے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے دو قربانیاں ذبح فرمائیں۔ ایک اپنی طرف سے اور دوسری اُمت کی طرف سے (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲/ ۲۷۶، مسندِ احمد: ۱۵۰۳۲، ابو داوٗد: ۲۷۹۵، ترمذی: ۱۵۲۱، ابن ماجہ: ۳۱۲۱، سنن الدارمی: ۱۹۵۲)۔

آپ ﷺ نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی میرے بعد ہر سال دو قربانیاں دینا۔ ایک اپنی طرف سے اور ایک میری طرف سے (ترمذی: ۱۴۹۵، ابوداوٗد: ۲۷۹۰)۔

کسی دوسرے کی طرف سے قربانی دینے سے پہلے اپنا واجب ادا کرنا ضروری ہے۔ حبیبِ کریم ﷺ کی طرف سے قربانی کرنا بہت بڑی سعادت ہے۔

ذبح کرنے کا طریقہ

گردن میں چار رگیں ہوتی ہیں۔ خوراک کی نالی جسے مری کہتے ہیں، سانس کی نالی جسے حلقوم کہتے ہیں اور دماغ کی طرف خون لے جانے والی دو شریانیں جنہیں ودجان کہتے ہیں۔ مری اور حلقوم گردن کے وسط میں آگے پیچھے ہوتے ہیں جب کہ ودجان گردن کے دائیں بائیں ہوتی ہیں۔ ذبح کرتے وقت ان چار میں سے کم از کم تین کا کٹ جانا ضروری ہے۔ چھری خوب تیز کر لی جائے اور جانور کو بائیں کروٹ قبلہ رخ لٹا کر ذبح کیا جائے۔

Islam The World Religion

زیارتُ النبی ﷺ

(1)۔ حج کے بعد محبوب کریم ﷺ کی زیارت کے لیے جانا واجب کے قریب ہے بلکہ اسے واجب ہی کہنا زیادہ مناسب ہے۔ اس لیے کہ جس ہستی کے طفیل ہمیں اسلام نصیب ہوا، حج کی عبادت عطا ہوئی، جس نے ہمیں حج کے مناسک و آداب سکھائے، آج کوئی شخص حج کر چکنے کے بعد اسی محسن و مربی کو فراموش کر کے گھر واپس آ جائے تو یہ اس کی بدنصیبی کی انتہا ہے۔ خصوصاً جب کہ محبوب کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا کہ:

مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ وَلَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِي یعنی جس نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا اس نے مجھ سے بے وفائی کی (ابن عدی ۷/ ۱۴)۔

(2)۔ اور فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہے (سنن الدارقطنی حدیث: ۲۶۶۹، الشفا ۲/ ۶۸، الوفا ۲/ ۸۰۰ ورواہ البزار ۲/ ۵۷ عن موسیٰ بن ھلال)۔ اور فرمایا جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری حیات میں زیارت کی (سنن الدارقطنی: ۲۶۶۷، السنن الکبریٰ للبیہقی حدیث: ۵/ ۲۴۶)۔

(3)۔ حبیب کریم ﷺ نے فرمایا: مَنْ زَارَنِي مُتَعَمِّداً كَانَ فِي جِوَارِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی جس نے ارادۃً میری زیارت کی وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہوگا (الضعفا للعقیلی: ۲۱۶۳، شعب الایمان للبیہقی: ۴۱۵۲)۔

اس حدیث شریف میں مُتَعَمِّداً (یعنی ارادہ کرتے ہوئے) کے لفظ سے ظاہر ہے کہ مدینہ شریف کی طرف سفر شروع کرتے وقت سرکارِ دوعالم ﷺ کی زیارت کی نیت اور ارادہ کرنا چاہیے۔ جس حدیث شریف میں ہے کہ تین مسجدوں (یعنی مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ) کے علاوہ سپیشل سفر مت کرو، تو اس حدیث شریف میں صرف مساجد کی بات ہو رہی ہے یعنی ان مسجدوں کے علاوہ کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھنے کی خاطر سپیشل سفر کرنا منع ہے۔ ورنہ حج کے دوران عرفات، مزدلفہ، منیٰ میں جانا، جہاد، ہجرت اور ماں باپ کی زیارت وغیرہ سب کام حرام ہو جائیں گے۔

اگرچہ قبرِ نبی، مزارِ نبی اور روضۂ رسول کے الفاظ استعمال کرنا جائز ہے اور بعض

Islam: The World Religion

احادیث میں بھی سمجھانے کے لیے عام اصطلاح کے طور پر قبر کا لفظ استعمال ہوا ہے اور سمجھانے کے لیے بعض اوقات ہمیں بھی یہ لفظ استعمال کرنا پڑتا ہے، لیکن قبر کی زیارت کا لفظ عوام کی قبروں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی شان کو عام مسلمانوں سے ممتاز رکھنے کا حکم دیا ہے (النور: ۶۳)۔ لہٰذا ہمارے لیے مناسب یہی ہے کہ قبر نبی کی زیارت کی بجائے نبی کریم ﷺ کی زیارت کے الفاظ استعمال کریں۔ یہی قول امام مالک علیہ الرحمہ کا ہے (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۶۹)۔

قرآنی الفاظ جَآءُوْكَ (یعنی گناہ گار لوگ تیرے پاس آ جائیں) بھی اسی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ چند سطریں پہلے ایک حدیث گزر چکی ہے جس میں مَنْ زَارَنِیْ کے الفاظ ہیں یعنی جس نے میری زیارت کی۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی مزارِ اقدس پر حاضر ہو کر یہی کہا تھا کہ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ یعنی میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں (مسندِ احمد: ۲۳۶۴۸، مستدرکِ حاکم: ۸۷۴۹)۔ نیز محبوب کریم ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں۔ اسی لیے بعض علماء نے زیارت النبی ﷺ ہی کا عنوان قائم فرمایا ہے (مثلاً نور الایضاح صفحہ ۱۸۷)۔

(4)۔ مدینہ منورہ کی طرف سفر، مدینہ منورہ میں داخلہ، مدینہ منورہ کی مقدس گلیوں میں سفر، سواری سے اترنا اور حرمِ حبیب تک چل کر حاضر ہونا یہ تمام ایسے مراحل ہیں کہ محبت والوں کو قدم قدم پر ہماری راہنمائی کام نہیں دے سکتی۔ ہاں البتہ حرمِ حبیب ﷺ میں حاضری دینے والے خوش نصیبوں کو فقیر راقم الحروف دعا دیتا ہے کہ اللہ کریم آپ کو ادب کی توفیق دے اور محبتِ حبیب ﷺ میں مست بنائے۔

(5)۔ جب روضۂ انور دور سے نظر آ جائے تو کثرت سے درود و سلام پڑھنا چاہیے۔

(6)۔ حاضری سے پہلے تازہ وضو، مسواک اور اگر ہو سکے تو غسل کرنا چاہیے۔ بہترین لباس، خوشبو اور سرمہ لگا کر حاضری کے لیے نکلنا چاہیے۔

(7)۔ مسجد شریف کی حد میں داخل ہونے سے پہلے جوتے اتار لینا مناسب ہے۔

(8)۔ مسجد شریف کے باہر اپنا موبائل بند کر دیں۔

بابِ جبریل کے پہلو میں ذرا دھیرے سے

Islam The World Religion

فخر جبریل کو کہتے ہوئے یوں پایا گیا

اپنی پلکوں سے درِ یار پہ دستک دینا

اونچی آواز ہوئی عمر کا سرمایہ گیا

(حضرت خواجہ محمد فخر الدین سیالوی قدس سرہٗ)

(9)۔ مسجد شریف کے دروازے پر پہنچ کر درود شریف کی کثرت کرنی چاہیے اور ادب کا ایک انداز یہ ہے کہ داخل ہوتے وقت ایک لمحہ کے لیے رُک جائیں اور رُک کر پھر داخل ہوں، جیسے اجازت لے کر داخل ہو رہے ہوں۔ پھر بسم اللہ پڑھ کر مسجد میں داخل ہونے کی مسنون دعا اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ پڑھنی چاہیے اور دایاں پاؤں پہلے رکھنا چاہیے۔

(10)۔ مسجد شریف میں داخل ہو کر اگر فرض نماز کا وقت ہو تو پہلے نماز پڑھیں۔ یہی نماز تحیۃ المسجد کے بھی قائم مقام ہو جائے گی۔ اور اگر نماز کا وقت نہیں تو دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کریں اور اللہ کریم سے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ ناز میں ادب سے حاضری دینے کی توفیق مانگیں۔

(11)۔ سر جھکائے ہوئے باب السلام کی جانب سے قبر انور کی طرف چلیں۔ دوسرے زائرین کا احترام کریں۔ کسی کو دھکا مت دیں۔ زائرین کی قطاریں لمبی ہوں تو کسی کو کراس نہ کریں۔

(12)۔ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ یعنی انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں (مسند ابی یعلیٰ: ۳۴۲۵، مجمع الزوائد: ۱۳۸۱۲)۔ لہٰذا قبرِ انور کے سامنے پہنچ کر قبر انور کی طرف مُنہ کر لیں اور قبلہ کی طرف پیٹھ کر لیں اور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر انور میں زندہ سمجھتے ہوئے نہایت ادب کیساتھ نماز کی طرح ہاتھ باندھ لیں اور دھیمی آواز کیساتھ عرض کریں۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ

اس طرح کے درود شریف جی بھر کر پڑھیں۔ اور پھر محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانوں کا شکریہ ادا کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں دین دیا اور سکھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کے دن شفاعت کی درخواست کریں۔

Islam The World Religion

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبرِ انور پر قبلہ کی طرف سے آ ؤ، اپنی پشت قبلہ کی طرف کرلو اور چہرہ قبرانور کی طرف کرلو۔ پھر کہو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ (مسندِ امام اعظم صفحہ ۱۲۶)۔

صحابہ کرام اگر نماز میں ہوتے اور انہیں محبوب کریم ﷺ آواز دیتے تو صحابہ کو اللہ کریم نے حکم دیا ہے کہ نماز توڑ کر حبیب کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ (الانفال: ۲۴)۔

ایک مرتبہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے کہ حبیب کریم ﷺ نے حجرہ مبارک کا پردہ اٹھا کر مسجد میں دیکھا۔ تمام صحابہ کرام نے حضور ﷺ کو دیکھنا شروع کر دیا مگر پھر بھی نماز نہیں ٹوٹی (بخاری: ۶۸۰، مسلم: ۹۴۴)۔

ہر نماز میں ہم اللہ کی بارگاہ میں بیٹھ کر اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کے الفاظ کے ساتھ محبوب کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہیں۔ مگر نماز میں خلل تو درکنار اس کے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں۔

ایک نابینا صحابی کو محبوب کریم ﷺ نے یہ دعا سکھائی۔ وہ صحابی اللہ کی بارگاہ میں بیٹھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہے تھے۔ اسی دعا میں وہ کبھی اللہ تعالیٰ کو مخاطب ہوتے اور کبھی حبیب کریم ﷺ کو مخاطب ہوتے تھے۔

دعا یہ ہے کہ: اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی رحمت محمد ﷺ کا تجھے واسطہ دیتا ہوں۔ یا نبی اللہ میں آپ کے ذریعے سے اللہ کی بارگاہ میں متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میری حاجت روائی کرے۔ اے اللہ میرے حق میں اپنے نبی کی شفاعت قبول فرما (ترمذی: ۳۵۷۸، ابن ماجہ: ۱۳۸۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۴۹۵)۔

اس حدیث شریف سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے وقت محبوب کریم ﷺ کی خدمت میں بھی درخواست پیش کر دینا اور دونوں طرف کا خطاب باہم گڈمڈ کر دینا جائز ہے۔ ان حدیثوں سے حضور کریم ﷺ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا ثابت ہے اور حضرت عثمان بن حُنَیف والی حدیث سے ہاتھ اٹھا کر دعا کی طرح عرض کرنا ثابت ہے۔

ایک مرتبہ خادمِ رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ محبوب کریم ﷺ کی قبرِ

Islam The World Religion

انور پر حاضر ہوئے، آپ نے کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھائے حتیٰ کہ دیکھنے والوں کو یوں لگا کہ انہوں نے نماز شروع کر دی ہے (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۷۰)۔

چاند کو دیکھ کر مسنون دعا مانگنے والا اَللّٰھُمَّ کہہ کر اللہ کریم سے دعا مانگ رہا ہوتا ہے اور اسی دوران رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللهُ کہہ کر چاند کو خطاب کر رہا ہوتا ہے اور اُس وقت اس کا منہ چاند ہی کی طرف ہوتا ہے، اس وقت چاند کی طرف پیٹھ نہیں کی جاتی۔ عام قبرستان میں جا کر سلام اور دعا کرتے وقت اور يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ کے دعائیہ الفاظ کہتے وقت زائر کا منہ قبرستان کی طرف ہوتا ہے نہ کہ پیٹھ۔ امام جب سلام پھیرتا ہے تو اپنا چہرہ مقتدیوں کی طرف پھیر کر دعا کرتا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ مقتدیوں سے دعا مانگ رہا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایک مومن کی شان کعبہ سے بڑھ کر ہے (ابن ماجہ: ۳۹۳۲)۔ جب ایک مومن کی شان کعبے سے زیادہ ہے تو ایک ولی کا کیا مقام ہوگا، پھر ایک صحابی کا کیا مقام ہوگا، پھر ایک نبی کا کیا مقام ہوگا اور پھر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا مقام ہوگا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اطہر کو چھونے والی مٹی عرش سے بھی اعلیٰ و افضل ہے اور آپ کا روضۂ انور کعبے کا بھی کعبہ ہے، تو کعبے کے مقابلے پر حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پیٹھ کر لینا کتنی قبیح حرکت ہوگی؟۔

جب ہم کسی بھی مسلمان کو السلام علیکم کہتے ہیں تو بلاشبہ یہ دعا ہی ہے جو ہم اپنے مسلمان بھائی کو دے رہے ہوتے ہیں مگر یہ دعائیہ جملہ بولتے وقت ہمارا منہ اپنے مسلمان بھائی کی طرف ہوتا ہے نہ کہ پیٹھ۔

یہ ناقابلِ تردید دلائل ہیں جن کی بنا پر علماءِ اسلام نے تصریح فرمائی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ انور کے سامنے نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر سرکار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہونا چاہیے۔ چنانچہ فتاویٰ عالم گیری جو علماء کی ایک عظیم جماعت نے مل کر لکھا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ: وَيَقِفُ كَمَا يَقِفُ فِي الصَّلٰوةِ یعنی اس طرح کھڑا ہو جس طرح نماز میں کھڑا ہوتا ہے (فتاویٰ عالم گیریہ جلد ا صفحہ ۲۶۵)۔ اور وہیں کھڑے ہو کر روضۂ پاک کی طرف منہ کر کے ہر طرح کی دعائیں مانگنا بھی لکھا ہے۔

سیدنا و مولٰینا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن ہونے کے تین دن بعد ہم نے ایک اعرابی کو دیکھا۔ وہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور پر سر ڈال کر

Islam The World Religion

اور اپنے سر پر قبر انور کی مٹی ڈال کر عرض کر رہا تھا۔ یا رسول اللہ ہم نے آپ کی زبان مبارک سے اللہ کا فرمان سنا ہے کہ: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ۔ یا رسول اللہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہوں۔ میرے لیے اللہ سے استغفار فرمائیں۔ قبر انور سے آواز آئی کہ تیری بخشش ہو گئی (مدارک جلد ا صفحہ ۳۹۹، قرطبی جلد ۵ صفحہ ۲۵۵)۔

حدیث شریف میں ہے کہ: ایک مرتبہ مروان بن حکم نے کسی آدمی کو محبوب کریم ﷺ کی قبرِ انور پر منہ رکھے ہوئے دیکھا۔ اُس نے اسے گردن سے پکڑ لیا اور کہا جانتے ہو کیا کر رہے ہو؟ اُس آدمی نے کہا ہاں جانتا ہوں کیا کر رہا ہوں، ساتھ ہی جب چہرہ اسکی طرف پھیرا تو وہ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ فرمانے لگے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا ہوں، کسی بُت کے پاس نہیں آیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تک حکمران اہل ہوں تو دین پر مت رونا اور جب دین کی حکمرانی نااہلوں کے ہاتھ میں ہو تو دین پر رونا (مسندِ احمد: ۸: ۲۳۶۴۸، مستدرکِ حاکم: ۹: ۸۷۴۹)۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے امیر المومنین ابو جعفر نے مسجد نبوی شریف میں بحث کی تو آپ نے فرمایا: اے امیر المومنین اس مسجد میں اپنی آواز بلند مت کرو۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔ ابو جعفر نے پوچھا، میں قبلے کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں یا رسول اللہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں؟ آپ نے فرمایا: تم اس سے اپنا منہ کیوں پھیرتے ہو جو قیامت کے دن تیرا بھی وسیلہ ہے اور تیرے باپ آدم علیہ السلام کا بھی وسیلہ ہے، قبلے کی بجائے نبی کریم ﷺ کی طرف منہ کرو اور شفاعت طلب کرو، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی شفاعت قبول فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۳۳)۔

لہٰذا آج بھی جب دیارِ حبیب پر حاضری نصیب ہو تو عرض کریں کہ یا رسول اللہ، اللہ کریم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ لہٰذا ہماری شفاعت فرمائیں۔ پھر اگر کسی نے سلام عرض کرنے کو کہا تو اسکی طرف سے بھی سلام عرض کریں خواہ کسی بھی زبان میں سہی۔ محبوب کریم ﷺ تمام زبانیں جانتے ہیں۔

اس کے بعد جو چاہیں دعا مانگیں۔ فقہا علیہم الرضوان نے لکھا ہے کہ: ثُمَّ تَدْعُوْ بِمَا

Islam The World Religion

شِئْتَ عِنْدَ وَجْهِهِ الْكَرِيْمِ مُسْتَدْبِرًا الْقِبْلَةَ یعنی محبوب کریم ﷺ کی طرف منہ کر کے قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے جو چاہو دعائیں مانگو (نور الایضاح صفحہ ۱۹۲)۔

اس کے بعد سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو باری باری سلام عرض کریں اور ان کے احسانوں کا بھی شکریہ ادا کریں۔ یہ وہ ہستیاں ہیں کہ اسلام کی بنیادوں میں ان کا خون پسینہ لگا ہوا ہے۔ ان دونوں ہستیوں کو عرض کریں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہم آپ کو وسیلہ بناتے ہیں تا کہ ہماری شفاعت ہو جائے نَتَوَسَّلُ بِكُمَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ يَشْفَعُ لَنَا (فتاویٰ عالم گیریہ جلد ۱ صفحہ ۲۶۶، نور الایضاح صفحہ ۱۹۳)۔

وسیلے کے موضوع پر اس کتاب میں دعا کے باب میں مفصل بحث گزر چکی ہے۔

اس کے بعد فقہا علیہم الرضوان فرماتے ہیں کہ: ثُمَّ يَدْعُوْ لِنَفْسِهٖ وَلِوَالِدَيْهِ وَلِمَنْ اَوْصَاهُ بِالدُّعَاءِ وَلِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ یعنی اپنے لیے دعا مانگے اور اپنے والدین کے لیے اور جس نے دعا کے لیے کہا تھا اس کے لیے اور تمام اہلِ اسلام کے لیے دعا مانگے (فتاویٰ عالم گیریہ جلد ۱ صفحہ ۲۶۶، نور الایضاح صفحہ ۱۹۳، ۱۹۴)۔

اس کے بعد دوبارہ حبیبِ کریم ﷺ کے چہرۂ انور کے سامنے واپس آ جائیں اور دعا کریں کہ اے اللہ کریم آپ نے خود فرمایا ہے اور حق فرمایا ہے کہ: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا یعنی جب یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں تو اے محبوب آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں اور اللہ سے معافی مانگیں اور اللہ کا رسول بھی ان کے لیے معافی مانگے تو اللہ کو معاف کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اے اللہ کریم! ہم تیرے حکم پر عمل کرتے ہوئے تیرے حبیب کی خدمت میں حاضر ہو گئے ہیں اور خطاؤں کا اعتراف کرتے ہیں۔ ہمیں اپنے حبیب کے صدقے بخش دے۔ ہمارے ماں باپ اور حضور کی ساری اُمت کو بخش دے۔ اس کے علاوہ بھی جو دعائیں زبان پر جاری ہو سکیں مانگتا جائے۔ یہ قبولیت کا بلند ترین مقام ہے۔ وَيَدْعُوْ بِمَا حَضَرَهٗ وَيُوَفَّقُ لَهٗ بِفَضْلِ اللّٰهِ (نور الایضاح صفحہ ۱۹۴، فتاویٰ عالم گیریہ جلد ۱ صفحہ ۲۶۶)۔

اس کے بعد اسطوانہ ابی لبابہ، اسطوانہ عائشہ اور حنانہ شریفہ کے پاس جا کر دعائیں

Islam The World Religion

مانگیں اور استغفار کریں۔ اور روضہ (جسے عام طور پر ریاض الجنہ کہتے ہیں) میں جس قدر ہو سکے نوافل پڑھیں۔ یہ تمام متبرک مقامات مسجد نبوی کے اندر موجود ہیں اور دوسرے زائرین اور راہنما عملے سے بہ آسانی معلوم ہو جاتے ہیں۔

حضرت سیدنا عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے آپ ﷺ کے منبر مبارک پر آپ کے بیٹھنے کی جگہ پر ہاتھ رکھا اور پھر اُس ہاتھ کو برکت کے لیے اپنے چہرے پر مل لیا (الشفاء ۲ / ۷۰)۔

اس کے بعد جنت البقیع (بقیع الغرقد) کی زیارت کریں۔ بقیع میں داخل ہوتے ہی سامنے ذرا دائیں طرف حضرت عباس، حضرت امام حسن، امام زین العابدین، امام باقر، امام جعفر صادق اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک بالکل قریب قریب دفن ہیں۔ اور ان سب کے دائیں طرف قدرے ممتاز قبر انور سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء علیٰ ابیہا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ بقیع کے گیٹ کے سیدھا سامنے سرکارِ دو عالم ﷺ کی تین شہزادیوں کی قبریں ہیں۔ ان کے ساتھ ہی بائیں طرف نو ازواجِ مطہرات کی اکٹھی قبریں ہیں۔ تھوڑا آگے حضرت عبداللہ بن حارث اور حضرت عقیل بن ابی طالب کی قبریں ساتھ ساتھ ہیں۔ تھوڑا آگے جائیں تو بائیں طرف حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت نافع اور حضرت امام مالک کی قبریں ساتھ ساتھ ہیں۔ تھوڑا آگے چلیں تو بائیں طرف شہزادۂ رسول حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر انور خوب بڑی ہے اور اس کے سرہانے خوب موٹا پتھر موجود ہے۔ تھوڑا آگے چلیں تو شہداءِ اُحد کی قبریں ہیں جو ایک پتھریلی چار دیواری سے ممتاز کر دی گئی ہیں۔ گیٹ کے اندر داخل ہوں تو بائیں کونے میں محبوب کریم ﷺ کی تین پھوپھیاں دفن ہیں۔ بقیع شریف کے اندر دور چلے جائیں تو تقریباً وسط میں خلیفہ ِ ثالث سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے جو بقیع کی تمام قبروں سے ممتاز اور مشرف ہے اور اس کے چاروں طرف سڑک یعنی راستہ موجود ہے۔ یہاں سے تقریباً ۵۰ گز کے فاصلے پر بائیں طرف حلیمہ سعدیہ کی قبر انور ہے۔

حضرت ابو سعید خدری اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدتنا فاطمہ بنت اسد کی قبریں بقیع شریف کے آخری بائیں کونے کے قریب ایک ہی چار دیواری کے اندر موجود ہیں۔

اگر موقع ملے تو ان ہستیوں کو الگ الگ سلام عرض کریں۔ سورۃ فاتحہ، سورۃ اخلاص،

Islam The World Religion

آیت الکرسی اور درود شریف پڑھ کر ایصالِ ثواب کریں۔ اگر موقع نہ ملے تو اکٹھا سلام اور ایصالِ ثواب کافی ہے۔ عَلٰی حَبِیْبِہِمْ وَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔

حضرت سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر انور میدانِ اُحد میں ہے۔ بعض دیگر شہداءِ اُحد کی قبریں بھی وہیں پر ہیں۔ وقت نکال کر وہاں حاضری دیں۔ سلام عرض کریں اور ایصالِ ثواب کریں۔

مسجد قبا وہ مسجد ہے جس کا سنگِ بنیاد محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کر کے تشریف لاتے وقت مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے رکھا تھا۔ یہ مسجد مدینہ شریف سے باہر تھی، اب آبادی بڑھنے سے شہر مقدس کے اندر آ گئی ہے۔ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ہفتہ کے دن اس مسجد میں جا کر نماز ادا فرماتے تھے اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کرتے تھے (بخاری حدیث: ۱۱۹۱، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، مسلم: ۳۳۸۹)۔ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے بعد یہ مسجد تمام مساجد سے افضل ہے۔ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جس نے گھر سے وضو کیا اور مسجد قبا میں جا کر نماز ادا کی اسے عمرے کا ثواب ملے گا (ابن ماجہ: ۱۴۱۲)۔ اس مسجد میں خوب دعائیں کرنی چاہییں۔

(13)۔ جہاں تک ممکن ہو روضۂ انور کی طرف پیٹھ نہ کریں۔

(14)۔ شہر اقدس میں چلتے وقت اگر دور سے گنبد خضریٰ پر نظر پڑے تو روضۂ انور کی طرف منہ کر کے دست بستہ کھڑے ہو جائیں اور صلوٰۃ وسلام پڑھ کر گزریں۔

(15)۔ مدینہ شریف میں اگر کوئی بیمار ہو جائے یا اسے کوئی تکلیف پہنچے حتیٰ کہ ایک معمولی کانٹا بھی چبھے تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرے۔ اللہ الرحمٰن کی قسم یہ سب تکالیف زائرین کے لیے رحمت ہیں۔

شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لَا یَصْبِرُ عَلٰی لَاْوَاءِ الْمَدِیْنَۃِ وَشِدَّتِہَا اَحَدٌ مِنْ اُمَّتِیْ اِلَّا کُنْتُ لَہٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یعنی میری اُمت کا جو بھی شخص مدینہ کی مشکلات اور سختیوں پر صبر کریگا قیامت کے دن میں اُسکی ضرور شفاعت کروں گا (مسلم: ۳۳۴۷، موطا امام مالك كتاب الجامع باب ما جاء فی سكنى المدينة والخروج منها حدیث: ۳، مسندِ احمد: ۷۸۸۴)۔

Islam The World Religion

(16)۔ قیام کے دوران نماز باجماعت اور شریعت کی پابندی کریں۔

(17)۔ ہر نماز کے بعد قبرِ انور پر حاضری دینے کی کوشش کریں۔

(18)۔ رخصت ہوتے وقت صلوٰۃ وسلام عرض کریں، کسی خاص عنایت کی توقع رکھیں، دوبارہ حاضری کی درخواست کریں، دورانِ قیام بے خبری میں ہونے والی بے ادبیوں کی معافی مانگیں، اورنہایت ادب سے درود شریف پڑھتے ہوئے، پیٹھ کیے بغیر رخصت ہوں، عشاق کے لیے دیارِ حبیب سے رخصت ہونے کی گھڑی بڑی سخت ہوتی ہے۔

☆......☆......☆

Islam The World Religion

سوالات

(1)۔ اس کتاب میں سب سے لمبا مضمون کون سا ہے اور آپ کے خیال میں اس موضوع پر اتنی تفصیلی بحث کیوں کی گئی ہے؟

(2)۔ اس کتاب میں کون کون سے جدید علوم کی بنیاد رکھی گئی ہے؟

(3)۔ اس کتاب کے کل کتنے ابواب ہیں ہر باب کا نام بتایئے؟

(4)۔ آپ کے خیال میں اس کتاب کا کون سا ایسا مضمون ہے جسے آپ پوری کتاب کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں؟

(5)۔ آپکے خیال میں اس کتاب کا نام ضابطِہ حیات کیوں رکھا گیا ہے؟

اگر!

آپ نے اِن پانچ سوالوں کے صحیح جواب دے دیے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ نے اس کتاب کو غور سے پڑھ لیا ہے ورنہ نہیں!

آپ کا اپنا اعتماد بتائے گا کہ آپ کے جوابات درست ہیں یا نہیں۔

☆......☆......☆

Islam The World Religion

اِنتساب

اگر یہ کتاب صحیح ہے تو یہ سب اُنہی کے کرم کا صدقہ ہے

اس میں میرا ہے ہی کیا جسے میں اُن کی نذر کروں۔

اور اگر!

اس کتاب میں غلطیاں ہیں تو میں کس مُنہ سے اُن کی

طرف اپنی خطاؤں کا انتساب کروں۔

میں یہی سوچتے سوچتے کتاب کے آخر تک پہنچ گیا۔

ورنہ اگر مجھ میں ہمت ہوتی تو کتاب کے شروع

میں ہی انتساب لکھ دیتا۔

مجھے کچھ پتہ نہیں۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیک وعلیٰ آلک وسلم

میں خاموش ہوں۔

☆......☆......☆

Islam The World Religion

یادداشت

Islam The World Religion

Islam The World Religion

Islam The World Religion

Islam The World Religion

Islam The World Religion

Islam The World Religion

Islam The World Religion

Islam The World Religion

Islam The World Religion

Islam The World Religion

Islam The World Religion

Islam The World Religion

Islam The World Religion

Islam The World Religion

Islam The World Religion

Islam The World Religion

Islam The World Religion